تاریخ فقہ اسلامی

علامہ محمد الخضری کی تاریخ التشریع الاسلامی کا ترجمہ

از

عبدالسلام ندوی

ناشر

صدیقی پبلشرز ۰ لاہور

M-84911

Marfat.com

28333
2/1

جملہ حقوق محفوظ

۲۹۷۶۱۹
28333

طابع ـــــ ابوبکر صدیق

ناشر ـــــ صدیقی پبلشرز۔ لاہور

مطبع ـــــ زاہد بشیر پرنٹرز۔ لاہور

ایڈیشن ـــــ اول

تعداد ـــــ ۵۰۰

طلبہ ایڈیشن : ۵۴ روپے

لائبریری ایڈیشن : مجلد ریکسین ۴۵ روپے

تقسیم کار

شیخ محمد بشیر اینڈ سنز ○ اردو بازار ○ لاہور ۲

Marfat.com

10-6-89 N.B.H. Rs.54/-

بسم الله الرحمن الرحيم

Marfat.com

وُہ دانائے سُبل ختم الرسل مولائے کُل جس نے
غُبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وُہی اوّل وُہی آخر
وُہی قرآں وُہی فرقاں وُہی یٰسیں وُہی طٰہٰ

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون
۱	دیباچہ
۱	مقدمہ
	پہلا دور
۲	فقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مین (قرآن و حدیث)
۱۲	نزولِ قرآن کی کیفیت
۱۴	مکی اور مدنی آیتون کی امتیازی خصوصیات
۱۷	قرآن مجید مین فقہ اسلامی کا بنیادی اصول
	عدم حرج
۱۹	قلتِ تکلیف
۲۱	تدریج
۲۳	نسخ
۳۱	قرآن مجید کا طرزِ بیان طلب اور تخییر کے متعلق
۳۹	جملہ احکام قرآنیہ
۴۰	حدیث
۴۸	نماز
۵۵	روزہ
۵۸	حج اور عمرہ
۶۶	زکوٰۃ
۷۹	جہاد
۸۷	معاہدات باہمی
۹۱	اسیرانِ جنگ
۹۶	غنیمتِ جنگ
۱۰۳	نظامِ منزلی
″	نکاح
۱۱۱	طلاق
۱۳۴	نظامِ وراثت
۱۴۶	تعزیرات
	دوسرا دور
۱۵۴	فقہ بہ عہد کبار صحابہ ۱۱ھ سے ۴۰ھ تک
	اجمالی طور پر سیاسی صورتِ حال
۱۵۶	قرآن وحدیث دوسرے دور مین
۱۶۸	اس دور مین اجتہاد
۱۹۰	حضرت عبداللہ بن مسعودؓ
۱۹۱	حضرت زید بن ثابتؓ
	تیسرا دور
۱۹۳	صغار صحابہؓ اور اُن کے تلامذہ تابعین کے عہد مین فقہ
″	سیاسی صورتِ حال
۱۹۷	اس دور کی امتیازی خصوصیات
۲۰۳	اس دور مین اجتہاد
″	قرآن وحدیث

Marfat.com

صفحہ	مضمون
۲۱۵	اس دور کے مشہور مفتی،
	مفتیان مدینہ
〃	ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ،
۲۱۶	حضرت عبداللہ بن عمرؓ
۲۱۷	حضرت ابوہریرہؓ
〃	حضرت سعید بن المسیب المخزومی
۲۱۸	حضرت عروہ بن الزبیر بن العوام الاسدی
〃	ابوبکر بن عبدالرحمان بن حارث بن ہشام المخزومی
۲۱۹	حضرت علی بن الحسین بن علیؓ بن ابی طالب الہاشمی
〃	حضرت عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعودؓ
〃	حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؓ
۲۲۰	حضرت سلیمان بن یسار مولی ام المومنین میمونہؓ
〃	قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ
۲۲۱	حضرت نافع مولی عبداللہ بن عمرؓ
〃	محمد بن مسلم المعروف بابن شہاب الزہری
۲۲۲	ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین المعروف بالباقر
〃	ابوالزناد عبداللہ بن ذکوان فقیہ مدینہ۔
۲۲۳	یحییٰ بن سعید انصاری
〃	ربیعہ بن ابی عبدالرحمان فروخ
۲۲۴	**مفتیان مکہ**
〃	حضرت عبداللہ بن عباسؓ بن عبدالمطلب
〃	حضرت مجاہد بن جبیر مولی بنی مخزوم،
۲۲۵	حضرت عکرمہ مولی ابن عباسؓ
〃	حضرت عطاء بن ابی رباح مولی قریش،

صفحہ	مضمون
۲۲۵	حضرت ابوالزبیر محمد بن مسلم بن تدرس مولی حکیم بن حزام
۲۲۶	**مفتیان کوفہ**
〃	حضرت علقمہ بن قیس النخعی فقیہ عراق
〃	حضرت مسروق بن الاجدع الہمدانی الفقیہ
۲۲۷	حضرت عبیدہ بن عمرو السلمانی المرادی
〃	حضرت اسود بن یزید النخعی
〃	حضرت شریح بن حارث الکندی
〃	حضرت ابراہیم بن یزید النخعی فقیہ عراق
۲۲۸	حضرت سعید بن جبیر مولی والبہ
〃	حضرت عامر بن شراحیل الشعبی علامۃ التابعین
۲۲۹	**مفتیان بصرہ**
〃	حضرت انس بن مالک انصاری خادم رسول اللہ صلعم
۲۳۰	حضرت ابوالعالیہ رفیع بن مہران الریاحی
〃	حضرت حسن بن ابی الحسن یسار مولی زید بن ثابت
〃	حضرت ابوالشعثاء جابر بن زید صاحب ابن عباس
۲۳۱	محمد بن سیرین مولی حضرت انس بن مالکؓ
〃	قتادہ بن دعامۃ السدوسی
۲۳۲	**مفتیان شام**
〃	حضرت عبدالرحمان بن غنم الاشعری
〃	ابوادریس الخولانی عائذ اللہ بن عبداللہ
〃	قبیصہ بن ذویب
〃	مکحول بن ابی مسلم
۲۳۳	رجاء بن حیوۃ الکندی

Marfat.com

صفحہ	مضمون
۲۳۳	عمر بن عبد العزیز بن مروان
	مفتیانِ مصر
〃	حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ
۲۳۴	ابو الخیر مرثد بن عبد اللہ الیزنی مفتیِ اہل مصر
〃	یزید بن حبیب مولی الازد
۲۳۵	**مفتیانِ یمن**
〃	طاوس بن کیسان الجندی
۲۳۶	وہب بن منبہ الصنعانی
〃	یحیٰی بن ابی کثیر مولی طے
۲۴۳	**چوتھا دور**
〃	اس دور کی فقہ
〃	سیاسی صورتِ حال
۲۴۷	اس دور کی امتیازی خصوصیات
〃	تمدن کی وسعت
۲۴۹	اسلامی شہرون مین علمی حرکت
۲۵۱	حفاظِ قرآن کی تعداد مین اضافہ
۲۵۴	تدوینِ حدیث،
۲۵۷	مادۂ فقہ مین نزاع
۳۰۷	تدوینِ اصول فقہ
۳۱۶	اصطلاحاتِ فقہیہ کا ظہور
۳۱۸	ان اکابر فقہاء کا ظہور جن کی سیادت کو عام طور پر لوگون نے تسلیم کرلیا،
۳۱۹	امام ابو حنیفہؒ
۳۲۲	سفیان بن سعید ثوری
〃	شریک بن عبد اللہ النخعی
〃	محمد بن عبد الرحمان بن ابی لیلی
۳۲۴	ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری
۳۲۵	زفر بن ہذیل بن قیس کوفی
〃	محمد بن الحسن بن فرقد شیبانی
۳۲۶	حسن بن زیاد لولوی
۳۲۸	ابراہیم بن رستم مروزی
〃	احمد بن حفص
〃	بشر بن غیاث المریسی
〃	بشر بن ولید کندی
۳۲۹	عیسیٰ بن ابان بن صدقہ
〃	محمد بن سماعہ تمیمی
〃	محمد بن شجاع الثلجی
〃	ابو سلیمان موسیٰ بن سلیمان الجوزجانی
〃	ہلال بن یحیٰی بن مسلم الرائے البصری
۳۳۰	ابو جعفر احمد بن ابی عمران قاضی دیار مصریہ
〃	احمد بن عمر بن الشہیر بالخصاف
〃	بکار بن قتیبہ بن اسد القاضی المصری
〃	قاضی ابو خازم عبد الحمید بن عبد العزیز
〃	ابو سعید احمد بن الحسین البردعی
۳۳۱	ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ ازدی طحاوی
	امام مالکؒ
۳۳۵	ابو محمد عبد اللہ بن وہب بن مسلم قرشی
۳۳۶	ابو عبد اللہ عبد الرحمان بن القاسم العتقی
۳۳۷	اشہب بن عبد العزیز القیسی العامری الجعدی

Marfat.com

صفحہ	مضمون
۲۳۷	ابو محمد عبد اللہ بن عبد الحکم
۲۳۸	اصبغ بن الفرج الاموی
〃	محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم
۲۳۹	محمد بن ابراہیم بن زیاد الاسکندری
〃	ابو عبد اللہ زیاد بن عبد الرحمن القرطبی
〃	عیسیٰ بن دینار اندلسی
۲۴۰	یحییٰ بن یحییٰ کثیر اللیثی
〃	عبد الملک بن حبیب بن سلیمان السلمی
۲۴۱	ابو الحسن بن زیاد تونسی
〃	اسد بن فرات
۲۴۲	عبد السلام بن سعید التنوخی
۲۴۳	احمد بن معدل بن غیلان العبدی
۲۴۴	قاضی ابو اسحاق
〃	عبد الملک بن عبد العزیز
۲۴۶	امام شافعیؒ
۲۵	تلامذۂ امام شافعی و رواۃ مذہب شافعی
〃	ابو ثور ابراہیم بن خالد بن الیمان الکلبی البغدادی
۲۵۱	امام احمد بن حنبلؒ
〃	حسن بن محمد بن الصباح الزعفرانی
۲۵۲	ابو علی الحسین بن علی الکرابیسی
〃	احمد بن یحییٰ بن عبد العزیز البغدادی
۲۵۳	داؤد بن علی بن امام اہل الظاہر
〃	ابو عثمان بن سعید الانماطی
〃	ابو العباس احمد بن عمر بن سریج
۲۵۳	ابو العباس احمد بن ابی احمد الطبری
〃	ابو جعفر محمد بن جریر الطبری

صفحہ	مضمون
۲۵۴	یوسف بن یحییٰ البویطی المصری
〃	ابو ابراہیم اسمٰعیل بن یحییٰ المزنی المصری
۲۵۵	ربیع بن سلیمان بن عبد الجبار المرادی
〃	حرملہ بن یحییٰ بن عبد اللہ التجیبی
〃	یونس بن عبد الاعلی الصدفی المصری
۲۵۶	ابو بکر محمد بن احمد المعروف بابن الحداد مزنی
〃	امام احمد بن حنبلؒ
۲۵۷	ابو بکر احمد بن محمد بن ہانی المعروف بالاثرم
〃	احمد بن محمد بن الحجاج المروزی
〃	اسحاق بن ابراہیم المعروف بابن راہویہ المروزی
۲۵۸	ائمۂ شیعہ
۲۶۲	فنا شدہ مذاہب
〃	ابو عبد الرحمن بن محمد الاوزاعی
۲۶۴	ابو سلیمان داؤد بن علی بن خلف الاصبہانی
۲۶۹	ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید الطبری
۲۷۰	علی بن عبد العزیز بن محمد دولابی
〃	ابو بکر محمد بن احمد بن ابی الثلج الکاتب
۲۷۰	ابو الحسن احمد بن یحییٰ المنجم المتکلم
〃	ابو الحسن الدقیقی الحلوانی
〃	ابو الفرج المعافی بن زکریا النہروانی
۲۷۱	تفریع مسائل
۲۷۴	طلاق بالحساب
۲۸۰	مسائل الحیل
۲۸۱	احکام میں کتابوں کی تدوین
۲۸۲	ابو حنیفہ کے مذہب کے متعلق کتابیں
۲۹۶	امام مالک کے مذہب کے متعلق کتابیں

Marfat.com

صفحہ	مضمون
۴۰۳	امام شافعی کے مذہب کے متعلق کتابیں
۴۱۶	**پانچواں دور**
"	سیاسی حالت
۴۲۰	رواجِ تقلید
۴۲۳	اسبابِ تقلید
۴۲۸	اس دور کے علما کے کارنامے
۴۳۳	مناظرہ و جدل کی اشاعت
۴۴۱	مذہب اسماعیلی
۴۴۳	تعصباتِ مذہبی کی اشاعت
۴۴۷	اس دور کے فقہاء
۴۴۸	ابو الحسن عبید اللہ بن الحسن الکرخی
"	ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص کرخی
"	ابو جعفر محمد عبد اللہ البلخی
"	ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی
"	ابو عبد اللہ یوسف بن محمد الجرجانی
۴۴۹	ابو الحسن احمد بن محمد القدوری
"	ابو زید عبید اللہ بن عمر الدبوسی
"	ابو عبد اللہ الحسین بن علی الصیمری
"	ابو بکر خواہر زادہ محمد بن الحسین البخاری
۴۵۰	شمس الائمہ عبد العزیز خان بن احمد الحلوانی
"	شمس الائمہ محمد بن احمد السرخسی
"	ابو عبد اللہ محمد بن علی الدامغانی
"	علی بن محمد البزدوی
۴۵۱	شمس الائمہ بکر بن محمد الزرنجری
"	ابو اسحاق ابراہیم بن اسماعیل الصفار
۴۵۱	طاہر بن احمد بن عبد الرشید البخاری
"	ظہیر الدین بن عبد الرشید بن ابی حنیفہ
"	ابو بکر بن مسعود بن احمد الکاسانی
"	فخر الدین حسن بن منصور الاوزجندی
۴۵۲	علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل الفرغانی
"	**کبار فقہائے مالکیہ**
"	محمد بن یحییٰ بن لبابۃ الاندلسی
"	بکر بن العلاء القشیری
"	ابو اسحاق محمد بن القاسم بن شعبان العنسی
۴۵۳	محمد بن حارث بن اسد الخشنی
"	ابو بکر محمد بن عبد اللہ المعیطی الاندلسی
۴۵۴	یوسف بن عمر بن عبد البر
"	ابو محمد عبد اللہ بن ابی زید
"	ابو سعید خلف بن ابی القاسم الازدی
۴۵۵	ابو بکر محمد بن عبد اللہ الابہری
"	ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ المعروف بابن ابی زمنین البری
"	ابو الحسن علی بن محمد بن خلف المعافری
۴۵۶	قاضی عبد الوہاب بن نصر البغدادی المالکی
"	ابو القاسم عبد الرحمن بن محمد الحضرمی
"	ابو بکر محمد بن عبد اللہ بن یونس الصقلی
"	ابو الولید سلیمان بن خلف الباجی
۴۵۷	ابو الحسن علی بن محمد الربعی
"	ابو الولید محمد بن احمد بن محمد بن رشد القرطبی
"	ابو عبد اللہ محمد بن علی بن عمر التمیمی المازری
۴۵۸	ابو بکر محمد بن عبد اللہ المعروف بابن العربی المعافری

صفحہ	مضمون
۴۵۸	قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض الیحصبی
"	اسماعیل بن مکی العوفی
۴۵۹	محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن احمد بن رشد
"	ابو محمد عبداللہ بن نجم بن شاس الجذامی السعدی
۴۶۰	ابو اسحاق ابراہیم بن احمد المروزی
"	ابو احمد محمد بن سعید بن ابی القاضی الخوارزمی
"	ابوبکر احمد بن اسحاق الضبعی
"	ابو علی الحسین بن الحسین المعروف بابن ابی ہریرہ
"	قاضی ابو السائب عتبہ بن عبیداللہ بن موسیٰ
۴۶۱	قاضی ابو حامد احمد بن بشر المروزی
"	محمد بن اسماعیل المعروف بالقفال الکبیر
"	ابو سہل محمد بن سلیمان الصعلوکی
	ابو القاسم عبدالعزیز بن عبداللہ الدارکی
	ابو القاسم عبدالواحد بن الحسین الصیمری
۴۶۲	ابو علی الحسین بن شعیب السنجی
"	ابو حامد احمد بن محمد الاسفرائنی
"	ابو الحسن احمد بن محمد الضبی المعروف بابن المحاملی
"	عبداللہ بن احمد المعروف بالقفال الصغیر
"	ابو اسحاق ابراہیم بن محمد الاسفرائنی
۴۶۳	ابو الطیب طاہر بن عبداللہ الطبری
"	ابو الحسن علی بن محمد الماوردی
۴۶۳	ابو عاصم محمد بن احمد الہروی
"	ابو القاسم عبدالرحمٰن بن محمد الفورانی
"	ابو عبداللہ القاضی الحسین المروزی
"	ابو اسحاق ابراہیم بن علی الفیروزآبادی
۴۶۴	ابو النصر عبدالسید بن محمد المعروف بابن الصباغ
"	ابو سعد عبدالرحمان بن مامون المتولی
"	ابو المعالی عبدالملک بن عبداللہ الجوینی
۴۶۵	ابو المحاسن عبدالواحد بن اسماعیل الرویانی
"	ابو حامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی
"	ابو سعد عبداللہ بن محمد بن ہبۃ اللہ
۴۶۶	ابو القاسم عبدالکریم بن محمد القزوینی
"	محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف بن مری النووی
۴۶۷	**چھٹا دور**
"	سیاسی صورتِ حال
۴۶۹	اس دور میں اجتہاد
"	تقلیدِ جامد
۴۷۰	اسلامی شہروں کے تعلقات کا منقطع ہونا
۴۷۲	ائمہ کی کتابوں سے بے تعلقی
۴۷۳	مطالب میں خلل انداز اختصار
۴۸۰	ہر متفقہ فی الدین سے خطاب

Marfat.com

دیباچہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ علی سوابغ نعمہ وجلائل کرمہ وصلی اللہ علی سیدنا محمد رسول ربہ

وعلی آلہ وازواجہ وصحبہ

اُردو زبان مین جدید طرز پر علوم اسلامیہ کی تاریخ کا خاکہ سب سے پہلے علامہ شبلی مرحوم نے قائم کیا، اور علمِ کلام کی تاریخ مین علم الکلام کے نام سے ایک مستقل کتاب لکھی اور چار پانچ جلدون مین فارسی شاعری کی ایک مبسوط تاریخ مدون کی، اُس کے بعد اگرچہ سیرتِ نبوی کی تالیف نے اُن کو اس سلسلہ کی طرف متوجہ ہونے کا موقع نہین دیا، تاہم وہ علومِ اسلامیہ کی تاریخ کی تکمیل کا بار بار ذکر کرتے رہتے تھے اور اس کو اُردو زبان کے لیے ایک جدید تاریخی موضوع خیال فرماتے تھے، اگر وہ اپنی زندگی مین سیرتِ نبوی کی تکمیل سے فارغ ہو سکتے تو بہت ممکن تھا کہ اس دلچسپ موضوع کی طرف دوبارہ متوجہ ہوتے لیکن افسوس ہے کہ موت نے اُن کو سیرت نبوی ہی کے مکمل کرنے کا موقع نہین دیا، پھر اور سلسلون کی تکمیل تو ایک عالمِ خیال کی چیز تھی تاہم جب

Marfat.com

اُن کی یادگار میں دارالمصنفین قائم کیا گیا تو اس کا خاص طور پر خیال رکھا گیا کہ یہ انتساب تیمناً و تبرکاً نہ ہو بلکہ اُس کو حقیقی طور پر اُن کے نام کے زندہ رکھنے کا ذریعہ بنایا جائے، اس لیے ابتدا ہی سے یہ لحاظ رکھا گیا کہ سیرت نبوی کے علاوہ اُن کے دماغ نے اور جن تاریخی سلسلوں کا خاکہ قائم کیا تھا اُن کی تکمیل کی جائے، چنانچہ آج تک دارالمصنفین سے جو تاریخی اور مذہبی کتابیں شائع ہوئی ہیں اُن میں تقریباً اکثر انھیں سلسلوں سے تعلق رکھتی ہیں اور **تاریخ فقہ اسلامی** بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے،

فقہ اسلامی کی اجمالی تاریخ اگرچہ عربی تاریخوں مثلاً مقدمۂ ابن خلدون اور کشف الظنون وغیرہ میں مذکور ہے، لیکن اس زمانے میں جو جدید فقہی ضروریات پیدا ہوگئی ہیں اُن کے لیے یہ اجمالی حالات و اشارات بالکل ناکافی ہیں،

موجودہ حالات میں بہت سے معاملات کی نئی نئی صورتیں پیدا ہوگئی ہیں، اور اُن معاملات کی بنا پر ایک جدید فقہ کے مرتب کرنے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے، اس لیے موجودہ زمانے کا سب سے اہم سوال یہ ہے کہ آیا فقہ اسلامی ایک جامد چیز ہے؟ یا ہر زمانے کی ضروریات و حالات کے مطابق اُس میں تغیر و تبدل ہوتا رہا ہے؟

اس سوال کے حل کرنے کے لیے سب سے پہلی ضرورت یہ ہے کہ فقہ اسلامی کے مختلف دوروں کی مفصل تاریخ مرتب کی جائے، اور ہر دور کے تغیرات، انقلابات، خصوصیات اور امتیازات نہایت تفصیل کے ساتھ دکھائے جائیں، اور اُن کے علل و اسباب کی تشریح کی جائے، اور تاریخ فقہ اسلامی سے بہت کچھ یہ ضرورت پوری ہو سکتی ہے،

خوش قسمتی سے ہم کو اس کتاب کی تدوین میں کسی غیر معمولی جد و جہد کی ضرورت پیش نہیں آئی، بلکہ علامہ محمد خضری مرحوم نے جو مصر کے ایک مشہور عالم اور مورخ تھے

Marfat.com

اس موضوع پر تقریباً چار سو صفحون کی ایک مفصل کتاب لکھی تھی اور ہم نے فقہ اسلامی کی تمام شاخون کے متعلق اُس کو ایک اہم تاریخی ذخیرہ سمجھ کر اردو زبان مین منتقل کرنا کافی خیال کیا،

اس کتاب مین اُنھون نے فقہ اسلامی کے چھ دور قائم کئے ہین اور ہر دور کے خصوصیات و امتیازات اور اُن کے علل و اسباب کی تشریح کی ہے، جن سے نہایت تفصیل کے ساتھ معلوم ہو سکتا ہے کہ جب تک علوم اسلامیہ کی ترقی کا دور قائم رہا فقہ اسلامی بھی مختلف صورتین بدلتی رہی، لیکن افسوس ہے کہ انھون نے فقہ کی تمام شاخون کے درمیان باہم موازنہ و مقابلہ نہین کیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا کہ اس زمانے مین کس مذہب کی فقہ جدید حالات و ضروریات کا ساتھ دے سکتی ہے، اگرچہ اس قسم کے موازنہ و مقابلہ مین لازمی طور پر تعصب کی جھلک پیدا ہو جاتی ہے، لیکن بہر حال اس زمانے مین وہی مذہب زیادہ حسن قبول حاصل کر سکتا ہے جو موجودہ تمدن و تہذیب کے موافق ہو، اس لیے اگر وہ اس حیثیت سے بھی تمام فقہی مذاہب پر نظر ڈال لیتے تو موجودہ دور کی ایک بڑی ضرورت پوری ہو جاتی،

جہان تک نقل و روایت اور استناد و ماخذ کا تعلق ہے مصنف مرحوم ایک نہایت وسیع النظر اور محتاط بزرگ ہین، انھون نے موجودہ مذاق کے مطابق صرف معانی و مطالب کو اپنے الفاظ مین نقل نہین کر دیا ہے، بلکہ اکثر جگہ نہایت طویل عبارتین لفظاً کئی کئی صفحون مین نقل کر دی ہین اور اس طریقہ سے انھون نے نقل و روایت مین قدماء کے دور کی یاد تازہ کر دی ہے، البتہ اس قسم کی عبارتون کے ترجمے مین ہم کو بہت زیادہ دقتین پیش آئین اور باوجود کوشش کے ہم ان مین سلاست و روانی

Marfat.com

نہ پیدا کر سکے، بلکہ بعض موقعون پر غیر ضروری عبارتون کو حذف بھی کر دیا، اس قسم کی عبارتون کے علاوہ خود یہ ایک ایسا موضوع تھا جس مین عبارت کی شگفتگی کی تلاش ایک بے سود چیز ہے، اس کا مطالعہ صرف معانی و مطالب کو پیش نظر رکھ کر کرنا چاہیے،

عبد السلام ندوی
دار المصنفین اعظم گڈھ

۱۲- رجب ۱۳۴۶ھ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ علی سوابغ نعمہ وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ

مقدمہ

ترتیبِ کتاب

فقہ اسلامی کے ماخذ حسب ذیل ہیں؛

(۱) قرآن مجید؛

(۲) حدیث، یعنی رسول اللہ صلعم کے وہ اقوال و افعال جو قرآن مجید کے مطالب کی تشریح و توضیح کرتے ہیں؛

(۳) فقہاء کی رائیں، جن کا ماخذ بھی اگرچہ قرآن و حدیث ہی ہیں، تاہم وہ ایسے خیالات کا نتیجہ ہیں جو تبعاً اپنے زمانہ کے اقتضا اور ہر فقیہ کے روحانی قالب میں ڈھل کر مختلف مؤثرات سے متاثر ہوئے ہیں یہی وجہ ہے کہ جو شخص فقہ اور فقہا کی تاریخ لکھنا چاہتا ہے وہ اس کشمکش میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ وہ اس تاریخ کو الگ الگ زمانوں کی امتیازی خصوصیات کے موافق لکھے یا اُس کو مجتہدین کے مختلف روحانی قالب کے مطابق مرتب کرے لیکن ہم نے اس تاریخ کو الگ الگ

زمانوں کی امتیازی خصوصیات کے موافق لکھنے کو ترجیح دی ہے کیونکہ ان زمانوں کا اثر زیادہ قوی اور زیادہ عام ہے، اس کے بخلاف فقہا کے روحانی خصوصیات میں جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہو جائیگا حقیقی اختلاف نہ تھا، بالخصوص جو فقہا باہم معاصر تھے ان کی ان خصوصیات میں تو ادنیٰ بھی اختلاف نہ تھا،

رسول اللہ صلعم کی بعثت سے آج تک فقہ اسلامی پر چھ دور گذر چکے ہیں اور ہر دور میں اجتہادات اور فتاوی پر مسلمانوں کے مخصوص اجتماعی حالات کا عظیم الشان اثر پڑا ہے چنانچہ ان دوروں کی تفصیل یہ ہے،

(۱) فقہ بعہد حیات پاک رسول اللہ صلعم اصل فقہ جس کی نسبت ہر فقیہ تصریح کرتا ہے کہ وہ اس کا ماخذ ہے یہی ہے،

(۲) فقہ بعہد کبار صحابہؓ یہ زمانہ خلفائے راشدینؓ کے زمانہ کے ساتھ ساتھ ختم ہو جاتا ہے،

(۳) فقہ بعہد صغار صحابہؓ و تابعینؒ یہ زمانہ پہلی صدی ہجری یا اس کے کچھ دنوں بعد تک ختم ہو جاتا ہے،

(۴) فقہ کا وہ زمانہ جب اس نے ایک مستقل علم کی شکل اختیار کر لی اور بڑے بڑے فقہا جو مسلم طور پر مذہبی پیشوا تسلیم کیے گئے، اور ان کے تلامذہ جو بجائے خود مستقل طور پر بانیِ فقہ نہ تھے، بلکہ اپنے اساتذہ کی رایوں کی تشریح کرتے تھے، پیدا ہوئے، یہ دور تیسری صدی ہجری کے اخیر تک ختم ہو جاتا ہے،

(۵) فقہ کا وہ دور جس میں ادلہ کے مسائل کی تحقیق کے لیے جدل کی گرم بازاری ہوئی، بڑی بڑی کتابیں تصنیف ہوئیں، اور نہایت کثرت سے فقہی مسائل پیدا ہوئے، یہ دور بغداد میں خلافت عباسیہ کے زوال تاتاری غارتگری کے آغاز اور اس کے کچھ دنوں بعد تک مصر میں قائم رہا اس کے بعد اس کا خاتمہ ہو گیا،

(۶) فقہ بزمانہ تقلید محض پانچویں دور کے بعد یہ دور شروع ہوا، اور آج تک قائم ہے،

یہ کتاب میں نے انہی مختلف دوروں کی ترتیب کے مطابق لکھی ہے، اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کی تکمیل کے سامان بہم پہنچائے،

Marfat.com

پہلا دور

فقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مین

قرآن وحدیث

قرآن مجید رسول اللہ صلعم کی ولادت کے اکتالیسوین سال سے آپ پر بتدریج نازل ہونا شروع ہوا، اس نزول کی ابتدا رمضان شریف کی سترھوین رات سے ہوئی، اور سب سے پہلے غارِ حرا مین جس مین آپ معتکف تھے یہ آیت نازل ہوئی "بسم اللہ الرحمن الرحیم اقراء باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق اقرأ وربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم" اس کے بعد وہ بتدریج آپ پر نازل ہوتا رہا، یہان تک کہ ۱۰ھ مین جبکہ آپ کی عمر کا ترسٹھوان سال تھا ۹ ذی الحجہ کو حج اکبر کے دن سب سے آخری آیت یہ نازل ہوئی "الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا" اس بنا پر نزولِ قرآن کے ابتدا و انتہا کی کل مدت ۲۲ سال دو مہینے اور ۲۲ دن ہے، نزولِ قرآن کی ابتدا جس رات سے ہوئی اُس کا نام لیلۃ القدر ہے، چنانچہ اُس کے متعلق خود خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے،

انا انزلنٰہ فی لیلۃ القدر (الآیہ)	ہم نے اس قرآن کو لیلۃ القدر مین نازل کیا،
انا انزلنٰہ فی لیلۃ مبارکۃ (الآیہ)	ہم نے قرآن کو ایک مبارک رات مین نازل کیا،

یہ ایک متفق علیہ مسئلہ ہے کہ یہ رات رمضان کی تھی، چنانچہ خدا خود کہتا ہے،

Marfat.com

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ الخ — رمضان کا وہ مہینہ جس مین قرآن نازل کیا گیا۔

اور یہی وہ مہینہ ہے جس مین رسول اللہ صلعم غار حرا مین اعتکاف کرتے تھے اور روزہ رکھتے تھے چنانچہ ابن اسحاق نے روایت کی ہے کہ آپ سال کے ایک مہینے مین غار حرا مین اعتکاف کرتے تھے، یہان تک کہ جب آپ کی بعثت کا سال آیا تو آپ رمضان شریف مین حسب معمول غار حرا کی طرف بغرض اعتکاف گئے" البتہ جس رات مین وحی کی ابتدا ہوئی ہے اُس کی تعیین مین سخت اختلاف ہے ابن اسحاق کا میلان یہ ہے کہ یہ رمضان کی سترھوین رات تھی اور قرآن مجید نے بھی اس آیت مین اسی طرف اشارہ کیا ہے

اِنْ کُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَا اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعَانِ — اگر تم خدا پر اور اُس کتاب پر جسکو ہم نے اپنے بندے پر حق و باطل کے جدا ہونے کے دن یعنی اس دن جسمین دونون فریق نے جنگ کی نازل کی ایمان لائے

"یوم التقاء الجمعین" سے مراد وہ دن ہے جسمین بمقام بدر مسلمانون اور مشرکون مین جنگ ہوئی اور یہ جمعہ کا دن تھا جو ۱۷ رمضان المبارک سنہ ۲ھ مین واقع ہوا اور "یوم الفرقان" سے وہ دن مراد ہے جس مین نزول قرآن کی ابتدا ہوئی ہے اس بنا پر ان دونون کا سن اگرچہ مختلف ہے تاہم دونون وصف تاریخ اور مہینے مین باہم متحد ہین طبری نے بھی اپنی تفسیر مین حسن بن علی کی سند سے یہ روایت کی ہے کہ حق و باطل کے جدا ہونے کی یہ رات جس کے دن مین مسلمانون اور مشرکون مین جنگ ہوئی رمضان کی سترھوین تاریخ مین واقع تھی

قسطلانی نے شرح بخاری مین اس رات کی تعیین کے متعلق علماء کے بہت سے اقوال نقل کیے ہین جس مین ایک قول وہ ہے جس کی طرف ابن اسحاق کا میلان ہے اور اُسکے متعلق خود اُن کا بیان ہے کہ ابن ابی شیبہ اور طبرانی نے زید بن ارقم سے اس کی روایت

کی ہے اور۔ اس اعتماد کی بنا پر اس کی طرف اپنا میلان ظاہر کرتا ہون کہ ایسی عظیم الشان رات کی تعیین کو قرآن مجید نظر انداز نہین کر سکتا، اگر تصریحاً نہین تو کم از کم اشارۃً اس کی تعیین کرنا لازمی ہے، اور قرآن مجید نے نہایت عمدہ موقع پر اس کی طرف اشارہ کیا ہے، کیونکہ بدر کا دن ایک ایسا دن تھا جسمین خدا نے سلمانون کو غالب کیا اور ان کو سربلندی عطا فرمائی اور اسی دن مین خداوند تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کو اپنی رسالت کا شرف بخشا، اس بنا پر اس آیت مین قرآن مجید کا یہ اشارہ "وما انزلنا علی عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعان" نہایت موزون اور موقع کے مناسب ہے، لیکن نزول قرآن کی انتہا جس دن ہوئی، اس کے متعلق طبری نے "الیوم اکملت لکم دینکم" کی تفسیر مین لکھا ہے کہ جس سال رسول اللہ صلعم نے حجۃ الوداع کیا ہے اس مین عرفہ کے دن یہ آیت نازل ہوئی اور مفسرین کا بیان ہے کہ اس کے بعد امر و نہی کے متعلق آپ پر کوئی آیت نازل نہین ہوئی، اور آپ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد صرف اکیاسی دن زندہ رہے، چنانچہ روایات مین ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے ایک بار یہ آیت پڑھی تو ایک یہودی نے جو ان کے ساتھ تھا کہا کہ "اگر ہم پر یہ آیت نازل ہوئی ہوتی تو اس کے نزول کے دن ہم عید مناتے" حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ خود یہ آیت اجتماع العیدین کے موقع پر جو ایک ساتھ عرفہ کے موقع پر جمعہ کے دن جمع ہو گئی تھین نازل ہوئی ہے"

قرآن مجید کے بتدریج نازل ہونے پر مشرکین کو اعتراض تھا چنانچہ قرآن مجید نے خود اس اعتراض کا ذکر کیا ہے اور اس کا جواب دیا ہے، سورۂ فرقان مین ہے

وقالوا لولا انزل علیہ القرآن	کفار کہتے ہین کہ پیغمبر پر قرآن مجید دفعۃً واحدۃً کیون
جملۃ واحدۃ کذلک لنثبت بہ	نہین نازل کیا گیا! یہ اس لیے کہ ہم اس کے ذریعے

فؤادک ورتلناہ ترتیلا — تیرے دل کو مضبوط کریں اور ہم نے اسکو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا ہے،

سورۂ اسرا میں ہے،

وقرآنا فرقناہ لتقرأہ — ہم نے قرآن کو اس لیے ٹکڑے ٹکڑے کرکے نازل کیا

علی الناس علی مکث ونزلناہ — کہ تو آہستہ آہستہ اُس کو لوگون کو پڑھ کر سنائے اور ہم نے

تنزیلا — اُس کو بتدریج نازل کیا ہے،

نزولِ قرآن کا زمانہ دو الگ الگ حصوں مین منقسم ہے، جو باہم ایک دوسرے سے ممتاز ہین، پہلا حصہ اُس زمانہ سے تعلق رکھتا ہے جس مین آپ کا قیام مکہ معظمہ مین تھا، یہ کل ۱۲ سال پانچ مہینے اور ۱۳ دن کا زمانہ ہے، جس کی ابتدا ۱۷ رمضان سنہ ۴۱ ولادت نبوی سے ہوتی ہے، اور یکم ربیع الاول سنہ ۵۴ ولادت تک وہ ختم ہوجاتا ہے، اس مدت مین قرآن مجید کا جو حصہ نازل ہوا ہے اُس کو مکی کہتے ہین،

دوسرا حصہ ہجرت کے بعد سے شروع ہوا، یہ کل نو سال نو مہینے اور نو دن کا زمانہ ہے، جس کی ابتدا یکم ربیع الاول سنہ ۵۴ ولادت نبوی سے ہوئی اور وہ ۹ ذیحجہ سنہ ۶۳ ولادت نبوی اور سنہ ۱۰ ہجری پر ختم ہوگیا، اس زمانے مین جو آیتین اور سورتین نازل ہوئین اُن کو مدنی کہتے ہین، قرآن مجید کا مکی حصہ قرآن کا ۱۹/۳۰ اور مدنی حصہ اس کا ۱۱/۳۰ ہے،

مدنی سورتین حسب ذیل ہین،

(۱) بقرہ (۲) آل عمران (۳) النساء (۴) مائدہ (۵) انفال (۶) توبہ (۷) حج (۸) نور (۹) احزاب (۱۰) القتال (۱۱) الفتح (۱۲) حجرات (۱۳) حدید (۱۴) مجادلہ (۱۵) حشر (۱۶) ممتحنہ (۱۷) صف (۱۸) جمعہ (۱۹) منافقون (۲۰) تغابن (۲۱) طلاق (۲۲) تحریم (۲۳) اذا جاء نصر اللہ

انکے علاوہ جو سورتین ہین وہ مکی ہین، قرآن مجید کی سورتون کی مجموعی تعداد ۱۱۴ ہے، جن مین

سب سے پہلی سورۂ فاتحہ اور سب سے آخری سورۂ الناس ہے

مراتب بلند مین سے ایک مرتبہ کو سورہ کہتے ہین چنانچہ نابغہ کہتا ہے

الم تر ان اللہ اعطاک سورۃ — تری کل ملک دونہا یتذبذب

کیا تو نہین دیکھتا کہ خدا نے تجھ کو ایک ایسا مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ تو ہر بادشاہ کو اس کے سامنے

تذبذب کرتے ہوے دیکھتا ہے

اس شعر سے اُس کا مطلب یہ ہے کہ خداوند تعالی نے تجھ کو مراتب شرف مین سے ایک ایسا مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ اور بادشاہون کے مرتبے اس سے کم ہین لیکن بعض لوگون نے قرآن کی سورہ کو ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے اور اُن لوگون کے لغت مین اس کے معنی قرآن کے اس ٹکڑے کے ہین جو اُس کے دوسرے ٹکڑون سے الگ کر لیا گیا ہے کیونکہ ہر چیز کا سورہ یا بچا حصہ ہے جو اُس حصے کے بعد رہ جاتا ہے جو اس سے لے لیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ آدمی پینے کے بعد برتن مین جو فضلہ چھوڑ دیتا ہے اُس کو سؤر کہتے ہین اسی بنا پر اعشی ثعلبہ ایک عورت کے متعلق جو اس سے جُدا ہو گئی اور اُس کے دل مین اپنے غم کا بقیہ حصہ چھوڑ گئی کہتا ہے

فبانت وقد اسأرت فی الفوا — د صدعا علی نایہا مستطیرا

وہ جدا ہو کر دل مین اپنی جدائی کی وجہ سے ایک بڑا شگاف چھوڑ گئی

اور اسی کے مثل دوسری حالت مین کہتا ہے

بانت وقد أسأرت فی النفس حاجتہا — بعد ائتلاف وخیر الود ما نفعا

وہ جدا ہو گئی اور میل جول کے بعد دل مین اپنی خواہش کا بقیہ حصہ چھوڑ گئی حالانکہ بہترین محبت وہ ہے جو مفید ہو

ان مین ہر سورہ کا ایک خاص نام ہے اکثر سورتون کا نام اُن کی ابتدائی آیتون سے ماخوذ ہے مثلاً سورۂ انفال، سورۂ اسرا، سورۂ طہٰ، سورۂ مومنون، سورۂ فرقان، سورۂ روم اور سورۂ فاطر

Marfat.com

وغیرہ کی ابتدائی آیتین یہ ہین، "یسئلونک عن الانفال" "سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا" "قد افلح المومنون" "تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ" "الم غلبت الروم فی ادنی الارض" "الحمد للہ فاطر السموات والارض" اور انھین سے اُن کا نام ماخوذ ہے ؛

قرآن مجید مین ۲۵ سورتین ایسی ہین جنکے نام ان چیزون کے نام پر رکھے گئے ہین، ان کی ابتدا مین مذکور نہین ہین، مثلاً سورۂ بقرہ مین بقرہ کا ذکر کئی ۶۶ آیتون کے بعد اور سورۂ آل عمران مین آل عمران کا ذکر اس کی ۳۲ آیتون کے بعد کیا گیا ہے اور سورۂ نسار مین نسار کا ذکر کئی بار آیا ہے، لیکن سب سے پہلے اس کا ذکر اس کی ابتدائی آیتون کی چند آیتون کے بعد ہوا ہے، سورۂ مائدہ مین مائدہ کا ذکر اس کی ۱۱۰ آیتون کے بعد یعنی اُس کے آخر مین آیا ہے، مین نے ان نامون کے اختیار کرنے کے متعلق بار بار تحقیقات کی تو مجھے مرجح رائے یہ معلوم ہوئی کہ ان نامون سے اگرچہ تلاوت کی ابتدا نہین کی جاتی تاہم بہ نسبت سورتہ کے اکثر حصّون کے یہ پہلے نازل ہوے ہین کیونکہ جیسا کہ آگے آئے گا، سورہ اور آیت دونون کے لحاظ سے قرآن مجید ترتیب نزول کے موافق مرتب نہین کیا گیا ہے ؛

آیتون کی تعداد کے لحاظ سے قرآن مجید رسول اللہ صلعم پر مختلف حیثیتون سے نازل ہوا ہے، کبھی پانچ، کبھی دس، اور کبھی اس سے زیادہ یا اس سے کم آیتین آپ پر نازل ہوئی ہین، روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ قصۂ افک کے متعلق دس آیتین ایک ساتھ نازل ہوئی ہین، سورۂ مومنون کی ابتدائی دس آیتین بھی یکبارگی اتری ہین، اسکے برعکس "لا یستوی المومنون غیر اولی الضرر والمجاھدون فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم" مین "غیر اولی الضرر" کا جملہ تنہا نازل ہوا ہے، اسی طرح "انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا" کے بعد یہ آیت "وان خفتم عیلۃ فسوف یغنیکم اللہ من فضلہ ان شاء ان اللہ علیم حکیم" تنہا نازل ہوئی ہے ؛

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے یعنی لکھنا پڑھنا نہین جانتے تھے، چنانچہ خود قرآن مجید اس کی شہادت دیتا ہے،

وما کنت تتلو من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون	تم اس کے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھتے تھے نہ اس کو اپنے ہاتھ لکھتے تھے اگر ایسا ہوتا تو جھٹلانے والے شبہ کر سکتے،

اس بنا پر آپ فرشتہ سے قرآن مجید کو زبانی یاد کر لیتے تھے، چنانچہ خدا نے ان آیات مین اسی طرف اشارہ کیا ہے،

لا تحرک بہ لسانک لتعجل	قرآن مجید کے پڑھنے مین عجلت کرنے کے لیے زبان کو حرکت نہ دو
بہ ان علینا جمعہ وقرآنہ	اس کا جمع کرنا اور اس کا پڑھنا ہمارا فرض ہے، پس جب ہم اس کو
فاذا قرأناہ فاتبع قرآنہ ثم ان	پڑھین تو تم بھی اس کی قرأت کا اتباع کرو، اس کے بعد
علینا بیانہ	ہمارا کام اس کا بیان کرنا ہے،
ولا تعجل بالقرآن من قبل ان یقضی	وحی کے پورے کر لینے سے پہلے قرآن مجید کے ساتھ جلدی نہ کرو اور
الیک وحیہ وقل رب زدنی علما،	کہو خداوندا! میرے علم کو بڑھا،
سنقرئک فلا تنسی الا ما شاء اللہ	ہم تم کو پڑھا دین گے تو تم نہین بھولوگے بجز اس کے کہ جسکو خدا
انہ یعلم الجہر وما یخفی،	چاہے، وہ کھلی ہوئی اور چھپی ہوئی چیزون کو جانتا ہے،
انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون	ہمین نے ذکر کو اتارا اور ہمین اس کے نگہبان ہین،

اس طریقہ سے جب آپ آیات قرآنیہ کو سمجھ کر یاد کر لیتے تھے، تو ان کی تبلیغ فرماتے تھے، اور اپنے کاتبون مین سے کسی کاتب کو حکم دیتے تھے کہ وہ ان کو آپ کے سامنے کھجور کی شاخ یا نرم پتھر یا کاغذ پر لکھ لے، اس غرض سے آپ نے بہت سے کاتب مقرر فرمائے تھے جنکے نام عام طور پر معلوم ہین بعض لوگون کا خیال ہے کہ ان کی تعداد ۲۶ تھی اور حلبی نے سیرۃ العراقی کے حوالے سے ان کی

تعداد ۴۲ لکھی ہے، ان میں بعض تو تمام فقہی اور تشریعی دور میں آپ کے ساتھ رہے ہیں اور بعض نے تھوڑے بہت دنوں تک کتابت قرآن کی خدمت انجام دی ہے،

ان کاتبان وحی میں جو لوگ زیادہ مشہور ہیں اُن کے نام حسب ذیل ہیں

خلفاے اربعہؓ	
عامر بن فہیرہؓ	آپ سلاطین وغیرہ کے نام جو خطوط روانہ فرماتے تھے اُن کو یہی لکھتے تھے،
ابی بن کعبؓ	انصار میں سب سے پہلے انھیں نے کتابت وحی کی خدمت انجام دی ہے، ان کے اوقات کا اکثر حصہ کتابتِ وحی میں صرف ہوتا تھا، اور ان کا شمار اُن فقہا میں ہے جو رسول اللہ صلعم کے عہدِ مبارک میں لکھتے تھے،
زید بن ثابتؓ معاویہؓ بن ابی سفیان[1]	یہ دونوں بزرگ ہمیشہ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں وحی وغیرہ کی کتابت کیا کرتے تھے، اس کے سوا ان کا کوئی کام نہ تھا،
ثابت بن قیس بن شماس	
یزید،	
مغیرہ بن شعبہؓ	
زبیر بن العوامؓ	

[1] امیر معاویہؓ کے حالات میں یہ تصریح نہیں ہے کہ وہ صرف کتابت وحی کا کام ہمیشہ کرتے رہے، وہ فتح مکہ میں یا اس سے زیادہ حدیبیہ کے زمانہ میں اسلام لائے ہیں اس کے بعد وہ کاتب وحی ضرور رہے لیکن اس کے بعد رسول اللہ صلعم بہت کم زمانہ تک زندہ رہے اور اس زمانہ کے متعلق بھی یہ تصریح نہیں ملی کہ وہ صرف کتابت وحی کا کام کرتے رہے بعض کتابوں میں ہے کہ وہ معاہدات وغیرہ لکھتے تھے۔ (مترجم)

خالد بن ولیدؓ

علا ابن الحضرمی

عمرو بن العاصؓ

عبداللہ بن الحضرمی

محمد بن مسلمہؓ

عبداللہ بن عبداللہ بن ابی ابن سلول

لکھنے کے بعد جو مجموعہ تیار ہوتا تھا وہ رسول اللہ صلعم کے مکان میں رکھا جاتا تھا، اور کاتبان وحی خود اپنے لیے اس کی نقل لے لیتے تھے اور سورتوں میں جس آیت کا جو موقع ہوتا تھا اُس کو خود رسول اللہ صلعم بتاتے جاتے تھے، اس بنا پر نا خواندہ اشخاص کے حافظے، کاتبان وحی کے صحیفے، اور وہ تمام مجموعے جو رسول اللہ صلعم کے گھر میں محفوظ تھے، قرآن مجید کے تحفظ میں باہم مساعد و معین تھے، علما کے درمیان یہ ایک متفق علیہ مسئلہ ہے کہ آیتوں کی ترتیب توقیفی ہے یعنی ان کو خود رسول اللہ صلعم کے حکم کے مطابق مرتب کیا گیا ہے لیکن اس زمانہ تک قرآن مجید کسی مصحف میں نہیں جمع کیا گیا، البتہ اس عہد میں بہت سے حفاظ مثلاً حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابی بن کعب، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت سالم بن معقل، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابو زید اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہم وغیرہ موجود تھے، جن کو قرآن مجید پورا یاد تھا، ان حفاظ میں دو بزرگ یعنی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت سالم بن معقلؓ سابقین اولین میں ہیں، اور رسول اللہ صلعم کے پورے دور نبوت میں آپ کے ساتھ رہے ہیں، ان کے علاوہ ایسے صحابہ تو بکثرت تھے جنکو قرآن مجید کے بعض حصے یاد تھے،

Marfat.com

نزول قرآن کی کیفیت

رسول اللہ صلعم پر آیات احکام یعنی فقہی آیتین اکثر اُن واقعات کے جواب مین نازل ہوتی تھین جو اسلامی سوسائٹی مین پیدا ہو جایا کرتے تھے، یہی واقعات ہین جن کو اسباب نزول کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور مفسرین کی ایک جماعت نے ان کی طرف خاص توجہ کی ہے اُنکے متعلق کتابین لکھی ہین اور اُن کو قرآن مجید کے سمجھنے کے لیے بنیادی اصول قرار دیا ہے، چنانچہ ہم آئندہ کے دورون مین ان کی تفصیل کرینگے لیکن کبھی کبھی اس قسم کی آیتین بعض مسلمانون کے سوالات کے جواب مین بھی نازل ہوتی تھین، ایسا بہت کم ہوتا تھا کہ احکام مستقل طور پر نازل ہون، اس بنا پر ہم ان دونون قسمون کی چند مثالین بیان کرتے ہین،

(۱) رسول اللہ صلعم نے حضرت مرثد الغنوی کو مکہ کی صرف اس غرض سے روانہ فرمایا کہ وہان سے مسلمانون کی ایک کمزور جماعت کو نکال لائین، چنانچہ جب وہ وہان پہونچے تو ایک عورت نے جو صاحب جمال و صاحب مال تھی اپنے آپ کو اُن کے سامنے پیش کیا لیکن اُنھون نے خوف الٰہی کی بنا پر اُس سے ناجائز فائدہ اُٹھانے سے انکار کیا، اب اس نے ان کے ساتھ نکاح کرنا چاہا، اُنھون نے اُس کی اس خواہش کو تو منظور کر لیا لیکن نکاح کو رسول اللہ صلعم کی اجازت پر موقوف رکھا، چنانچہ جب وہ مدینہ آئے تو رسول اللہ صلعم کے سامنے اپنے معاملہ کو پیش کیا اور نکاح کی اجازت طلب کی اس پر یہ آیت نازل ہوئی

ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن ولامة	مشرکہ عورتون سے جب تک وہ ایمان نہ لائین
مومنة خیر من مشرکة ولو اعجبتکم	نکاح نہ کرو مسلمان لونڈی مشرکہ عورت سے بہتر ہے
ولا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا	گو وہ تم کو پسند آئے،

ولعبد مومن خير من مشرك ولو اعجبكم	اور مشرکین سے نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان لائیں مسلمان
اولٰئك يدعون الى النار والله	غلام مشرک سے بہتر ہے گو وہ تم کو پسند ہو وہ لوگ دوزخ کی
يدعوا الى الجنة والمغفرة	طرف بلاتے ہیں اور خدا اپنے اذن سے جنت اور مغفرت کی طرف
باذنه ويبين اٰياته للناس	بلاتا ہے اور لوگوں کے لیے اپنی آیتوں کو بیان کرتا ہے
لعلهم يتذكرون	تاکہ وہ نصیحت پکڑیں

(۲) لیکن قرآن مجید میں بہت سے احکام مسلمانوں یا غیر مسلمانوں کے سوال کے بعد نازل ہوئے ہیں مثلاً

يسئلونك عن الخمر والميسر	لوگ تجھ سے شراب اور جوے کے متعلق سوال کرتے ہیں
قل فيهما اثم كبير ومنافع للناس	کہدے کہ ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کیلئے فوائد
واثمهما اكبر من نفعهما ،	بھی ہیں لیکن ان دونوں کا گناہ ان دونوں کے فائدے سے بڑا ہے
ويسئلونك ماذا ينفقون قل العفو	لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا صرف کریں ؟ کہدے کہ زائد
كذلك يبين الله لكم الاٰيات	از ضرورت مال خدا اسی طرح تمھارے لیے آیات بیان
لعلكم تتفكرون	کرتا ہے شاید تم سوچو
ويسئلونك عن اليتامى قل اصلاح	لوگ تجھ سے یتیموں کے متعلق سوال کرتے ہیں کہدے کہ انکے
لهم خير وان تخالطوهم فاخوانكم	لیے اصلاح کرنا بہتر ہے اور اگر تم ان کو اپنے ساتھ ملا لو تو وہ تمھارے
والله يعلم المفسد من المصلح	بھائی ہیں خدا مفسد کو مصلح سے الگ کر کے جانتا ہے
ولو شاء الله لاعنتكم ان الله	اور اگر خدا چاہتا تو تم کو سخت تکلیف دیتا بیشک اللہ غالب
عزيزٌ حكيم	اور حکمت والا ہے
ويسئلونك عن المحيض قل هو اذى	لوگ تجھ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہدے کہ

فاعتزلو االنساء فی المحیض ولا	وہ نجاست ہے اس لیے حیض مین عورتون سے الگ ہو اور ان سے
تقربوھن حتی یطھرن فاذا	مجامعت نہ کرو یہان تک کہ وہ پاک ہو جائین پس جب پاک
تطھرن فاتوھن من حیث امرکم اللہ ان اللہ	ہو جائین تو خدا نے جہان تم کو حکم دیا ہے وہان سے انکے ساتھ مباشرت
یحب التوابین ویحب المتطھرین	کرو، خدا توبہ کرنے والون کو اور پاک رہنے والون کو دوست رکھتا ہے
یسأ لونک عن الشھر الحرام قتال فیہ	لوگ تجھ سے پوچھتے ہین کہ کیا شہر حرام مین جنگ ہے ؟
قل قتال فیہ کبیر الخ	کہدے کہ اس مین لڑائی کرنا بہت بڑا (گناہ) ہے
یستفتونک قل اللہ یفتیکم	لوگ تجھ سے فتوی طلب کرتے ہین کہدے کہ خدا تم کو کلالہ
فی الکلالۃ	کے بارہ مین فتوی دیتا ہے،

اس قسم کی اور بھی بہت سی فقہی آیتین ہین جو سوال کے جواب مین نازل ہوئی ہین، لیکن وہ احکام جو بغیر کسی واقعہ یا سوال کے نازل ہوے اُن کی تعداد بہت کم ہے، بلکہ ہم کو کوئی ایسا حکم نظر نہین آتا جس کے متعلق مفسرین نے کوئی ایسا واقعہ نہ بیان کیا ہو جس کے بعد وہ نازل ہوا ہے،

مکی اور مدنی آیتون کی امتیازی خصوصیات

ہم اوپر لکھ آئے ہین کہ نزولِ قرآن کے دو زمانے ہین ایک ہجرت سے پہلے اور دوسرا ہجرت کے بعد، ان مین مکی اور مدنی آیتون کی الگ الگ خصوصیات ہین جن کے معلوم ہو جانے کے بعد ان مین باہم امتیاز ہو سکتی ہے،

(۱) آیات مکی کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ عموماً نہایت چھوٹی چھوٹی ہوتی ہین، اسکے بخلاف مدنی آیتین عموماً طویل ہوتی ہین، مثلاً مدنی سورتین قرآن مجید کے ابتدائی حصے سے پچھلی ہوئی ہین،

Marfat.com

لیکن ان کی آیات کی تعداد ۲۰۵ ہے یعنی وہ اس کی مجموعی آیتوں کا چوتھائی حصے سے بھی کم ہیں اس کی سب سے قریبی مثال "قد سمع اللہ" کا سیپارہ ہے جو کل کا کل مدنی ہے اور اس کی آیتوں کی تعداد ۱۳۷ ہے اس کے بخلاف "تبارک الذی" اور "عم" کا سیپارہ کی ہے اور ان میں پہلے کی آیتوں کی تعداد ۴۳۱ اور دوسرے کی ۵۷۰ ہے

سورۂ انفال اور سورۂ شعرا کا بھی یہی حال ہے کہ یہ دونوں سورتیں قرآن مجید کے ایک سیپارہ کا نصف حصہ ہیں لیکن انفال جو کہ مدنی سورہ ہے اس کی آیتوں کی تعداد ۷۵ اور شعرا جو کہ مکی سورہ ہے اس کی آیتوں کی تعداد ۲۲۷ ہے

لیکن یہ خصوصیت اگرچہ ایک غالب خصوصیت ہے تاہم اس کو عام نہیں کہا جا سکتا کیونکہ بعض مکی آیتوں میں بھی طول پایا جاتا ہے اور اس قسم کی آیتیں زیادہ تر بڑی بڑی سورتوں میں پائی جاتی ہیں

(۲) دوسری خصوصیت ہے کہ مدنی آیتوں میں عام طور پر لوگوں کو "یا ایہا الذین آمنوا" کے لفظ سے خطاب کیا جاتا ہے اور ان میں "یا ایہا الناس" کا لفظ بہت کم آتا ہے اس کے برعکس مکی آیتوں میں "یا ایہا الناس" کے لفظ سے خطاب کیا جاتا ہے اور مکی سورتوں میں "یا ایہا الذین آمنوا" کا لفظ کہیں نہیں نظر آتا البتہ مدنی سورتوں میں "یا ایہا الناس" کا لفظ سات جگہ آیا ہے چنانچہ وہ آیتیں یہ ہیں

(۱) یا ایہا الناس اعبدوا ربکم (بقرہ)	لوگو اپنے پروردگار کی عبادت کرو
(۲) یا ایہا الناس کلوا مما فی الارض حلالا طیبا	لوگو زمین کی حلال چیزوں کو کھاؤ جو تمہارے لئے حلال و طیب ہوں
(۳) یا ایہا الناس اتقوا ربکم	لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو

ان یشاء یذھبکم ایھا الناس	اگر وہ چاہے تو لکو لے جائے اے لوگو
یا ایھا الناس قد جاءکم الرسول	لوگو تمھارے پاس پیغمبر تمھارے پروردگار کے پاس سے
بالحق من ربکم (نساء)	حق لیکر آیا
یا ایھا الناس قد جاءکم	لوگو تمھارے پاس تمھارے پروردگار کے پاس سے
برھان من ربکم (نساء)	دلیل آئی
یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثی (حجرات)	لوگو ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا،

(۳) تیسری خصوصیت یہ ہے کہ مکی آیتون مین تفصیلی احکام فقہیہ بالکل نہین پائے جاتے، بلکہ ان کا بیشتر حصہ مذہب کے مقصد اولین یعنی خدا وند تعالیٰ کی وحدانیت اس کے ثبوت کے دلائل اس کے عذاب کے ڈراوے، قیامت اور قیامت کے عذاب و ثواب اور ان کے مکارم اخلاق کی ترغیب سے تعلق رکھتا ہے جن کی تکمیل کے لیے رسول اللہ صلعم مبعوث ہوے تھے اسکے علاوہ گذشتہ قومون کی ان تاریخی آزمایشون کا تذکرہ ہے جو انبیا علیہم السلام کی دعوت کی مخالفت کا نتیجہ تھین فقہی احکام کی تفصیلین زیادہ تر مدنی آیتون مین موجود ہے،

قرآن مجید تین چیزون کے مجموعہ کا نام ہے،

(۱) وہ آیتین جو خدا، خدا کے فرشتون خدا کی کتابون خدا کے پیغمبرون اور روز قیامت پر ایمان لانے سے تعلق رکھتی ہین اور علم کلام، اور علم اصول الدین مین انہی سے بحث ہوتی ہے،

(۲) وہ آیتین جو اعمال و ملکات قلبیہ سے تعلق رکھتی ہین یعنی اُن کو مکارم اخلاق کی ترغیب سے تعلق ہے، اور علم اخلاق مین انہی سے بحث کی جاتی ہے،

(۳) وہ آیتین جو ظاہری اعضا کے افعال یعنی اوامر و نواہی اور تخییرات سے تعلق رکھتی ہین اور فقہا انہی سے بحث کرتے ہین،

قرآن مجید مین فقہ اسلامی کا بنیادی اُصول

قرآن مجید کا علانیہ دعوی ہے کہ وہ انسانی حالات کی اصلاح کے لیے نازل کیا گیا ہے اور اسی غرض سے اوامر و نواہی نازل کیے گئے ہین' چنانچہ وہ خود کہتا ہے

يأمرهم بالمعروف وينهاهم — وہ ان کو نیکی کا حکم دیتا ہے' بری باتون سے منع کرتا ہے'

عن المنكر ويحل لهم الطيبات — اُن کے لیے پاک چیزون کو حلال کرتا ہے' اور ان کے لیے

ويحرم عليهم الخبائث — ناپاک چیزون کو حرام قرار دیتا ہے'

قرآن مجید نے فقہی احکام مین تین چیزون کو اپنا بنیادی اصول قرار دیا ہے'

(۱) عدم حرج'

(۲) قلتِ تکلیف'

(۳) تدریج'

عدم حرج

عربی زبان مین حرج کے معنی تنگی کے ہین' اور اس قسم کے دلائل جن سے یہ ثابت ہو' کہ اس شریعت کا بنیادی اصول تنگی کو دور کرنا ہے' بکثرت ہین' مثلاً خداوند تعالی رسول اللہ صلعم کا ایک وصف یہ بیان کرتا ہے'

ويضع عنهم إصرهم والأغلال — اور وہ ان لوگون سے اُس بوجھ کو اور ان بڑیون کو جو کے

التي كانت عليهم — اوپر تھین اتار پھینکتا ہے'

Marfat.com

خدا نے ہم کو خود اس دعا کی تعلیم دی ہے،

ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ	خداوندا ہم پر بوجھ نہ لادا جیسا کہ تونے اُن لوگون پر لادا تھا جو ہم سے پہلے تھے، خداوندا ہم پر وہ بوجھ نہ لاد جسکے اُٹھانے کی ہم مین طاقت نہ ہو،

حدیث شریف مین آیا ہے کہ خداوند تعالی نے اس دعا کے جواب مین فرمایا کہ مین نے ایسا کر دیا،

ان کے علاوہ اور بھی متعدد آیتین ہین مثلاً

لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا	خدا کسی شخص کو اتنی ہی تکلیف دیتا ہے جتنی کہ اسکی دسترس ہوتی ہے
یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر	خدا تمھارے ساتھ آسانی کرنا چاہتا ہے، سختی کرنا نہین چاہتا،
ما جعل علیکم فی الدین من حرج	خدا نے تم پر دین کے بارہ مین کوئی تنگی نہین کی ہے،
یرید اللہ ان یخفف عنکم وخلق الانسان ضعیفا	خدا تم سے تخفیف کرنا چاہتا ہے، اور خود انسان ضعیف پیدا کیا گیا ہے،
وما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج	خدا تم پر تنگی کرنا نہین چاہتا،

حدیث شریف مین آیا ہے

بعثت بالحنیفیۃ السمحۃ	مین سہل اور سیدھے مذہب کو لیکر مبعوث ہوا ہون،

رسول اللہ صلعم کے اخلاق وعادات کی نسبت حدیث مین آیا ہے،

ما خیر بین امرین الا اختار ایسرہما ما لم یکن اثما	آپکو جب کبھی دو چیزون کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپنے اُن دونون مین سے آسان تر چیز کو اختیار کر لیا بشرطیکہ وہ گناہ کی چیز نہو،

اس قسم کی اور بھی متعدد آیتین اور حدیثین ہین اور فقہا نے بھی اس کو ایک شرعی اصل قرار دیا ہے اور اس کے ذریعہ سے بہت سے احکام مستنبط کیے ہین،

یہ ایک قطعی اصل ہے اور اسی اصل کی بنا پر شریعت مین رخصتین مثلاً مسافر کے لیے روزہ نہ رکھنا، بوقت ضرورت حرام چیز کو مباح کر دینا، اور تیمم کرنا مشروع ہین،

قلتِ تکلیف

قلتِ تکلیف عدم حرج کا لازمی نتیجہ ہے، کیونکہ تکلیف کی کثرت مین مختلف قسم کی تنگیان ہین جو شخص اوامر و نواہی کی تحقیقات کے لیے قرآن مجید کا مطالعہ کریگا اس کو اس اصل کی صحت کا یقین نہایت آسانی کے ساتھ ہو جائیگا، کیونکہ

(۱) اولاً تو ان کی تعداد نہایت کم ہے،

(۲) ثانیاً تھوڑی سی مدت مین ان کا علم حاصل ہو سکتا ہے،

(۳) ثالثاً ان پر نہایت آسانی سے عمل کیا جا سکتا ہے،

(۴) ان مین اس کثرت سے تفصیل نہین پائی جاتی کہ جو لوگ صرف قرآن مجید پر عمل کرنا چاہتے ہین ان کے لیے تنگیان پیدا ہون،

قرآن مجید کی یہ آیت بھی اس پر دلالت کرتی ہے،

یا ایہا الذین آمنوا لا تسألوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم وان تسألوا عنہا حین ینزل القرآن تبد لکم عفا اللہ عنہا واللہ غفور حلیم	مسلمانو! چیزون کے متعلق سوال نہ کرو اگر وہ تم پر ظاہر ہوگئین تو تم کو مضر ہونگی لیکن اگر تم نے ان کے متعلق نزول قرآن کے وقت سوال کیا تو وہ تم پر ظاہر ہو جائینگی خدا نے ان کو معاف کر دیا اور خدا بخشنے والا بردبار ہے، تم سے پہلے ایک

قد سألها قوم من قبلكم ثم اصبحوا بها كافرين — قوم نے اُن چیزون کا سوال کیا پھر اُن کی منکر ہو گئی،

یہ سوالات جن سے مسلمانون کو منع کیا گیا ہے اُن چیزون سے تعلق رکھتے ہین جنکو خدا نے معاف کر دیا ہے یعنی اُن کی حرمت سے خاموشی اختیار کی ہے اس بنا پر اُن کے متعلق اُن کا سوال اُن کی حرمت کا سبب ہو سکتا ہے لیکن اگر وہ اُن کے متعلق پوچھ گچھ نہ کرتے تو وہ اسی طرح معاف رہتین اور اُن کو اُن کے کرنے یا نہ کرنے کا اختیار رہتا،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حج کے متعلق جب یہ سوال کیا گیا،

أفي كل عام — کیا وہ ہر سال فرض ہے۔

تو اس کے جواب مین آپ کا یہ ارشاد

لو قلت نعم لوجبت ذروني ما تركتكم فانما هلك من كان قبلكم بكثرة مسائلهم واختلافهم على انبيائهم — اگر مین کہتا کہ "ہان" تو وہ ہر سال فرض ہو جاتا جب تک مین تم کو چھوڑ دون تم بھی مجھے چھوڑ دو کیونکہ تم سے پہلے جو لوگ تھے وہ اپنے کثرت سوالات اور اپنے انبیا کی مخالفت کرنے سے ہلاک ہوے،

بھی اسی سے تعلق رکھتا ہے، چنانچہ اس پر رسول اللہ صلعم کا یہ قول دلالت کرتا ہے،

اعظم المسلمين جرما من سأل عن شئ لم يحرم على المسلمين فحرم عليهم من اجل مسألته — مسلمانون مین سب سے بڑا مجرم وہ شخص ہے جس نے ایک ایسی چیز کے متعلق سوال کیا جو مسلمانون پر حرام نہین کیگئی تھی لیکن اس کے سوال کی وجہ سے وہ ان پر حرام کر دیگئی"

ان الله فرض فرائض فلا تضيعوها وحد حدودا فلا تعتدوها وحرم اشياء — خدا نے چند فرائض مقرر کر دیے پس اُن کو ضائع نہ کرو چند حدود مقرر کر دیے اُن کے آگے نہ بڑھو، چند چیزین حرام

Marfat.com

فلا تنتهکوھا و سکت عن	کرو ان کی پردہ دری نہ کرو، چند چیزوں سے خاموش
اشیاء رحمة لکم من غیر نسیان	رہا، تم پر مہربانی کرنے کے لیے نہ اس لیے کہ وہ ان کو
فلا تبحثوا عنها،	بھول گیا تھا اس لیے ان کے متعلق کرید نہ کرو،

فصل: حدیث اور حدیث کی نسبت قرآن کے ساتھ جو باتین عنقریب مذکور ہون گی ان سے اس مضمون کی زیادہ توضیح ہو جائیگی

تدریج

رسول اللہ صلعم مبعوث ہوئے تو اہل عرب مین بہت سی باتین راسخ ہو چکی تھین جن مین بعض قائم رکھنے کے قابل تھین اور ان سے ایک قوم کی تولید بن کوئی ضرر نہین پہونچتا تھا، لیکن بعض عادتین مضر تھین اس لیے شارع ان سے ان کو الگ رکھنا چاہتا تھا اس لیے اس نے اپنی حکمت کے اقتضاء سے آہستہ آہستہ ان کے لیے اپنے حکم کو ظاہر کیا اور رفتہ رفتہ اپنے دین کو کمال کے درجہ تک پہونچایا، اس اصول کو پیش نظر رکھ کر جو شخص غور کریگا اس کو معلوم ہوگا کہ دوسرے حکم نے پہلے حکم کو باطل نہین کیا بلکہ اس کی تکمیل کی چنانچہ یہ حقیقت ذیل کی مثال سے واضح ہو جائے گی،

رسول اللہ صلعم سے شراب اور جوے کے متعلق جن کے اہل عرب شدت سے خوگر تھے سوال کیا گیا تو آپ نے قرآن مجید کی زبان سے اس کا جواب دیا،

فیهما اثم کبیر و منافع للناس	ان دونون مین سخت گناہ ہے اور لوگوں کے لیے فوائد
و اثمهما اکبر من نفعهما،	ہین لیکن ان دونون کا گناہ انکے نفع سے بڑا ہے،

اگرچہ ایک فقیہ نفس اور فلسفۂ تشریع کا عالم اس آیت سے یہ سمجھ سکتا ہے کہ اس سے ان

چیزوں کی حرمت مقصود ہے، کیونکہ جس چیز میں گناہ کا جزو غالب ہوتا ہے، وہ عملاً حرام کردی جاتی ہے۔ اس لیے کہ افعال میں کوئی فعل ایسا نہیں ہے، جس میں صرف برائی ہی برائی ہو بلکہ تحریم و تحلیل کا دار و مدار خیر و شر کے غلبہ پر موقوف ہے، تاہم خداوند تعالیٰ نے اول اول بتصریح انکی ممانعت نہیں کی اس کے بعد نشہ کی حالت میں بتصریح اُن کو نماز پڑھنے سے روکا تاکہ وہ جو کچھ اس حالت میں پڑھتے ہیں اُس کو جان سکیں،

یاایھا الذین آمنوا لا تقربوا الصلوٰۃ	مسلمانو! نشہ کی حالت میں نماز نہ پڑھو تاکہ تم جو کچھ
وانتم سکاریٰ حتیٰ تعلموا ما تقولون	کہتے ہو اس کو جان سکو،

لیکن اس ممانعت نے پہلی آیت کو باطل نہیں کیا بلکہ اس کو اور موکد کردیا، اس کے بعد تصریح کے ساتھ ممانعت کا قطعی حکم دیا،

یاایھا الذین آمنوا انما الخمر والمیسر	مسلمانو! شراب، جوا، بت اور جوے کے تیر یہ سب ناپاکی
والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان	اور شیطان کے کام ہیں اس لیے اُن سے بچو تاکہ تم
فاجتنبوہ لعلکم تفلحون انما یرید الشیطان	فلاح پاؤ، شیطان صرف یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوے
ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر	میں تمہارے درمیان عداوت ڈالدے، تم کو خدا
والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوٰۃ	کے ذکر اور نماز سے روک دے، تو کیا تم ان سے باز
فھل انتم منتھون	آؤ گے؟

احکام فقہیہ کے اس تدریجی اصول سے ایک دوسرا اصول بھی پیدا ہوا ہے، یعنی پہلے یہ احکام اجمالاً مذکور ہوتے ہیں، پھر ان کی تفصیل کی جاتی ہے، چنانچہ مکی اور مدنی احکام کے موازنہ و مقابلہ سے یہ حقیقت بالکل واضح ہوجاتی ہے، مکی احکام بالکل مجمل ہوتے ہیں، اور قرآن مجید بہت کم ان کی تفصیل کرتا ہے، اس کے خلاف مدنی احکام بالخصوص تمدنی معاملات میں بہ نسبت مکی احکام کے

28335

Marfat.com

قرآن مجید نے بہت زیادہ تفصیلات کی ہین' اسی بنا پر ہماری راے مین جن آیتون سے احکام مستنبط کیے جاتے ہین وہ زیادہ تر مدنی ہین' مکی آیتون مین صرف وہ احکام مذکور ہین جن سے عقیدہ کی حفاظت مقصود ہے' مثلاً جانور جو خدا کے نام پر ذبح نہ کیے گئے ہون اُن کی حرمت کا حکم مکہ مین نازل ہوا ہے' اور اُس سے صرف عقیدۂ توحید کی حفاظت ہوتی ہے'

نسخ

قرآن مجید مذہب اسلام کی بنیاد' اور خدا کی وہ مضبوط رسی ہے جس کے پکڑنے کا حکم اُس نے تمام مسلمانون کو دیا ہے'

واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا — تم سب خدا کی مضبوط رسی پکڑو اور اختلاف نہ کرو'

اور تقریباً یہ مقصد بدیہیات دین مین سے ہے جس پر کسی دلیل کے قائم کرنے کی ضرورت نہین' البتہ اس موقع پر ایک مسئلہ نہایت تفصیل و توضیح کا مستحق ہے' اور وہ یہ کہ قرآن مجید مین کیا کوئی ایسی بھی آیت ہے' جو منسوخ ہو گئی ہے' اور اُس پر عمل کرنا ضروری نہین ہے'؟

یہ ایک عظیم الشان مسئلہ ہے' اور جبکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ قرآن مجید قطعی الحجت ہے' اور واجب العمل ہے' تو جو شخص اس مسئلہ پر بحث کرنا چاہتا ہے اس کا فرض یہ ہے کہ اپنے پیش نظر مقصد کی قطعی دلیل لائے اور مین اس موقع پر اس مسئلہ کی مزید توضیح کرنا چاہتا ہون'

فقہا کی اصطلاح مین نسخ کا اطلاق دو معنی پر کیا جاتا ہے

(۱) اول یہ کہ پہلی عبارت سے جو حکم سمجھا جاتا ہے وہ اُس کے متصل دوسری عبارت سے باطل کر دیا جائے مثلاً حدیث مین آیا ہے کہ

کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور الا فزوروھا — مین نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا لیکن اب تم اُن کی زیارت کیا کرو'

اس حدیث کا پہلا فقرہ زیارتِ قبور کی ممانعت کرتا ہے، لیکن دوسرا فقرہ اس ممانعت کو منسوخ کرکے اس کی اباحت یا اس کے حکم کو اس کا قائم مقام کر دیتا ہے،

(۲) دوم یہ کہ پہلی عبارت کے عموم کو منسوخ کر دیا جائے یا اس کے اطلاق کو مقید کر دیا جائے، مثلاً خداوند تعالیٰ نے فرمایا

والمطلقات یتربصن بانفسهن ثلاثة قروء	مطلقہ عورتین تین حیض کا انتظار کرین،

اس کے بعد ارشاد ہوا،

اذا نکحتم المومنات ثم طلقتموهن من قبل ان تمسوهن فما لکم علیهن من عدة تعتدونها	جب تم مسلمان عورتون سے نکاح کرو، پھر اُن کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دیدو، تو تمھارے لیے اُن کے اوپر کوئی مدت نہین ہے جس کا تم شمار کرو،

ان دونون آیتون مین پہلی آیت عام ہے، جو مدخولہ اور غیر مدخولہ دونون قسم کی عورتون کو شامل ہے لیکن دوسری آیت غیر مدخولہ عورتون کو ایک مخصوص حکم دیتی ہے،

اسی طرح خدا نے دوسرے موقع پر فرمایا،

والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة (الآیة)	جو لوگ پاکباز عورتون پر تہمت لگاتے ہین پھر اس پر چار گواہ نہین لاتے اُن کو اسی کوڑے لگاؤ،

اس کے بعد فرمایا

والذین یرمون ازواجهم ولم یکن لهم شهداء الا انفسهم فشهادة احدهم اربع شهادات بالله انه لمن الصادقین (الآیة)	جو لوگ اپنی بی بیون پر تہمت لگاتے ہین اور اُنکی ذات کے سوا اُن کے اور گواہ نہین ہین، تو ان کی شہادت یہ ہے کہ چار بار خدا کی قسم کھائین کہ وہ سچے ہین،

ان دونون آیتون مین بھی پہلی آیت عام ہے جو تمام تہمت لگانے والون کو جا ہے وہ شوہر ہون یا شوہر نہ ہون شامل ہے لیکن دوسری آیت نے شوہرون کو ایک مخصوص حکم دیا ہے کیونکہ اُس نے ان کی پانچون قسمون کو چار گواہون کا قائم مقام کر دیا ہے اور عورت کو حد زنا سے بری ہونے کا حق بھی اُس کی پانچ قسمون کی بنا پر دیا ہے

مطلق کے مقید کرنے کی مثال خداوند تعالیٰ کا یہ قول ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ	تم پر مردار اور خون حرام کیا گیا،

پھر دوسری آیت مین فرمایا،

قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی	کہہ جو کچھ میری طرف وحی کیا گیا ہے اس مین کوئی حرام چیز
طاعم یطعمہ الا ان یکون میتۃ	جسکو کوئی کھانے والا کھائے بجز مردار اور بہنے والے
او دما مسفوحا	خون کے نہین پایا،

ان دونون آیتون مین پہلی آیت حرام خون کے لیے مطلق ہے لیکن دوسری آیت مین مسفوح یعنی بہنے کی قید لگائی ہے۔

نسخ کی یہ دوسری قسم بلا اختلاف قرآن مجید مین موجود ہے۔ البتہ اس مین متعدد احتمالات نکل سکتے ہین مثلاً

(۱) تاریخ نزول کے لحاظ سے ہم کو یہ معلوم ہے کہ عام اور مطلق خاص اور مقید سے مقدم یا متاخر ہین یا یہ معلوم نہین

(۲) پچھلی آیت پہلی آیت سے ملی ہوئی نازل ہوئی ہے یا وہ بعد کو اتری ہے

(۳) بعد کو اترنے والے خاص اور مقید کو ہم بعض فقہاء کی اصطلاح کے موافق عام اور مطلق کا ناسخ قرار دین،

(۴) یا دوسرے فقہاء کی رائے کے موافق اس کو تخصیص و تقیید کہیں

لیکن بہرحال اصل مسمیٰ کے وجود پر اتفاق کر لینے کے بعد اُس کے مختلف نام کوئی اہمیت نہین رکھتے، بلکہ ہمارے لیے صرف یہ کہنا کافی ہے کہ عام اور مطلق باطل نہین ہوئے کیونکہ خاص نے جس چیز کو پہلے حکم کے دائرے سے نکال دیا ہے اُس کے علاوہ عام ہر چیز پر ہمیشہ دلالت کرتا رہیگا، اور یہ اُس اصل کی طرف رجوع کرجائیگا جسکو ہم ثابت کرچکے ہین کہ احکام تفہیم مین تدریج ملحوظ ہے یعنی وہ آہستہ آہستہ نازل ہوے ہین اس بنا پر جب دین کمل ہوجائیگا تو عام وخاص دونون بمنزلہ ایک آیت کے قرار دیے جائین گے اور عام کو مستثنیٰ منہ اور خاص کو مستثنیٰ کہا جائے گا، یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید نے دونون مین سے اگلی اور پچھلی آیت پر اہتمام کے ساتھ دلالت نہین کی ہے، اور اُن کے امتیازی حکم کو فقہاء نے بھی اہمیت نہین دی ہے، کیونکہ جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہین کل قرآن شئے واحد ہے

البتہ نسخ کی پہلی قسم یعنی قرآن مجید مین ایسی آیت کا ہونا جس کا حکم بالکل باطل کردیا گیا ہو یا اس سے زیادہ موزون عبارت مین اُس کے حکم کی مدت ختم ہوگئی ہو، اور وہ صرف بغرض تلاوت قائم رکھی گئی ہو، محلِ بحث و نظر ہے، پچھلی آیت کا پہلی آیت کو باطل کرنا دو باتون پر موقوف ہے

(۱) ایک تو یہ کہ پچھلی آیت بہ تصریح ظاہر کردے کہ اس نے پہلی آیت کو منسوخ کردیا،

(۲) دوسرے یہ کہ دونون آیتون مین ایسا تناقض موجود ہو کہ دونون مین تطبیق نہ دیجا سکے

تو اب سوال یہ ہے کہ کیا قرآن مجید کی آیتون مین کوئی ایسی آیت موجود ہے؟

پہلی صورت قرآن مجید کی کسی آیت مین نہین پائی جاتی صرف دو آیتین ہین جو بحث و تحقیق کے پہلے ان لوگون کی رائے کی تائید کرتی ہین جو قرآن مجید مین نسخ کے قائل ہین، چنانچہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے،

Marfat.com

یا ایھا النبی حرض المومنین علی القتال ان یکن منکم عشرون صابرون [illegible] مائتین وان یکن منکم مئۃ یغلبوا الفا من [illegible] کفروا بانھم قوم لا یفقھون	اے پیغمبر مسلمانون کو لڑائی کے لیے آمادہ کرو اگر تم مین بیس صبر کرنے والے ہون گے تو وہ دو سو پر غالب آئین گے اور اگر تم مین سو ہون گے تو وہ ہزار کافرون پر غالب آئین گے کیونکہ وہ ایک ایسی قوم ہے جو سمجھ نہین رکھتی

[illegible] کے بعد اس کے متصل آیت مین فرمایا،

[illegible] اللہ عنکم وعلم ان فیکم [illegible] مائۃ صابرۃ یغ[illegible] منکم الف یغلبوا [illegible] اللہ واللہ مع الصابرین	اب خدا نے تمھارے بوجھ کو ہلکا کر دیا اور جان لیا کہ تم مین ضعف ہے تو اب اگر تم مین سو صابر ہونگے تو وہ دو سو پر غالب آئین گے اور اگر تم مین ایک ہزار ہون گے تو خدا کے حکم سے دو ہزار پر غالب آئین گے اور خدا صبر کرنے والون کے ساتھ ہے

لفظی حیثیت سے یہ دونون آیتین خبر کی صورت مین ہین لیکن ان سے انشا مقصود ہے کیونکہ خداوند تعالی اس سورہ مین فرماتا ہے،

یا ایھا الذین آمنوا اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا،	مسلمانو جب تم کسی جماعت سے مقابلہ کرو تو ثابت قدم رہو۔

لیکن خدا نے ثبات کے اس مطلق حکم کی تحدید کرنی چاہی کیونکہ اس مطلق حکم سے تمام حالات مین مسلمانون اور ان کے ساتھ لڑنے والون کی تعداد کتنی ہی ہو ثبات واجب ہو جاتا ہے اس بنا پر پہلی آیت نے ان لوگون کی تعداد جن کے مقابل مین ثبات واجب ہے دس گنا متعین کی لیکن اس موقع پر صریحاً امر کا صیغہ جیسا کہ اس کے پہلے "اثبتوا" کا لفظ آچکا ہے استعمال نہین کیا کیونکہ اس موقع پر ان کے قلوب مین حمیت کا پیدا کرنا اور ان کے سینون مین غیرت کی آگ بھڑکانا

مقصود تھا۔ اس لئے اس امر کو خبر کی صورت مین پیش کیا، لیکن جب خدا نے اُن کے ضعف کو جان لیا تو دوسری آیت مین تخفیف کر دی اس موقع پر علم سے ظہور مراد ہے، یعنی اُن مین ایک ایسا ضعف ظاہر ہوا جو پہلے سے موجود نہ تھا، کیونکہ اگر وہ پہلے سے موجود ہوتا تو خدا اُس کو جانتا اور پہلے حکم کا موقع پیش نہ آتا، اس لیے یہ نو پیدا ضعف تخفیف کا مقتضی ہوا اب اگر ہم یہ کہین کہ دوسری آیت کو پہلی آیت سے وہی نسبت ہے جو اُس آیت کی ہو سکتی ہے، جو کسی امر عارض کی وجہ سے تخفیف تو کر دیتی ہے، لیکن اس امر عارض کے زوال کے بعد پہلی آیت کا حکم باقی رہتا ہے، تو ان دونون آیتون کا حکم وہی ہوگا جو عزیت کے حکم کا رخصت کے حکم کے ساتھ ہوتا ہے، اس لیے اگر کسی جماعت مین یہ ضعف جسکو خدا نے تخفیف کا سبب بیان کیا ہے، نہ ہو تو اس کا فرض ہے کہ اپنی دس گنا تعداد کے مقابل مین ثابت قدم رہے، اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ پہلی آیت مین ۲۰ اشخاص کی جو تعداد مذکور ہے اس کی صفت مین "صابرین" کا لفظ آیا ہے، اسیطرح سو شخاص کی تعداد "صابرۃ" کے لفظ سے موصوف ہے، اس بنا پر جہان کہین صبر کا وصف موجود ہوگا وہان پہلا حکم ثابت و برقرار رہیگا، صبر کے لیے یہ لازمی ہے کہ اس سے پہلے مادی اور قلب کی روحانی قوت کو دونون موجود ہون لیکن اگر ہم یہ کہین کہ دوسری آیت یعنی یا ایھا الذین آمنوا اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا، تمام حالات مین عام ہے، تو پہلی آیت کا حکم منسوخ ہوگا لیکن یہ مستبعد ہے یعنی دونون آیتون کے قریب قریب خداوند تعالی کا یہ قول ہے،

یا ایھا المزمل قم اللیل الا قلیلا	اے کملی اوڑھنے والے! رات مین نماز کیلیے کھڑے رہا کرو،
نصفہ ۔۔۔ انقص منہ قلیلا او زد	لیکن ساری رات نہین بلکہ ساری رات سے کم یا آدھی رات
علیہ و رتل القرآن ترتیلا	یا اس مین سے بھی تھوڑا کم کر لیا کر یا آدھی رات سے بڑھا دیا کر

لہ مصنف نے یہ کوشش اس لیے کی ہے کہ فقہا کے نزدیک خبر مین نسخ نہین ہوتا بلکہ انشا مین ہوتا ہے،

Marfat.com

انا سنلقی علیک قولا ثقیلا ان ناشئة اللیل ھی اشد وطأ واقوم قیلا ان لک فی النھار سبحا طویلا"

اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو ہم تم پر عنقریب ایک بھاری قول کا بوجھ ڈالین گے بیشک رات کا اٹھنا خوب کچلنے والا ہے اور اس وقت دعا بھی ٹھیک دل سے نکلتی ہے اور دن کے وقت تو تم کو (وعظ و نصیحت مین) بڑا شغل رہا کریگا،

اس کے بعد آخر سورہ مین فرمایا،

ان ربکم یعلم انک تقوم ادنی من ثلثی اللیل ونصفہ وثلثہ وطائفة من الذین معک واللہ یقدر اللیل والنھار علم ان لن تحصوہ فتاب علیکم فاقرؤا ما تیسر من القرآن علم ان سیکون منکم مرضی واخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ واخرون یقاتلون فی سبیل اللہ فاقرؤا ما تیسر منہ واقیموا الصلوٰة وآتوا الزکاة

اے پیغمبر تمھارا پروردگار جانتا ہے کہ تم اور چند لوگ جو تمھارے ساتھ ہین (کبھی) دو تہائی رات کے قریب اور کبھی آدھی رات اور (کبھی) تہائی رات مین نماز کے لیے کھڑے رہتے ہو اور رات اور دن کا ٹھیک اندازہ اللہ ہی کرسکتا ہے اسکو معلوم ہے کہ تم وقت کا تخمینہ نہین کرسکتے تو اس نے تمھارے حال پر رحم کیا اور وقت کی قید اٹھا دی تو اب (تہجد مین) جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جائے پڑھ لیا کرو، اس کو معلوم ہے کہ تم مین سے بعض (آدمی) بیمار پڑین گے اور بعض خدا کے فضل (معاش) کی تلاش مین ملک مین سفر کرینگے اور بعض خدا کی راہ مین لڑین گے تو جتنا قرآن (تہجد مین) آسانی سے پڑھ جاے پڑھ لیا کرو اور نماز پنجگانہ پڑھتے رہو اور زکوٰة دیتے رہو،

ان دونون آیتون مین پہلی آیت مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کیا گیا ہے اور وہ صراحةً رات کے ایک حصہ مین جو اس کے نصف کے قریب ہو قیام نماز کا مطالبہ کرتی ہے

Marfat.com

اور اس نماز (تہجد) کے وجوب کا اس نے سبب بھی بیان کر دیا ہے، دوسری آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلعم اور اسی طرح چند صحابہؓ بھی اس پر عمل کرتے تھے، اس کے بعد خداوند تعالیٰ نے یہ بیان کیا کہ اس موقع پر ایک ایسا سبب موجود ہے جو اس معاملہ میں صحابہؓ کے لیے آسانی چاہتا ہے اور وہ یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کو معلوم ہے کہ عنقریب اُن کی تین قسمیں جن کو خدا نے بیان کر دیا ہے ہو جائیں گی یہی وجہ ہے کہ اس آیت میں قرآن مجید کے صرف اس حصے کی تلاوت کی تکلیف دی گئی جسکا پڑھنا آسان ہو۔ اب اگر پہلی آیت صرف رسول اللہ کی ذات تک محدود ہو اور صحابہ کرام نے صرف رسول اللہ صلعم کے اقتدا کے خیال سے رات کو تہجد پڑھا اور اسباب متذکرہ بالا کی بنا پر جو آسانی کی گئی وہ صرف صحابہؓ کی ذات تک محدود ہے تو پہلی آیت منسوخ نہ ہو گی بلکہ رسول اللہ صلعم کے لیے اس کا حکم باقی رہیگا، حضرت ابن عباسؓ کی رائے یہی ہے۔ لیکن اگر پہلی آیت کو عام قرار دیا جائے اور آسانی کو بھی عام تسلیم کیا جائے تو پہلی آیت منسوخ قرار پائے گی لیکن یہ معنی بعید از عقل و قیاس ہے پہلے معنی کے رو سے دوسری آیت کی تطبیق پہلی آیت سے ہو جاتی ہے اور اس دوسرے معنی کے لحاظ سے بعد کی آیت پہلی آیت کے حکم کے باطل ہونے کا اعلان کرتی ہے، حالانکہ یہ تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ یہ دونوں آیتیں جن کے سوا ہمارے خیال میں کوئی تیسری آیت موجود نہیں متعین طور پر غیر مفید نسخ ہیں۔ "سورہ قد سمع" میں صدقۃ النجویٰ کی جو آیت ہے وہ بھی انہی دونوں کے قریب ہے۔

دوسرا طریقہ یعنی یہ کہ دو صریح متناقض آیتوں کی بنا پر جن میں کسی تاویل کی گنجائش نہو نسخ کی مجبورانہ ضرورت پیش آئے تو ہمارے نزدیک قرآن مجید میں بمشکل ایسی کوئی آیت مل سکتی ہے۔ جن آیتوں کی نسبت نسخ کا دعویٰ کیا جاتا ہے، ہم نے اُن کو اُن علما کے جوابات کے ساتھ جو اُن کے نسخ کے منکر ہیں اپنی کتاب "اصول فقہ" میں بیان کیا ہے اس لیے اگر

تم چاہو تو اس کی طرف رجوع کر سکتے ہو۔

علماے سلف میں جن لوگوں نے قرآن مجید میں کسی آیت کے منسوخ ہونے کا انکار کیا ہے اُن میں مفسر اعظم ابو مسلم اصفہانی ہے ہم نے اُن کے اقوال کو امام رازی کی تفسیر میں لکھا ہے اور خود امام رازی کی ضمنی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابو مسلم کی اس راے کی طرف مائل ہیں۔

قرآن مجید کا طرز بیان

طلب اور تخییر کے متعلق

قرآن مجید نے طلب و تخییر کے متعلق ایک طرز بیان کا التزام نہیں کیا ہے، بلکہ استقرا سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مختلف طریقوں سے افعال کا مطالبہ کرتا ہے، مثلاً

(۱) کبھی وہ صریح امر کا لفظ استعمال کرتا ہے، مثلاً

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی،	خدا عدل احسان اور قرابتداروں کے دینے کا حکم دیتا ہے
ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اھلھا واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل،	خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت داروں کی امانت اُن کو دو اور جب تم لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کرو،

(۲) کبھی یہ خبر دیتا ہے کہ یہ فعل مخاطبین پر فرض کیا گیا ہے،

کتب علیکم القصاص فی القتلی	مقتولین کے بارہ میں تم پر قصاص فرض کیا گیا ہے،

كتب عليكم اذا حضر احدكم الموت	جب تم میں کسی کی موت آئے تو اگر وہ کوئی مال چھوڑے
ان ترك خيرا الوصية	تو اُس پر وصیت فرض کی گئی ہے،
كتب عليكم الصيام	تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں،
ورهبانية ابتدعوها ما كتبناها عليهم	رہبانیت کو ان لوگوں نے خود ایجاد کر لیا، ہم نے انکو ان پر فرض نہیں کیا تھا
كتاب الله عليكم	یہ خدا کی فرض کردہ چیز ہے،
ان الصلوة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا	نماز مسلمانوں پر ایک موقت فرض ہے،

(۳) کبھی یہ خبر دیتا ہے کہ اس فعل کی ذمہ داری تمام لوگوں پر یا کسی خاص گروہ پر ہے، مثلاً

ولله على الناس حج البيت من استطاع	خدا کیلئے لوگوں پر خانہ کعبہ کا حج فرض ہے یعنی ان لوگوں پر جو
اليه سبيلا	اُس کی طرف سفر کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں
وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن	اور جس شخص کے لڑکا پیدا ہوا ہو اس پر ان عورتوں کا کھانا
بالمعروف	کپڑا فرض ہے،
وعلى الوارث مثل ذلك	اور وارث پر بھی ایسا ہی ہے،
وللمطلقات متاع بالمعروف	اور جن کو طلاق دی جائے اُنکے ساتھ دستور کے موافق سلوک
حقا على المتقين،	کرنا مناسب ہے، کہ پرہیزگاروں پر یہ ایک طرح کا حق ہے،

(۴) کبھی وہ فعل مطلوب کی ذمہ داری اُن لوگوں پر ڈال دیتا ہے جن سے اس فعل کا مطالبہ کیا گیا ہے، مثلاً

والمطلقات يتربصن بانفسهن ثلاثة قروء	مطلقہ عورتیں تین حیض کے آنے تک اپنے آپ کو روکے رکھیں،
والذين يتوفون منكم ويذرون ازواجا	جو لوگ تم میں مرجائیں اور بیبیوں کو چھوڑ جائیں تو وہ بیبیاں
يتربصن بانفسهن اربعة اشهر وعشرا	اپنے آپ کو چار مہینے دس دن تک روک سکیں

Marfat.com

اس طرزِ بیان کے بعد کبھی ایسے الفاظ آتے ہیں جن سے مطالبۂ فعل کی تاکید ہوتی ہے اور کبھی ایسے الفاظ آتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ فعل فرض نہیں ہے، مثلاً

والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین لمن اراد ان یتم الرضاعۃ	اور جو شخص (طلاق دینے کے بعد) اپنی اولاد کو پوری مدت تک دودھ پلوانا چاہے تو مائیں اپنی اولاد کو پورے دو برس دودھ پلائیں۔

(۵) کبھی وہ صیغۂ طلب یعنی صیغۂ امر اور مضارع مقرون باللام کے ساتھ افعال کا مطالبہ کرتا ہے، مثلاً

حافظوا علی الصلوات والصلاۃ الوسطی وقوموا للہ قانتین	نمازوں کی حفاظت کرو بالخصوص بیچ کی نماز کی اور خدا کے لیے نمازوں میں عجز و انکسار کے ساتھ کھڑے ہو۔
ثم لیقضوا تفثھم ولیوفوا نذورھم ولیطوفوا بالبیت العتیق	پھر چاہیے کہ وہ اپنے میل کچیل کو دور کریں، اپنی نذروں کو پورا کریں اور پرانے گھر کا طواف کریں۔

(۶) کبھی وہ اس کی تعبیر فرض کے لفظ سے کرتا ہے، مثلاً

قد علمنا ما فرضنا علیھم فی ازواجھم وما ملکت ایمانھم	ہم نے جو کچھ اُن کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں اُن پر فرض کیا ہے اس کو ہم نے جان لیا۔

(۷) کبھی وہ فعل مطلوب کا ذکر کسی شرط کی جزا کے طور پر کرتا ہے، لیکن یہ طرزِ بیان عام نہیں ہے، مثلاً

فان احصرتم فما استیسر من الھدی	تو اگر تم حج سے روک دیے جاؤ تو جو قربانی آسان ہو اس کو روانہ کر دو۔
فمن کان منکم مریضا او بہ اذی	تو جو لوگ تم میں سے بیمار ہوں یا اُن کے سر میں کوئی

من راسه ففدیة من صیام — تکلیف ہو تو بال اُتروانے کے بدلے مین روزہ یا

او صدقة او نسک — خیرات یا قربانی ہے،

وان کان ذو عسرة فنظرة — اگر مقروض تنگ دست ہو تو اُس کو فراخ دستی کے زمانے

الی میسرة — تک مہلت دینی چاہیے،

(۸) کبھی وہ فعل مطلوب کا ذکر لفظ خیر کے ساتھ ملا کر کرتا ہے، مثلاً

ویسألونک عن الیتامی قل — اور وہ لوگ تجھ سے یتیمون کے بارے مین سوال کرتے ہین

اصلاح لهم خیر — کہدے کہ ان کی اصلاح بہتر ہے،

(۹) کبھی وہ فعل مطلوب کا ذکر کسی وعدے کے ساتھ کرتا ہے مثلاً

من ذا الذی یقرض الله قرضا حسنا — وہ کون ہے جو خدا کو قرض حسنہ دیگا، تو خدا اُسکو اس کے لیے

فیضاعفه له اضعافا کثیرة — کئی گنا زیادہ دیگا،

(۱۰) کبھی وہ فعل مطلوب کی نسبت کہتا ہے کہ وہ خود نیکی ہے یا نیکی کی طرف پہونچانے والا ہے، مثلاً

ولکن البر من آمن بالله — لیکن نیکی اس شخص کی ہے جو خدا پر ایمان لایا،

ولکن البر من اتقی — لیکن نیکی اُس شخص کی ہے جس نے تقویٰ اختیار کیا،

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون — تم لوگ ہرگز نیکی کو نہ پاؤگے، یہان تک کہ جن چیزون کو تم محبوب رکھتے ہو اُن مین سے کچھ خرچ نہ کرو،

اسی طرح کسی فعل کی ممانعت کے متعلق بھی قرآن مجید نے مختلف طرز بیان اختیار کیے ہین، مثلاً،

(۱) صریح نہی، مثلاً

وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی

اور خدا بےحیائی کے کاموں اور بری باتوں اور ایک دوسرے پر زیادتی کرنے سے منع کرتا ہے۔

انما ینھاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علیٰ اخراجکم ان تولوھم

جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں جنگ کی اور تم کو تمھارے گھروں سے نکالا اور تمھارے نکالے جانے پر مدد دی خدا تم کو انھیں کی دوستی کرنے سے منع کرتا ہے۔

(۲) شے ممنوع کو حرام کرنا، مثلاً

انما حرم ربی الفواحش ما ظھر منھا وما بطن والاثم والبغی بغیر الحق وان تشرکوا باللہ ما لم ینزل بہ سلطانا وان تقولوا علی اللہ مالا تعلمون

میرے پروردگار نے تو صرف بےحیائی کے کاموں کو حرام کیا ہے وہ ظاہر ہوں تو اور پوشیدہ ہوں تو اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کرنے کو اور اس بات کو کہ تم کسی کو خدا کا شریک قرار دو جسکی اس نے کوئی سند نہیں اتاری اور یہ کہ بے سوچے سمجھے خدا پر بہتان باندھو۔

قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم

کہہ آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جو تمھارے پروردگار نے تم پر حرام کی ہیں۔

وحرم ذلک علی المومنین

اور یہ مسلمانوں پر حرام کیا گیا ہے۔

(۳) فعل ممنوع کو حلال نہیں کہنا، مثلاً

لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرھا

تمھارے لیے یہ حلال نہیں کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ۔

ولا یحل لکم ان تاخذوا مما اتیتموھن شیئا الا ان یخافا الا

تمھارے لیے یہ حلال نہیں کہ جو کچھ تم نے عورتوں کو دیا ہے اس سے کچھ لے لو بجز اس صورت کے کہ میاں بی بی دونوں

یقیما حدود الله	کو یہ خوف ہو کہ وہ حدود خداوندی کو قائم نہ رکھیں گے
ولا یحل لهن ان یکتمن ما خلق الله فی ارحامهن	اور ان عورتوں کے لئے یہ حلال نہیں کہ خدا نے اُن کے رحموں میں جو پیدا کیا ہے، اس کو چھپائیں،

(۴) صیغہ نہی یعنی فعل مضارع کا جسکے پہلے "لا ی نہی" ہو یا ایسے فعل امر کا جس سے ممانعت مقصود ہو مثلاً "دع" اور "ذر" کا استعمال کرنا مثلاً

ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی هی احسن	اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ بجز اس طریقہ کے جو عمدہ ہو
وذروا ظاهر الاثم وباطنه	کھلے اور پوشیدہ گناہ کو چھوڑ دو،
ودع اذاهم	اور اُن کی ایذا رسانی کو چھوڑ،

(۵) فعل ممنوع سے نیکی کی نفی کرنا مثلاً

لیس البر ان تولوا وجوهکم قبل المشرق والمغرب	یہ نیکی کا کام نہیں ہے کہ اپنے چہروں کو مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو،
ولیس البر بان تاتوا البیوت من ظهورها	یہ نیکی کا کام نہیں ہے کہ گھروں میں اُن کی پشت کی جانب سے آؤ،

(۶) فعل ممنوع کی نفی کرنا، مثلاً

فان انتهوا فلا عدوان الا علی الظالمین،	پس اگر وہ فساد سے رک جائیں تو اُن پر زیادتی نہیں ہے زیادتی صرف ظالموں پر ہے
فمن فرض فیهن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج	تو جو شخص ان مہینوں میں حج کا عزم کرے تو حج میں نہ کوئی شہوت کی بات ہے، نہ گناہ کی، نہ لڑائی کی،

Marfat.com

لا تضار والدة بولدها ولا مولود له	ماں کو اس کے بچہ کی وجہ سے نقصان نہ پہونچایا جائے اور
بولده	نہ اس کو جس کا بچہ ہے اس بچے کی وجہ سے نقصان پہنچایا جائے

(٧) گناہ کے استحقاق کے ساتھ ملا کر فعل ممنوع کا ذکر کرنا مثلاً

فمن بدله بعد ما سمعه فانما اثمه	جو وصیت سن کر اس کو بدل دے تو اس کا گناہ ان ہی لوگوں
على الذين يبدلونه	پر ہے جو وصیت کو بدل دیں

(٨) فعل ممنوع کو عذاب کی دھمکی کے ساتھ ملا کر ذکر کرنا، مثلاً

والذين يكنزون الذهب والفضة	اور جو لوگ سونے اور چاندی کو جمع کرتے ہیں اور اس کو
ولا ينفقونها في سبيل الله فبشرهم	خدا کی راہ میں صرف نہیں کرتے تو ان کو دردناک عذاب
بعذاب اليم،	کی دھمکی دے،
الذين يأكلون الربا لا يقومون	جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن کھڑے ہو سکیں گے
الا كما يقوم الذي يتخبطه الشيطان	مگر اس شخص کا سا کھڑا ہونا جس کو شیطان نے مخبوط الحواس
من المس،	کر دیا ہو،

(٩) فعل ممنوع کے وصف میں "شر" کا لفظ استعمال کرنا مثلاً

ولا يحسبن الذين يبخلون بما	جو لوگ اس فضل کے ساتھ جو کو خدا نے ان کو دیا ہے بخل
آتاهم الله من فضله هو خيرا لهم	کرتے ہیں یہ نہ گمان کریں کہ وہ ان کے لیے بہتر ہے بلکہ وہ
بل هو شر لهم	ان کے لیے بدتر ہے

قرآن مجید نے ان امور کا بیان جن کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم دیا ہے، مختلف طریقوں سے کیا ہے، مثلاً،

(١) حلت کی اسناد اس فعل کی طرف کرنا یا اس کو اس کے ساتھ متعلق کرنا مثلاً

احلت لکم بهیمة الانعام	چارپائے جانور تمہارے لیے حلال کر دیے گئے ہین
یسئلونک ماذا احل لهم	لوگ تم سے پوچھتے ہین کہ کون کون سی چیز اُن کے لیے
قل احل لکم الطیبات	حلال کی گئی ہے تو اُن سے کہدو کہ کھانے کی پاک چیزین
وما علمتم من الجوارح	سب تمہارے لیے حلال کر دی گئی ہین اور شکاری جانور جو تمنے
مکلبین	شکار کے لیے سدھا رکھے ہون
الیوم احل لکم الطیبات وطعام	آج کے دن تمہارے لیے کھانے کی پاک چیزین حلال
الذین اوتوا الکتاب حل لکم وطعامکم	کر دی گئین اور اُن لوگون کا ذبیحہ جنکو کتاب دی گئی ہے
حل لهم	تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ اُن کے لیے حلال ہے

(۲) فعل کے کرنے پر گناہ کی نفی کرنا، مثلاً

فمن اضطر غیر باغ ولا عاد	جو بھوک سے بیقرار ہو جائے اور عدول حکمی کرنے والا اور حد سے
فلا اثم علیه	بڑھ جانے والا نہ ہو اس پر کوئی گناہ نہین (یعنی حرام چیز کے کھانے مین)
فمن تعجل فی یومین فلا اثم علیه	پھر جو شخص جلدی کرے اور دو ہی دن مین چل کھڑا ہو
ومن تاخر فلا اثم علیه	اس پر (بھی) کچھ گناہ نہین اور جو دیر تک ٹھہرا رہے اُس پر
لمن اتقی	(بھی) کچھ گناہ نہین (یہ رعایت) اُن کے لیے ہے جو پرہیزگاری کرین
فمن خاف من موص جنفا	اور اگر کسی شخص کے دل مین وصیت کرنے والے کی طرف سے
او اثما فاصلح بینهم فلا	طرفداری یا حق تلفی کا اندیشہ ہو اور وہ وارثون مین میل کرا دے
اثم علیه	(تو ایسی صورت مین وصیت کے بدلنے کا) اس پر کچھ گناہ نہین ہے

Marfat.com

(۳) فعل کے کرنے پر گناہ کی نفی لفظ "جناح" سے کرنا مثلاً

لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصالحات	جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے تو وہ جو کچھ ممانعت سے پہلے
جناح فیما طعموا اذا ما اتقوا	کھا پی چکے اُن پر کسی طرح کا گناہ نہیں جب کہ انہوں نے
وآمنوا وعملوا الصالحات	(حرام چیزوں سے) پرہیز کیا، اور ایمان لائے اور نیک
ثم اتقوا وآمنوا ثم اتقوا	کام کیے، پھر (حرام چیزوں سے) پرہیز کیا اور ایمان لائے پھر
واحسنوا	(حرام چیزوں سے) پرہیز کیا اور اچھا پرہیز کیا،
لیس علیکم ولا علیہم جناح	ان تینوں اوقات کے سوا (بے اذن آنے دینے میں اور
بعدھن،	بے اذن چلے آنے میں) نہ تم پر کوئی گناہ ہے نہ اُن پر،
ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ	صفا اور مروہ خدا کے شعائر ہیں تو جو شخص خانۂ کعبہ کا حج کرے یا
فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح	عمرہ کرے اس پر یہ گناہ کی بات نہیں کہ ان دونوں کا
علیہ ان یطوف بھما،	طواف کرے،

جملہ احکام قرآنیہ

قرآن مجید مختلف قسم کے احکام پر جن کی بندوں کو تکلیف دی گئی ہے مشتمل ہے،

(۱) اول وہ معاملہ ہے جو خدا اور بندے کے درمیان ہے یعنی وہ عبادات جو بغیر نیت کے صحیح نہیں ہوتیں اُن میں بعض مثلاً نماز اور روزہ خالص عبادات ہیں بعض مثلاً زکوۃ مالی اور تمدنی عبادت ہیں، بعض مثلاً حج بدنی اور تمدنی عبادات ہیں، یہ چاروں عبادتیں ایمان کے بعد بنیاد اسلام تسلیم کی گئی ہیں،

(۲) دوم بندوں کا باہمی معاملہ ہے جن کی چند قسمیں ہیں؛

Marfat.com

(۲) دوم بندون کا باہمی معاملہ ہے جن کی چند قسمین ہین،

۱۔ قوانین تحفظ دعوت اسلام یعنی جہاد،

۲۔ قوانین استقلال خاندان یعنی وہ احکام جو نکاح، طلاق نسب اور وراثت سے تعلق رکھتے ہین،

۳۔ قوانین معاملات باہمی یعنی بیع اور اجارہ وغیرہ کے احکام اور اصطلاح مین اُن کو معاملات کے لفظ سے تعبیر کرتے ہین،

۴۔ قوانین تعزیری یعنی قصاص وحدود ہم آگے چل کر الگ الگ اُن سب کی تفصیل کرینگے،

حدیث

حدیث سے مراد رسول اللہ صلعم کے تمام اقوال وافعال اور دوسرون کے وہ اعمال جن کو آپ نے قائم وبرقرار رکھا، اس مین کوئی شبہہ نہین ہے کہ رسول اللہ صلعم کو خدا نے اپنا مبلغ بنا کر مبعوث فرمایا تھا، چنانچہ خدا خود کہتا ہے،

یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک	اے پیغمبر جو کچھ تم پر تمھارے پروردگار کی طرف سے اتارا گیا ہے تم اس کی تبلیغ کرو،

اور آپ خدا کی طرف سے اس کے مقاصد کے بیان کرنے والے تھے، خدا خود فرماتا ہے،

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم ولعلھم یتفکرون	ہم نے تم پر ذکر کو اتارا تاکہ تم لوگون کے لیے اُس چیز کو بیان کرو جو ان پر نازل کی گئی ہے اور شاید وہ لوگ غور وفکر کرین

اس بنا پر آپ قرآن مجید کے مطلب کو صرف قول سے کبھی صرف فعل سے اور کبھی ایک ساتھ قول وفعل دونون کے ذریعہ سے بیان فرمایا کرتے تھے، مثلاً آپ نے نماز ادا فرمائی، اور فرمایا،

Marfat.com

صلوا کما رایتمونی اصلی — اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوے دیکھا،

آپ نے حج ادا کیا اور فرمایا

خذوا عنی مناسککم — مجھ سے اپنے ارکان سیکھو

اس لحاظ سے آپ قرآن مجید کے شارح ہین یعنی آپ قرآن مجید کی مجمل آیتون کی تشریح کرتے ہین، اس کی مطلق آیتون کو مقید فرماتے ہین، اور اُس کی مشکل آیتون کی تفسیر کرتے ہین، اور اس حیثیت سے حدیث مین کوئی چیز ایسی نہین ہے جس کے مفہوم پر قرآن مجید نے اجمالاً یا تفصیلاً دلالت نہ کی ہو، البتہ اس دلالت کے مختلف طریقے ہین،

(۱) اس کا عام طریقہ یہ ہے کہ قرآن مجید نے رسول اللہ صلعم کی پیروی کو واجب قرار دیا ہے، مثلاً

وما اتاکم الرسول فخذوہ و ما نہاکم عنہ فانتہوا، — جو کچھ پیغمبر تم کو دے اُسکو لیلو اور جس چیز سے منع کرے اس سے باز (آؤ)

فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما، — تیرے پروردگار کی قسم وہ اس وقت تک ایمان نہ لائینگے جب تک تجھ کو اُس نزاع کے متعلق حکم نہ بنا لین جو انکے درمیان واقع ہوئی پھر حکم بنانے کے بعد اپنے دلون مین تیرے فیصلہ سے تنگی نہ پائین اور اس کو پورے طور پر مان لین،

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولوا فان اللہ لا یحب الکافرین — کہ، اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو خدا بھی تم سے محبت کریگا اور تمہارے گناہ بخش دیگا اور اللہ بخشنے والا رحیم ہے کہہ کہ خدا اور رسول کی اطاعت کرو تو اگر وہ روگردانی کرین تو خدا کافرون سے محبت نہین رکھتا،

(۲) اس کا دوسرا طریقہ علماء کے نزدیک عام طور پر مشہور ہے مثلاً قرآن مجید کے جو احکام

نفس عمل کی کیفیات اُن کے اسباب اُن کے شروط اور اُن کے موانع ولواحق وغیرہ کے لحاظ سے مجمل ہین اور احادیث مین اُن کی جو توضیح کی گئی ہے وہ اسی طریقہ مین داخل ہے مثلاً احادیث مین نماز اور زکوۃ کی تشریح قرآن مجید ہی کی توضیح ہے،

(۳) اس دلالت کا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ آپ اُن چیزون مین جو دو کھلی ہوئی چیزون کے درمیان واقع ہین اجتہاد فرماتے ہین یا اور چیزین جو اصول و فروع کے درمیان دائر ہین اُن مین قیاس کرتے ہین مثلاً،

خدا نے پاکیزہ چیزون کو حلال کردیا اور ناپاک چیزین حرام کردین لیکن ان دونون کھلی ہوئی چیزون کے درمیان چند مشتبہ چیزین ہین اس بنا پر رسول اللہ صلعم نے اجتہاد اُن کی توضیح کردی اور ہر درندہ جانور اور پنجہ دار چڑیا کو حرام قرار دیا، اور پالو گدھون کے گوشت کی ممانعت فرمادی جس کے معنی یہ ہین کہ اُن کو آپ نے ناپاک چیزون مین شامل کردیا،

۲- خدا نے پینے کی غیر منشی چیزون کو حلال کیا اور منشی چیزون کو حرام قرار دیا ان دونون اصول کے درمیان وہ چیزین ہین جو حقیقۃً منشی نہین ہین لیکن منشی ہوسکتی ہین مثلاً دبا، مزفت اور نقیر کی نبیذ، یہ مختلف برتنون کے نام ہین جن مین کھجور وغیرہ کو بھگو کر ایک قسم کی سرور انگیز شراب بناتے تھے جن کو نبیذ کہتے تھے، کو منشی چیزون مین داخل کرکے رسول اللہ صلعم نے اُن کی ممانعت فرمادی تاکہ شراب نوشی کا ذریعہ مسدود ہوجائے اس کے بعد آپ نے اس اصل کی طرف رجوع کیا کہ اصل اشیاء مین اباحت ہے جیسے پانی اور شہد اور فرمایا،

کنت نھیتکم عن الانتباذ فانتبذوا — مین نے تم کو نبیذ بنانے سے منع کیا تھا اب نبیذ بناؤ

وکل مسکر حرام — اور ہر منشی چیز حرام ہے،

۳- خدا نے سدھائے ہوئے شکاری جانور کے اس شکار کو جو وہ ہمارے لیے کرے

مباح قرار دیا اور اس سے معلوم ہوا کہ بے سدھارے ہوئے جانور کا شکار حرام ہے
کیونکہ وہ صرف اپنے لیے شکار کرتا ہے، اب ان دونون اصول کے درمیان وہ
شکاری جانور ہے جو سدھارا ہوا تھا مگر اس نے اپنے شکار کو کھا لیا ہے کیونکہ سدھارنے
کا اقتضاء تو یہ ہے کہ اس نے اپنے آقا کے لیے شکار کیا ہے' اور اُس کے کھا لینے کا
اقتضاء یہ ہے کہ اُس نے اپنے لیے شکار کیا ہے' اس لحاظ سے ان دونون اصول
مین تعارض واقع ہوا' تو حدیث مین اس کی توضیح کر دی گئی' چنانچہ آپ نے فرمایا
کہ اگر وہ سدھارا ہوا جانور خود شکار کو کھا لے تو تم اس کو نہ کھاؤ کیونکہ مجھے یہ خوف ہے کہ
اس نے اپنے لیے شکار کیا،

۴- جو لوگ احرامِ حج باندھین اُن کو عموماً شکار کرنے کی ممانعت کی گئی' اور جو
لوگ اس حالت مین قصداً شکار کرین اُن پر کفارہ مقرر کیا گیا، اسی طرح جو لوگ احرام
نہ باندھین اُن کے لیے عموماً شکار مباح کیا گیا، اب صرف یہ مسئلہ محل بحث رہ گیا کہ اگر
محرم غلطی سے کسی جانور کو مار ڈالے تو اس کا کیا حکم ہے؟ چنانچہ حدیث مین وجوبِ کفارہ
کے متعلق قصد و خطا دونون کو برابر کر دیا گیا،

اس کی اور بھی بکثرت مثالین ہین جو عنقریب تمھارے سامنے آئین گی'

قیاس کی صورت یہ ہے کہ قرآن مجید مین ایسے متعدد اصول ہین جن سے
اشارۃً یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو چیز اُن کے مثل ہو اس کا حکم بھی وہی ہے جو ان اصول کا
ہے اور اس کے اطلاق سے جو بات سمجھی جاتی ہے' وہ یہ ہے کہ بعض مقیدات بھی اسکے
مثل ہین' اس لئے قرآن مجید حدیث کی توضیح پر اعتماد کر کے صرف اُس اصل پر اکتفا کرتا ہے
اور اس کی فروعات کو چھوڑ دیتا ہے، یہ مقیس علیہ (یعنی اصل) اگرچہ خاص ہے،

لیکن معنی کے لحاظ سے وہ عام ہے' ایسی حالت مین اگر ہم کو قرآن مجید مین کوئی اصل ملے اور حدیث مین بھی کوئی ایسا حکم وارد ہو جو اسی کے ہم معنی ہو تو یہ سمجھنا چاہیے کہ قرآن مجید مین بھی یہی معنی مراد ہین' اب ہم اس کو رسول اللہ صلعم کا قیاس کہین یا وحی سمجھین لیکن یہ صورت ہمارے خیال مین مقیس او رمقیس علیہ کے قائم مقام ہے' اور اس کی متعدد مثالین ہین' مثلاً'

(۱) خداوند تعالیٰ نے سود کو حرام قرار دیا اور جاہلیت کے سود کا یہ طریقہ تھا کہ ایک قرض دوسرے قرض سے منسوخ ہو جاتا تھا اور قرضخواہ کہتا تھا کہ قرض ادا کرو یا سود دو[1] رسول اللہ صلعم نے بھی اس سود کو حرام کیا اور فرمایا'

وربا الجاھلیۃ موضوع — اور جاہیت کا سود مٹا دیا گیا'

چونکہ اس ممانعت کی وجہ یہ تھی کہ اس طریقہ سے جو زائد رقم سود کی صورت مین لی جاتی تھی اس کا کوئی معاوضہ نہین ادا کیا جاتا تھا' اس لیے جن چیزون مین اس

---

[1] اس مثال کی توضیح کیلئے یہ جان لینا چاہیے کہ جاہیت مین سود کی دو قسمین تھین' ربا' نسیہ" اور ربا' فضل پہلی قسم کا طریقہ یہ تھا کہ وہ مال کو اس شرط پر دیتے تھے کہ ہر مہینے مین ایک معین رقم لیتے رہین گے اور اصل مال باقی رہے گا' اس لیے جب مدت ختم ہو جاتی تھی تو مدیون سے اصل مال کا تقاضا کرتے تھے' اور اگر وہ اس کو ادا نہین کر سکتا تھا تو سود کے ساتھ مدت ادائے قرض مین اضافہ کر دیتے تھے' اس لیے پہلا قرض مع اپنی مدت و سود کے منسوخ ہو جاتا تھا اور اب اصل رقم مین پہلے مہینے کا سود شامل ہو کر نیا قرض شروع ہو جاتا تھا' اور اس طرح سود کئی گنا زیادہ ہو جاتا تھا خدا نے اسی سود کو حرام قرار دیا'

یا ایھا الذین آمنوا لاتاکلوا الربا اضعافا مضاعفہ — مسلمانو! سود کو دو گنا سہ گنا کرکے نہ کھاؤ'

اور اس زمانہ مین بھی سود در سود کا یہ طریقہ جاری ہے'

ربا' فضل (اور اسیکا دوسرا نام ربا' نقد بھی ہے) کا طریقہ یہ تھا کہ مثلاً ایک سیر گیہون کو دو سیر گیہون کے بدلے مین فروخت کرتے تھے' قرآن مجید نے اس سے تعرض نہین کیا ہے بلکہ حدیث مین اس کی ممانعت آئی ہے'

Marfat.com

قسم کی بلامعاوضہ زیادتی پائی جاتی تھی حدیث نے ان کو بھی اس ممانعت مین شامل کرلیا اور رسول اللہ صلعم نے فرمایا،

الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبر بالبر والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح مثلا بمثل سواء بسواء يدا بيد فمن زاد او ازداد فقد اربى فاذا اختلفت هذه الاصناف فبيعوا كيف شئتم اذا كان يدا بيد

سونا سونے کے بدلے مین چاندی چاندی کے بدلے مین گیہون گیہون کے بدلے مین جو جو کے بدلے مین کھجور کھجور کے بدلے مین نمک نمک کے بدلے مین اسطرح فروخت کیا جائے کہ دونون باہم مثل ہون یا ہم برابر برابر ہون ایک ہاتھ سے لیا جائے اور دوسرے ہاتھ سے دیا جائے اب اگر ان چیزون مین سے کسی نے بڑھایا یا کوئی شخص بڑھا تو اس نے سود لیا اور سود دیا لیکن اگر یہ اقسام مختلف ہو جائین (مثلاً جو کے بدلے کھجور لی جائے) تو جس طریقہ سے چاہو (یعنی مع اضافہ و بغیر اضافہ) بیچو بشرطیکہ ایک ہاتھ سے لیا جائے اور دوسرے ہاتھ سے دیا جائے (یعنی ادھار نہ ہو)

لیکن اگر ان مختلف الاجناس چیزون کی خرید و فروخت بھی اُدھار کی طور پر کیجائے تو رسول اللہ صلعم نے اس کو بھی سود کی قسم مین شمار کیا ہے کیونکہ ان دونون عوضون مین سے ایک عوض کو ادھار پر رکھنا زیادتی کا مقتضی ہے اس معنی (یعنی زیادتی بغیر عوض) کے لحاظ سے اسی مین وہ بیع سلف بھی داخل ہے جس سے اس قسم کا فائدہ حاصل کیا جائے کیونکہ دو متشابہ اجناس کے فوائد چونکہ قریب قریب یکسان ہین اس لیے ان دونون کی

لہ بیع سلف یا بیع سلم کے معنی یہ ہین کہ کسی شخص کو غلہ پیشگی بطور قیمت کے اس شرط پر دیا جائے کہ اتنی مدت مین اسکے بدلے مین اس کو اُسی کے مثل فلان غلہ اس مقدار مین دینا پڑے گا،

بیع بھی اسی قسم کی ہے جیسے دو متحد الاجناس چیزون کا تبادلہ اس لیے اگر اس مین زیادتی کی جائے تو وہ بلا معاوضہ قرار پائے گی، جسکی شریعت مین ممانعت آئی ہی کیونکہ جو دو چیزین ایک دوسرے کے معاوضہ مین دی جاتی ہین اُن مین کسی عوض کیلیے عادۃً مدت اس لیے مقرر کی جاتی ہے کہ قیمت مین اضافہ کیا جائے کیونکہ ایک موجود چیز غیر موجود چیز کے مقابلہ مین صرف اس لیے دی جاتی ہے کہ وہ قیمت مین موجودہ چیز سے بھر ہے اور اسی کا نام زیادتی اور سود ہی، اب صرف یہ بحث ہے کہ سونے چاندی اور اشیائے خوردنی کے علاوہ اور چیزون مین اس قسم کی زیادتی کیون جائز ہے؟ اگر اس کی وجہ واضح ہوتی تو جس طرح اور بہت سے مسائل اجتہادیہ مجتہدین کی رائے پر چھوڑ دیے گئے ہین اسی طرح یہ معاملہ بھی اُن کی رائے پر چھوڑ دیا جاتا، لیکن چونکہ اس کی وجہ مجتہدین کو معلوم نہین ہوسکتی تھی، اس لیے حدیث نے اُس کو بیان کر دیا،

(۲) خدا نے ایک ساتھ ماں بیٹی اور دو بہنون کے نکاح کو حرام کیا، اور اُن کے علاوہ جو عورتین تھین اُن کے متعلق ارشاد ہوا،

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ — اور ان کے علاوہ تمھارے لیے اور عورتین حلال ہین

لیکن رسول اللہ صلعم نے کسی عورت اور اُس کی پھوپھی یا خالہ سے ایک ساتھ قیاساً نکاح کرنے کی ممانعت فرمائی، کیونکہ جس وجہ سے ماں بیٹی اور دو بہنون سے ایک ساتھ نکاح کرنا ممنوع ہے وہ اس صورت مین بھی موجود ہے، اس حدیث مین یہ ٹکڑا بھی مروی ہی،

فانکم اذا فعلتم ذٰلک قطعتم ارحامکم — اگر تم نے ایسا کیا تو قطع رحم کیا،

اس تعلیل و توجیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا یہ حکم قیاسی ہے،

(۳) خدا نے جان کی دیت تو بیان کر دی لیکن اطراف (یعنی اور اعضاء مثلاً

ہاتھ پاؤن وغیرہ) کی دیت نہین بیان فرمائی لیکن چونکہ عقلاً اس قسم کا قیاس مشکل ہے اس لیے حدیث نے وضاحت کے ساتھ اُن کی دیت کو بیان کردیا گویا یہ وہ قیاس ہے جو نہایت مشکل ہے، اور اس کی مثالین بھی آئینگی؛

(۴) اس کا چوتھا طریقہ یہ ہے کہ اُن متحدہ و مجتمعہ وجوہ پر نظر ڈالی جائے جو قرآن مجید کے متفرق دلائل کو ایک سررشتہ مین منتظم کرسکین، کیونکہ اگرچہ قرآن مجید کے دلائل کے وجوہ مختلف ہوتے ہین لیکن ان سب کو ایک وجہ عام مشتمل ہوتی ہے، جو متفرق مصالح کے امر یا استحسان سے مشابہت رکھتی ہے، اس لیے حدیث اسی وجہ کے مطابق وارد ہوتی ہے، اس لیے یقینی باطنی طور پر یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ وجہ عام اُن تمام وجوہ مختلفہ سے ماخوذ ہے، کیونکہ یہ دلیل سے صحیح طور پر معلوم ہوگیا ہے کہ حدیث قرآن مجید کی توضیح کے لیے وارد ہوئی ہے؛

اس طریقہ سے یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ حدیث کو کس قسم کا تعلق ہے؛

صحابۂ کرام رسول اللہ صلعم سے مجتمعاً اور متفرقاً دونون طریقون سے حدیث کی تعلیم حاصل کرتے تھے، مثلاً آپ سے بعض حدیثون کو صحابہؓ کا ایک بہت بڑا گروہ اخذ کرتا تھا، چنانچہ اکثر عملی حدیثین جن مین زکوٰۃ نماز اور حج کے احکام کی تشریح کی گئی ہے، اسی قسم کی ہین لیکن بعض حدیثون کو صرف دو ایک شخص اخذ کرتے تھے، اور چونکہ اُن مین اکثر لوگ ان پڑھ ہوتے تھے اس لیے اس کو لکھتے نہ تھے، بلکہ جو کچھ آپ سے سنتے تھے اس کو حفظ کرلیتے تھے، کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو آپ کے اقوال کو قلمبند کرلیا کرتے تھے، امام احمد بن حنبل نے مسند مین حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاص روایت کی ہے کہ مین جو کچھ رسول اللہ صلعم سے سنتا تھا اُس کو لکھ لیا کرتا تھا اور اُس سے میرا مقصد اس کا حفظ کرنا تھا لیکن قریش نے

Marfat.com

مجھ کو اس سے روکا اور کہا کہ تم جو کچھ رسول اللہ صلعم سے سنتے ہو اس کو لکھ لیا کرتے ہو حالانکہ آپ انسان ہین اور غصہ اور رضامندی دونون حالتون مین گفتگو کرتے ہین اب مین نے لکھنا چھوڑ دیا اور رسول اللہ صلعم سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا، لکھو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ مین میری جان ہی مجھ سے حق کے سوا اور کچھ نہین نکلتا،،

الغرض اس دور مین فقہ کا دارومدار دو چیزون پر تھا،

(۱) ایک قرآن مجید جسکی رسول اللہ صلعم نے تبلیغ فرمائی اور لوگون نے آپ سے سُن کر اُس کو یاد کیا اور اُس کو لکھا، اُس مین آیاتِ احکام کی تعداد دو سو سے کچھ زیادہ نہین جن مین اکثر تمھاری نگاہ سے گذرین گی،

(۲) قرآن مجید کی وہ توضیح جو رسول اللہ صلعم نے کی یہی توضیح حدیث کے نام سے مشہور ہے، جسکو صحابہ آپ سے بالمشافہ اخذ کرتے تھے اور اس دور مین قرآن مجید کی طرح اس کے لکھنے کا رواج عام نہین ہوا تھا،

قرآن مجید کے تمام احکام کو اُن احادیث کی توضیحات کے ساتھ جسکو جمہور اُمت نے متفقا روایت کیا ہے اور جن پر اُن کا عمل ہے، ہم عنقریب بہ تفصیل بیان کرین گے اس وقت صرف قرآن مجید کے بنیادی احکام کو بیان کرتے ہین،

صلوٰۃ

یعنی

نماز

یہ اسلامی لفظ نہین ہے بلکہ اسلام سے پہلے عرب نے دعا اور استغفار کے معنی مین اس کا استعمال کیا ہے، چنانچہ اعشیٰ کے اُن اشعار مین،

Marfat.com

وصهباء طاف یهودیها   وابرزها وعلیها ختم

وقابلها الریح فی دنها   وصلی علی دنها وارتسم

علیک مثل الذی صلیت فاغتمضی   نوما فان لجنب المرء مضطجعا

یہ لفظ اسی معنی مین استعمال کیا گیا ہے'

اس لفظ کے اصل اشتقاق کی دو وجہین ہوسکتی ہین'

(۱) ایک تو یہ صلاۃ کے لفظ سے مشتق ہے جسکے معنے لزوم کے ہین چنانچہ جب کوئی شخص کسی چیز کو لازم کرلیتا ہے تو کہا جاتا ہے صلی و اصطلی' ازہری نے اسی وجہ اشتقاق کو پسند کیا ہے کیونکہ صلاۃ خدا کی فرض کردہ چیز کا لزوم ہے' اور صلوٰۃ وہ سب سے بڑا فرض ہے جسکے لزوم کا خدا نے حکم دیا ہے'

(۲) دوسرے یہ کہ وہ صلوین سے مشتق ہے' اور صلوین اُن دو رگون کو کہتے ہین جو اونٹنی وغیرہ کے دم کے جانب اور انسان کے دونون رانون کے پہلے جوڑ کے گرد ہوتی ہین' اس لیے گویا یہ دونون رگین حقیقۃً دُم کی ہڈی کے گرد ہوتی ہین' اشتقاق کی ایک تیسری وجہ اور بھی ہے اور وہ یہ کہ یہ لفظ صَلوات کا معرب ہے جسکے معنی عبرانی زبان مین "نماز کی جگہ" کے ہین اور قرآن مجید مین یہ لفظ اس معنی مین استعمال کیا گیا ہے' چنانچہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے'

ولولا دفع اللہ الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر

اور اگر خدا باہم ایک کو دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا تو ڈھا دیے جاتے درویشون کے خلوت خانے عیسائیون اور یہودیون کے عبادت خانے اور مسجدین جن مین

Marfat.com

فیها اسم اللّٰه کثیرا — خدا کا نام بہت لیا جاتا ہے،

اس لحاظ سے اہل عرب نے اس لفظ کو لیکر دعا، اور استغفار کے معنی مین اس حیثیت سے استعمال کیا ہے، کہ انھون نے محل کا اطلاق حال پر کردیا ہے جو اُن کے یہان مجاز مشہور طریقہ ہے،

قرآن مجید مین اس لفظ کا استعمال اس کے عربی معنی مین کیا گیا ہے چنانچہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے،

وصل علیهم ان صلاتک سکن لهم — اُن کے لیے دعائے خیر کر، بیشک تیری دعائے خیر اُن کے لیے تسکین دہ ہے،

ان اللّٰه وملٰئکته یصلون علی النبی — بیشک اللہ اور اُس کے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے ہین،

یا ایها الذین آمنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما، — مسلمانو تم بھی اس پر درود و سلام بھیجو،

عرب مین بجز اس کے کہ وہ احرام حج مین دعا، کرتے تھے، نماز کا رواج نہ تھا، اُن کی ایک اور نماز کا بھی قرآن مجید سے پتہ چلتا ہے، چنانچہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے،

وما کان صلاتهم عند البیت الا مکاء وتصدیة — اور نہین ہے نماز ان کی نزدیک کعبہ کے مگر سیٹیان اور تالیان بجانا،

اس آیت کی تفسیر کے متعلق حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ قریش برہنہ تن خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے، اور سیٹیان اور تالیان بجاتے تھے، مجاہدؒ کا قول ہے کہ وہ رسول اللہ صلعم کے طواف مین مزاحمت کرتے تھے، آپ کا مذاق اڑاتے تھے، سیٹیان بجاتے تھے، اور آپ کے طواف اور نماز مین گڑبڑ ڈالتے تھے، مقاتلؒ کا قول ہے کہ جب رسول اللہ صلعم مسجد مین نماز پڑھتے تھے تو یہ لوگ آپ کے داہنے بائین جانب کھڑے ہو کر

سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے تاکہ آپ کی نماز میں گڑبڑ ڈال دیں اس بنا پر حضرت ابن عباسؓ کے قول کے مطابق سیٹیاں اور تالیاں بجانا قریش کی ایک قسم کی عبادت تھی، اور مجاہد اور مقاتل کے قول کے موافق یہ رسول اللہ صلعم کی ایذا رسانی کا ایک طریقہ تھا، لیکن حضرت ابن عباسؓ کا قول صحت سے قریب تر ہے کیونکہ خدا خود کہتا ہے کہ

وما کان صلاتھم عند البیت الا مکاء و تصدیۃ (تفسیر کبیر رازی)	اور نہیں ہے اُن کی نماز کعبہ کے پاس مگر سیٹیاں اور تالیاں بجانا،

مفسرین کی روایت ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اس آیت میں

یا بنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد	اے بنی آدم اپنی زینت کو (یعنی لباس کو) ہر مسجد کے پاس لیلو،

مسلمانوں کو مشرکینِ عرب کے طریقہ سے الگ دوسرا طریقہ سکھایا ہے کیونکہ وہ لوگ چونکہ اُن کپڑوں کو پہن کر جن میں وہ مرتکبِ گناہ ہوے ہیں خداوند تعالیٰ سے مناجات نہیں کرنا چاہتے تھے، اس لیے برہنہ تن ہوکر خانۂ کعبہ کا طواف کرتے تھے اور اس سے حضرت ابن عباسؓ کی راے کی تائید ہوتی ہے،

ابتداے فرضیتِ نماز کے متعلق مفسرین کا بیان ہے کہ وہ صبح و شام کی دو رکعتوں تک محدود تھی،

وسبح بحمد ربک بالعشی والابکار	اور اپنے پروردگار کی حمد کی تسبیح شام و صبح پڑھا

اور عبادتِ شب صرف تلاوتِ قرآن کا جیسا کہ سورۂ مزمل کی ابتدا میں مذکور ہے، نام تھا، باقی پنجگانہ نماز تو ہجرت سے کچھ دنوں پہلے فرض کی گئی،

قرآن مجید نے تمام احکام میں نماز سے زیادہ کسی حکم کو مہتم بالشان قرار نہیں دیا،

چنانچہ اس کی فرضیت کو مختلف طریقون سے بیان کیا، کبھی اس کا صریح حکم دیا، کبھی نماز پڑھنے والے کی مدح اور اُس کے چھوڑنے والے کی ہجو کی، یہان تک کہ ان تمام مواقع کے تتبع و استقرا سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز اسلام کا ستون ہے، اور جس شخص نے اُسکو چھوڑ دیا یا اس سے غفلت کی یا اس کو ریاءً پڑھا، اسلام مین اس کا کوئی حصّہ نہین،

قرآن مجید نے نماز اور رکعات نماز کی تعداد صراحۃً بیان نہین کی بلکہ صرف اجمالی طور پر اوقاتِ نماز کا ذکر کر دیا،

فسبحان اللہ حین تمسون وحین تصبحون ولہ الحمد فی السموات والارض وعشیا وحین تظہرون	پس پاکی بیان کرو اللہ کی جس وقت کہ تم شام کرتے ہو اور جس وقت کہ تم صبح کرتے ہو اور اسی کے لیے ہے سب تعریف آسمانون مین اور زمین مین اور رات کے وقت اور جب ظہر کرتے ہو تم،
اقم الصلوۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشہودا	نماز قائم کر وقت ڈھلنے سورج کے اندھیری رات گئے تک، اور قرآن پڑھ فجر کو، بیشک قرآن پڑھنا فجر کا ہے حاضر کیا گیا،
واقم الصلاۃ طرفی النہار وزلفا من اللیل	اور قائم کرو نماز کو دونون طرف دن کے اور کچھ ساعتین رات سے،
حافظوا علی الصلوات والصلاۃ الوسطیٰ	محافظت کرو تمام نمازون کی اور بیچ والی نماز کی،

اور کیفیتِ نماز کی طرف ان الفاظ مین اشارہ کیا،

وقوموا للہ قانتین	اور خدا کے واسطے چپکے کھڑے ہو،
یا ایہا الذین آمنوا ارکعوا واسجدوا	مسلمانو! رکوع کرو اور سجدہ کرو،

لیکن حدیث نے اس کیفیت کو عملاً بیان کردیا کیونکہ رسول اللہ صلعم نماز پنجگانہ کو مسلمانوں کے ساتھ باجماعت ادا فرماتے تھے اور آپ نے اُن سے قولاً بھی ارشاد فرما دیا تھا،

صلوا کما رایتمونی اصلی	جس طرح تم لوگ مجھ کو نماز پڑھتے ہوے دیکھتے ہو اسی طرح نماز پڑھو

قرآن مجید نے نماز جمعہ کا ذکر خاص اہتمام کے ساتھ کیا ہے

یا ایھا الذین آمنوا اذا نودی للصلاۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع	مسلمانو جب جمعہ کے دن نماز کیلئے اذان دیجائے تو خدا کے ذکر کی طرف دوڑو اور سودا گرنا چھوڑدو

اور حدیث نے عملاً نماز جمعہ اور اُسکے خطبہ کی توضیح کردی،

جب مسلمانوں کو دشمن کا خوف ہو تو اس وقت اُن کو نماز کا جو طریقہ اختیار کرنا چاہیے اس کو قرآن مجید نے اس طرح بیان کیا،

واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا ان الکافرین کانوا لکم عدوا مبینا واذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلوٰۃ فلتقم طائفۃ منھم معک ولیاخذوا اسلحتھم فاذا	اور جب تم سفر کرو تو تم پر قصر نماز کرنے مین کوئی گناہ نہین ہے اگر تم کو یہ ڈر ہو کہ کفار تم کو فتنہ مین ڈالینگے بیشک کفار تمھارے کھلے ہوے دشمن ہین اور جب ہو تم اُن کے درمیان اور تم قائم کرو اُن کے لیے نماز تو چاہیے کہ کھڑی ہو اُن مین سے ایک جماعت تمھارے ساتھ، اور چاہیے کہ لین یہ لوگ اپنے ہتھیار پس جسوقت یہ لوگ سجدہ کرین تو چاہیے کہ ہو جائین وہ

سجدوا فليكونوا من ورائكم ولتأت	پیچھے تمہارے اور چاہیے کہ دوسری جماعت جس نے
طائفة اخرى لم يصلوا فليصلوا	نماز نہیں پڑھی آئے، اور ساتھ تمہارے نماز پڑھے
معك وليأخذوا حذرهم واسلحتهم	اور چاہیے کہ یہ لوگ لیں اپنے بچاؤ، اور اپنے ہتھیار،

اس کے بعد فرمایا،

فاذا اطمأننتم فاقيموا الصلوة ان الصلوة	بس جب تم آرام پاؤ تو نماز قائم کرو، بیشک نماز مسلمانوں
كانت على المؤمنين كتابا موقوتا	پر ایک فرض موقت ہے،

نماز پڑھنے سے پہلے قرآن مجید نے طہارت کو واجب کیا ہے،

يا ايها الذين آمنوا اذا قمتم الى الصلاة	مسلمانو! جب تم نماز کا قصد کرو تو اپنے منھ کو اور اپنے
فاغسلوا وجوهكم وايديكم الى المرافق وامسحوا	ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوؤ، اور سر کا مسح کرو، اور اپنے
برؤسكم وارجلكم الى الكعبين	پانوں کو ٹخنوں تک دھوؤ،
وان كنتم جنبا فاطهروا	اور اگر تم نجس ہو تو خوب پاک ہو جاؤ،
وان كنتم مرضى او على سفر او جاء	اور اگر تم بیمار رہو یا سفر میں ہو، یا تم میں کوئی جائے ضرور
احد منكم من الغائط او لامستم النساء	سے آئے یا تم عورتوں سے صحبت کرو پھر تم پانی
فلم تجدوا ماء فتيمموا صعيدا طيبا	نہ پاؤ تو قصد کرو پاک مٹی کا اور پونچھ لو اپنے منھ اور
فامسحوا بوجوهكم وايديكم	ہاتھوں کو،
وثيابك فطهر	اور اپنے کپڑوں کو پاک کر۔

اور حدیث نے عملاً اور قولاً ان دونوں قسم کی طہارتوں کو بیان کر دیا ہے،

اور قرآن مجید نے نماز کیلئے زینت (یعنی لباس) کو بھی واجب کیا ہے،

یا بنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد	اے آدم کے لڑکو! اپنی زینت کو لیلو ہر مسجد کے پاس،

اور حدیث نے اُس زینت کی مقدار کو جو واجب تھی بیان کر دیا ہے

قرآن مجید نے نماز کے وقت ہر شخص پر مسجد حرام کی طرف رُخ کرنا واجب کیا ہے رسول اللہ صلعم ابتدا مین بیت المقدس کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھتے تھے اُس کے بعد قرآن مجید نے مسجد حرام کی طرف رُخ کرنے کا حکم دیا،

فول وجھاک شطر المسجد الحرام	تو تو اپنا منھ مسجد حرام کی طرف پھیر دے اور تم لوگ
وحیثما کنتم فولوا وجوھکم	جہان کہین بھی ہو اپنے چہرون کو اسیطرف
شطرہ	پھیرو،

حدیث نے عملاً اور چند نمازین بتائی ہین جن کو اُس نے واجب نہین کیا ہے، بلکہ نفل قرار دیا ہے ان مین بعض تو نماز مفروضہ سے پہلے یا اُن کے بعد پڑھی جاتی ہین اور بعض اُن کے ساتھ نہین پڑھی جاتین، عید اور بقرعید کی نماز بھی اسی دوسری قسم مین داخل ہے،

صوم

یعنی

روزہ

عربی زبان مین صوم کے معنی کسی چیز سے رُک جانے اور اُس کو چھوڑ دینے کے ہین اور صوم کے اصطلاحی معنی یعنی کھانے پینے اور جماع کرنے سے رک جانا اسی سے ماخوذ ہین،

اسلام سے پہلے بھی عرب مین روزہ کا رواج تھا چنانچہ امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ قریش زمانہ جاہلیت مین عاشورا کے دن کا

روزہ رکھتے تھے اور رسول اللہ صلعم نے بھی روزۂ رمضان کی فرضیت کے زمانہ تک
اُس دن کے روزون کا حکم دیا لیکن جب رمضان کے روزے فرض کیے گئے تو
آپ نے فرمایا،

من شاء فلیصمہ ومن شاء افطر — جو شخص چاہے اس دن کا روزہ رکھے اور جو شخص چاہے نہ رکھے،

ابن اسحاق نے حدیث "بدء الوحی" مین روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم ہر سال
ایک مہینے تک غارِ حرا مین اعتکاف کرتے تھے اور زمانۂ جاہلیت مین قریش کی عبادت گذاری
کا یہ طریقہ تھا اس لیے آپ ہر سال اسی مہینے مین اعتکاف کرتے تھے، اور آپ کے
پاس جو غریب لوگ آتے تھے اُن کو کھانا کھلاتے تھے" اور یہ مہینہ رمضان کا مہینہ تھا،
جس مین آپ پر قرآن مجید نازل کیا گیا، اس لیے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قریش
زمانۂ جاہلیت مین روزہ رکھتے تھے،

خداوند تعالی نے روزون کے لیے وہی مہینہ انتخاب کیا جسمین آپ ہر سال
اعتکاف کرتے تھے، اور اسی مین آپ کو رسالت سے بھی مشرف کیا، چنانچہ سورۂ بقرہ
مین فرمایا،

یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم	مسلمانو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جیسا کہ ان لوگون پر
الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم	فرض کیا گیا تھا جو تم سے پہلے تھے، شاید کہ تم پرہیزگاری
لعلکم تتقون ایاما معدودات	کرو، یہ روزے چند گنتی کے دن کے ہین پس تم مین جو
فمن کان منکم مریضا او علی سفر	بیمار ہو یا سفر مین ہو تو اس کی گنتی دوسرے دنون
فعدۃ من ایام اخر	سے ہے، اور جو لوگ کہ اس کی طاقت نہین رکھتے اُن کے

Marfat.com

وعلى الذين يطيقونه فدية	اور اس کے بدلے ایک فقیر کا کھانا فرض ہے پس
طعام مسكين فمن تطوع خيرا	جو کوئی شوق سے نیکی کرے تو وہ اس کے واسطے
فهو خير له وان تصوموا	بہتر ہے اور یہ کہ روزے رکھو تم تو یہ تمھارے لیے بہتر
خير لكم ان كنتم تعلمون شهر	ہے اگر تم جانتے ہو، رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس مین
رمضان الذى انزل فيه القرآن	قرآن لوگون کی ہدایت کیلیے اتارا گیا اور ہدایت کی
هدى للناس وبينت	اور تمیز کی کھلی نشانیاں پس جو تم مین سے حاضر ہو اس
من الهدى والفرقان	مہینے مین تو چاہیے کہ وہ اس مہینے کا روزہ رکھے
فمن شهد منكم الشهر فليصمه ومن	اور جو بیمار ہو یا سفر مین ہو تو اس کی گنتی دوسرے
كان مريضا او على سفر فعدة	دنون سے ہے خدا تمھارے ساتھ آسانی کرنا چاہتا
من ايام اخر يريد الله بكم اليسر	ہے اور سختی کرنا نہین چاہتا، اور تاکہ تم لوگ پورا کرو
ولا يريد بكم العسر ولتكملوا العدة	گنتی کو اور تاکہ بڑائی کرو اللہ کی اس چیز پر کہ ہدایت کی
ولتكبروا الله على ما هداكم ولعلكم تشكرون،	تمھاری اور شاید تم شکر کرو،

ہمارا خیال ہے کہ حدیث نے مسلمانون کو رمضان کی راتون مین عورتون کی مباشرت سے روک دیا تھا، لیکن قرآن مجید نے اس سختی کو کم کر دیا،

احل لكم ليلة الصيام الرفث	تمھارے لیے روزون کی رات مین اپنی بی بیون
الى نسائكم هن لباس لكم	کی طرف رغبت کرنا حلال کیا گیا وہ لباس ہین
وانتم لباس لهن علم الله انكم	تمھارے لیے اور تم لباس ہو اُن کے لیے خدا نے
كنتم تختانون انفسكم فتاب عليكم	جان لیا کہ تم خیانت کرتے تھے پس خدا نے تم پر
وعفا عنكم فالآن باشروهن	رحم کیا اور تم سے درگذر کی پس اب ملا کرو اُن سے اور

Marfat.com

وابتغوا ما کتب اللہ لکم وکلوا واشربوا	جو کچھ خدا نے تمہارے لیے لکھا ہے اس کو ڈھونڈھو
حتیٰ یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط	اور کھاؤ پیو، یہان تک کہ جدا نظر آئے تمہارے لیے سفید
الاسود من الفجر ثم اتموا الصیام	دھاری سیاہ دھاری سے فجر کی پھر پورا کرو روزے
الی اللیل ولا تباشروھن وانتم	کو رات تک اور نہ لپٹو ان سے اس حالت مین کہ
عاکفون فی المساجد	تم مسجدون مین اعتکاف کرنے والے ہو

رمضان کے علاوہ سال مین اور جو روزے رکھے جاتے ہین ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسنون قرار دیا،

روزہ ۲ھ مین فرض کیا گیا،

حج
اور
عمرہ

تمام مذہبی قومون کے لیے خاص خاص مقامات ہین جہان وہ خدا کی عبادت اور تقرب کے لیے جمع ہوتی ہین، خدا خود کہتا ہے،

ولکل امۃ جعلنا منسکا لیذکروا	اور ہر قوم کے لیے ہم نے عبادت کی طرح مقرر کی
اسم اللہ علیٰ ما رزقھم من	تاکہ وہ خدا کا نام اُس چیز پر یاد کرین جو ہم نے اُنکو
بھیمۃ الانعام،	پالے ہوے چار پایون سے دی،
ولکل امۃ جعلنا منسکا ھم	اور ہم نے ہر قوم کیلیے عبادت کی طرح مقرر کی کہ وہ عبادت
ناسکوہ،	کرتے ہین اُس کی،

اسی طرح بیت الحرام اہل عرب کی خاص عبادت گاہ تھا جسکو اُن کے باپ اسمٰعیل نے

Marfat.com

اپنے باپ ابراہیمؑ کے ساتھ تعمیر کیا تھا چنانچہ خدا خود کہتا ہے،

وإذ يرفع إبراهيم القواعد	اور جب اٹھا رہے تھے ابراہیم بنیاد کعبہ کی اور اسمعیل
من البيت وإسمعيل ربنا تقبل منا	اے ہمارے پروردگار قبول کر ہم سے بیشک تو ہے
إنك أنت السميع العليم ربنا واجعلنا	سننے والا جاننے والا اے پروردگار ہم کو اپنا فرمانبردار
مسلمين لك ومن ذريتنا أمة	اور ہماری اولاد میں سے ایک جماعت کو اپنی فرمانبردار
مسلمة لك وأرنا مناسكنا وتب	بنا اور دکھا ہم کو ہماری عبادت کی طرح اور ہم پر
علينا إنك أنت التواب الرحيم	رحم کر بیشک تو ہے رحم کرنے والا مہربان
إن أول بيت وضع للناس للذي	بیشک پہلا گھر جو لوگوں کیلیے بنایا گیا وہ مکہ میں ہے
ببكة مباركا وهدى للعالمين فيه آيات	برکت والا اور دنیا کی ہدایت کے واسطے اس میں
بينات مقام إبراهيم ومن دخله	کھلی ہوئی نشانیاں ہیں مقام ابراہیم کا اور جو کوئی
كان آمنا،	داخل ہوا اسمیں وہ ہوتا ہے امن میں
وإذ بوأنا لإبراهيم مكان البيت	اور جس وقت جگہ مقرر کردی ہم نے ابراہیم کے لیے خانہ کعبہ
أن لا تشرك بي شيئا وطهر بيتي	کو اس شرط پر کہ نہ شریک کر میرے ساتھ کسی چیز کو اور
للطائفين والقائمين والركع السجود	پاک رکھ میرے گھر کو گرد پھرنے والوں اور کھڑے
وأذن في الناس بالحج يأتوك	رہنے والوں اور رکوع سجدہ کرنے والوں کے لیے
رجالا وعلى كل ضامر	اور اعلان کردے لوگوں میں حج کا کہ آئیں تیرے
يأتين من كل فج عميق	اس پیادے اور ہر لاغر اونٹ پر جو آئینگی ہر دور راہ سے
ليشهدوا منافع لهم ويذكروا	تاکہ حاضر ہوں اپنے فوائد کے لیے اور معلوم دنوں میں
اسم الله في أيام معلومات على	خدا کا نام یاد کریں اس چیز پر کہ دیا ہے ان کو مال

Marfat.com

رزقهم من بهيمة الانعام فكلوا منها	چارپایون سے، بس کھاؤ اس مین سے اور کھلاؤ
واطعموا البائس الفقير، ثم ليقضوا	بھوکے فقیر کو پھر چاہیے کہ دور کرین اپنے میل
تفثهم وليوفوا نذورهم وليطوفوا	اور پوری کرین اپنی نذرین اور پھرین گرد خانہ
بالبيت العتيق،	قدیم کے

حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے زمانہ سے رسول اللہ صلعم کی بعثت کے زمانے تک اہل عرب اسی طریقہ پر قائم رہے البتہ اُنھون نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی روش مین بہت کچھ تغیرات کر دیے تھے، مثلاً اُنھون نے بتون کو خدا کا شریک بنا دیا تھا، اور ان کو خانہ کعبہ کی پشت، خانہ کعبہ کے متصل، اور صفا و مروہ مین نصب کر دیا تھا، اور اُن کو تقرب الٰہی کا ذریعہ قرار دیا تھا، اور مشاعر ابراہیم کو بدل دیا تھا اور پالو جانورون پر غیر خدا کا نام لیتے تھے، لیکن چونکہ بعثت محمدیہ شریعت ابراہیمی کی مجدد تھی، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام حنیف مسلم تھے مشرک نہ تھے، اس لیے خدانے بیت الحرام کو اس امت کی عبادت گاہ قرار دیا، اور اس کے حج و عمرہ کا حکم دیا،

ولله على الناس حج البيت من استطاع	خدا کیلیے لوگون پر خانہ کعبہ کا حج فرض ہے یعنی ان پر
اليه سبيلا ومن كفر	جو لوگ وہان تک جانے کی مقدرت رکھین اور جو
فان الله غنى عن العالمين	شخص انکار کرے تو خدا دنیا والون سے بے نیاز ہے،
واتموا الحج والعمرة لله	اور خدا کیلیے حج اور عمرہ کو پورا کرو،

اور توحید کو بتون کی آمیزش سے پاک کرنے اور اہل جاہلیت کی روش کے چھوڑنے کا حکم دیا،

Marfat.com

فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور حنفاء لله غير مشركين به ومن يشرك بالله فكانما خر من السماء فتخطفه الطير او تهوي به الريح في مكان سحيق۔

پس بچتے رہو بتون کی ناپاکی سے اور بچتے رہو جھوٹ بولنے سے توحید کرنے والے اللہ کی نہ شریک کرنیوالے ساتھ اس کے، اور جو کوئی شریک کرے ساتھ اللہ کے پس وہ گویا گر پڑا آسمان سے پس اوچک لیجاتی ہین اس کو چڑیان یا پھینک دیتی ہے اُس کو ہوا دور کے مکان مین،

اور وقتِ حج اور آدابِ حج کو اس آیت مین بیان فرمایا،

الحج اشهر معلومات فمن فرض فيهن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال في الحج،

حج کے مہینے معلوم ہین تو جس شخص نے ان مہینون مین حج کی ٹھان لی تو نہ شہوت ہے نہ بدکاری ہے نہ جھگڑا ہے حج مین،

اور حج کے مناسک اور مشاعر کو ان آیتون مین بیان کیا،

ان الصفا والمروة من شعائر الله فمن حج البيت او اعتمر فلا جناح عليه ان يطوف بهما ومن تطوع خيرا فان الله شاكر عليم

بیشک صفا اور مروہ خدا کی نشانیون مین سے ہین تو جو کوئی حج کرے خانۂ کعبہ کا یا عمرہ کرے، پس نہین ہے اس پر گناہ کہ طواف کرے ان دونون کے درمیان اور جو کوئی خوشی سے بھلائی کرے تو خدا قدردان ہے جاننے والا،

فاذا افضتم من عرفات فاذكروا الله عند المشعر الحرام واذكروه كما هداكم وان كنتم من قبله

پس جب تم واپس آؤ عرفات سے تو یاد کرو خدا کو مسجد حرام کے پاس اور یاد کرو اس کو جیسا کہ ہدایت کی تمکو اور یہ کہ تم تھے اس سے پہلے گمراہون مین سے پھر پھرو

Marfat.com

من الضالين ثم افيضوا من حيث	جہان سے پھرتے ہین لوگ اور طلب مغفرت کرو خدا
افاض الناس واستغفروا الله	سے بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے پس جب تم
ان الله غفور رحيم فاذا قضيتم مناسككم	اپنی عبادتین کر چکو تو یاد کرو خدا کو اپنے باپون کے
فاذكروا الله كذكركم آباءكم او اشد ذكرا	یاد کرنے کی طرح یا اس سے زیادہ یاد کرنا،
واذكروا الله في ايام معدودات	اور ذکر کرو اللہ کو گنتے ہوے دنون مین پس جو کوئی
فمن تعجل في يومين فلا اثم عليه	جلدی کرے دو دنون مین تو نہین ہے گناہ اس پر
ومن تاخر فلا اثم عليه	اور جو کوئی دیر کرے تو نہین ہے گناہ اس پر یہ واسطے
لمن اتقى،	اُس شخص کے ہے جو پرہیزگاری کرے،
ذلك ومن يعظم شعائر الله فانها	یہ ہے اور جو کوئی تعظیم کرے خدا کی نشانیون کی تو وہ
من تقوى القلوب لكم فيها	بیشک دلون کی پرہیزگاری سے ہے تمھارے لیے ان مین
منافع الى اجل مسمى ثم محلها الى	فوائد ہین ایک مقررہ مدت تک پھر اُن کے حلال ہونے
البيت العتيق،	کی جگہ خانہ کعبہ کی طرف ہے
والبدن جعلناها لكم	اور قربانی کے اونٹ کو بنایا ہم نے تمھارے لیے خدا
من شعائر الله لكم فيها خير	کی نشانیان تمھارے لیے اس مین نیکی ہے پس یاد کرو
فاذكروا اسم الله عليها	خدا کا نام اُن کے اوپر اس حال مین کہ وہ پانون باندھے
صواف فاذا وجبت جنوبها	ہوے ہون پس جس وقت گر پڑین پہلوان کے تو کھاؤ
فكلوا منها واطعموا القانع	اس مین سے اور کھلاؤ بے سوال فقیر اور سوال کرنے
والمعتر،	والون کو،
يا ايها الذين آمنوا لا تحلوا	مسلمانو! نہ بے حرمتی کرو خدا کی نشانیون کو اور نہ

Marfat.com

شعائر اللہ ولا الشہر الحرام — حرام مہینے کو اور نہ اس جانور کو جو نیاز کعبہ کی ہو،
ولا الہدی ولا القلائد ولا — اور نہ گلے میں پٹہ ڈال کر بھیجا میں اور نہ حرمت والے
آمین البیت الحرام یبتغون — گھر کے قصد کرنے والوں کو کہ چاہتے ہیں اپنے پروردگار
فضلا من ربہم ورضوانا — کے فضل اور رضامندی کو،

اور نظام احصار و تمتع کے متعلق فرمایا،

فان احصرتم فما استیسر من الہدی — پس اگر تم روک دیے جاؤ تو جو کچھ میسر ہو قربانی ہے، اور نہ
ولا تحلقوا رؤسکم حتی یبلغ الہدی — منڈاؤ اپنے سروں کو یہاں تک کہ پہنچے قربانی حلال
محلہ فمن کان منکم مریضا او بہ — ہونے کی جگہ، پس تم میں جو بیمار ہو یا اس کے
اذی من راسہ ففدیۃ من صیام — سر میں تکلیف ہو تو بدلا ہے روزوں سے یا خیرات سے
او صدقۃ او نسک فاذا امنتم — یا ذبح سے، پس جب تم امن میں ہو تو جو کوئی فائدہ
فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج فما استیسر — اٹھائے عمرہ سے ساتھ حج کے تو جو کچھ میسر ہو قربانی
من الہدی فمن لم یجد فصیام — ہے تو جو کوئی نہ پائے تو تین دن کا روزہ حج میں
ثلاثۃ ایام فی الحج وسبعۃ اذا — اور سات روزے اس وقت جب پھرو تم، یہ دس
رجعتم تلک عشرۃ کاملۃ ذلک لمن لم — پورے ہوئے یہ واسطے اس شخص کے ہے کہ نہوں
یکن اہلہ حاضری المسجد الحرام، — اس کے اہل رہنے والے مسجد حرام کے،

خداوند تعالیٰ نے مکہ کو حرم اور جائے امن بنایا،

اولم یروا انا جعلنا حرما — کیا کفار مکہ نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ ہم نے
آمنا ویتخطف الناس من — حرم (مکہ) کو امن کی جگہ بنا رکھا ہے اور لوگ ہیں کہ
حولہم — ان کے آس پاس سے پکڑے چلے جا رہے ہیں،

Marfat.com

اولم نمکن لھم حرما آمنا
یجبی الیہ ثمرات کل شئی رزقا
من لدنا

کیا ہم نے اُن کو حرم (کہ، جہان (ہر طرح کا امن
و اطمینان) ہے) جگہ نہین دی کہ ہر قسم کے پھل یہان
کھچے چلے آتے ہین رزق (اُن کو) ہمارے ہیان سے
(پہونچتا ہے)،

اور احرام باندھنے والے پر شکار کو حرام کیا اور اُس پر کفارہ مقرر فرمایا،

یا ایھا الذین آمنوا لا تقتلوا
الصید وانتم حرم ومن قتلہ
منکم متعمدا فجزاء مثل ما
قتل من النعم یحکم بہ ذوا عدل
منکم ھدیا بالغ الکعبۃ
او کفارۃ طعام مساکین او
عدل ذلک صیاما

مسلمانو! جب تم احرام کی حالت مین ہو تو شکار نکرو،
اور جو کوئی تم مین سے جان بوجھ کر شکار کریگا، تو جیسے
جانور کو مارا ہے اس کے بدلے چارپایون مین سے
اسی سے ملتا ہوا (جانور) جو تم مین کے دو منصف
ٹھہرادین (اس کو) دینا پڑیگا اور یہ) نیاز کعبے
پہونچائی جائے، یا کفارہ (یعنی ان کی قیمت مین جتنے
محتاجون کی گنجائش ہو ان) کا کھانا یا مسکینون کے
گننے کے برابر روزے،

حج سنہ ۶ھ مین فرض ہوا اور رسول اللہ صلعم اسی سال عمرہ کے لیے روانہ ہوئے
لیکن آپ کو خانۂ کعبہ تک جانے سے روک دیا گیا اس لیے آپ نے اسی عمرہ کو سنہ ۷ھ
مین ادا فرمایا، اس کے بعد سنہ ۹ھ مین حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے لوگون کے ساتھ حج
کیا اور سنہ ۱۰ھ مین خود رسول اللہ صلعم نے تمام مسلمانون کے ساتھ حجۃ الوداع ادا فرمایا اور
اسی مین لوگون کیلیے حج کی کیفیت بیان فرمائی، اور ان سے کہا،

خذوا عنی مناسککم

مجھ سے اپنے ارکان سیکھو،

اور نظام حج میں مسلمانوں کیلیے متعدد فوائد ہیں؛

(۱) مکہ چونکہ ایک غیر مزروعہ سرزمین ہے اس لیے حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں کے ذریعہ سے حج کا پہلا فائدہ تو خاص اہل مکہ کو پہنچتا ہے اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اُس دعا کی مقبولیت کا اثر ہے؛

رب انی اسکنت من ذریتی بواد	اے میرے پروردگار میں نے آباد کیا اپنی بعض اولاد
غیر ذی زرع عند بیتک المحرم	کو بن کھیتی والے میدان میں تیرے باحرمت گھر کے
ربنا لیقیموا الصلوٰۃ فاجعل لی افئدۃ	نزدیک اے میرے پروردگار تاکہ قائم کریں وہ نماز کو
من الناس تھوی الیھم وارزقھم	پس لوگوں کے دلوں کو مائل کر ان کی طرف اور
من الثمرات لعلھم یشکرون	اُن کو میووں سے رزق دے تاکہ وہ شکر کریں

(۲) چونکہ بہت سے حاجی زمانہ حج میں اپنے تجارتی سامان ساتھ لاتے ہیں جنکو اہل ضرورت خریدتے ہیں، اور چونکہ ان میں ہر شخص شہر حرام اور بلد حرام میں ہوتا ہے اس لیے اُس کی جان و مال بالکل محفوظ ہوتی ہے اس بنا پر تجارتی گرم بازاری اور ضروریاتِ زندگی کی خرید و فروخت کے ذریعہ سے حج کا دوسرا فائدہ تمام عرب کو پہونچتا ہے، خدا نے اس آیت میں اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

لیشھدوا منافع لھم؛ تاکہ وہ لوگ اپنے فوائد کو حاصل کریں؛

(۳) مسلمانوں کے عام اجتماع، باہمی تعارف، اتحاد طریقہ عبادت، اور اتحاد قبلہ کے ذریعہ سے حج کا تیسرا فائدہ تمام مسلمانوں کو پہنچتا ہے، یہی وجہ ہے کہ مکہ اہل مشرق اور اہل مغرب دونوں کا عام اجتماع گاہ تھا، دور دراز راستوں سے لوگ وہاں آتے تھے، اور ہر انسان اپنی علمی دینی اور دنیوی ضرورت کو پورا کرتا تھا، چونکہ حج اکبر کا دن اس عام اتحاد

Marfat.com

کی ایک یادگار ہے، اس لیے اگر وہ تمام مسلمانون کی عید کا عام دن قرار پائے تو یہ کوئی تعجب انگیز بات نہین، جس طرح عید الفطر نزول قرآن کی یادگار ہے، اسیطرح حج اکبر کا دن ختم نزول قرآن کی یادگار ہے، کیونکہ رمضان مین نزول قرآن کی ابتدا ہوئی، اور حج اکبر کے دن اس کا خاتمہ ہوا،

زکوٰۃ

لغت مین زکوٰۃ کے اصلی معنی طہارت، نشو و نما، برکت اور مدح کے ہین، اور قرآن و حدیث مین یہ تمام معنی مستعمل ہین، مال کی اس مقدار مین جسکو ایک دولت مند شخص صدقۃ دیتا ہے، اس لفظ کا استعمال اس بناپر کیا گیا ہے کہ یہ اُس کے مال کا تزکیہ کرتا ہے، یعنی اس کو پاک کرتا ہے اور اس کو بڑھاتا ہے، قرآن مجید نے اس لفظ کی طرح اسی معنی مین صدقہ کا استعمال بھی کیا ہے،

نماز کی طرح قرآن مجید نے زکوٰۃ کا ذکر بھی نہایت اہتمام کے ساتھ کیا ہے، چنانچہ بسا اوقات ان دونون کا ذکر ساتھ ساتھ کیا جاتا ہے، اور بعض اوقات تنہا اس کا ذکر کبھی لفظ زکوٰۃ کبھی لفظ صدقہ کے ذریعہ سے کیا جاتا ہے،

وویل للمشرکین الذین لا یؤتون الزکاۃ	اور افسوس ہے ان مشرکین پر جو زکوٰۃ نہین دیتے،
خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا،	ان کے مالون سے زکوٰۃ لے کہ تو ان کو اس کے ذریعہ سے پاک کرے اور اُن کا تزکیہ کرے،
کلوا من ثمرہ اذا اثمر واتوا حقہ یوم حصادہ	اس کے پھل کو کھاؤ جب وہ پھل لائے، اور اس کے کاٹنے کے وقت اس کا حق دو،
وما آتیتم من ربا لیربوا فی	اور جو کچھ دیتے ہو تم سود کو کہ وہ بڑھے لوگون کے

Marfat.com

اموال الناس فلا یربوا عند الله وما
آتیتم من زکوٰۃ تریدون وجہ الله
فاولئک ھم المضعفون

الون مین تو نہین بڑھتا وہ خدا کے نزدیک
کچھ دیتے ہو تم زکوٰۃ سے کہ چاہتے ... رضامندی
اللہ کی تو یہ لوگ ہین دوگنا کرنے والے،

قرآن مجید نے اس مال کی تفصیل نہین کی جس مین زکوٰۃ واجب ہے اور زکوٰۃ کی مفروضہ تعداد بھی نہین بتائی، البتہ رسول اللہ صلعم نے عاملین صدقہ کے نام جو خط لکھا ہے اس مین اس کی توضیح فرمادی ہے،

قرآن مجید نے مستحقین زکوٰۃ کی تعیین کردی ہے،

انما الصدقٰت للفقراء والمساکین
والعاملین علیھا والمؤلفۃ قلوبھم
وفی الرقاب والغارمین وفی
سبیل اللہ وابن السبیل فریضۃ من اللہ
واللہ علیم حکیم،

صدقہ صرف فقیرون، محتاجون محصلین زکوٰۃ اور
مؤلفۃ القلوب لوگون کے لیے ہے،
اور گردنون کے آزاد کرنے مین اور قرضدارون مین
اور خدا کی راہ مین اور مسافرون کو یہ فرض ہے اللہ
کی طرف سے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے،

نظامِ زکوٰۃ ایک عظیم الشان نظام ہے، جو

(۱) دولتمند لوگون کو محتاجون کے بغض و عداوت سے محفوظ رکھتا ہے،

(۲) جو لوگ اپنی قوت سے اپنی ضروریات کو پورا نہین کرسکتے، ان کی کفالت کے ذریعے سے متعدد مصائب کو دور کرتا ہے،

(۳) تمام قوم کے مجموعی مصالح بالخصوص اُس مصلحت کے متعلق جسکو خدا نے لفظ "سبیل اللہ" سے بیان فرمایا ہے، متعدد نیکیون کے کرنے مین معین ہوتا ہے، بشرطیکہ قوم مین اُن مصالح کے انجام دینے والے موجود ہون،

زراعت اور مویشیون کے ذریعہ سے جو پیداوار ہوتی تھی، اہل عرب نے اس کے متعلق ایک نظام قائم کرلیا تھا، اور انھون نے اس کا ایک حصہ خدا کے لیے، اور ایک حصہ بتون کے لیے مقرر کردیا تھا، چنانچہ جہان اُن چیزون کا بیان آئے گا، جنکو اہل عرب نے حلال یا حرام کرلیا تھا، وہان اس کی تفصیل آئے گی،

قرآن مجید نے بعض اور چیزون کو بھی عبادات کے سلسلہ مین داخل کرلیا ہے،

(۱) ایک تو نظام قسم، جس کی نسبت خداوند تعالیٰ نے سورہ بقرہ مین فرمایا ہے،

ولا تجعلوا الله عرضة لايمانكم
ان تبروا وتتقوا وتصلحوا بين الناس
والله سميع عليم لا يؤاخذكم الله
باللغو في ايمانكم ولكن يؤاخذكم
بما كسبت قلوبكم والله غفور
رحيم،

اور نہ بناؤ خدا کو اپنی قسمون کا نشانہ یہ کہ بھلائی کرو، پرہیزگاری کرو اور لوگون کے درمیان صلح کراؤ، اور خدا سننے والا، جاننے والا ہے، تمھاری لایعنی قسمون پر خدا تم سے کچھ مواخذہ نہین کرتا، لیکن ان قسمون پر تم سے مواخذہ کریگا جو تمھارے دلی ارادہ سے ہون اور خدا بخشنے والا بردبار ہے،

اور سورہ مائدہ مین فرمایا،

لا يؤاخذكم الله باللغو في
ايمانكم ولكن يؤاخذكم بما عقدتم الايمان
فكفارته اطعام عشرة مسكين
من اوسط ما تطعمون اهليكم او
كسوتهم او تحرير رقبة فمن لم
يجد فصيام ثلثة ايام ذلك كفارة

تمھاری قسمون مین جو لایعنی ہین اُن پر خدا تم سے مواخذہ نہین کرتا، ہان وہ پکی قسمون پر تم سے مواخذہ کرے گا، تو اس کا کفارہ دس مسکینون کو متوسط درجے کا کھانا کھلا دینا ہے، جیسا کہ تم اپنے اہل و عیال کو کھلایا کرتے ہو، یا ان کو کپڑے پہنا دینا، یا ایک غلام آزاد کردینا، تو جو شخص غلام نہ پائے تو تین دن کے

Marfat.com

ایمانکم اذا حلفتم واحفظوا ایمانکم	روزے، یہ تمھاری قسمون کا کفارہ ہو جب تم قسم کھاؤ
کذلک یبین اللہ لکم آیٰتہ لعلکم	اور اپنے قسمون کی احتیاط رکھو، اسی طرح خدا اپنی آیات
تشکرون،	تم سے بیان کرتا ہو، تاکہ تم اُسکی شکرگذاری کرو،

اور سورۂ تحریم مین فرمایا،

قد فرض اللہ لکم تحلۃ	تمھارے لیے خدا نے تمھاری قسمون کے توڑ ڈالنے کا
ایمانکم،	ٹھراؤ کر دیا ہے،

اور حدیث نے یہ بیان کر دیا ہے کہ قسم صرف خدا کی کھائی جا سکتی ہے،

(۲) دوسرے کھانے کی حلال و حرام چیزین ہین چنانچہ قرآن مجید نے ان کی پوری تفصیل بیان کی ہے، اور خداوند تعالی نے سورۂ اعراف مین رسول اللہ صلعم کا یہ وصف بیان فرمایا ہے،

ویحل لھم الطیبات ویحرم	وہ اُن کے لیے پاک چیزون کو حلال کرتا ہے، اور
علیھم الخبائث،	ناپاک چیزون کو ان پر حرام کرتا ہے،

اور سورۂ نحل مین فرمایا،

فکلوا مما رزقکم اللہ حلالا	تو خدا نے تم کو جو حلال طیب روزی دی ہو اُسکو کھاؤ،
طیبا واشکروا نعمۃ اللہ	اور اگر تم صرف خدا ہی کو پوجتے ہو تو اس کی نعمت کا
ان کنتم ایاہ تعبدون	شکر کرو، اُس نے تو تم پر صرف مردار کو، اور خون کو
انما حرم علیکم المیتۃ	اور سور کے گوشت کو، اور اس جانور کو جو خدا کے سوا
والدم ولحم الخنزیر وما	اور کسی کے نام پر نامزد کیا جائے حرام کیا ہے، پھر جو
اھل لغیر اللہ بہ فمن اضطر	شخص بھوک سے بے قرار ہو، اس حالت مین

غیر باغ ولا عاد فان اللہ
غفور رحیم،

کہ نہ سرتابی کرنے والا ہو (حکم خدا سے) اور نہ تجاوز
کرنیوالا ہو (حدِ ضرورت سے) اور مجبور ہوکر کوئی حرام
چیز کھالے، تو اللہ بخشنے والا مہربان ہی،

اور سورہ انعام مین فرمایا،

قل لا احد فیما اوحی
الی محرما علی طاعم
یطعمہ الا ان یکون میتۃ
او دما مسفوحا او لحم
خنزیر فانہ رجس او فسقا
اھل لغیر اللہ بہ فمن
اضطر غیر باغ ولا عاد
فان ربك غفور رحیم

اے پیغمبر کہو کہ کوئی کھانے والا (ان چیزون مین سے
جسکو تم حرام کہتے ہو) کچھ کھالے تو میری طرف جو حی
آئی ہی اس مین تو مین اُس پر کوئی چیز حرام نہین
پاتا، مگر یہ کہ وہ چیز مردار ہو یا بہتا ہوا خون یا سؤر کا گوشت
کہ یہ چیزین بے شبہ ناپاک ہین یا وہ جانور ہو جب
نافرمانی ہو کہ خدا کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح اور
نامزد کیا گیا ہو تو جو شخص بھوک سے بے قرار ہو، اس
حالت مین کہ خدا کی نافرمانی کا ارادہ نہ رکھتا ہو اور نہ
حدِ ضرورت سے تجاوز کرنے والا ہو، تو تیرا پروردگار
بخشنے والا مہربان ہی،

اور سورہ بقرہ مین فرمایا،

یا ایھا الذین آمنوا کلوا من
طیبات ما رزقناکم
واشکروا للہ ان کنتم ایاہ
تعبدون انما حرم

مسلمانو! ہمارے پاک رزق سے کھاؤ، اور اگر تم صرف
خدا ہی کی عبادت کرتے ہو تو اس کا شکریہ ادا
کرو، تم پر تو خدا نے صرف مردار کو، اور خون کو،
اور سور کے گوشت کو، اور اُس جانور کو جو خدا کے

عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما اهل به لغير الله فمن اضطر غير باغ ولا عاد فلا اثم عليه ان الله غفور رحيم

علاوہ اور کسی کے نام پر (ذبح) اور نامزد کیا گیا ہو، حرام کیا ہے تو جو شخص بھوک سے بیقرار ہو اور خدا کی نافرمانی کرنے والا اور حد ضرورت سے تجاوز کرنیوالا نہ ہو تو اُن چیزون کے کھا لینے مین بھی اُسپر کوئی گناہ نہین ہے، بیشک خدا بخشنے والا مہربان ہے،

اور سورۂ مائدہ مین فرمایا:

حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما اهل لغير الله به والمنخنقة والموقوذة والمتردية والنطيحة وما اكل السبع الا ما ذكيتم وما ذبح على النصب،

مرا ہوا (جانور) اور لہو اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو غیر خدا کے نام پر نامزد کیا گیا ہو اور وہ جانور جو گلا گھونٹنے سے مرگیا ہو اور چوٹ سے مرا ہو اور جو اوپر سے گرکر مرا ہو اور جو (کسی جانور) کا سینگ لگ کر مرا ہو، یہ سب چیزین تم پر حرام کیگئین، اور نیز (وہ جانور) جسکو درندون نے پھاڑ کھایا ہو، مگر جسکے مرنے سے پہلے تم نے اس کو حلال کردیا ہو، اور نیز (وہ جانور) جو تھان پر ذبح کیے گئے ہون،

اور نیز اسی سورہ مین فرمایا،

يسئلونك ماذا احل لهم قل احل لكم الطيبات وما علمتم من الجوارح مكلبين تعلمونهن مما علمكم الله فكلوا

اے پیغمبر لوگ تجھ سے پوچھتے ہین کہ کون کون سی چیزین اُن کے لیے حلال کی گئی ہے، تو اُن سے کہدے کہ کھانے کی تمام پاک چیزین تمھارے لیے حلال کیگئین، اور شکاری جانور جو تم نے شکار

Marfat.com

مما امسكن عليكم واذكروا اسم الله عليه واتقوا الله ان الله سريع الحساب اليوم احل لكم الطيبات وطعام الذين اوتوا الكتاب حل لكم وطعامكم حل لهم	سدھا رکھے ہوں (اور شکار کا طریقہ جیسا کہ تم کو خدا نے سکھا رکھا ہے، ویسا ہی تم نے ان کو سکھا دیا ہو) تو وہ شکاری جانور، جو شکار، تمھارے لیے پکڑ رکھیں اُن کو کھا لو، اور جس طرح ذبح کرتے وقت خدا کا نام لیا کرتے ہو اسی طرح شکاری جانور کے چھوڑنے وقت خدا کا نام لے لیا کرو، اور خدا سے ڈرتے رہو، بیشک خدا جلد حساب لینے والا ہے، آج تمام پاکیزہ چیزیں تمھارے لیے حلال کر دی گئیں اور اہل کتاب کا کھانا تمھارے لیے حلال ہے، اور تمھارا کھانا اُن کے لیے حلال ہے،

اور فرمایا،

احل لكم صيد البحر وطعامه متاعا لكم وللسيارة	دریائی شکار اور کھانے کی دریائی چیزیں تمھارے لیے حلال کر دی گئیں تاکہ تم کو اور دوسرے مسافروں کو فائدہ پہونچے،
فكلوا مما ذكر اسم الله عليه ان كنتم بآياته مومنين وما لكم الا تاكلوا مما ذكر اسم الله عليه وقد فصل لكم ما حرم عليكم الا	پس اگر تم خدا کے احکام پر ایمان رکھتے ہو تو جس (ذبیحے) پر اس کا نام لیا گیا ہو اسی میں سے کھاؤ، اور آخر جس (ذبیحے) پر خدا کا نام لیا گیا ہو اسمیں سے تم کیوں نہیں کھاتے حالانکہ خدا نے جو چیزیں تم پر حرام کی ہیں ان کی تفصیل کر دی ہے، بجز اس چیز کے

Marfat.com

ما اضطررتم الیه

جس کے کھانے پر تم مجبور ہو،

ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیه وانه لفسق

اور جس (ذبیحے) پر خدا کا نام نہ لیا گیا ہو اس مین سے نہ کھاؤ، اور بیشک اسمین سے کھانا نافرمانی کی بات ہے،

اور پینے کی چیزون مین سے شراب کو حرام کیا،

اور مشرکین نے کھانے کی جن چیزون کو اپنے بتون کے لیے مخصوص کرکے حرام کر لیا تھا اُس پر اعتراض کیا،

وجعلوا للہ مما ذرأ من الحرث والانعام نصیبا فقالوا ھذا للہ بزعمھم وھذا لشرکائنا فما کان لشرکائھم فلا یصل الی اللہ وما کان للہ فھو یصل الی شرکائھم ساء ما یحکمون،

اور کافرون نے خدا کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور خدا کے پیدا کیے ہوے چوپایون مین سے اللہ کا بھی ایک حصہ ٹھہرایا اور اپنے خیال کے مطابق کہا کہ یہ حصہ خدا کا اور یہ حصہ ہمارے شرکا کا، پھر (ان کا برتاؤ) یہ ہوتا ہے کہ جو حصہ ان کے شرکا کا ہوتا ہے وہ تو خدا تک نہین پہونچتا اور جو حصہ خدا کا ہوتا ہے وہ ان کے شرکا تک پہونچ جاتا ہے کیا ہی برا فیصلہ ہے جو یہ لوگ کرتے ہین،

وقالوا ھذہ انعام وحرث حجر لا یطعمھا الا من نشاء بزعمھم وانعام حرمت ظهورها وانعام لا یذکرون اسم اللہ علیها

اور ان لوگون نے کہا کہ فلان چارپائے اور فلان کھیتی ممنوع ہین کہ ان کو اس شخص کے سوا جسکو ہم اپنے خیال کے مطابق چاہین دوسرا نہین کھا سکتا، اور کچھ چارپائے ایسے ہین کہ ان کی پیٹھ (پر سوار ہونا یا لادنا) ممنوع ہے، اور کچھ چارپائے ایسے ہین (جنکے

Marfat.com

افتراء عليه سيجزيهم بما كانوا يفترون وقالوا ما في بطون هذه الانعام خالصة لذكورنا ومحرم على ازواجنا وان يكن ميتة فهم فيه شركاء سيجزيهم وصفهم انه حكيم عليم قد خسر الذين قتلوا اولادهم سفها بغير علم وحرموا ما رزقهم الله افتراء على الله قد ضلوا وما كانوا مهتدين .

ذبح کرنے کے وقت) وہ اُن پر خدا کا نام نہین لیتے تو خدا پر (یہ اُن کی) افترا پردازیان ہین تو جیسی جیسی افترا پردازیان یہ لوگ کرتے ہین عنقریب خدا اُن کو اُنکی سزا دیگا اور انھون نے (یہ بھی) کہا کہ ہم نے بتون کے نام کے جو چارپائے چھوڑ رکھے ہین اُن چارپایون کے پیٹ مین (سے) جو بچہ نکلے اور اس مین جان ہو) وہ صرف ہمارے مردون کیلیے ہے اور ہماری عورتون پر (اس کا کھانا) حرام ہے اور اگر وہ بچہ مرا ہوا ہو تو مرد و عورت (سب) اُس (کھانے) مین شریک ہین تو خدا عنقریب اُن کی باتون کی اُن کو سزا دیگا، بیشک وہ حکمت والا باخبر ہے بیشک وہ لوگ گھاٹے مین ہین جنھون نے بدعقلی سے براہ نادانی اپنے بچون کو مار ڈالا اور خدا نے جو روزی ان کو دی تھی خدا پر جھوٹ جھوٹ بہتان باندھ کر اس کو حرام کر لیا بلاشبہ یہ لوگ گمراہ ہوے اور سیدھے راستے پر آنے والے تھے بھی نہین،

اس کے بعد فرمایا

ومن الانعام حمولة وفرشا كلوا مما رزقكم الله ولا تتبعوا خطوات الشيطان انه

اور خدا نے چارپایون مین سے (بعض بلند قامت) بوجھ اُٹھانے والے (مثلاً اونٹ) اور (بعض) زمین سے لگے ہوے (جو نہین لادے جاتے مثلاً بھیڑ بکری)

Marfat.com

لكم عدو مبين ثمانية
ازواج من الضأن اثنين
ومن المعز اثنين قل ءآلذكرين
حرم ام الانثيين اما
اشتملت عليه ارحام الانثيين
نبئوني بعلم ان كنتم
صادقين ومن الابل
اثنين ومن البقر اثنين
قل ءآلذكرين حرم
ام الانثيين اما اشتملت عليه
ارحام الانثيين،

چارپائے پیدا کیے، خدا نے تم کو جو روزی دی ہے اس مین
سے کھاؤ اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلو کیونکہ تمھارا
کھلا ہوا دشمن ہے، خدا نے (چارپائے نر و مادہ) آٹھ قسم
کے پیدا کیے ہین بھیڑون مین سے (نر و مادہ) دو اور
اور بکریون مین سے (نر و مادہ) دو، اے پیغمبر کہو کہ
خدا نے (بھیڑ بکری کے) دونرون کو حرام کیا ہے
یا دو مادیون کو یا اس (بچہ) کو جسکو ان دو مادیون
کے پیٹ اپنے اندر لیے ہوے ہین مجھ کو علم کے
ساتھ خبر دو اگر تم سچے ہو اور اونٹون مین سے (نر و مادہ)
دو اور گائے مین سے (نر و مادہ) دو، اب اے پیغمبر
ان سے پوچھو کہ (خدا نے اونٹ گائے) کے دو
نرون کو حرام کر دیا ہے یا دو مادیون کو یا اس (بچہ) کو
جسکو دو مادیون کے پیٹ اپنے اندر لیے ہوے ہین

اور سورہ مائدہ مین فرمایا،

وما جعل الله من بحيرة
ولا سائبة ولا وصيلة
ولا حام ولكن الذين كفروا
يفترون على الله الكذب
واكثرهم لا يعقلون،

نہ بحیرہ (وہ اونٹنی جو بتون کے نام پر کان پھاڑ کر
چھوڑ دی جاتی تھی) اور نہ سائبہ (یعنی سانڈ جس سے
کوئی کام نہ لیا جائے) اور نہ وصیلہ (وہ اونٹنی جس کے
پہلوٹی کے اوپر تلے کے دو بچے مادہ ہون اس کو
متبرک سمجھ کر چھوڑ دیا کرتے تھے) اور نہ حام (شتر نر

Marfat.com

جس کی نسل سے کئی بچے ہوگئے، اور آخر عمر مین اس کو
خدمت سے معاف کردیا، ان مین سے کوئی چیز
خدانے نہین ٹھہرائی، بلکہ کافر اللہ پر جھوٹ (جھوٹ،
بہتان) باندھتے ہین اور ان (مین کے) اکثر عقل نہین رکھتے،

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام سے پہلے مشرکین عرب کے یہان کھیتیون اور مویشیون کی پیداوار کے متعلق ایک نظام موجود تھا جسکا ایک حصہ انھون نے خدا کیلیے مقرر کیا تھا، اور وہ فقرار و مساکین پر صرف کیا جاتا تھا، دوسرا حصہ بتون کیلیے مقرر تھا جو متولیان بتخانہ پر صرف کیا جاتا تھا، لیکن وہ لوگ بتون کے مقررہ حصے کی نگرانی نہایت اہتمام کے ساتھ کرتے تھے، اس لیے اس کا کوئی جزو دوسرے کو نہین مل سکتا تھا لیکن خدا کے مقررہ حصے کی یہ حالت نہ تھی بلکہ اس کے بعض اجزار سے متولیان بت خانہ بھی فائدہ اُٹھاتے تھے،

دوسری آیت مین خداوند تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ جو چوپائے اور جو کھیتیان غیر خدا کے نام پر مقرر کی گئی ہین اُن کی تین قسمین ہین،

(۱) ممنوع جسکو اس شخص کے سوا کوئی نہین کھا سکتا جسکو وہ چاہین،

(۲) وہ چوپائے جن کی پیٹھ حرام کر دی گئی ہے (یعنی اُن پر نہ لادا جا سکتا نہ ان پر سواری کیجا سکتی)،

(۳) وہ چوپائے جنکو وہ خدا کا نام لیکر ذبح نہین کرتے،

اور سورہ مائدہ مین بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حامی کا جو ذکر کیا گیا ہے اُن سے بعینہ یہی تینون قسمین مراد ہین،

Marfat.com

اس کے بعد تیسری آیت مین خداوند تعالیٰ نے اس متقررہ نظام کو بیان فرمایا جو اُنھون نے اُن چوپایون کی پیداوار یعنی اُن بچون کے متعلق جو اُن کے پیٹون مین ہوتے تھے قائم کرلیا تھا اور اس کی بنا پر اُنھون نے ان کو صرف اپنے مردون کے لیے مخصوص کرلیا تھا، وہی ان کا دودھ پیتے تھے اور وہی اُن سے فائدہ اُٹھاتے تھے، عورتون کیلیے اُنھون نے ان کو بالکل حرام قرار دیا تھا، ان کا اُس مین کوئی حصّہ نہ تھا لیکن جب وہ مرجاتا تھا تو سب کے سب اس کے کھانے مین شریک ہوجاتے تھے اور اُن تصرفات پر جن کو اُنھون نے خود اختراع کرلیا تھا اور جھوٹ موٹھ ان کو خدا کی طرف منسوب کرتے تھے اس طرح سرزنش کی،

ام کنتم شهداء اذ وصاکم الله بهذا — کیا جب خدانے تم کو ان چیزون کا حکم دیا تھا تم موجود تھے،

اور خدا کی اس بیان کردہ صورت سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل عرب جو صدقات اہل حاجت کیلیے نکالتے تھے اُس کا اُنھون نے ایک نظام قائم کرلیا تھا البتہ اس نظام مین ایسی چیزون کی آمیزش ہوگئی تھی جنھون نے اس کو بدنما بنادیا تھا، یعنی شرک کی آمیزش، اور بعض چوپایون کا حرام اور بعض کا حلال کرلینا، اس بنا پر قرآن مجید نے اس پورے نظام کو لغو قرار دیا، اور زکوٰۃ کا مستقل نظام قائم کیا جس کی بنیاد اس طرح قائم کی،

وآتوا حقه یوم حصاده — اور اس کے حق کو اُس کے کاٹنے کے دن دو،

اور تمام چوپایون کو حلال قرار دیا، صرف چند چیزین حرام کین جن کے متعلق اس کے بعد ہی تصریح کردی،

Marfat.com

قل لا اجد فیما اوحی
الی محرما علی طاعم
یطعمہ الا ان یکون میتۃ
او دما مسفوحا او لحم خنزیر
فانہ رجس او فسقا
اھل لغیر اللہ بہ فمن
اضطر غیر باغ ولا عاد
فان ربک غفور رحیم،

(اے پیغمبر اُن لوگوں سے) کہو کہ کوئی کھانے والا
(اُن چیزوں میں سے جنکو تم حرام کہتے ہو) کچھ کھالے
تو میری طرف جو وحی آئی ہے اس میں تو میں اسپر
کوئی چیز حرام پاتا نہیں مگر یہ کہ وہ چیز مردار ہو یا بہتا
ہوا خون یا سور کا گوشت کہ یہ چیزیں بے شبہ ناپاک
ہیں یا (وہ جانور) موجب نافرمانی ہو کہ خدا کے سوا
کسی دوسرے کیلئے (ذبح اور) نامزد کیا گیا ہو اسپر
بھی جو شخص (بھوک سے) لاچار (ہو اور) نافرمانی کا ارادہ
نہ رکھتا ہو اور نہ (حد ضرورت سے) تجاوز کرنیوالا ہو
(اور وہ ان ناپاک چیزوں میں سے کچھ کھالے) تو
تمہارا پروردگار بیشک بخشنے والا مہربان ہے۔

اس سلسلے کی سب سے آخری آیت جو سورہ مائدہ میں ہے وہ یہ ہے،

لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصلحت
جناح فیما طعموا اذا ما
اتقوا وآمنوا وعملوا الصلحت
ثم اتقوا وآمنوا ثم
اتقوا واحسنوا واللہ
یحب المحسنین،

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام بھی کیے (تو جو
کچھ منا ہی سے پہلے کھا پی چکے) اس میں اُن پر
(کسی طرح کا) گناہ نہیں جب کہ انہوں نے (حرام چیزوں سے)
پرہیز کیا اور ایمان لائے اور نیک کام کیے پھر (حرام
چیزوں سے) پرہیز کیا اور ایمان لائے اور نیک کام کیے پھر (حرام چیزوں سے)
پرہیز کیا اور اچھا (پرہیز) کیا اور بصد خلوص دل سے
نیک کام کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے،

Marfat.com

اور خداوند تعالیٰ کے اس قول کے مطابق،

ویحرم علیھم الخبائث — اور پیغمبران لوگوں پر ناپاک چیزوں کو حرام کرتا ہے،

حدیث میں بعض حیوانات مثلاً درندہ جانور پنجہ دار چڑیاں اور پالو گدھوں کے گوشت کھانے کی ممانعت کی گئی،

جہاد

مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً ۱۳ سال تک اپنے دین کی دعوت دیتے رہے، اور اس سلسلے میں آپ مشرکین کی طرف سے مختلف قسم کی تکالیف و ابتلاآت میں مبتلا کیے گئے، ان میں بعض تکلیفیں تو بذات خود آپ کو پہونچتی تھیں اور بعض سے آپ کے اصحاب کو دوچار ہونا پڑتا تھا، کفار بہت سے جھوٹے اتہامات و افترآت کے ذریعہ سے لوگوں کو قرآن مجید کے سننے اور دعوتِ اسلام کے قبول کرنے سے روکتے تھے، چنانچہ قرآن مجید نے ان اتہامات و افترآت کی تردید کی ہے اور مکی سورتیں اُن کے بیان سے لبریز ہیں، چونکہ مکی مسلمان ان ناجائز مظالم کی مدافعت کی طاقت نہیں رکھتے تھے، اس لئے اپنے مذہب کی حفاظت کیلیے اُن کو مجبوراً مکہ کو چھوڑ کر ملک حبش کی طرف ہجرت کرنی پڑی،

خدا کی مرضی سے مدینہ کے عرب یعنی اوس و خزرج نے دعوتِ اسلام کو قبول کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے اس بات پر بیعت لی کہ جن چیزوں سے وہ اپنی اور اپنی اولاد کی حفاظت کرتے ہیں اُن سے آپ کی بھی حفاظت کریں گے، اس بیعت کے بعد جبکہ اہل مکہ نے آپ کی جان لینے پر پورا اتفاق کر لیا تھا، آپ نے اوس و خزرج کی طرف ہجرت کی، اور آپ کے مدینہ آنے کی ابتدا میں جہاد فرض ہوا،

Marfat.com

جس بنا پر مسلمانوں کو جہاد کا اذن دیا گیا تھا قرآن مجید کے متعدد مواقع پر اس کو بیان کیا ہے' اور اس کا دار و مدار دو باتوں پر ہے'

(۱) ظلم کے وقت مدافعت عن النفس (یعنی حفاظتِ جان)

(۲) اگر دعوتِ اسلام مین کوئی اس طریقہ سے رکاوٹ پیدا کرے کہ جو شخص ایمان لائے اس کو طرح طرح کی تکالیف پہونچا کر ابتلاء و امتحان مین ڈالے تا کہ اُنھون نے جس عقیدہ کو پسند کیا ہے اُس سے پلٹ جائے' یا جو شخص اسلام لانا چاہتا ہو اس کو اسلام سے روک دے' یا کسی داعیِ اسلام کو تبلیغِ دعوت سے باز رکھے' تو ان صورتون مین دعوتِ اسلام کی مدافعت و حفاظت کی جائے'

قرآن مجید نے جن مواقع پر ان امور کو بیان کیا ہے' ان کی تفصیل یہ ہے'

(۱) خداوند تعالیٰ نے سورۂ حج مین جو سب سے پہلے جہاد کے متعلق نازل ہوئی ہے' فرمایا'

اذن للذين يقاتلون بانهم	جن (مسلمانون) سے (کافر) لڑتے ہین (اب) ان کو
ظلموا وان الله على نصرهم	(بھی اُن کافرون سے لڑنے کی) اجازت ہے' اس لیے
لقدير الذين اخرجوا	کہ اُن پر ظلم ہو رہا ہے' اور کچھ شبہ نہین کہ اللہ اُن کی
من ديارهم بغير حق الا	مدد کرنے پر قادر ہے' (یہ وہ مظلوم لوگ ہین) جو حضرت
ان يقولوا ربنا الله ولولا	اتنی بات کے کہنے پر کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے' ناحق
دفع الله الناس بعضهم	اپنے گھرون سے نکال دیے گئے' اور اگر اللہ لوگون کو ایک
ببعض لهدمت صوامع وبيع	دوسرے (کے ہاتھ سے) نہ ہٹواتا رہتا تو (نصاریٰ کے)
وصلوات ومساجد يذكر	صومعے اور گرجے اور (یہودیون کے) عبادتخانے

فیہا اسم اللہ کثیرا ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز الذین ان مکنٰہم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکٰوۃ وامروا بالمعروف ونہوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور

اور مسلمانون کی مسجدین جن مین کثرت سے خدا کا نام لیا جاتا ہی کبھی کے ڈھائے جا چکے ہوتے اور جو اللہ کی مدد کریگا اللہ بھی ضرور اس کی مدد کریگا، اور کچھ شبہ نہین کہ اللہ زبردست اور غالب ہے، یہ لوگ (یعنی شروع کے مسلمان ہین تو مظلوم لیکن) اگر (حاکم وقت بنا کر) ہم زمین مین اُن کے پانون جما دین تو وہ نماز پڑھینگے، زکوٰۃ دینگے اور (لوگون کو) اچھے کام کا حکم دین گے اور بُرے کامون سے منع کرینگے اور سب چیزون کا انجام کار تو خدا ہی کے اختیار مین ہے،

یہ آیت گویا مکی سورۂ شوریٰ کی اُس آیت کی تفسیر ہے،

ولمن انتصر بعد ظلمہ فاولٰئک ما علیہم من سبیل انما السبیل علی الذین یظلمون الناس ویبغون فی الارض بغیر الحق اولٰئک لہم عذاب الیم،

اور ہان کسی پر ظلم ہوا ہو اور وہ اُس کے بعد بدلے تو یہ لوگ (معذور ہین) ان پر کوئی الزام نہین، الزام (تو) انہی پر ہے جو لوگون پر ظلم کرتے اور ناحق ملک مین لوگون پر زیادتی کرتے ہین، یہی لوگ ہین جن کو عذاب دردناک ہونا ہے،

(۲) خدا نے مدنی سورۂ بقرہ مین فرمایا،

وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا

اور (مسلمانو) جو لوگ تم سے لڑین تم بھی اللہ کے رستے (یعنی دین کی حمایت) مین اُن سے لڑو،

Marfat.com

تعتدوا ان الله لا يحب المعتدين
واقتلوهم حيث ثقفتموهم
واخرجوهم من حيث
اخرجوكم والفتنة اشد
من القتل ولا تقاتلوهم
عند المسجد الحرام حتى
يقاتلوكم فيه فان
قاتلوكم فاقتلوهم
كذلك جزاء الكافرين
فان انتهوا فان الله
غفور رحيم وقاتلوهم
حتى لا تكون فتنة ويكون
الدين لله فان انتهوا
فلا عدوان الا على الظالمين
الشهر الحرام بالشهر الحرام
والحرمات قصاص
فمن اعتدى عليكم فاعتدوا
عليه بمثل ما اعتدى
عليكم واتقوا الله واعلموا

اور زیادتی نہ کرنا اللہ زیادتی کرنے والون کو پسند
نہین کرتا اور (جو لوگ تم سے لڑتے ہین) ان کو
جہان پاؤ قتل کرو، اور جہان سے اُنھون نے
تم کو نکالا ہے (یعنی مکہ سے) تم بھی اُن کو وہان سے
نکال باہر کرو، اور فساد (کا برپا رہنا) خونریزی سے
بھی بڑھ کر ہے، اور جب تک کافر ادب والی (حرمت)
والی مسجد (یعنی خانہ کعبہ) کے پاس تم سے نہ لڑین
تم بھی اس جگہ اُن سے نہ لڑو، لیکن اگر وہ لوگ تم سے
لڑین تو تم بھی اُن سے لڑو، ایسے کافرون کی یہی سزا
ہے، پھر اگر باز آئین تو بلا شبہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے،
اور وہان تک اُن سے لڑو کہ ملک مین (فساد) باقی
نہ رہے، اور دین خدا کیلیے ہو جائے، پھر اگر (فساد)
سے باز آجائین تو (ان پر کسی طرح کی زیادتی نہین
کرنی چاہیے) زیادتی (تو) ظالمون کے سوا کسی پر
(جائز ہی) نہین، ادب (و حرمت) والے مہینون
کا بدلہ ادب (و حرمت) والے مہینے اور (مہینونکی
خصوصیت نہین بلکہ) ادب کی (تمام) چیزون مین
بدلے کا بدلا، تو جو تم پر (کسی قسم کی) زیادتی کرے
تو جیسی زیادتی اس نے تم پر کی ہو، ویسی ہی زیادتی

Marfat.com

ان اللہ مع المتقین، ‏ (بقرہ ۱۹۴)

تم بھی اسیر کرو) اور (زیادتی کرنے میں) اللہ سے ڈرتے رہو کہ اللہ انہی کا ساتھی ہے جو اس سے ڈرتے ہیں۔

اور مدنی سورۂ انفال میں فرمایا،

وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ فان انتھوا فان اللہ بما یعملون بصیر وان تولوا فاعلموا ان اللہ مولٰکم نعم المولٰی ونعم النصیر،

اور (مسلمانو!) کافروں سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فساد نہ رہے اور کل دین خدا ہی کا ہو جائے پس اگر یہ لوگ (فساد سے) باز آجائیں تو جو کچھ یہ لوگ کرینگے اللہ اُسکو دیکھ رہا ہے اور اگر سرتابی کریں تو (مسلمانو!) سمجھتے رہو کہ اللہ تمہارا حامی ہے اور کیا ہی اچھا حامی اور کیا ہی اچھا مددگار ہے،

(۳) مدنی سورۂ نساء میں فرمایا،

وَمَا لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا واجعل لنا من لدنک ولیا واجعل لنا من لدنک نصیرا،

اور (مسلمانو!) تم کو کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں اور اُن کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کیلئے (دشمنوں) سے نہیں لڑتے جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو اس بستی (یعنی مکے) سے نکال جہاں کے رہنے والے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا حامی اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا مددگار بنا،

(۴) مشرکین کی ایک جماعت کے متعلق جس نے نہ اپنی قوم سے لڑنا پسند کیا اور نہ مسلمانوں سے لڑنا چاہا، اور اس بنا پر فتنہ وفساد سے الگ ہو گئی فرمایا،

فان اعتزلوکم فلم

پس اگر ایسے لوگ (تم سے کنارہ کش رہیں اور تم سے

يقاتلوكم والقوا اليكم السلم
فما جعل الله لكم عليهم
سبيلا،

نہ لڑین اور تمھاری طرف (پیغام) صلح ڈالین تو
ایسے لوگون پر دست درازی کرنے کا، تمھارے
لیے اللہ نے کوئی راستہ نہین رکھا،

لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ صلح کی طرف ان کا حقیقی میلان ہو اور اسمین کسی قسم کا
تذبذب نہو چنانچہ اس قسم کے لوگون کی حالت کو اس طرح بیان فرمایا،

ستجدون آخرين يريدون
ان يامنوكم ويامنوا
قومهم كلما ردوا الى الفتنة
اركسوا فيها فان لم يعتزلوكم
ويلقوا اليكم السلم ويكفوا
ايديهم فخذوهم
واقتلوهم حيث ثقفتموهم
واولئكم جعلنا لكم عليهم
سلطانا مبينا،
(نساء ۱۲)

کچھ اور لوگ تم ایسے بھی پاؤگے جو تم سے (بھی) امن
مین رہنا چاہتے ہین اور اپنی قوم سے (بھی) امن
مین رہنا چاہتے ہین، (مگر حال یہ ہے) کہ جب کبھی
کوئی ان کو فساد کی طرف لوٹا کر لیجائے تو اوندھے
منہ اس مین جا گرنے کو موجود، سو (ایسے لوگ) اگر
تم سے کنارہ کش نہ رہین اور نہ تمھاری طرف پیغام
صلح ڈالین اور نہ (لڑائی) سے اپنے ہاتھ روکین
تو ان کو پکڑو اور جہان پاؤ ان کو قتل کرو اور یہی
لوگ ہین جنکے مقابلے مین ہم نے تمھارے لیے
کھلی ہوئی حجت پیدا کردی ہے،

(۵) صلح کے بارے مین فرمایا،

وان جنحوا للسلم فاجنح لها
وتوكل على الله انه هو السميع العليم
وان يريدوا ان يخدعوك

اور (اے پیغمبر) اگر کافر، صلح کی طرف جھکین تو
تم بھی اس کی طرف جھکو اور اللہ پر بھروسا رکھو کیونکہ
وہی (سب کی) سنتا (اور) سب کچھ جانتا ہے اور اگر

فان حسبك الله هو الذي ايدك بنصره وبالمؤمنين والف بين قلوبهم،

ان کا ارادہ تم سے دغا کرنے کا (بھی) ہوگا تاہم (تم کچھ پروا نہ کرو) اللہ تمھارے لیے کافی ہے اے (پیغمبر) وہی خدا ہے جس نے اپنی امداد سے اور مسلمانون سے تم کو قوت دی اور مسلمانون کے دلون مین باہم الفت پیدا کر دی،

(۶) سورہ توبہ مین فرمایا،

وان نكثوا ايمانهم من بعد عهدهم وطعنوا في دينكم فقاتلوا ائمة الكفر انهم لا ايمان لهم لعلهم ينتهون الا تقاتلون قوما نكثوا ايمانهم وهموا باخراج الرسول وهم بدؤكم اول مرة اتخشونهم فالله احق ان تخشوه ان كنتم مؤمنين،

اور اگر یہ لوگ عہد کے بعد اپنی قسمون کو توڑ ڈالین اور تمھارے دین مین طعنہ زنی کرین تو (ان) کفر کے پیشواؤن سے لڑو، اُن کی قسمین کچھ بھی (اعتبار کے) قابل نہین، تاکہ یہ لوگ (اپنی شرارتون سے) باز آجاوین (مسلمانو) تم اُن لوگون سے کیون نہ لڑو جھون نے اپنی قسمون کو توڑ ڈالا اور رسول کے نکال دینے کا ارادہ کیا اور تم سے (چھیڑ) بھی اول انہی نے شروع کی کیا تم ان لوگون سے ڈرتے ہو، پس اگر تم لوگ ایمان رکھتے ہو تو اُن سے کہین بڑھ کر خدا حق رکھتا ہے کہ تم اس سے ڈرو،

ان تمام آیتون کا خلاصہ وہی ہے جسکو ہم نے اوپر بیان کیا یعنی یہ کہ جہاد صرف مظالم کی مدافعت، اور فتنۂ مذہبی کے انسداد کیلیے فرض کیا گیا، یہود مدینہ نے قریش اور منافقین کو مسلمانون کی مخالفت پر آمادہ کیا تھا اور اُن کو غزوۂ احزاب مین اس قدر

خوف زدہ کر دیا تھا کہ وہ کانپ اُٹھے تھے، حالانکہ اس سے پہلے اُن کے اور رسول اللہ صلعم کے درمیان تحریری معاہدے ہو چکے تھے، لیکن انھون نے اُن معاہدون کو توڑ دیا اور اُن کے شرائط کی خلاف ورزی کی اس لیے مسلمانون کو ان کے ساتھ جہاد کا حکم جیساکہ سورۂ توبہ مین مذکور ہے دیا گیا،

قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم	اہل کتاب جو نہ خدا کو مانتے ہین اور نہ روز آخرت کو
الآخر ولا یحرمون ما حرم اللہ و	اور نہ اللہ اور اس کے رسول کی حرام کی ہوئی چیزون
رسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین	کو حرام سمجھتے ہین اور نہ دین حق کو تسلیم کرتے ہین،
اوتوا الکتٰب حتیٰ یعطوا الجزیۃ	ان سے بھی لڑو یہان تک کہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھون
عن ید وھم صاغرون،	سے جزیہ دین،

جہاد کا حکم پہلے قریش اور مدینہ کے یہود تک جنھون نے قریش کو آمادۂ جنگ کیا تھا محدود تھا، لیکن جب اُن کے ساتھ جزیرۂ عرب کے اور قبائل بھی متحد ہو گئے تو خدا نے اپنی کتاب مین فرمایا،

وقاتلوا المشرکین کافۃ کما	اور تم مسلمان سب مشرکون سے لڑو جیسے وہ تم سے
یقاتلونکم کافۃ واعلموا	لڑتے ہین اور جانے رہو کہ اللہ پرہیزگارون کے
ان اللہ مع المتقین،	ساتھ ہے،

قرآن مجید کے مصالحانہ روح کی تائید و توضیح سورۂ ممتحنہ کی یہ آیت کرتی ہے،

لا ینھاکم اللہ عن الذین	جو لوگ تم سے دین کے بارہ مین نہین لڑتے انھون
لم یقاتلوکم فی الدین	نے تم کو تمھارے گھرون سے نہین نکالا ان کے
ولم یخرجوکم من دیارکم	ساتھ احسان کرنے اور منصفانہ برتاؤ کرنے سے تو

ان تبروهم وتقسطوا اليهم ان الله يحب المقسطين انما ينهاكم الله عن الذين قاتلوكم في الدين واخرجوكم من دياركم وظاهروا على اخراجكم ان تولوهم ومن يتولهم فاولئك هم الظالمون،

خدا تم کو منع نہین کرتا کیونکہ اللہ منصفانہ برتاؤ کرنے والون کو دوست رکھتا ہے، اللہ تو تم کو انہی لوگون سے دوستی کرنے کو منع کرتا ہے جو تم سے دین کے بارے مین لڑے اور جنھون نے تم کو تمھارے گھرون سے نکالا اور تمھارے نکالنے مین (تمھارے مخالفین کی) مدد کی تو جو شخص ایسے لوگون سے دوستی کریگا تو سمجھا جائیگا کہ یہی لوگ (مسلمانون پر) ظلم کرتے ہین،

مُعَاہدات باہمی

قرآن مجید مین پابندی معاہدات کے متعلق نہایت تاکیدی آیتین آئی ہین جن مین بعض تو عام ہین، مثلاً،

یا ایہا الذین آمنوا اوفوا بالعقود واوفوا بعهد الله اذا عاهدتم ولا تنقضوا الایمان بعد توکیدها وقد جعلتم الله علیکم کفیلا ان الله یعلم ما تفعلون ولا تکونوا کالتی نقضت غزلها من بعد قوة انکاثا تتخذون

مسلمانو! قول وقرار کو پورا کرو، اور جب تم لوگ آپس مین قول وقرار کرو تو اللہ کی قسم کو پورا کرو، اور قسمون کو اُن کے پکا کیے پیچھے نہ توڑو حالانکہ تم اللہ کو اپنا ضامن ٹھہرا چکے ہو، کچھ شک نہین کہ جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے بخوبی واقف ہے، اور قسمون کے توڑنے مین، اس عورت جیسے نہ بنو جس نے اپنا سوت کاتے پیچھے ٹکڑے ٹکڑے کرکے توڑ ڈالا کہ اپنی قسمون کو (اس وجہ سے)

Marfat.com

ایمانکم دخلا بینکم ان تکون امة هی اربی من امة

آپس کے فساد کا سبب بنانے لگو، کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے زبردست ہو

واوفوا بالعهد ان العهد کان مسئولا،

اور عہد کو پورا کیا کرو، کیونکہ (قیامت مین) عہد کی بازپرس ہوگی،

اور بعض خاص، چنانچہ خداوند تعالی نے مشرکین سے اعلان برأت کے بعد سورۂ براۃ مین فرمایا،

الا الذین عاهدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیئا ولم یظاهروا علیکم احدا فاتموا الیهم عهدهم الی مدتهم ان الله یحب المتقین،

ہان مشرکین مین سے جنکے ساتھ تم (مسلمانون) نے (صلح کا) عہد کر رکھا تھا پھر اُنھون نے (ایفائے عہد) مین، تمھارے ساتھ کسی طرح کی کمی نہین کی اور نہ تمھارے مقابلے مین کسی کی مدد کی تو اُن کے ساتھ جو عہد ہے اُسے اس مدت تک جو اُن کے ساتھ ٹھہری تھی پورا کرو کیونکہ اللہ اُن لوگون کو (جو بدعہدی سے بچتے ہین)، دوست رکھتا ہے،

اور اسی سورہ مین اُسکے بعد فرمایا،

الا الذین عاهدتم عند المسجد الحرام فما استقاموا لکم فاستقیموا لهم ان الله یحب المتقین،

مگر جن لوگون کے ساتھ تم (مسلمانون) نے مسجد حرام (یعنی خانۂ کعبہ) کے قریب (حدیبیہ مین صلح کا) عہد کیا تھا تو جب تک وہ لوگ تم سے سیدھے رہین تم بھی اُن سے سیدھے رہو، کیونکہ اللہ اُن لوگون کو جو بدعہدی سے بچتے ہین، دوست رکھتا ہے،

Marfat.com

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ برات کا اعلان اُن مشرکین سے کیا گیا تھا جنھون نے اپنے معاہدے کی خلاف ورزی کی تھی یا اُن سے خیانت کے آثار و دلائل ظاہر ہوے تھے، کیونکہ خداوند تعالی نے اس سورہ کی ابتدا ان الفاظ سے کی ہے

برآءۃ من اللہ ورسولہ الی الذین	جن مشرکون کے ساتھ تم (مسلمانون) نے صلح کا
عاھدتم من المشرکین	عہد کر رکھا تھا (اب) اللہ اور اس کے رسول کی
	طرف سے اُن کو صاف جواب ہے؛

اس کے بعد اُن لوگون کو مستثنیٰ فرمادیا ہے جنھون نے معاہدے کی پابندی کی ہے، اس بنا پر برآت کا یہ اعلان سورۂ انفال کی اس آیت کا عملی طور پر نفاذ ہے،

واما تخافن من قوم	اور اگر تم کو کسی قوم کی طرف سے دغا کا اندیشہ ہو تو
خیانۃ فانبذ الیھم علی	مساوات کو ملحوظ رکھ کر اُن کے عہد کو اسی طرح انہی کی
سواء ان اللہ لا یحب الخائنین	طرف پھینک مارو بیشک اللہ دغا بازون کو دوست
	نہین رکھتا،

کیونکہ دغا کا خوف اُسی وقت ہو سکتا ہے جب اس کے دلائل یعنی مظالم کا ظہور ہو، یہی وجہ ہے کہ جن مشرکین نے اپنے عہد کے پورا کرنے مین کوئی کمی نہین کی کسی کو مسلمانون کے مقابلے مین مدد نہین دی اور اپنے عہد پر قائم رہے، آیت کے رو سے ان کے قول و قرار کو توڑا نہین جا سکتا،

اسی طرح جب مسلمانون کو سورۂ نسار مین اُن منافقین سے علٰحدگی کی جو مخفی طور پر مسلمانون کی مخالفت مین مصروف تھے ترغیب دی تو فرمایا،

الا الذین یصلون الی قوم بینکم	مگر جو لوگ ایسی قوم سے جا ملے ہون کہ تم مین اور انہین

Marfat.com

وبينهم ميثاق (صلح کا عہد ہے)

جس سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ معاہدین کے ملک کا احترام واجب ہے اور جو لوگ وہاں پناہ گزین ہوں وہ محفوظ ہیں،

اسی طرح اگر معاہد قوم کا کوئی شخص قتل کر دیا جائے تو سورۂ نساء میں اس کی دیت بھی وہی قرار دی، جو ایک مسلمان کے غلطی سے قتل کر دینے کی قرار دی گئی ہے،

وان کان من قوم بینکم	اور اگر (مقتول) اُن لوگوں میں کا ہو جن میں اور
وبینهم میثاق فدیة	تم میں (صلح کا) عہد ہے تو (قاتل کو چاہیے)،
مسلمة الی اهله وتحریر	کہ وارثانِ مقتول کو خون بہا پہونچائے، اور اس کے
رقبة مومنة	علاوہ ایک مسلمان غلام بھی آزاد کردے،

اور یہ دیت بعینہ وہی ہے جو غلطی سے ایک مسلمان کے قتل کر دینے پر واجب الادا ہوتی ہے،

ومن قتل مومنا خطأً فتحریر	اور جو مسلمان کو غلطی سے مار ڈالے تو ایک مسلمان
رقبة مومنة ودیة مسلمة	غلام آزاد کرے اور وارثانِ مقتول کو خون بہا دے،
الی اهله الا ان یصدقوا	مگر یہ کہ (وارثانِ مقتول) خون بہا معاف کر دیں،

بلکہ جو مسلمان دشمنوں کی قوم سے تعلق رکھتا ہو اُس کے قتل کا خون بہا اس سے کم قرار دیا،

فان کان من قوم	پھر اگر مقتول ان لوگوں میں کا ہو جو تم مسلمانوں کے
عدو لکم وهو مومن فتحریر	دشمن ہیں اور وہ خود مسلمان ہو تو (صرف) ایک

رقبة مومنة — مسلمان غلام آزاد کرنا ہوگا،

اسی طرح جن مسلمانون نے دشمن کے ملک سے ہجرت نہین کی ہے بلکہ وہین مقیم ہین اُن کے متعلق فرمایا،

وان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصر الا علی قوم بینکم وبینھم میثاق

ہان اگر وہ دین کے بارے مین تم سے طالب ہون تو تم کو اُن کی مدد کرنی لازم ہی مگر اس قوم کے مقابلے مین نہین کہ تم مین اور اُن مین (صلح کا) عہد ہو،

اور اس طریقہ سے حق معاہدہ کو تمام حقوق سے بالاتر قرار دیا،

خداوند تعالی نے صلح کی کوئی مدت مقرر نہین کی ہے بلکہ اس کا ذکر بالکل غیر مقید طور پر کیا ہے،

وان جنحوا للسلم فاجنح لھا وتوکل علی اللہ انہ ھو السمیع العلیم

اور (اے پیغمبر) اگر کافر صلح کی طرف جھکین تو تم بھی اس کی طرف جھکو اور اللہ پر بھروسا رکھو کیونکہ وہی (سب کی) سنتا اور (سب کچھ) جانتا ہی،

اسیرانِ جنگ

قرآن مجید نے سورۂ قتال مین اسیرانِ جنگ کا حکم ان الفاظ مین بہ تصریح بیان کیا ہے،

حتی اذا اثخنتموھم فشدوا الوثاق فاما منا بعد واما فداء حتی تضع الحرب

یہان تک کہ جب خوب اچھی طرح ان کا خون بہا لو تو اُن کی مشکین کس لو (یعنی قید کرلو) پھر (فدیہ کرنے کے بعد) یا تو احسان رکھ کر (چھوڑ دینا) یا معاوضہ لیکر یہان تک

Marfat.com

اوزارھا،	لڑائی اپنا ہتھیار رکھدے (یعنی لڑائی موقوف ہوجائے)

اس بناپر اولیائے امور کو دو باتون مین سے قرآن مجید نے ایک کا اختیار دیا ہے، یا تو احسان کرین اور اسیرانِ جنگ کو بلا معاوضہ رہا کر دین یا فدیہ یعنی معاوضہ لیکر ان کو چھوڑ دین، لیکن اس کے لیے "اثخان فی الارض" کی شرط ہے اور اس کے معنی زمین مین قدم جمانیکے نہین ہین، بلکہ دشمن کے قتل مین مبالغہ کرنے کے ہین، یہی وجہ ہے کہ کامل خونریزی سے پہلے خداوند تعالیٰ نے فدیہ لینے پر مسلمانون کو ملامت کی ہے، اور سورۂ انفال مین فرمایا ہے،

ما کان لنبی ان یکون له	پیغمبر جب تک زمین مین خوب خون نہ بہالے اُسکے
اسری حتی یثخن فی الارض	پاس قیدیون کا رہنا مناسب نہین تم (مسلمانون)
تریدون عرض الدنیا	تو مال و متاعِ دنیا کے خواہان ہو اور اللہ (تم کو)
والله یرید الاخرة والله	آخرت (کی نعمتین) دینی چاہتا ہے، اور اللہ
عزیزٌ حکیم،	غالب باتدبیر ہے،

رسول اللہ صلعم نے چند مخصوص اسباب کی بنا پر بعض قیدیون کے قتل کا بھی حکم دیا ہے، مثلاً آپ نے بدر مین عقبہ بن ابی معیط کے قتل کا حکم دیا، احد مین ابی عزۃ الجمحی کے قتل کا حکم صادر فرمایا کیونکہ اُس نے بدر مین آپ سے معاہدہ کیا تھا کہ وہ آپ کی مخالفین کی اعانت نہ کریگا، لیکن اُس نے اپنے عہد کو پورا نہین کیا، اسیطرح فتحِ مکہ کے بعد چند جرائم کے ارتکاب کی بنا پر اہل مکہ مین سے آٹھ اشخاص کے خون کو مباح قرار دیا،

غلامی کی کیفیت یہ ہے کہ جب اسلام آیا تو اہل عرب کے قبضے مین غلام موجود تھے، اور اسلام نے بھی اس قبضہ کو بدستور قائم رکھا، چنانچہ مکی سورہ مومنون مین فرمایا،

Marfat.com

والذین ہم لفروجہم حافظون الا علی ازواجہم او ما ملکت ایمانہم فانہم غیر ملومین

وہ مسلمان، جو اپنی شرمگاہون کی حفاظت کرتے ہین مگر اپنی بی بیون یا اپنے ہاتھ کے مال (یعنی لونڈیون) سے کہ (ان مین) اُن پر کچھ الزام نہین (اپنی مراد کو پہونچ گئے)،

اور مکی سورہ معراج مین بھی اسی قسم کی آیت موجود ہے اور یہ آیتین اس زمانے سے تعلق رکھتی ہین جس کے پہلے مسلمانون نے کوئی جنگ نہین کی تھی، اور مدنی سورہ نسا مین فرمایا،

فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃً او ما ملکت ایمانکم،

پھر اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ کئی بی بیون مین برابری کے ساتھ برتاؤ، نہ کرسکوگے تو (ایک عورت مین) ایک ہی (بی بی کرنا) یا جو (لونڈی) تمھارے قبضے مین ہو (اسی پر قناعت کرنا)،

پھر اُن کو متعدد طریقون سے غلامون کی آزادی کی سخت ترغیب دی، چنانچہ ان طریقون کی تفصیل یہ ہے،

(۱) سورۂ بلد مکیہ مین یہ قرار دیا کہ اگر کوئی انسان خدا کی نعمتون کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہے، تو اس کا پہلا فرض یہ ہے کہ وہ غلام آزاد کرے، چنانچہ متعدد احسانات جتانے کے بعد فرمایا،

فلا اقتحم العقبۃ وما ادراک ما العقبۃ فک رقبۃ او اطعام فی یوم ذی مسغبۃ

پھر بھی وہ ان نعمتون کے شکر مین، گھاٹی سے ہوکر نہ نکلا اور (اے پیغمبر) تم کیا سمجھے کہ گھاٹی (سے ہماری کیا مراد) ہے، (گھاٹی سے مراد) کسی کی گردن کا

يتيما ذا مقربة او مسكينا ذا متربة ثم كان من الذين آمنوا وتواصوا بالصبر وتواصوا بالمرحمة اولئك اصحب الميمنة،

(غلامی کے پھندے سے) چھڑا دینا یا بھوک کے دن یتیم (کو خاص کر جب وہ اپنا) رشتہ دار (بھی) ہو یا محتاج خاک نشین کو کھانا کھلانا (تو جو ناحق کی شیخی مارتا ہے چاہیئے تھا کہ اس گھاٹی مین سے ہو کر گذرتا) اس کے علاوہ ان لوگون (کے زمرے) مین ہوتا جو ایمان لائے، اور ایک دوسرے کو صبر کی ہدایت کرتے رہے اور (نیز) ایک دوسرے کو (خلق خدا پر) رحم کرنے کی ہدایت کرتے رہے، یہی لوگ (آخرت مین) مبارک (خوش نصیب) ہونگے،

اس طریقہ سے انسان جن خصائل کے ذریعہ سے اپنے خدا کا شکریہ ادا کر سکتا ہے، ان سب سے غلامون کی آزادی کو مقدم قرار دیا ہے،

(۲) مختلف جرائم کی پاداش مین جو کفارے واجب ہوتے ہین، اُن مین اکثر غلامون کی آزادی کو مقدم کیا ہے، چنانچہ غلطی سے قتل کر دینے کے کفارے مین فرمایا،

ومن قتل مومنا خطأ فتحرير رقبة مومنة

اور جو مسلمان کو غلطی سے مار ڈالے تو ایک مسلمان غلام آزاد کرے،

اور کفارۂ ظہار کے متعلق فرمایا،

والذين يظاهرون من نسائهم ثم يعودون لما قالوا فتحرير

اور جو لوگ اپنی بی بیون سے ظہار کرتے ہین پھر وہ وہی (کام) کرنا چاہتے ہین جس کو کہہ چکے ہین،

رقبة من قبل ان يتماسا — (کرنین کرینگے) تو ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے (مرد) کو ایک غلام آزاد کرنا (چاہیئے)

فکفارته اطعام عشرة مساکین من اوسط ما تطعمون اهلیکم او کسوتهم او تحریر رقبة — تو اس (کی) قسم کے توڑنے کا کفارہ دس مسکینون کو متوسط درجے کا کھانا کھلا دینا ہو، جیسا تم اپنے اہل عیال کو کھلایا کرتے ہو، یا ان ہی (دس مسکینون) کو کپڑے بنا دینا یا ایک غلام آزاد کر دینا،

(۳) مصارفِ زکوۃ بیان کیے تو اُس کے آٹھ حصون مین سے ایک حصہ غلامون کے لیے متعین کیا، یعنی یہ کہ جو امام مسلمانون سے زکوٰۃ وصول کرے وہ اس کی قیمت کو غلامون کی آزادی مین صرف کرے،

(۴) جو غلام روپیہ ادا کر کے آزادی کی درخواست کرین، ان کی درخواست کے قبول کرنے اور اُن کو رقم مقررہ کے ادا کرنے مین مدد دینے کا حکم دیا،

والذین یبتغون الکتاب مما ملکت ایمانکم فکاتبوهم ان علمتم فیهم خیرا وآتوهم من مال الله الذی آتاکم — اور تمھارے ہاتھ کے مال (یعنی غلامون) مین سے جو مکاتبت کے خواہان ہون تو تم ان کے ساتھ مکاتبت کر لیا کرو بشرطیکہ تم ان مین بہتری (کے آثار) پاؤ، اور مالِ خدا مین سے جو اس نے تم کو دے رکھا ہے ان کو (بھی) دو،

آزادی کی یہ تمام صورتین اُن ترغیبات کے علاوہ ہین جو رسول اللہ صلعم نے غلامون کی آزادی کے متعلق دی ہین اور لوگون کو بار بار غلامون پر رحم کرنے کی نصیحتین کی ہین،

Marfat.com

اور غلام بنانے کے متعلق قرآن مجید مین ایک آیت بھی نہین ہے، یعنی قرآن مجید مین کہین یہ حکم نہین ہے کہ لڑائی مین غلام بنا لے جائین،

غنیمتِ جنگ

اہل عرب جنگ مین مالِ غنیمت حاصل کرتے تھے اور اسکو شرکاءِ جنگ پر تقسیم کرتے تھے جس کا بڑا حصہ رئیسِ فوج کو دیتے تھے، چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے،

لک المرباع منہا والصفایا — وحکمک والنشیطۃ والفضول

اے رئیس تیرے لیے غنیمت کا چوتھائی حصہ اور منتخب چیز اور نشیطہ اور فضول ہی، اور تیرا فیصلہ فیصلہ ہے،

اس شعر مین "مرباع" سے مالِ غنیمت کا چوتھائی حصہ "صفی" سے وہ چیز جسکو رئیس پسند کرکے اپنے لیے انتخاب کرے، "نشیطہ" سے وہ مال جو جنگ سے پہلے شرکاءِ جنگ کے ہاتھ مین پڑجائے، اور "فضول" سے وہ مال جو تقسیم سے بچ جائے مراد ہی،

اسلام آیا تو مسلمانون کو سب سے پہلے مالِ غنیمت جنگِ بدر مین حاصل ہوا اور اُنھون نے اس کی تقسیم کا طریقہ معلوم کرنا چاہا، چنانچہ خداوند تعالی فرماتا ہے،

یسألونک عن الانفال	(اے پیغمبر مسلمان سپاہی) تم سے مالِ غنیمت کا حکم
قل الانفال للہ والرسول،	دریافت کرتے ہین تو (ان سے) کہدو کہ مالِ غنیمت
	تو اللہ اور رسول کا ہی،

اس کے بعد اس کی تقسیم کا طریقہ بیان فرمایا،

واعلموا انما غنمتم من شیٔ فان	اور جان رکھو کہ جو چیز تم (لڑائی مین) لوٹ کر لاؤ'
للہ خمسہ وللرسول ولذی القربی	اس کا پانچوان حصّہ خدا کا اور رسول کا اور رسول کے

والیتامی والمسٰکین وابن السبیل،

قرابتداروں کا اور یتیموں کا اور محتاجوں کا اور مسافروں کا ہے،

اسی طریقے کے موافق رسول اللہ صلعم مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ لے لیتے تھے اور متذکرۂ بالا اشخاص پر تقسیم فرما دیتے تھے، چنانچہ آپ نے خود فرما دیا،

لیس لی من مغنمکم الا الخمس
والخمس مردود علیکم،

تمہارے مالِ غنیمت میں سے میرے لیے صرف پانچواں حصہ ہے اور یہ حصہ بھی تمہیں لوگوں کو واپس دیا جاتا ہے،

اور یہ حصہ خود ان لوگوں کو اس لیے واپس ملتا ہے کہ مالِ غنیمت کا بڑا حصہ مصالح عامہ کیلیے مخصوص کر دیا ہے،

"فی" یعنی اُس مالِ غنیمت کے متعلق جو بغیر جنگ کے حاصل ہوا ہو فرمایا،

ما افاء اللہ علی رسولہ من
اھل القری فللہ وللرسول
ولذی القربی والیتامی
والمسٰکین وابن السبیل کیلا
یکون دولۃ بین الاغنیاء
منکم

جو مال، اللہ نے رسول کو ان بستیوں کے لوگوں سے مفت میں دلوا دے تو وہ اللہ کا حق ہے اور رسول کا اور رسول کے قرابتداروں کا اور یتیموں کا اور محتاجوں کا اور بے توشہ مسافروں کا یہ حکم اس لیے دیا گیا کہ جو لوگ تم میں مالدار ہیں یہ مال اُن ہی میں چلتا پھرتا نہ رہے،

اس کے بعد فرمایا،

للفقراء المھاجرین الذین
اخرجوا من دیارھم
واموالھم یبتغون فضلا
من اللہ ورضوانا وینصرون اللہ

وہ مال جو بے لڑے مفت میں ہاتھ لگا ہے منجملہ اور حقداروں کے محتاج مہاجرین کا بھی حق ہے جو اپنے گھر اور مال سے بے دخل کر دیے گئے (اور اب وہ) خدا کے فضل اور اسکی خوشنودی کی طلبگاری میں لگے ہیں

Marfat.com

ورسوله اولئك هم الصادقون
والذين تبوء الدار والايمان
من قبلهم يحبون من هاجر اليهم
ولا يجدون في صدورهم
حاجة مما اوتوا ويؤثرون
على انفسهم ولو كان بهم
خصاصة ومن يوق
شح نفسه فاولئك هم المفلحون
والذين جاء وا من بعدهم
يقولون ربنا اغفر لنا
ولاخواننا الذين سبقونا
بالايمان ولا تجعل في قلوبنا
غلا للذين آمنوا ربنا
انك رؤف رحيم،

اور خدا اور اُس کے رسول کی مدد کو کھڑے ہو جاتے ہین،
یہی تو سچے (مسلمان) ہین اور (وہان وہ مال جو
بے لڑے ہاتھ آیا ہے) ان کا (بھی حق ہے کہ (مہاجرین
نے ابھی ہجرت نہین کی تھی اور وہ) اُن سے پہلے
مدینہ مین رہتے اور اسلام مین داخل ہو چکے ہین جو
ان کی طرف ہجرت کر کے آتا ہے اس سے محبت
کرنے لگتے ہین اور (مال غنیمت مین سے) مہاجرین
کو جو (کچھ بھی مے) دیا جائے اس کی وجہ سے یہ اپنے
دل مین (اسکی) کوئی طلب نہین پاتے اور اپنے
اوپر تنگی ہی کیون نہو (مہاجرین بھائیون کو) اپنے
سے مقدم رکھتے ہین اور (بخل تو سب ہی کی طبیعتو نمین
ہوتا ہے مگر) جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا
جاے تو ایسے ہی لوگ فلاح پائینگے اور (ہان دولت
بے لڑے ہاتھ آیا ہے، ان کا (بھی حق) ہے جو مہاجرین
اولین کے بعد (ہجرت کر کے) آئے (کہ یہ بھی اگلے
مسلمانون کے خیر خواہ ہین اور) دعائین مانگا کرتے
ہین کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے اور (نیز) ہمارے
(ان مہاجرین و انصار) بھائیون کے گناہ معاف کر
جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہین اُن کی طرف سے

ہمارے دلون مین کسی طرح کا کینہ نہ آنے پائے اے
ہماری پروردگار تو بڑا شفقت رکھنے والا مہربان ہے'

رسول اللہ صلعم نے جو غزوات کیے ان مین اپنے قول وفعل سے احکام قرآنی کی تشریح فرمائی ہے' چنانچہ ان مین خداوند تعالی نے بعض غزوات کا ذکر قرآن مجید مین کیا ہے' اور بعض غزوات کی نسبت خاموشی اختیار کی ہے' رسول اللہ صلعم نے جس قدر سرایا روانہ کیے وہ سب کے سب احکام قرآنی کے مطابق تھین'

خداوند تعالی نے قرآن مجید مین جن غزوات کا حال بیان کیا ہے انکی تفصیل یہ ہے'

(۱) **غزوۂ بدر** اس کا ذکر سورۂ انفال کی اس آیت مین آیا ہے'

کما اخرجک ربک من بیتک	جس طرح تیرے پروردگار نے تجھ کو تیرے گھر سے
بالحق وان فریقا من المومنین	حق کے ساتھ نکالا اور بیشک مسلمانون مین سے
لکارھون'	ایک گروہ راضی نہ تھا'

اور آل عمران کی اس آیت مین بھی اس کا ذکر ہے'

ولقد نصرکم اللہ ببدر	اور بیشک مدد کی اللہ نے تمھاری بدر مین حالانکہ
وانتم اذلۃ	تم ذلیل (کمزور) تھے'

(۲) **غزوۂ احد** سورۂ آل عمران مین اس کا ذکر اس آیت سے شروع ہوا ہے'

ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون	اور نہ سست ہو اور نہ غم کھاؤ' اگر تم ایمان رکھتے ہو
ان کنتم مومنین الخ'	تو تمھین بلند یعنی غالب ہو'

(۳) **غزوۂ حمراء الاسد** سورۂ آل عمران کی اس آیت مین اس کا ذکر آیا ہے'

الذین استجابوا للہ والرسول من	جن لوگون نے خدا اور رسول کے لیے قبول کیا بعد اسکے

بعد ما اصابهم القرح، — کہ پہونچے اُن کو زخم،

(۴) **غزوۂ بدر الاخری**، قرآن مجید نے سورۂ آل عمران کی اس آیت مین اس کی طرف اشارہ کیا ہے،

الذین قال لهم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوهم فزادهم ایمانا وقالوا حسبنا الله ونعم الوکیل فانقلبوا بنعمة من الله وفضل لم یمسسهم سوء واتبعوا رضوان الله والله ذو فضل عظیم،

وہ لوگ جن سے لوگون نے کہا کہ بیشک تمھارے لیے آدمی جمع ہوے ہین تو تم لوگ ان سے ڈرو پس زیادہ کیا اس نے اُن کے ایمان کو اور اُنھون نے کہا کہ خدا ہمارے لیے کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے تو وہ پلٹے خدا کی نعمت اور فضل کے ساتھ نہ لگی ان کو برائی اور اُنھون نے خدا کی خوشنودی کی پیروی کی اور اللہ

(۵) **غزوۂ بنو النضیر**، قرآن مجید نے سورۂ حشر کی اس آیت مین اس کا ذکر کیا ہے،

هو الذی اخرج الذین کفروا من اهل الکتاب من دیارهم لاول الحشر الخ

اسی نے کفار اہل کتاب کو ان کے گھرون سے نکالا اول بار اکٹھے کرنے مین،

(۶) **غزوۂ احزاب**، قرآن مجید نے غزوۂ احزاب کی اس آیت مین اس کا ذکر کیا ہے،

یا ایها الذین آمنوا اذکروا نعمة الله علیکم اذ جاءتکم جنود فارسلنا علیهم ریحا وجنودا لم تروها،

اے مسلمانو! اپنے اوپر خدا کے اس احسان کو یاد کرو جس وقت آئین تمھارے اوپر فوجین تو ہم نے بھیجا اُن کے اوپر ہوا کو اور ان فوجون کو کہ نہ دیکھا تھا تم نے اُن کو،

Marfat.com

(۷) **غزوۂ بنو قریظہ**، اسی سورہ کی اس آیت مین اس کا بھی ذکر ہے،

وانزل الذین ظاھروھم من اھل الکتاب من صیاصیھم وقذف فی قلوبھم الرعب فریقا تقتلون وتاسرون فریقا واورثکم ارضھم ودیارھم واموالھم وارضا لم تطؤھا وکان اللہ علی کل شیء قدیرا،

اور جن اہل کتاب نے ان کی مدد کی خدا نے انکو اُن کے قلعون سے اتارا اور اُن کے دلون مین رعب ڈالا، ایک گروہ کو تم لوگ قتل اور دوسرے گروہ کو قید کرتے ہو اور وارث کیا تم کو ان کی زمین کا اور اُن کے گھرون کا، اور اُن کے مالون کا اور زمین کا جسکو تم نے پامال نہین کیا تھا، اور خدا ہر چیز پر قادر ہے،

(۸) **غزوۂ حدیبیہ**، سورۂ فتح کی اس آیت مین اس کا ذکر ہے،

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم الخ،

بیشک جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہین وہ صرف خدا سے بیعت کرتے ہین خدا کا ہاتھ اُن کے ہاتھون کے اوپر ہے،

(۹) **غزوۂ خیبر**، خدا نے اس آیت مین اس کی طرف اشارہ کیا ہے،

ولقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم واثابھم فتحا قریبا ومغانم کثیرۃ یاخذونھا وکان اللہ عزیزا حکیما الخ،

خدا مسلمانون سے خوش ہوا جبکہ وہ تجھ سے بیعت کرتے تھے درخت کے نیچے تو خدا نے جانا اس چیز کو جو اُن کے دلون مین تھا تو اتاری اُن کے اوپر تسکین اور ان کو دی نزدیک کی فتح اور بہت سا مال غنیمت کہ لینگے وہ اس کو اور اللہ غالب حکمت والا ہے،

(۱۰) **فتح مکہ**، ان آیتون مین اس کی طرف اشارہ ہے،

Marfat.com

لا یستوی منکم من انفق من	اور تم میں سے جس نے فتح سے پہلے خرچ کیا اور
قبل الفتح وقاتل اولئک	لڑائی کی برابر نہیں یہ لوگ ان لوگوں سے درجہ میں
اعظم درجۃ من الذین	بڑے ہیں جنھوں نے اس کے بعد خرچ کیا اور
انفقوا من بعد وقاتلوا وکلا وعد اللہ الحسنی	لڑائی کی لیکن ہر ایک سے اللہ نے اچھا وعدہ کیا،
اذا جاء نصر اللہ والفتح)	جب وقت خدا کی مدد آئی اور مکہ فتح ہوا،

(۱۱) **غزوہ حنین**، قرآن مجید نے اس آیت میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے،

لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ	بیشک خدا نے بہت سے مقامات میں تمھاری مدد کی
ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم	(بالخصوص) حنین کے دن جب وقت ناز ہوا تم کو اپنی
فلم تغن عنکم شیئا وضاقت علیکم	کثرت پر لیکن اس نے تم کو فائدہ نہ پہونچایا اور تمھارے
الارض بما رحبت ثم ولیتم	اوپر زمین باوجود اس کے کہ وہ کشادہ تھی تنگ
مدبرین ثم انزل اللہ سکینتہ	ہوگئی پھر تم بھاگ گئے پیٹھ پھیر کر پھر اتاری خدا نے
علی رسولہ وعلی المومنین وانزل	اپنی تسکین اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر اور اتاری
جنودا لم تروھا وعذب الذین	ایسی فوجیں کہ نہیں دیکھا تم نے اُن کو اور عذاب
کفروا وذلک جزاء الکافرین	کیا کفار کو اور کافروں کی یہی سزا ہے

(۱۲) **غزوہ تبوک**، غزوہ عسرہ بھی اسی کا نام ہے، اور سورۂ توبہ میں اس کے بہت سے واقعات کی تفصیل مذکور ہے، اور غزوات میں سب سے زیادہ مطول بیان قرآن مجید میں اسی غزوہ کا ہے، چنانچہ اس کی ابتدا اس آیت سے ہوتی ہے،

یا ایھا الذین آمنوا مالکم اذا قیل لکم	اے مسلمانو! یہ کیا بات ہے کہ جب تم سے یہ کہا جاتا
انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم	ہے کہ خدا کی راہ میں کوچ کرو تو تم زمین میں بوجھل

Marfat.com

الی الارض ارضیتم بالحیوۃ الدنیا من الاخرۃ فما متاع الحیوۃ الدنیا فی الاخرۃ الا قلیل،

ہو جاتے ہو کیا تم نے آخرت کے بدلے میں دنیوی زندگی کو پسند کر لیا ہے، تو نہیں ہے زندگانی دنیا کا فائدہ آخرت میں مگر تھوڑا،

تقریباً اخیر سورہ تک اسی کا ذکر ہے،

یہ تمام غزوات قرآن مجید کے مذکورۂ بالا اصول یعنی مدافعت ظلم حفاظت دعوت اسلام اور مصالحت کرنے والوں کے ساتھ میلان مصالحت کے مطابق واقع ہوئے اور آپ کی زندگی کے آخری زمانہ تک تمام جزیرۂ عرب آپ کے زیر اقتدار آ گیا،

نظام منزلی

قرآن مجید نے نظام منزلی کی جو تفصیل کی ہے اور اس کے متعلق جو احکام نافذ کیے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے،

نکاح

قرآن مجید نے نکاح کو جس اہمیت کے ساتھ مشروع کیا ہے اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس نے عقد نکاح کا نام "مستحکم قول وقرار" رکھا ہے،

واخذن منکم میثاقا غلیظا،

اور بی بیاں تم سے پکا قول لے چکی ہیں،

اور خداوند تعالی نے لوگوں پر اپنا یہ احسان جتایا ہے کہ اس نے میاں بی بی کے درمیان الفت ومحبت قائم کی،

ومن آیاتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا وجعل

اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمھارے لیے تمھاری ہی جنس کی بی بیاں پیدا کیں

بینکم مودۃ و رحمۃ ان فی ذٰلک لآیات لقوم یتفکرون ، — تاکہ تم کو دان کی طرف رغبت کرنے سے راحت ملے اور تم دمیان بی بی مین پیار اور اخلاص پیدا کیا جو لوگ سوچ سمجھ کو کام مین لاتے ہین اُن کے لیے ان باتون مین بہت سی نشانیان ہین

اور میان بی بی مین سے ہر ایک کو دوسرے کا لباس قرار دیا ہے ،

ھن لباس لکم و انتم لباس لھن — عورتین تمھارا لباس ہین اور تم اُن کا ،

اس آیت کے معنی یہ ہین کہ تم اُن سے سکون حاصل کرتے ہو اور وہ تم سے سکون حاصل کرتی ہین ، چنانچہ بعینہ یہی لفظ خدا نے ایک اور موقع پر استعمال فرمایا ہے ،

جعل لکم اللیل لباسا — خدا نے رات کو تمھارے لیے لباس بنایا ،

یعنی یہ کہ تم رات مین سکون حاصل کرتے ہو ،

حدیث مین بھی نکاح اور اضافہ تعداد امت کی خاص طور پر سخت ترغیب دی گئی ہے

چنانچہ حدیث مین آیا ہے ،

تزوجوا تناسلوا فانی مباہ بکم الامم یوم القیامۃ ، — نکاح کرو نسل بڑھاؤ کیونکہ مین تمھارے ذریعہ سے قیامت کے دن اور امتون پر فخر کرون گا ،

قرآن مجید نے نکاح کی ترغیب اس آیت مین دی ہے ،

وانکحوا الایامی منکم والصلحین من عبادکم وامائکم ان یکونوا فقراء یغنھم اللہ من فضلہ واللہ واسع علیم ، — اور اپنی بیوہ عورتون کے نکاح کرو اور اپنے غلامون اور لونڈیون مین سے ان کے جو نیک بخت ہون اگر یہ لوگ محتاج ہون گے تو اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دیگا اور اللہ گنجائش والا واقف ہے ،

Marfat.com

اہل عرب کے یہاں بی بیوں کی تعداد متعین نہ تھی اس لیے بعض لوگ بسا اوقات دس دس عورتوں سے نکاح کر لیتے تھے، اس بنا پر قرآن مجید نے اس کی ایک متوسط تعداد مقرر کر دی اور اُن لوگوں کو متعدد عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت دی جو اپنی عورتوں کے بارے میں نا انصافی سے مامون ہیں، چنانچہ خداوند تعالی نے فرمایا،

فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلٰث وربع فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ او ما ملکت ایمانکم ذلک ادنیٰ الا تعدلوا،

تو اپنی مرضی کے مطابق دو دو تین تین اور چار چار عورتوں سے نکاح کرو پھر اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ (کئی بی بیوں میں) برابری (کے ساتھ برتاؤ) نہ کر سکو گے تو (اس صورت میں) ایک ہی (بی بی کرنا) یا جو (لونڈی) تمہارے قبضے میں ہو اسی پر قناعت کرنا، (نا منصفانہ برتاؤ سے) بچنے کے لیے یہ تدبیر زیادہ تر قرین مصلحت ہے،

متعدد عورتوں کے نکاح کی اجازت حسب ذیل مصالح پر مبنی ہے،

(۱) انسان کی طبعی ضرورت جسکی نسبت تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ بسا اوقات فطرت انسانی ایک عورت پر قناعت نہیں کرتی،

(۲) تکثیر نسل،

لیکن اس اجازت کیلیے یہ لازمی شرط ہے کہ متعدد بی بیوں میں غیر منصفانہ برتاؤ کا اندیشہ نہ ہو، کیونکہ شارع کی نگاہ میں یہ خرابی ان دونوں مصلحتوں سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے اس کے ساتھ تعدد نکاح ان بنیادی احکام میں داخل نہیں ہے،

Marfat.com

جو شارع اسلام کی نگاہ مین لازمی ہین؛ بلکہ وہ ایک مباح فعل ہی؛ اور ایک شخص کو حدود اللہ سے تجاوز نہ کرنے کی صورت مین اس کے کرنے یا نہ کرنے کا پورا اختیار حاصل ہی؛

قرآن مجید نے مسلمانون پر چند عورتون سے نکاح کو حرام قرار دیا ہے اور یہ عورتین وہ ہین جن کے ساتھ وہ قرابت یا رضاعت یا مصاہرت کے تعلقات رکھتے ہین؛

ولا تنكحوا ما نكح آباؤكم
من النساء الا ما قد سلف
انه كان فاحشة ومقتا وساء
سبيلا حرمت عليكم امهاتكم
وبناتكم واخواتكم وعماتكم
وخالاتكم وبنات الاخ و
بنات الاخت وامهاتكم اللاتي
ارضعنكم واخواتكم من الرضاعة
وامهات نسائكم وربائبكم
اللاتي في حجوركم من نسائكم
اللاتي دخلتم بهن فان لم
تكونوا دخلتم بهن فلا جناح
عليكم وحلائل ابنائكم
الذين من اصلابكم وان
تجمعوا بين الا ما قد سلف

اور جن عورتون کے ساتھ تمھارے باپون نے نکاح کیا ہو تم اُن کے ساتھ نکاح نہ کرو مگر جو ہو چکا (سو ہو چکا) یہ بڑی بیحیائی اور غضب کی بات تھی اور بہت ہی بُرا دستور تھا (مسلمانو!) تمھاری مائین اور تمھاری بیٹیان اور تمھاری بہنین اور تمھاری پھوپھیان اور تمھاری خالائین اور بھتیجیان اور بھانجیان اور تمھاری (رضاعی) مائین جنھون نے تم کو دودھ پلایا اور تمھاری دودھ شریکی بہنین اور تمھاری ساسین تم پر حرام ہین؛ اور جن بی بیون کے ساتھ تم صحبت داری کر چکے ہو ان کی لڑکیان جو اکثر تمھارے گودون مین پرورش پاتی ہین (تم پر حرام ہین) لیکن اگر ان بی بیون کے ساتھ تم نے صحبت داری نہ کی ہو تو لڑکیون کے ساتھ نکاح کرنے سے تم پر کچھ گناہ نہین اور تمھاری بہوئین یعنی تمھارے اپنے صلبی بیٹون کی

Marfat.com

ان اللہ کان غفوراً رحیماً
والمحصنات من النساء الا ما ملکت
ایمانکم کتاب اللہ علیکم

بی بیان (بھی تم پر حرام ہین) اور دو بہنون کا ایک ساتھ ہی نکاح مین رکھنا (بھی تم پر حرام ہی) مگر جو ہو چکا (سو ہو چکا) بیشک اللہ معاف کرنے والا مہربان ہی اور وہ عورتین بھی حرام ہین جو دوسرے کے قید (نکاح) مین ہون مگر وہ (جو کافرون کی لڑائی) مین قید ہو کر) تمھارے قبضے مین آئی ہون یہ خدا کا حکم تحریری ہی اور جو تم پر لازم کیا جاتا ہی

اور حدیث مین ایک عورت کے ساتھ اس کی پھوپھی اور خالہ کو نکاح مین رکھنا ممنوع قرار دیا گیا، اور جن عورتون کے ساتھ نسبی تعلقات کی بنا پر نکاح حرام ہے، ان کے ساتھ رضاعی تعلقات سے بھی نکاح کرنا حرام قرار دیا گیا،

قرآن مجید نے مسلمان مرد یا مسلمان عورت کا نکاح مشرک عورت اور مشرک مرد سے حرام کیا، چنانچہ خداوند تعالی سورہ بقرہ مین فرماتا ہے،

ولا تنکحوا المشرکات حتی یومن
ولامۃ مومنۃ خیر من مشرکۃ
ولو اعجبتکم ولا تنکحوا المشرکین
حتی یومنوا ولعبد مومن خیر
من مشرک ولو اعجبکم اولئک یدعون
الی النار واللہ یدعوا الی الجنۃ
والمغفرۃ باذنہ

اور مسلمانو! مشرک عورتین جب تک ایمان نہ لائین اُن سے نکاح نہ کرو اور مشرک کرنیوالی عورت کیسی ہی تم کو بھلی (کیون نہ) لگے اُس سے مسلمان لونڈی بہتر، اور مشرک مرد جب تک ایمان نہ لے آئین اپنی عورتین انکے نکاح مین نہ دو تمکو کیسا ہی بھلا (کیون نہ) لگے اُس سے مسلمان غلام بہتر، یہ مشرک (مرد و زن) تو لوگون کو دوزخ کیطرف بلاتے ہین اور اللہ بہشت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے

اور اہل کتاب کی عورتون کو اس آیت کے ذریعہ سے حلال کیا،

والمحصنت من الذین اوتوا الکتاب	اور جن لوگون کو تم سے پہلے کتاب دی جا چکی ہے
من قبلکم اذا آتیتموھن	ان مین کی (بھی) بیاہتا بی بیان (تمہارے لیے)
اجورھن محصنین غیر مسافحین	حلال ہین بشرطیکہ اُن کے مہران کے حوالے کرو (اور)
ولا متخذی اخدان	تمہارا ارادہ (ان کو) قیدِ نکاح مین لانے کا ہو
	نہ کھلم کھلا بدکاری کرنیکا اور نہ چوری چھپے آشنا بنانیکا

اور پاکدامن عورت کا نکاح بدکار مرد کے ساتھ یا پاکدامن مرد کا نکاح بدکار عورت کے ساتھ حرام کیا،

الزانی لا ینکح الا زانیۃ او	یہ بدکار مرد (تو اپنی رغبت سے) بدکار عورت یا مشرک
مشرکۃ والزانیۃ لا ینکحھا	عورت ہی سے نکاح کریگا اور یہ بدکار عورت
الا زان او مشرک وحرم	(بھی غالباً اپنا ہی جیسا ڈھونڈھیگی اور اس کو)
ذلک علی المومنین	بدکار یا مشرک کے سوا کوئی نکاح مین نہین لائیگا،
	اور مسلمانون پر تو ایسے تعلقات حرام ہین،

جو لوگ آزاد عورت کے ساتھ نکاح کرنے کی استطاعت نہین رکھتے ان کیلیے لونڈی کے ساتھ نکاح کرنا جائز قرار دیا اور فرمایا،

ومن لم یستطع منکم طولا ان	اور تم مین سے جسکو مسلمان بی بیون سے نکاح کرنیکا
ینکح المحصنت المومنات فمن ما	مقدور نہ ہو تو خیر، لونڈیان (ہی سہی) جو کافرون کی
ملکت ایمانکم من فتیٰتکم	لڑائی مین، تم مسلمانون کے قبضے مین آجائین بشرطیکہ
المومنات واللہ اعلم بایمانکم	ایمان رکھتی ہون اور اللہ تمہارے ایمان کو خوب جانتا ہے

بعضکم من بعض فانکحوهن باذن اهلهن وآتوهن اجورهن بالمعروف محصنت غیر مسافحات ولا متخذات اخدان،

(آدم زاد ہونے کے اعتبار سے تم ایک دوسرے کے ہم جنس ہو) پس لونڈیوں کے مالکوں کی اذن سے ان کے ساتھ نکاح کرو اور دستور کے مطابق ان کے مہر ان کے حوالے کرو مگر شرط یہ ہے کہ قید (نکاح) میں لائی جائیں (اور) نہ (تو تم سے) بازاری عورتوں کا سا تعلق رکھنا چاہتی ہوں اور نہ خانگیوں کا سا،

حدیث میں عقد نکاح کے لیے بعض قیدیں اور لگائی گئی ہیں اور قرآن مجید نے مرد پر یہ فرض کر دیا ہے کہ وہ مہر عورت کے حوالے کر دے،

واحل لکم ما وراء ذلکم ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسافحین فما استمتعتم به منهن فآتوهن اجورهن فریضة ولا جناح علیکم فیما تراضیتم به من بعد الفریضة ان الله کان علیما حکیما،

ان کے علاوہ (سب عورتیں) تمھارے لیے حلال ہیں بشرطیکہ شہوت رانی کے لیے نہیں بلکہ قید (نکاح) میں لانے کے لیے مال (یعنی مہر کے بدلے نکاح کرنا) چاہو پھر جن عورتوں سے تم نے (صحبت) اٹھایا ہو تو ان سے جو مہر ٹھہرا تھا ان کے حوالے کرو اور ٹھہرائے پیچھے (مہر کے کم و بیش کرنے کے) آپس میں راضی ہو جاؤ تو تم پر اس میں کچھ گناہ نہیں اور بیشک اللہ (سب کے حال سے) واقف ہے (اور سب کام حکمت (و تدبیر) سے کرتا ہے،

قرآن مجید نے عورت کے مقابلہ میں مرد کا جو درجہ قرار دیا وہ یہ ہے،

Marfat.com

ولهن مثل الذي عليهن
بالمعروف وللرجال
عليهن درجة،

الرجال قوامون على النساء بما فضل الله
بعضهم على بعض وبما انفقوا
من اموالهم فالصالحات
قانتات حافظات للغيب
بما حفظ الله والتي تخافون
نشوزهن فعظوهن واهجروهن
في المضاجع واضربوهن
فان اطعنكم فلا تبغوا
عليهن سبيلا ان الله كان
عليا كبيرا،

اور جیسے (مردون کا) حق عورتون پر ہے ویسے ہی
دستور کے مطابق عورتون کا (حق مردون پر) ہے
ہان مردون کو عورتون پر فوقیت ہے،

مرد عورتون کے سر دھرے ہین (اس کے دو سبب
ہین ایک) یہ کہ آدمیون مین اللہ نے بعض (یعنی
مردون) کو بعض (یعنی عورتون) پر برتری دی ہے
اور (دوسرا سبب یہ کہ مردون نے (عورتون پر)
اپنا مال خرچ کیا ہے تو جو نیک (بی بیان) ہین
مردون کا کہا مانتی ہین (اور) خدا کی عنایت سے
اُن کے پیٹھ پیچھے (ہر ایک چیز کی) حفاظت رکھتی
ہین اور تم کو جن بی بیون کے جھگڑے کا اندیشہ ہو
تو (پہلی دفعہ) اُن کو سمجھا دو پھر اُن کے ساتھ ہم بستری
موقوف کرو اور (اس پر بھی نہ مانین تو) اُن کے ساتھ
مارپیٹ سے پیش آؤ پھر اگر تمھاری بات ماننے
لگین تو تم بھی اُن پر (ناحق کے) پہلو نہ ڈھونڈتے
پھرو کیونکہ اللہ (سب پر غالب اور) بڑا زبردست ہے،

وان امرأة خافت من بعلها
نشوزا او اعراضا فلا جناح
عليهما ان يصلحا بينهما صلحا

اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے زیادتی
یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو تو (میاں بی بی) دونون
(مین کسی) پر کچھ گناہ نہین کہ اصلاح کی کوئی بات

Marfat.com

والصلح خیر واحضرت الانفس
الشح وان تحسنوا وتتقوا فان اللہ
کان بما تعملون خبیرا
ولن تستطیعوا ان تعدلوا
بین النساء ولو حرصتم
فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا
کالمعلقۃ وان تصلحوا وتتقوا
فان اللہ کان غفورا رحیما،

شوہر (کر) آپس میں صلح کرلیں اور صلح (بہر حال) بہتر ہے
اور (تھوڑا بہت) بخل تو سب کی طبیعت میں ہوتا ہے
اور اگر (ایک دوسرے کے ساتھ) سلوک کرو اور
سخت گیری سے) بچے رہو تو خدا تمہارے ان نیک
کاموں سے باخبر ہے اور تم (اپنی طرف سے) بہتیرا
چاہو لیکن یہ تو تم سے نہ ہو سکے گا کہ (کئی کئی)
بیبیوں میں (پوری پوری) برابری کرسکو تو (بالکل
ایک ہی کی طرف) مت جھک پڑو کہ دوسری کو
(اس طرح) چھوڑ بیٹھو گویا (ادھر میں) لٹک رہی ہے
اور اگر (آپس میں) موافقت اور (ایک دوسرے پر
زیادتی کرنے سے) بچے رہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید نے اگرچہ حقوق میں مرد اور عورت کے درمیان مساوات کی بنیاد قائم کی ہے تاہم گھر کا سردار مرد ہی کو بنایا ہے اور حسن معاشرت کا بہ کثرت حکم دیا ہے اسی طرح احادیث میں بھی مردوں کو حسنِ معاشرت کا بہ کثرت حکم دیا گیا ہے۔

طلاق

خداوند تعالیٰ نے نظامِ اجتماع یعنی نکاح کی طرح نظامِ افتراق یعنی طلاق کو بھی شروع کیا لیکن طلاق کو بالکل آزادانہ اور خود مختارانہ چیز نہیں بنایا بلکہ عقدِ نکاح کے گرد ایسی چار دیواریاں قائم کردیں جو اس کو وقتی تاثرات سے محفوظ رکھ سکیں چنانچہ

ان حدود کی تفصیل یہ ہے،

(۱) خداوند تعالی نے انسان کے احساس نفرت کو جو افتراق کا سبب ہے مشکوک قرار دیا اور فرمایا،

وعاشروهن بالمعروف فان كرهتموهن فعسى ان تكرهوا شيئا ويجعل الله فيه خيرا كثيرا

اور بی بیون کے ساتھ حسن سلوک سے رہو سہو اور تم کو (کسی وجہ سے) وہ ناپسند ہون تو عجب نہین کہ تم کو ایک چیز ناپسند ہو اور اللہ اسمین بہت سی خیر (و برکت) دے،

اور اس حدیث کے بھی یہی معنی ہین،

لا یفرك مومن مومنة ان كره منها خلقا رضی منها آخر

کوئی مسلمان مرد کسی مسلمان عورت سے ناچاقی نہ رکھے، اگر اس کا ایک خلق اس کو ناپسند ہوگا تو اس کا دوسرا خلق پسند آئے گا،

اسی طرح عورت کو بھی طلب صلح کی ترغیب دی،

وان امراة خافت من بعلها نشوزا او اعراضا فلا جناح عليهما ان يصلحا بينهما صلحا والصلح خير

اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو تو (میان بی بی) دونون (مین کسی) پر کچھ گناہ نہین کہ اصلاح کی کوئی بات ٹھہرا کر آپسمین صلح کر لین اور صلح (بہر حال) بہتر ہے،

(۲) جو وقت باہم ناچاقی کا اندیشہ ہو تحکیم یعنی دو پنچ ماننے کا حکم دیا، چنانچہ مسلمانون کو مخاطب کر کے فرمایا،

Marfat.com

وان خفتم شقاق بینهما فابعثوا حکما من اهله وحکما من اهلها ان یریدا اصلاحا یوفق اللہ بینهما ان اللہ کان علیما خبیرا

اور اگر تم کو میان بی بی مین کھٹ پٹ کا اندیشہ ہو تو ایک پنچ مرد کے کنبے مین سے مقرر کرو اور ایک پنچ عورت کے کنبے مین سے اگر پنچون کا (دلی) ارادہ (میان بی بی مین) اصلاح کرا دینے کا ہوگا تو اللہ (اُن کے سمجھانے بجھانے سے) دونون مین موافقت کرا دے گا بیشک اللہ (سب کے دلی ارادون سے) واقف (اور) خبردار ہے،

یہ خطاب تمام مسلمانون کے ساتھ کیا گیا ہے اور اس کا نفاذ ان کا قائم مقام یعنی ان کا حاکم کرے گا،

(۳) تذکرۂ بالا احکام کے نفاذ کے بعد اگر طلاق کے سوا کوئی دوسرا چارہ کار نہ ہو تو طلاق ابتدائے عدت یعنی عورت کی اس پاکی کے زمانے مین جس مین مرد نے اس سے مقاربت نہ کی ہو دینی چاہیے،

یا ایها النبی اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن واحصوا العدة واتقوا اللہ ربکم

اے پیغمبر (مسلمانون سے کہو کہ) جب تم (اپنی بیبیون کو طلاق دینی چاہو تو اُن کو ان کی عدت کے شروع مین طلاق دو اور (طلاق کے بعد ہی سے) عدت گننے لگو اور اللہ سے جو تمھارا پروردگار ہے ڈرتے رہو،

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے قرآن مجید کے اس حکم کی خلاف ورزی کی تو رسول اللہؐ نے اس کو ناپسند فرمایا اور اُن کو حکم دیا کہ وہ اپنی بی بی کو واپس لے لین اور جب طلاق دینی چاہین تو حکم قرآنی کے مطابق دین،

Marfat.com

(۴) یہ حکم دیا کہ عدت کے پورے زمانہ مین عورت سُسرال ہی مین قیام کرے کیونکہ جبتک اُس سے کوئی ایسی حرکت صادر نہ ہو جو اُس کے نکال دینے کا سبب ہو وہ بدستور بی بی باقی رہے گی،

ولا تخرجوھن من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ وتلک حدود اللہ ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ لا تدری لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا،	(عدت مین) ان کو اُن کے گھرون سے نہ نکالو اور وہ (خود بھی) نہ نکلین مگر یہ کہ کھلم کھلا کوئی بیحیائی (کا کام) کر بیٹھین (تو اُن کو نکال دینے کا مضائقہ نہین) اور یہ اللہ کی (باندھی ہوئی) حدین ہین، اور جس شخص نے اللہ کی (باندھی ہوئی) حدون سے قدم باہر رکھا تو اس نے (آپ) ہی اپنے اوپر ظلم کیا، (اے شخص جو بی بی کو طلاق دیتا ہے تو نہین جانتا) شاید اللہ طلاق کے بعد (ملاپ کی) کوئی صورت پیدا کر دے

اخیر کے اس فقرے سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کو سسرال مین قیام کا حکم کیون دیا گیا ہے؟

(۵) عدت کے گذرنے کے بعد شوہر کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ عورت کو واپس لیلے یا اس کو عملاً چھوڑ دے لیکن دونون حالتون مین گواہون کی ضرورت ہے جو دونون کیلئے گواہی دین،

فاذا بلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف واشھدوا ذوی عدل	پھر جب عورتین اپنی عدت کو پوری کرنے پر آئین تو یا تو رجوع کر کے) سیدھی طرح ان کو (اپنی زوجیت) مین رکھے رہو یا سیدھی طرح ان کو رخصت کرو اور

Marfat.com

منکم واقیموا الشہادۃ للہ

(جو کچھ بھی کرو) اپنے (لوگون) مین دو معتبر (آدمیون) کو گواہ کرلو اور (گواہو) گواہی کی ضرورت آپڑے تو اللہ کا پاس کرکے ٹھیک ٹھیک گواہی دینا،

لیکن جب تک عدت کا زمانہ باقی ہے شوہر کو عورت کے واپس لینے کا زیادہ مستحق قرار دیا،

وبعولتھن احق بردھن فی ذلک ان ارادوا اصلاحا،

اور اُن کے شوہر (اُن کو) اچھی طرح رکھنا چاہین تو وہ اس اثنا مین اُن کو (اپنی زوجیت مین) واپس لینے کے زیادہ حقدار ہین،

(۶) مختلف عورتون کو مختلف عدتون کے گذارنے کا حکم دیا، یعنی حائضہ عورت کی عدت کا زمانہ تین حیض کے آنے تک مقرر کیا،

والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلاثۃ قروء

اور جن عورتون کو طلاق دیگئی ہو وہ اپنے آپ کو تین حیضون کے آنے تک روک رکھین،

اور آئسہ (وہ معمر عورتین جن کا حیض اقتضائے سن سے بند ہوگیا ہو) اور غیر حائضہ (یعنی وہ عورتین جن کو اب تک حیض نہین آیا ہے) کی عدت کا زمانہ تین ماہ قرار دیا،

واللائی یئسن من المحیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتھن ثلاثۃ اشھر واللائی لم یحضن

اور (مسلمانو!) (تمھاری مطلقہ) بی بیون مین سے جن کو (پیرانہ سالی کی وجہ سے) حیض کے آنے کی امید نہین رہی اگر تم کو شبہ ہو توان کی عدت (حیض سے نہین بلکہ دنون کے حساب سے) تین مہینے اور (علی ہذا القیاس) جن عورتون کو حیض کے آنے کی نوبت نہیں آئی

Marfat.com

اور حاملہ عورتون کی عدت کا زمانہ وضع حمل قرار دیا،

واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن

اور (رہین) حاملہ عورتین (سو) ان کی عدت ان کے بچے جننے تک،

اور جن عورتون کے ساتھ اُن کے شوہرون نے مقاربت نہین کی ہے اُن کو عدت سے مستثنیٰ کر دیا،

اذا نكحتم المومنات ثم طلقتموهن من قبل ان تمسوهن فما لكم عليهن من عدة تعتدونها

مسلمانو! جب تم مسلمان عورتون کو اپنے نکاح مین لاؤ پھر اُن کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو تو عدت (مین بٹھانے کا) تم کو اُن پر کوئی (حق) نہین کہ لگو عدت کی (اُن سے) گنتی پوری کرانے،

اور زمانۂ عدت مین مرد کو عورت کے ساتھ رفق و ملاطفت کا حکم دیا،

اسكنوهن من حيث سكنتم من وجدكم ولا تضاروهن لتضيقوا عليهن وان كن اولات حمل فانفقوا عليهن حتى يضعن حملهن فان ارضعن لكم فاتوهن اجورهن وأتمروا بينكم بمعروف وان تعاسرتم فسترضع له اخرى لينفق ذو سعة من سعته ومن قدر عليه رزقه فلينفق مما آتاه الله لا يكلف الله

مطلقہ عورتون کو (عدت کے لیے) اپنے مقدور مطابق وہین رکھو جہان تم خود رہو اور ان پر سختی کرنے کیلیے ان کو ایذا نہ دو، اور اگر حاملہ ہون تو بچہ جننے تک ان کا خرچ اُٹھاتے رہو پھر (بچہ جننے پیچھے) اگر وہ (بچے کو) تمھارے لیے دودھ پلائین تو ان کو اُنکی دودھ پلائی دو اور آپس کی صلاح سے دستور کے مطابق (اجرت وغیرہ کا) ٹھہراؤ کر لو اور آپسمین کشمکش کروگے تو (مرد کو کوئی) اور (عورت میسر آجائیگی اور وہ) اس کے لیے (بچے کو) دودھ پلا دے گی جسکو گنجائش ہو

نفسا الا ما آتٰہا سیجعل اللہ بعد عسر یسرا (طلاق ۱)

اسکو چاہیے کہ وہ اپنی گنجائش کے مطابق خرچ کرے اور جسکی آمدنی تنگ ہو وہ جتنا خدا نے اسکو دیا ہے اسکے موافق خرچ کرے خدا نے سب کو جتنا دے رکھا ہے اس سے بڑھکر کسی کو تکلیف دینی نہیں چاہتا دگھبرانے کی بات نہیں، خدا تنگی کے بعد جلد

[illegible]

(۷) یہ حکم دیا کہ جس عورت کو طلاق دی جائے اس کے ساتھ آتنا سلوک کر دینا چاہیے جو اُس کے لیے موجب تسکین ہو، اور جس عورت کی مہر متعین نہ ہوا ور اسکو مقاربت سے پہلے طلاق دیدی جائے اُس کے لیے اس حق کو فرض قرار دیا،

لا جناح علیکم ان طلقتم النساء ما لم تمسوھن او تفرضوا لھن فریضۃ ومتعوھن علی الموسع قدرہ وعلی المقتر قدرہ متاعا بالمعروف حقا علی المحسنین،

اگر تم نے عورتون کو ہاتھ نہ لگایا ہو اور نہ ان کا مہر ٹھہرایا ہو اور اس سے پہلے اُن کو طلاق دیدو تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہان ایسی عورتون کے ساتھ کچھ سلوک کرو (مقدور والے پر اپنی حیثیت کے مطابق (سلوک کرنا لازم ہے) اور بے مقدور پر اپنی حیثیت کے مطابق (اور) سلوک (جو کچھ بھی ہو) دستور کے مطابق جن کا شیوہ احسان کرنے کا ہے ان پر ایسی عورتون کا بھی ایک طرح کا حق ہے،

اس کے بعد اس کا ذکر ایک عام لفظ مین کیا،

وللمطلقات متاعٌ بالمعروف حقا علی المتقین،

اور جن عورتون کو طلاق دیجائے اُنکے ساتھ (مہر کے علاوہ بھی) دستور کے مطابق (جوڑے وغیرہ سے کچھ) سلوک کرنا مناسب ہے کہ پرہیزگارون پر انکا بھی ایک طرح کا حق ہے

اور جن عورتوں کو قبل از مقاربت طلاق دی جائے اُن کی نسبت فرمایا،

فمتعوهن وسرحوهن سراحا جميلا،	تو (ایسی صورت میں) اُن کو کچھ دے دلا کر خوش اسلوبی کے ساتھ رخصت کردو،

لیکن جن عورتوں کا مہر متعین کردیا گیا ہے اگر ان کو قبل از مقاربت طلاق دیدی جائے تو اُن کے لیے نصف مہر کا ادا کرنا ضروری قرار دیا،

وان طلقتموهن من قبل ان تمسوهن وقد فرضتم لهن فريضة فنصف ما فرضتم الا ان يعفون او يعفو الذى بيده عقدة النكاح وان تعفوا اقرب للتقوى ولا تنسوا الفضل بينكم ان الله بما تعملون بصير،	اور اگر مقاربت سے پہلے عورتوں کو طلاق دیدو اور اُنکا مہر ٹھہر چکے ہو تو جو کچھ تم نے ٹھہرایا تھا اس کا آدھا (دینا آئے گا) مگر یہ کہ (عورتیں چھوڑ دیں یا (مرد) جسکے ہاتھ میں عقد نکاح (کا جوڑے رکھنا یا توڑنا) ہے وہ (اپنا حق) چھوڑ دے (یعنی پورا مہر دینے پر راضی ہو) اور (اپنا حق) چھوڑ دو تو یہ پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے اور آپس کی بھلائی کو مت بھولو جو (کچھ بھی تم) کرتے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے،

(۸) اگر مرد عورت کو کچھ دے چکا ہے تو اس کو اُس کے واپس لینے کی ممانعت فرمائی،

وان اردتم استبدال زوج مكان زوج وآتيتم احدهن قنطارا فلا تاخذوا منه شيئا اتاخذونه بهتانا واثما مبينا وكيف تاخذونه وقد افضى بعضكم الى بعض واخذن منكم	اور اگر تمہارا ارادہ ایک بی بی کو بدل کر اس کی جگہ دوسری بی بی کرنے کا ہو تو گو تم نے پہلی بی بی کو ڈھیر سا مال دیدیا ہو تاہم اس میں سے کچھ بھی (واپس) نہ لینا کیا (تمہاری غیرت جائز رکھتی ہے کہ) کسی قسم کا بہتان لگا کر اور صریح بیجا بات کر کے

میثاقاً غلیظاً، | اپنا دیا ہوا اس سے واپس (لیتے ہو اور دیا ہوا کیسے (واپس) لیلوگے حالانکہ تم ایک دوسرے کے ساتھ صحبت کر چکے ہو اور بی بیاں انکاح کے وقت مہر و نفقہ وغیرہ کا) تم سے پکا قول لیکی ہیں،

لیکن جب میاں بی بی کو یہ اندیشہ ہو کہ وہ حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت سے کچھ مال لینے کی اجازت دی،

ولا یحل لکم ان تاخذوا مما اٰتیتموھن شیئاً الا ان یخافا الا یقیما حدود اللہ فان خفتم الا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ھم الظلمون

اور جو تم ان کو دے چکے ہو اس میں سے تم کو کچھ (بھی) واپس لینا جائز نہیں، مگر یہ کہ میاں بی بی (اس بات کا) خوف ہو کہ خدا نے (میاں بی بی کے سلوک کی) جو حدیں ٹھہرا دی ہیں ان پر قائم نہیں رہ سکیں گے، تو اس صورت میں کہ تم لوگوں کو اس بات کا خوف ہو کہ میاں بی بی اللہ کی (باندھی ہوئی) حدوں پر قائم نہیں رہ سکیں گے اور عورت (اپنا پیچھا چھڑانے کے عوض) کچھ دے تو اس میں دونوں پر کچھ گناہ نہیں، یہ اللہ کی (باندھی ہوئی) حدیں ہیں تو ان سے (آگے) مت بڑھو اور جو اللہ کی (باندھی ہوئی) حدوں سے آگے بڑھ جائیں تو یہی لوگ بر سر ناحق ہیں،

(۹) طلاق کے تجربہ کی حد دو بار قرار دی،

الطلاق مرتان فامساک بمعروف | طلاق (جس کے بعد رجوع بھی ہو سکتا ہے تو دو ہی

او تسریح باحسان

طلاقیں ہیں جو) دو دفعہ کرکے دی جائیں، پھر دو طلاقوں کے بعد یا تو) دستور کے مطابق (زوجیت میں) رکھنا ہے، یا حسن سلوک کے ساتھ رخصت کردینا،

لیکن جب تیسری بار طلاق دیدی تو وہ عورت اسپر بالکل حرام ہوگئی اور اس کے بعد میاں بی بی میں سے ہر ایک کو اپنا شریکِ زندگی تلاش کرنا چاہیے،

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجا غیره

اب اگر عورت کو تیسری بار طلاق دیدی تو اُس کے بعد جب تک عورت دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرلے اس کے لیے حلال نہیں (ہو سکتی)

لیکن جب بی بی دوسرے شوہر کا تجربہ کرچکے تو اس کے بعد پہلا شوہر دوسری بار اس سے نکاح کرسکتا ہے،

فان طلقها فلا جناح علیهما ان یتراجعا ان ظنا ان یقیما حدود الله وتلک حدود الله یبینها لقوم یعلمون

ہاں اگر دوسرا شوہر ہم بستر ہوکر، اسکو طلاق دیدے تو دونوں (میاں بی بی) پر کچھ گناہ نہیں کہ دوبارہ ایک دوسرے کی طرف رجوع کرلیں بشرطیکہ دونوں کو توقع ہو کہ اللہ کی (باندھی ہوئی) حدوں پر قائم رہ سکیں گے اور یہ اللہ کی (باندھی ہوئی) حدیں ہیں جن کو ان لوگوں کے لیے بیان فرماتا ہے جو مصالحِ خانہ داری کو سمجھتے ہیں،

امام مسلم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ "رسول اللہ صلعم کے عہدِ مبارک میں تین طلاقیں ایک ہی طلاق شمار کی جاتی تھیں" اور یہ (واللہ اعلم) اس بنا پر تھا کہ اگر شوہر کو یہ اجازت دیدی جاے کہ وہ ایک ہی بار میں اپنی بی بی کو اپنے اوپر بالکل مختتم

طور پر حرام کرے تو اُس سے وہ فوائد و خصوصیات بالکل معدوم ہو جائینگی جو قرآن مجید کی اُن آیتون سے نکلتی ہین جن مین دو بار کی طلاق مین رجعت کی اجازت ہے اور تیسری بار کی طلاق مین عورت بالکل حرام کردی گئی ہی،

(۱۰) قرآن مجید نے علحدگی کی اور چند صورتون کا جو زمانۂ جاہلیت مین طلاق سمجھی جاتی تھین ذکر کیا ہے اور ان کا ایک نظام قائم کر دیا ہے،

(۱۱) ان مین پہلی صورت ایلا کی ہے جس کے معنی یہ ہین کہ شوہر یہ قسم کھائے کہ وہ اپنی بی بی سے مقاربت نہ کرے گا، چنانچہ اُس کے متعلق خداوند تعالیٰ نے فرمایا،

للذين يؤلون من نسائهم تربص	جو لوگ اپنی بی بیون کے پاس جانے کی قسم کھا بیٹھین
اربعة اشهر فان فاءو فان الله	ان کو چار مہینے کی مہلت ہی پھر اس مدت مین
غفور رحيم وان عزموا الطلاق	اگر رجوع کر لین تو اللہ بخشنے والا مہربان ہی اور اگر طلاق
فان الله سميع عليم (بقرہ ۲۸)	کی ٹھان لین تو بھی اللہ سنتا اور جانتا ہی،

اس آیت کی ترتیب و نظام سے ظاہر ہوتا ہے کہ شارع نے شوہر کے لیے ایک ایسی انتہائی مدت مقرر فرما دی ہی جس کے گذرنے سے پہلے وہ اپنی قسم کی حفاظت کر سکتا ہی لیکن اگر اس مدت مین رجوع کرلے تو خدا اس کو قسم کے مواخذہ سے جیسا کہ اس سے پہلے کی آیت سے ثابت ہوتا ہی بری کر دیگا،

ولا تجعلوا الله عرضة لايمانكم	اور خدا کو یعنی اُس کے نام کو لوگون کے ساتھ سلوک
ان تبروا وتتقوا وتصلحوا	کرنے اور پرہیزگاری رکھنے اور لوگون مین ملاپ
بين الناس والله سميع عليم	کرانے کا مانع (و مزاحم) نہ ٹھہراؤ اور اللہ سنتا اور
لا يؤاخذكم الله باللغو في	جانتا ہی تمھاری قسمون مین جو لغو قسمین ہین ان پر خدا تم سے

ايمانكم ولكن يؤاخذكم بما كسبت
قلوبكم والله غفور حليم

کچھ مواخذہ کرتا نہین لیکن ان قسمون (پر تم سے ضرور)
مواخذہ کریگا جو تمھارے دلی ارادہ سے ہون اور اللہ
بخشنے والا بردبار ہے

(۲) دوسری صورت ظہار کی ہے یعنی اہل عرب کے نزدیک عورت کے حرام کرنے کا ایک طریقہ یہ تھا کہ شوہر اپنی بی بی کو یہ کہکر اپنے اوپر حرام کرلیتا تھا کہ "تو میرے مان کی پیٹھ کے مثل ہے" چنانچہ خداوند تعالی نے اس کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی:

قد سمع الله قول التي تجادلك
في زوجها وتشتكي الى الله والله
يسمع تحاوركما ان الله سميع بصير
الذين يظاهرون منكم من
نسائهم ما هن امهاتهم ان امهاتهم
الا الّٰئي ولدنهم وانهم ليقولون منكرا
من القول وزورا وان الله
لعفو غفور والذين يظاهرون
من نسائهم ثم يعودون لما
قالوا فتحرير رقبة من قبل
ان يتماسا ذلكم توعظون به
والله بما تعملون خبير فمن لم يجد
فصيام شهرين متتابعين

(اے پیغمبر) اللہ نے اس عورت (خولہ بنت ثعلبہ)
کی بات سن لی جو اپنے شوہر (اوس بن صامت)
کے بارے مین تم سے جھگڑتی اور خدا سے فریاد کرتی
تھی اور اللہ تم دونون کی گفتگو سن رہا تھا بیشک
اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے (مسلمانو!) جو لوگ
تم مین سے اپنی بی بیون کے ساتھ ظہار کر بیٹھیں
وہ کچھ ان کی مائین (تو ہین) نہین ان کی مائین
تو وہی ہین جنھون نے ان کو جنا ہے مگر ہان بی بی کو
مان کہہ بیٹھنے سے انھون نے ایک بیہودہ اور جھوٹی بات
کہی اور بیشک اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے
اور جو لوگ اپنی بی بیون سے ظہار کرتے ہین پھر تو مکر
وہی (کام) کرنا چاہتے ہین جسکو کہہ چکے ہین کہ (نہین کرینگے)
تو ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے (مرد کو) ایک غلام

Marfat.com

من قبل ان یتماسا فمن لم یستطع فاطعام ستین مسکینا ذلک لتؤمنوا بالله ورسوله

(مجادلہ ع ۱)

ادا کرنا (چاہیے مسلمانو!) تم کو یہ نصیحت کی جاتی ہے (تاکہ اس پر کاربند رہو) اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ کو اس کی (سب) خبر ہے پھر جسکو غلام میسر نہو تو ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے (مرد) لگاتار دو مہینے کے روزے (رکھے) اور جس سے یہ نہو سکے وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلادے یہ (حکم) اس لیے (دیا جاتا ہے) کہ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول پر (پورا پورا) ایمان لے آؤ۔

اس تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ شریعت نے طلاق کا جو نظام قائم کیا ہے وہ ایک ایسا بہترین نظام ہے کہ اگر اس کی پابندی کی جائے تو اس مین بھلائی ہی بھلائی ہے کیونکہ میاں بی بی کے اختلاف کی بناپر اگر سخت ناگواری کی صورت پیدا ہوجائے تو اس نظام کے رُو سے شوہر کیلیے بی بی کے ساتھ رہنا لازمی نہین ہے لیکن اسی کے ساتھ علیحدگی کا معاملہ بھی ایسا آسان نہین کہ بغیر ضمانت وکفالت کے سطے ہوجائے۔

اگر عورت کا شوہر مرجائے تو شارع نے اس پر یہ فرض کیا ہے کہ وہ اس کا سوگ کرے چنانچہ خداوند تعالی فرماتا ہے۔

والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بانفسهن اربعة اشهر وعشرا فاذا بلغن اجلهن فلا جناح علیکم فیما فعلن

اور تم مین جو لوگ مرجائین اور بی بیاں چھوڑ مرین تو (عورتوں کو چاہیے کہ) چار مہینے اور دس دن اپنے تئین روکے رکھین پھر جب اپنی (عدت کی مدت) پوری کرلین تو جائز طور پر جو کچھ اپنے حق مین کرین اس کا

فی انفسھن بالمعروف واللہ بما تعملون خبیر، | اور شان میت پر کچھ الزام نہین اور تم لوگ جو کچھ (بھی) کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے،

اور اس کا یہ حق قرار دیا کہ وہ اگر چاہے تو سسرال مین ایک سال تک قیام کر سکتی ہے اور اس حالت مین اُس کے مصارف شوہر کے ترکہ سے ادا کیے جائینگے،

والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیة لازواجھم متاعا الی الحول غیر اخراج فان خرجن فلا جناح علیکم فی ما فعلن فی انفسھن من معروف واللہ عزیز حکیم، | اور جو لوگ تم مین سے مر جائین اور بی بیان چھوڑ مرین تو اپنی بی بیون کے حق مین ایک برس تک کے سلوک (یعنی نان و نفقے) اور (گھر سے) نہ نکالنے کی وصیت کر مرین پھر اگر عورتین (از خود گھر سے) نکل کھڑی ہون تو جائز باتون مین سے جو کچھ اپنے حق مین کرین اس کا تم پر کچھ گناہ نہین اور اللہ زبردست (اور) حکمت والا ہے،

تھوڑے سے غور و فکر سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونون آیتون مین کوئی تضاد نہین ہے، کیونکہ پہلی آیت مین عورت کے فرض کا ذکر ہے، اور دوسری آیت مین اس کے حق کا تذکرہ ہے،

اور ایسی عورتون کے ساتھ کھلم کھلا نکاح کی بات چیت کرنے کی ممانعت کی، البتہ کنایۃً و تعریضاً اس کی اجازت دی،

ولا جناح علیکم فیما عرضتم بہ من خطبة النساء او اکننتم فی انفسکم علم اللہ انکم ستذکرونھن ولکن لا | اور اگر تم کسی بات کی آڑ مین (ان) عورتون کو نکاح کا پیغام دو یا اپنے دلون مین چھپائے رکھو تو اُس مین (بھی) تم پر کچھ گناہ نہین، اللہ کو معلوم ہے کہ تم کو

Marfat.com

تواعدوھن سرا الا ان تقولوا
قولا معروفا ولا تعزموا عقدة
النکاح حتی یبلغ الکتاب اجلہ
واعلموا ان اللہ یعلم ما فی انفسکم
فاحذروہ واعلموا ان اللہ غفور
حلیم،

دان عورتوں سے نکاح کر لینے) کا خیال آئیگا
(سو مضائقہ کی بات نہین) مگر ان سے (نکاح کا)
ٹھراو تو چپکے سے بھی نہ کرنا ہان جائز طور پر بات
کہہ گزرو (تو کچھ حرج کی بات نہین) اور جب تک
میعاد مقرر (یعنی عدت) اختتام کو نہ پہونچ لے
عقد نکاح کی بات پکی نہ کر بیٹھنا اور جانے رہو کہ
جو کچھ تمھارے جی مین ہے اللہ اسکو جانتا ہے تو
اس سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ خدا بخشنے والا بردبار ہے

قرآن مجید نے مطلقہ ماں سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ وہ اپنے لڑکے کو دودھ پلائے

والوالدات یرضعن اولادھن
حولین کاملین لمن اراد ان یتم
الرضاعة وعلی المولود لہ رزقھن
وکسوتھن بالمعروف لا تکلف نفس
الا وسعھا لا تضار والدة بولدھا
ولا مولود لہ بولدہ وعلی الوارث
مثل ذلک فان ارادا فصالا عن
تراض منھما وتشاور فلا جناح
علیھما وان اردتم ان تسترضعوا
اولادکم فلا جناح علیکم اذا سلمتم
ما آتیتم بالمعروف واتقوا اللہ

اور جو شخص (بی بی کو طلاق دیے پیچھے اپنی اولاد کو
پوری مدت تک دودھ پلوانا چاہے تو اس کی خاطر
مائیں اپنی اولاد کو پورے دو برس دودھ پلائیں اور
جس کا وہ بچہ ہے (یعنی باپ) اسپر دستور کے
مطابق ماؤں کا کھانا کپڑا دینا لازم ہے (نان و نفقہ
کے ٹھرا دین) کسی کو تکلیف نہ دی جائیگی مگر وہین تک
کہ اس کی گنجائش ہو ماں کو اُس کے بچہ کی وجہ سے
نقصان نہ پہونچایا جائے اور نہ اس کو جس کا بچہ ہے
(یعنی باپ کو) اسکے بچہ کی وجہ سے (کسی طرح کا
نقصان پہونچایا جائے) اور دودھ پلانے کا
نان و نفقہ جیسا اصل باپ پر دیا (اُس کے وارث

واعلموا ان الله بما تعملون بصیر،

پھر اگر (وقت سے پہلے ان باپ) دونون اپنی مرضی
واصلاح سے (دودھ) چھڑانا چاہین تو اُن پر کچھ گناہ
نہین اور اگر تم اپنی اولاد کو (کسی دایہ سے) دودھ
پلوانا چاہو تو (اس مین بھی) تم پر کچھ گناہ نہین بشرطیکہ
جو تم نے دستور کے مطابق (اُن کو) دینا کیا تھا ادا کر کے
حوالے کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جانے رہو کہ
جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اُس کو دیکھ رہا ہے،

نظام منزلی کے سلسلے مین قرآن مجید مین اور چند چیزین مذکور ہین

(۱) ایک تو یتیمون کی سرپرستی واصلاح کے احکام، چنانچہ خداوند تعالی نے فرمایا

ویسئلونک عن الیتامی قل
اصلاح لهم خیر وان تخالطوهم
فاخوانکم

اور (اے پیغمبر لوگ) تم سے یتیمون کے بارے مین
دریافت کرتے ہین (تو اُن کو) سمجھا دو کہ جس مین اُن
(یتیمون) کی بہتری (ہو وہی) بہتر ہے، اور اگر اُن سے
مل جل کر رہو تو (وہ) تمھارے بھائی ہین (کوئی غیر نہین)،

اور فرمایا،

وآتوا الیتامی اموالهم ولا تتبدلوا
الخبیث بالطیب ولا تاکلوا اموالهم
الی اموالکم انه کان حوبا کبیرا

اور یتیمون کے مال اُن کے حوالے کرو اور مال طیب کے
بدلے مال حرام نہ لو اور اُن کے مال اپنے مالون مین ملا کر
خورد برد نہ کرو، کیونکہ یہ (بہت ہی) بڑا گناہ ہے،

اور فرمایا،

وابتلوا الیتامی حتی اذا بلغوا النکاح

اور یتیمون کو (دنیا کے) کاروبار مین لگائے رہو یہاں تک

Marfat.com

فان آنستم منهم رشدا فادفعوا
الیهم اموالهم ولا تاکلوها اسرافا
وبدارا ان یکبروا ومن کان غنیا
فلیستعفف ومن کان فقیرا فلیاکل
بالمعروف فاذا دفعتم الیهم
اموالهم فاشهدوا علیهم
وکفی باللہ حسیبا،

کہ نکاح (کی عمر) کو پہونچین اسوقت اگر اُن مین صلاحیت
دیکھو تو اُن کے مال اُن کے حوالے کرو اور ایسا نہ کرنا
کہ اُن کے بڑے ہونے کے اندیشے سے فضول خرچی
کرکے جلدی جلدی اُن کا مال کھا (پی) ڈالو اور جو
(ولی سرپرست) با مقدور ہو اُسے (مال یتیم کے
اپنے اوپر خرچ کرنے سے) بچا رہنا چاہیئے اور جو حاجتمند
ہو وہ دستور کے مطابق (بقدر ضرورت) کھائے تو
مضائقہ نہین، پھر جب اُن کے مال اُن کے حوالے
کرنے لگو تو (لوگون کو) اُن (کے مال کے لینے) کا
گواہ کرلو ورنہ حساب لینے کو (تو حقیقت مین) اللہ بس ہے،

اسکے بعد فرمایا،

ولیخش الذین لو ترکوا من خلفهم
ذریۃ ضعافا خافوا علیهم فلیتقوا اللہ
ولیقولوا قولا سدیدا ان الذین
یاکلون اموال الیتامی ظلما
انما یاکلون فی بطونهم نارا
وسیصلون سعیرا

اور وارثان حقدار کو ڈرنا چاہیئے کہ اگر (خود) اپنے
(مرے پیچھے) اولاد ضعیف چھوڑ جائین تو اُن (کے
حال) پر اُن کو (کیسا کچھ) ترس (نہ) آتا تو چاہیئے
کہ (غربا کے ساتھ سختی کرنے مین) اللہ سے ڈرین
اور (اُن سے) سیدھی طرح بات کرین جو لوگ ناحق
(ناروا) یتیمون کے مال خورد برد کرتے ہین وہ اپنے
پیٹ مین بس انگارے بھرتے ہین اور عنقریب
(مرے پیچھے) دوزخ مین پڑین گے،

Marfat.com

اور یہ یتیمون کے متعلق جو احکام دیے اُن کے سِلسلے مین فرمایا،

وان تقوموا لليتامى بالقسط

اور (خاصکر) یہ کہ یتیمون کے حق مین انصاف کو ملحوظ رکھو

(۲) دوسرے وصیّت، چنانچہ ارشاد ہوا،

كتب عليكم اذا حضر احدكم الموت ان ترك خيرا الوصية للوالدين والاقربين بالمعروف حقا على المتقين فمن بدله من بعد ما سمعه فانما اثمه على الذين يبدلونه ان الله سميع عليم فمن خاف من موص جنفا او اثما فاصلح بينهم فلا اثم عليه ان الله غفور رحيم،

(مسلمانو!) تم کو حکم دیا جاتا ہی کہ جب تم مین سے کسی کے سامنے موت آموجود ہو (اور) وہ کچھ مال چھوڑنے والا ہو تو ماں باپ اور رشتہ دارون کے لیے واجبی طور پر وصیت (کرمرے)، جو (خدا سے) ڈرتے ہین اُن پر (اُن کے اپنون کا یہ ایک) حق ہی پھر جو وصیت کے سُنے پیچھے اُسے کچھ کا کچھ کردے تو اس کا گناہ انہی لوگون پر ہے جو وصیت کو بدلین، بیشک اللہ سب کی سنتا اور سب کچھ جانتا ہی اور جسکو وصیت کرنے والے کی طرف سے (کسی خاص شخص کی) طرفداری یا (کسی کی) حق تلفی کا اندیشہ ہوا ہو اور وہ وارثون مین میل کرادے (تو ایسی صورت مین وصیت کے بدلنے کا) اُس پر کچھ گناہ نہین، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہی،

اور حدیث مین بھی اسی مفہوم کی تائید کی گئی، چنانچہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا،

ما حق امرئ مسلم له شيء يريد ان يوصي فيه يبيت ليلة الا ووصيته

ایک مسلمان کا جسکے پاس کچھ مال ہو اور وہ اُس کی وصیت کرنی چاہتا ہو صرف یہ فرض ہی کہ وہ رات

Marfat.com

مکتوبۃ عندہ

بسر کرے تو اس کی وصیت اُس کے پاس لکھی ہوئی موجود رہنی چاہیے،

(۳) تیسرے آداب استیذان یعنی کسی کے گھر آنے جانے کے طریقے چنانچہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا،

یا ایھا الذین آمنوا لا تدخلوا بیوتا غیر
بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا
علی اھلھا ذلکم خیر لکم لعلکم
تذکرون فان لم تجدوا
فیھا احدا فلا تدخلوھا
حتی یؤذن لکم وان قیل لکم
ارجعوا فارجعوا ھو ازکی لکم
واللہ بما تعملون علیم لیس علیکم
جناح ان تدخلوا بیوتا غیر
مسکونۃ فیھا متاع لکم واللہ یعلم
ما تبدون وما تکتمون،

مسلمانو! اپنے گھرون کے سوا دوسرے گھرون مین
گھر والون سے پوچھے اور اُن سے سلام علیک کیے بِدُون
نہ جایا کرو یہ تمھارے حق مین بہتر ہی یہ حکم تم کو اس غرض
سے دیا گیا ہی کہ جب ایسا موقع ہو تو تم اس کا خیال
رکھو، پھر اگر تم کو معلوم ہو کہ گھر مین کوئی آدمی موجود نہین
تو جب تک تمھین (خاص) اجازت نہو ان مین
نہ جاؤ اور اگر گھر مین کوئی ہو اور تم سے کہا جائے
کہ (اس وقت موقع نہین) لوٹ جاؤ تو لوٹ آؤ،
یہ (لوٹ آنا) تمھارے لیے زیادہ صفائی کی بات
ہے اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اُس کو جانتا ہے
غیر آباد مکانون مین جنمین تمھارا اسباب ہو اُن مین
(بے اجازت) چلے جانے سے تم پر (کچھ) گناہ
نہین اور جو کچھ تم علانیہ کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپا کر کرتے
ہو اللہ (سب) جانتا ہی،

اور فرمایا،

یا ایہا الذین آمنوا لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم والذین لم یبلغوا الحلم منکم ثلث مرات من قبل صلوۃ الفجر وحین تضعون ثیابکم من الظہیرۃ ومن بعد صلوۃ العشاء ثلث عورات لکم لیس علیکم ولا علیہم جناح بعدھن، طوافون علیکم بعضکم علی بعض کذلک یبین اللہ لکم آیاتہ واللہ علیم حکیم،

مسلمانو! تمھارے ہاتھ کے مال (یعنی لونڈی غلام) اور تم مین سے جو (حد) بلوغ کو نہین پہونچے، تین وقتون مین (تمھارے پاس آنے کی) تم سے اجازت لے لیا کرین (ایک تو) نماز صبح سے پہلے اور (دوسرے) جب تم دوپہر کو (سونے کے لیے معمول کے مطابق کپڑے) اُتار دیا کرتے ہو اور (تیسرے) نماز عشاء کے بعد (یہ) تین وقت تمھارے پردے کے وقت ہین، اِن (اوقات) کے سوا نہ (تو بے اذن آنے دینے مین) تم پر کچھ گناہ اور نہ (بے اذن چلے آنے مین) ان پر (کچھ گناہ کیونکہ وہ) اکثر تمھارے پاس آتے جاتے رہتے ہین (اور) تم مین سے بعض کو (یعنی لونڈی غلامون کو) بعض (یعنی تمھارے) پاس آنے جانے کی ضرورت لگی ہی رہتی ہے، (تو بار بار اذن مانگنے مین تم کو بڑی تکلیف ہوگی) یون اللہ (اپنے) احکام تم سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے اور اللہ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے،

اور فرمایا،

فاذا دخلتم بیوتا فسلموا علی انفسکم تحیۃ من عند اللہ مبارکۃ طیبۃ

توجب گھرون مین جانے لگو تو اپنے (لوگون) کو سلام کرلیا کرو، (سلام ایک) دعائے خیر (ہے جو تم مسلمانون کو) خدا کی طرف سے (تعلیم کی گئی ہے) برکت والی عمدہ،

اور رسول اللہ صلعم کے کاشانہاے مبارکہ کی نسبت خصوصیت کے ساتھ فرمایا،

یا ایھا الذین آمنوا لا تدخلوا بیوت	مسلمانو! پیغمبروں کے گھروں میں نہ جایا کرو مگر یہ کہ
النبی الا ان یؤذن لکم الی طعام غیر	تم کو کھانے کے لیے (آنے کی) اجازت دیجاے
ناظرین اناہ ولکن اذا دعیتم	تو (اس صورت میں ایسا وقت تاک کر جاؤ) کہ تم کو
فادخلوا فاذا طعمتم فانتشروا	کھانے کے تیار ہونے کا انتظار نہ کرنا پڑے مگر جب
ولا مستانسین لحدیث ان ذلکم	تم کو بلایا جاے تو (عین وقت پر) جاؤ اور جب کھا چکو
کان یؤذی النبی فیستحی منکم واللہ	تو چل دو اور باتوں میں نہ لگ جاؤ اس سے پیغمبر کو
لا یستحی من الحق،	ایذا ہوتی تھی اور وہ تمھارا لحاظ کرتے تھے اور اللہ
	تو حق (بات کے کہنے) میں (کسی کا کچھ) لحاظ کرتا نہیں،

(۴) چوتھے آداب حجاب یعنی پردہ کے طریقے، پردے کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ جو عورت کے لباس اسباب آرایش، اور مرد کی طرف اس کے دیکھنے اور اسکی طرف مرد کے دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے، دوسرے وہ جو عورت کے گھر سے نکلنے اور کاروبار میں مرد کے ساتھ شریک ہونے سے متعلق ہے، ان دونوں قسموں میں سے پہلی صورت کے متعلق خداوند تعالی نے فرمایا،

وقل للمومنات یغضضن من	اور (اے پیغمبر) مسلمان عورتوں سے کہو کہ (وہ بھی)
ابصارھن ویحفظن فروجھن ولا	اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت
یبدین زینتھن الا ما ظھر	کریں اور اپنی زینت (کے مقامات) کو ظاہر نہ ہونے
منھا ولیضربن بخمرھن علی	دیں مگر جو اس میں سے (چار و ناچار) کھلا رہتا ہے
جیوبھن ولا یبدین زینتھن	(تو اس کا ظاہر ہونے دینا مضائقہ کی بات نہیں)،

Marfat.com

الا لبعولتهن او آبائهن او آباء
بعولتهن او ابنائهن او ابناء بعولتهن
او اخوانهن او بنی اخوانهن
او بنی اخواتهن او نسائهن او ما
ملکت ایمانهن او التابعین غیر
اولی الاربة من الرجال
او الطفل الذین لم یظهروا
علی عورات النساء ولا یضربن
بارجلهن لیعلم ما یخفین من
زینتهن وتوبوا الی الله جمیعا
ایها المومنون لعلکم تفلحون،

اور اپنے سینون پر دوپٹون کے بکل مارے رہین
اور اپنی زینت (کے مقامات) کو (کسی پر) ظاہر ہونے
دین مگر اپنے شوہرون پر یا اپنے باپ پر یا اپنے خاوند
کے باپ پر یا اپنے بیٹون پر یا اپنے شوہر کے بیٹون پر
یا اپنے بھائیون پر یا اپنے بھتیجون پر یا اپنے بھانجون پر
یا اپنی (یعنی میل جول کی) عورتون پر یا اپنے ہاتھ کے
مال (یعنی لونڈی غلامون) پر یا (گھر کے لگے ہوے
ایسے خدمتیون پر کہ مرد (تو ہین مگر عورتون سے کچھ)
غرض (و مطلب) نہین رکھتے (جیسے خواجہ سرا یا بڈھے
پھوس) یا لڑکون پر جو عورتون کے پردے کی بات)
سے آگاہ نہین اور (چلنے مین) اپنے پاؤن ایسے
زور سے نہ رکھین کہ (لوگون کو) اُن کے اندرونی زیور
کی خبر ہو اور مسلمانو! تم سب اللہ کی جناب مین
توبہ کرو تاکہ تم (آخرکار) فلاح پاؤ،

اور فرمایا،

یا ایها النبی قل لازواجک
وبناتک ونساء المومنین یدنین
علیهن من جلابیبهن ذلک ادنی ان
یعرفن فلا یوذین وکان الله غفورا رحیما

اے پیغمبر اپنی بیبیون اور اپنی بیٹیون اور مسلمانونکی عورتون سے
کہدو کہ اپنی چادرون کے گھونگھٹ نکال لیا کرین اس سے
غالباً یہ (الگ) پہچان پڑین گی (کہ نیک بخت ہین)
اور کوئی چھیڑیگا نہین اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے،

Marfat.com

اور فرمایا،

والقواعد من النساء اللاتی لا یرجون نکاحا فلیس علیهن جناح ان یضعن ثیابهن غیر متبرجات بزینة وان یستعففن خیر لهن والله سمیع علیم،

اور بوڑھی عورتین جن کو نکاح کی امید باقی نہین رہی، اگر اپنے کپڑے (چادر وغیرہ) اتار رکھین تو اس مین اُن پر کچھ گناہ نہین بشرطیکہ ان کو اپنا بناو دکھانا منظور نہو اور اگر اس کی بھی احتیاط رکھین تو ان کے حق مین بہتر ہے اور اللہ (سب کی) سنتا اور (سب کچھ) جانتا ہے،

دوسری صورت کے متعلق ازواج مطہرات کو مخاطب کر کے فرمایا،

وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولی،

اور اپنے گھرون مین ٹھہری رہو اور اگلے زمانہ جاہلیت کا بناو سنگار نہ دکھاؤ،

اور اُن کے بارے مین ارشاد ہوا،

واذا سالتموهن متاعا فاسئلوهن من وراء حجاب ذلکم اطهر لقلوبکم وقلوبهن وما کان لکم ان تؤذوا رسول الله ولا ان تنکحوا ازواجه من بعده ابدا ان ذلکم کان عند الله عظیما،

اور جب پیغمبر کی بی بیون سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے آڑ سے مانگو اس سے تمہارے دل (اُن کی طرف سے) خوب پاک (صاف) رہین گے اور (اسی طرح) انکے دل بھی، اور تم کو شایان نہین کہ رسول خدا کو ایذا دو اور نہ یہ (بات شایان ہے) کہ ان کے بعد کبھی اُنکی بی بیون سے نکاح کرو خدا کے نزدیک یہ بڑی (بیجا) بات ہے،

Marfat.com

نظامِ وراثت

اصولِ قرابت کے موافق اہلِ عرب کے یہان وراثت کا عام رواج تھا، اور اس اصول کے مطابق میت کا وارث اس کا سب سے قریبی قرابت دار یعنی بیٹا ہوتا تھا جو اس کی مدد کرتا تھا، یہی وجہ ہے کہ وراثت صرف مردون یعنی بیٹون تک محدود تھی، کیونکہ یہی لوگ تلوار اُٹھاتے تھے اور خاندانی شرف کی حفاظت کرتے تھے، لڑکون کے ہوتے ہوے اُن کے علاوہ اور کسی کو ترکے سے کوئی حصہ نہین ملتا تھا، لڑکے کا قائم مقام صرف میت کا باپ ہو سکتا تھا، جو اس کے بعد میّت کا سب سے قریبی قرابت دار تھا، پھر باپ کے بعد بھائی، اور بھائی کے بعد چچا وہلم جرا،

اسلام آیا تو اس نے بھی اسی اصول کو قائم رکھا، لیکن چونکہ وہ ایک ایسی امت اسلامیہ پیدا کرنا چاہتا تھا جسکے افراد ایک مضبوط رشتے مین مربوط ہو جائین، اس لیے اس نے اس اصول کی بنیاد اسلام اور ہجرت پر قائم کی، چنانچہ خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا،

ان الذین آمنوا وھاجروا	جو لوگ ایمان لائے اور انھون نے ہجرتین کین، اور
وجاھدوا باموالھم	اللہ کے رستے مین اپنے جان و مال سے جہاد کئے، اور
وانفسھم فی سبیل اللہ والذین	جن لوگون نے (مہاجرین کو) جگہ دی اور (اُن کی)
آدوا ونصروا اولئک بعض	مدد کی، یہی لوگ ہین ایک کے وارث ایک، اور جو لوگ
اولیاء بعض والذین	ایمان تو لے آئے اور ہجرت نہین کی تو تم مسلمانون کو
آمنوا ولم یھاجروا ما لکم	اُن کی وراثت سے کچھ تعلق نہین، یہان تک کہ ہجرت

من ولايتهم من شيء حتى يهاجروا
وان استنصروكم في الدين فعليكم
النصر الا على قوم بينكم وبينهم
ميثاق والله بما تعملون بصير
والذين كفروا بعضهم اولياء
بعض الا تفعلوه تكن فتنة في الارض
وفساد كبير والذين آمنوا
وهاجروا وجاهدوا في
سبيل الله والذين آووا ونصروا
اولئك هم المؤمنون حقا
لهم مغفرة ورزق كريم
والذين آمنوا من بعد وهاجروا
وجاهدوا معكم فاولئك منكم

کرکے تم مین (نہ) آئین ہان اگر دین (کے بارے) مین
تم سے طالب مدد ہون تو تم کو اُن کی مدد کرنی لازم
ہے مگر اس قوم کے مقابلہ مین نہین کہ تم مین اور انمین
(صلح کا) عہد (و پیمان) ہو اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ
اُسکو دیکھ رہا ہے اور کافر ایک کے وارث ایک (اُنکو
ایک دوسرے کی میراث لینے دو) اگر ایسا نہ کروگے
تو ملک مین شورش پھیل جائے گی اور بڑا فساد ہوگا
اور جو لوگ ایمان لائے اور انھون نے ہجرت کی اور
اللہ کے رستے مین جہاد بھی کیے اور جن لوگون نے
(مہاجرین کو) جگہ دی اور (اُن کی) مدد کی یہی
پکے مسلمان ہین اُن کے لیے (گناہون کی) معافی
ہے اور عزت (و آبرو) کی روزی اور جو لوگ بعد کو
ایمان لائے اور اُنھون نے ہجرت کی اور تم مسلمانونکے
ساتھ ہوکر جہاد بھی کیے تو وہ تمھین مین داخل ہین

اور اس قانون کے رو سے مہاجر اور ان لوگون کے درمیان جو ایمان نہین لائے یا ایمان تو لائے لیکن ہجرت نہین کی وراثت کا تعلق منقطع ہوگیا،

اس کے بعد یہ وراثت اقرب فالاقرب کے اصول کے مطابق مقرر کی چنانچہ ارشاد ہوا،

واولوا الارحام بعضهم اولى ببعض

اور رشتہ دار اللہ کے حکم کے مطابق ایکدوسرے

فی کتٰب اللہ ان اللہ کان بکل شیء علیم

(کی میراث کے زیادہ حقدار ہین بیشک اللہ ہر چیز سے واقف ہے'

وأولوا الارحام بعضهم اولی ببعض فی کتٰب اللہ من المؤمنین والمهاجرین الا ان تفعلوا الی اولیائکم معروفا کان ذلك فی الکتاب مسطورا

اور رشتہ دار کتاب اللہ کے روسے (تمام مسلمانون اور مہاجرون سے بڑھ کر) ایک کے حقدار ایک ہین مگر یہ کہ تم اپنے دوستون کے ساتھ سلوک کرنا چاہو (تو وہ بات دوسری ہے) یہی حکم کتاب مین لکھا ہوا ہے'

اور فرمایا'

ولکل جعلنا موالی مما ترك الوالدان والاقربون والذین عقدت ایمانکم فاتوهم نصیبهم ان اللہ کان علی کل شیء شهیدا۔

مرد اور جو ترکہ) مان باپ اور رشتہ دار چھوڑ مرین تو ہم نے ہر ایک (مرنے والے کی میراث) کے حقدار ٹھہرا دیے ہین اور جن لوگون کے ساتھ تمھارا عہد وپیمان ہو تو (بطور خود) ان کا حصّہ اُن کو بھی دیدو ہر چیز خدا کے سامنے ہے)

اس آیت کی روسے میّت کا ترکہ اس کی اولاد کے بعد اس کے سب سے قریبی رشتہ دارون یعنی باپ' مان' اقربا اور اُن لوگون کو ملتا تھا جن سے رشتہ داری کا عقد وپیمان کیا گیا تھا' اور اس عقد وپیمان کی صورت یہ تھی کہ زمانہ جاہلیت مین ایک شخص کسی دوسرے آدمی سے رشتہ داری کا معاہدہ اس شرط پر کرتا تھا کہ دونون باہم ایک دوسرے کی مدد کرینگے اور باہم ایک دوسرے کے وارث ہونگے اسلام نے بھی اسکو قائم رکھا اور اصطلاح مین اسی کو ولاء الموالات کہتے ہین'

اس کے بعد جاہلیت کا وہ اصول توڑ دیا جس کے روسے ترکے صرف مرد کو

ملتے تھے، چنانچہ فرمایا،

للرجال نصیب مما ترک الوالدان	ماں باپ اور رشتہ دارون کے ترکہ مین تھوڑا ہو
والاقربون وللنساء نصیب مما	یا بہت مردون کا حصہ ہے اور (ایسا ہی) ماں باپ
ترک الوالدان والاقربون	اور رشتہ دارون کے ترکہ مین عورتون کا بھی حصہ ہے
مما قل منہ او کثر نصیبا مفروضا	اور یہ حصہ (ہمارا) ٹھہرایا ہوا (ہے)

اور یہ تمام عام اصول ہین خداوند تعالی نے ہر وارث کے حصہ کی تفصیل نہین کی ہے جسکی وجہ جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہین یہ ہے کہ احکام فقہی مین قرآن مجید نے تدریج و آہستگی کو ملحوظ رکھا ہے،

خداوند تعالی نے پہلے صاحب مال کو یہ حکم دیا کہ اپنے مال مین سے جو کچھ وہ اپنے ماں باپ اور دوسرے رشتہ دارون کو دینا چاہتا ہو، خود بیان کر دے، اسی بنا پر آیت وصیت جسکو ہم پہلے لکھ آئے ہین نازل کی، اس کے بعد خود اس حصے کی تفصیل کی جو اولاد اور اُن کے علاوہ دوسرے ورثہ مین ہر ایک کو ملنا چاہیئے، اور جس صورت مین میت کے ساتھ تمام ورثہ کی رشتہ داریان یکسان حیثیت کی ہون اس حالت مین اناث پر ذکور کی فضیلت کے اصول کو ملحوظ رکھا، البتہ اخیافی بھائی اور بہنون کے متعلق اگرچہ کوئی صریح حکم موجود نہین ہے تاہم ظاہر قرآن سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ سب کے سب وراثت مین برابر کے حقدار ہین خداوند تعالی نے اولاد کی وراثت کے متعلق فرمایا،

یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر	(مسلمانو) تمھاری اولاد کے حصون کے بارے مین
مثل حظ الانثیین فان کن نساء	اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ لڑکے کو دو لڑکیون کے برابر حصہ
فوق اثنتین فلھن ثلثا ما	(دیا کرو) پھر اگر لڑکیاں (ہی لڑکیاں) دو سے زیادہ ہون تو

ترک وان کانت واحدة فلها النصف

ترکے مین اُن کا حصّہ، دو تہائی، اور اگر اکیلی ہو تو اس کو آدھا،

اور ماں باپ کی وراثت کے متعلق فرمایا،

ولابویہ لکل واحد منہما السدس مما ترک ان کان لہ ولد فان لم یکن لہ ولد وورثہ ابواہ فلامہ الثلث فان کان لہ اخوة فلامہ السدس

اور میت کے ماں باپ کو یعنی، دونوں مین ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصّہ اس صورت مین کہ میت کی اولاد ہو اور اگر اُس کے اولاد نہو اور اس کے وارث فقط ماں باپ ہون تو اس کی ماں کا حصہ ایک تہائی، (باقی باپ کا) پھر اگر ماں باپ کے علاوہ میت کے (ایک سے زیادہ) بھائی (یا بہنین) ہون تو ماں کا چھٹا حصّہ،

اور میاں بی بی کی وراثت کے متعلق فرمایا،

ولکم نصف ما ترک ازواجکم ان لم یکن لہن ولد فان کان لہن ولد فلکم الربع مما ترکن .... ولہن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد فان کان لکم ولد فلہن الثمن مما ترکتم،

اور جو (ترکہ) تمھاری بی بیاں چھوڑ مرین اگر ان کے اولاد نہین تو اُن کے ترکے مین تمھارا آدھا اور اگر ان کے اولاد ہو تو ان کے ترکہ مین تمھارا چوتھائی اور تم کچھ (ترکہ) چھوڑ مرو اور تمھاری کوئی اولاد نہو تو بیبیون کا (حصّہ) چوتھائی اور اگر تمھارے اولاد ہو تو تمھارے ترکہ مین بیبیون کا آٹھواں (حصّہ)

اور ماں کی اولاد کی وراثت کے متعلق فرمایا،

وان کان رجل یورث کلالة او امرأة ولہ اخ او اخت فلکل واحد

اور اگر کسی مرد یا عورت کی میراث ہو اور اس کے باپ بیٹا (یعنی اصل و فرع) نہ ہو اور (دوسری ماں سے

منهما السدس فان کانوا اکثر من ذلك فهم شرکاء فی الثلث

(اگر) انکے بھائی یا بہن ہو تو اُن سے ہر ایک کا چھٹا (حصہ) اور اگر ایک سے زیادہ ہون تو ایک تہائی مین (برابر) سب شریک،

اور عصباتی بھائی بہنون کے متعلق فرمایا،

یستفتونك قل الله یفتیکم فی الکلالة ان امرؤ هلك لیس له ولد وله اخت فلها نصف ما ترك وهو یرثها ان لم یکن لها ولد فان کانتا اثنتین فلهما الثلثان مما ترك وان کانوا اخوة رجالا ونساء فللذکر مثل حظ الانثیین (نسا ع ۲۴)

(اے پیغمبر لوگ) تم سے کلالہ کے بارے مین فتوی طلب کرتے ہین تو (اُن لوگون سے) کہدو کہ اللہ کلالہ کے بارہ مین تم کو حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی ایسا مرد مرجائے جسکے اولاد نہو اور نہ باپ دادا کہ اسی کو کلالہ کہتے ہین) اور اس کے (صرف ایک) بہن ہو تو بہن کو اُسکے ترکہ کا آدھا اور (بہن مرجاے اور اس) کے اولاد نہو تو اس (کے سارے مال) کا حقدار بھائی ہے پھر اگر بہنین دو ہون (یا زیادہ) تو اُن کو اس کے ترکہ مین سے دو تہائی اور اگر بھائی بہن (ملے جلے) ہون (کچھ) مرد اور (کچھ) عورتین تو دو عورتون کے حصہ کے برابر ایک مرد کا حصہ

لیکن ان وراثتون کو وصیت اور قرض کے ادا کرنے کے بعد تقسیم کرنے کا حکم دیا،

اور رسول اللہ صلعم نے فرمایا،

الحقوا الفرائض باهلها فما بقی فلاولی رجل ذکر

ذوی الفروض کا حق پہلے ان کو دو اس کے بعد جو بچ رہے وہ قریبی مرد رشتہ دار کو دو،

اس حدیث سے اُن لوگون کا حقِ وراثت بھی معلوم ہوتا ہے جن کا ذکر قرآن مجید نے

نہین کیا یعنی چچا اور بھتیجے،

معاملات

معاملات سے مراد وہ تمام معاہدے ہین جن کے ذریعہ سے لوگ باہم لین دین کرتے ہین اور قرآن مجید نے اجمالی اور کلی طور پر اُن کا ذکر کیا ہے' اور اُن کی تفصیل اُمت محمدیہ کے لیے چھوڑ دی ہے' چنانچہ ان قواعد کلیہ کی تفصیل یہ ہے،

(۱) خداوند تعالی نے وفائے عہد کا عام حکم دیا،

یا ایہا الذین آمنوا اوفوا بالعقود	مسلمانو! قول وقرار کو پورا کرو،

اور یہ ایک ایسا عام لفظ ہے جو اُن تمام ضروری اور لازمی باتون کو شامل ہے جن کو ایک آدمی دوسرے آدمی کے لیے اپنے اوپر فرض کر لیتا ہے'

(۲) ناجائز طور پر لوگون کے مال کے خورد برد کرنے اور اس کو حکام تک رسائی پیدا کرنے کا ذریعہ بنانے سے منع کیا،

ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بہا الی الحکام لتاکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون،	اور آپس مین ناحق (ناروا) ایک دوسرے کے مال کو خورد برد نہ کرو، اور نہ مال کو، حاکمون کے پاس رسائی پیدا کرنے کا ذریعہ گردانو تاکہ لوگون کے مال مین سے (تھوڑا بہت جو) کچھ (ہاتھ لگے اُسکو، جان بوجھکر ناجائز طور پر ہضم کر جاؤ،

اور تجارتی منافع کو جائز قرار دیا،

یا ایہا الذین آمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ	مسلمانو! ناحق (ناروا) ایک دوسرے کے مال کو خورد برد نہ کیا کرو' ہان آپس کی رضامندی سے

عن تراض منکم	خرید و فروخت ہو اور اُس مین کچھ ہاتھ لگ جاے تو
	وہ ناروا نہین)

چونکہ اس موقع پر یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ انسان کو دوسرے شخص کے ہر قسم کے مال سے گو وہ اس کا رشتہ دار ہی کیون نہو کسی قسم کا فائدہ اُٹھانا نہین چاہئے اس لئے خداوند تعالیٰ نے فرمایا،

لیس علی الاعمی حرج ولا علی الاعرج	نہ تو اندھے (آدمی) کے لیے کچھ مضائقہ ہے اور نہ
حرج ولا علی المریض حرج ولا	لنگڑے (آدمی) کیلئے کچھ مضائقہ ہی اور نہ بیمار کے لیے
علی انفسکم ان تاکلوا من بیوتکم	کچھ مضائقہ ہے اور نہ (عموماً) مسلمانون کیلئے (اس مین
او بیوت آبائکم او بیوت امھتکم	کچھ مضائقہ ہی) کہ اپنے گھرون سے (کھانا) کھاؤ یا اپنے
او بیوت اخوانکم او بیوت اخواتکم	باپ کے گھر سے یا اپنی ان کے گھر سے یا اپنے بھایون
او بیوت اعمامکم او بیوت عمتکم	کے گھرون سے یا اپنے چچاؤن کے گھرون سے یا اپنی
او بیوت اخوالکم او بیوت خلتکم	پھوپھیون کے گھرون سے یا اپنے ماموُن کے گھرون سے
اوما ملکتم مفاتحہ او صدیقکم	یا اپنی خالاؤن کے گھرون سے یا اُن گھرون سے
لیس علیکم جناح ان تاکلوا جمیعا	جن کی کنجیان تمھارے اختیار مین ہین یا اپنے دوستون کے
او اشتاتا،	گھرون سے (غرض اس مین بھی) تم پر کچھ گناہ نہین کہ
	سب ملکر کھاؤ یا الگ الگ،

(۳) قرآن مجید نے بیع کا جو باہمی مبادلات مین نہایت اہمیت رکھی ہی خاص حیثیت سے ذکر کیا ہے اور اس کی حلت اور سود کی حرمت بیان کی ہے چنانچہ فرمایا،

الذین یاکلون الربوٰ لا یقومون	(جو لوگ سود کھاتے ہین (قبرون سے) اُٹھ کھڑے نہین

ما یقوم الذی یتخبطه الشیطان من المس ذلک بانهم قالوا انما البیع مثل الربوا واحل الله البیع وحرم الربوا

ہو سکین گے مگر جیسا کہ کھڑا ہوتا ہے وہ شخص جسکو شیطان نے آسیب سے مخبوط الحواس کر دیا ہو یہ اس لیے کہ اُنھون نے کہا کہ جیسا معاملہ بیع کا ہے ویسا ہی معاملہ سود کا ہے، حالانکہ بیع کو اللہ نے حلال کیا ہے اور سود کو حرام

اس کے بعد فرمایا،

یمحق الله الربوا ویربی الصدقات والله لا یحب کل کفار اثیم،

اللہ سود کو گھٹاتا اور خیرات کو بڑھاتا ہے اور جتنے ناشکر ہین اور گنہگار ہین خدا اُن کو دوست نہین رکھتا،

پھر فرمایا،

یا ایها الذین آمنوا اتقوا الله وذروا ما بقی من الربوا ان کنتم مومنین فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من الله ورسوله وان تبتم فلکم رؤس اموالکم لا تظلمون ولا تظلمون وان کان ذو عسرة فنظرة الی میسرة وان تصدقوا خیر لکم ان کنتم تعلمون،

مسلمانو! اگر تم ایمان رکھتے ہو تو اللہ سے ڈرو اور جو سود (لوگون کے ذمے) باقی ہے (اسکو) چھوڑ دو اور اگر (ایسا) نہین کرتے تو اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے کے لیے ہوشیار رہو اور اگر توبہ کرتے ہو تو اپنی اصل رقم تم کو (لینی پہونچتی ہے)، نہ تم (کسی کا) نقصان کرو اور نہ کوئی تمھارا نقصان کرے اور اگر (کوئی) تنگدست (تمھارا قرضدار) ہو تو فراخی تک کی مہلت (دو) اور اگر سمجھو تو تمھارے حق مین یہ زیادہ بہتر ہے کہ اُس کو (اصل قرضہ بھی) بخش دو

اور فرمایا،

یا ایها الذین آمنوا لا تاکلوا الربوا

مسلمانو! سود (در سود) نہ کھاؤ (کہ اصل مین) بل بل کر

Marfat.com

ضعفًا فامضاعفة، دوگنا چوگنا (ہوتا چلا جائے)

قرآن مجید نے بیع اور ربو کی حقیقت نہین بیان کی ہے' اور اس معاملہ مین مخاطبین کے رسم و رواج پر اکتفا کیا ہے، کیونکہ وہ لوگ خرید و فروخت کرتے تھے' اور ایک مدت معینہ کے لیے قرض دیتے تھے، چنانچہ جب ادائے قرض کا زمانہ آتا تھا تو قرضخواہ مقروض سی قرض یا سود کا مطالبہ کرتا تھا، اب اگر وہ قرض ادا نہین کرسکتا تھا تو اس پر قرض کو دوگنا کردیتا تھا، مثلاً اگر ایک سال کی اونٹنی ہوتی تھی تو اس کو دو سال کی اور اگر ایک پیالہ کھانا ہوتا تھا تو اُس کو دو پیالہ کردیتا تھا،

قرآن مجید نے یہ بیان کیا ہے کہ سود اس فیاضانہ اصول کے منافی ہے، جس پر شریعت اسلامیہ کی بنیاد قائم کی گئی ہے،

وما آتیتم من ربا لیربو فی	اور (یہ) جو تم لوگ سود دیتے ہو تاکہ لوگون کے مال
اموال الناس فلا یربو عند اللہ	مین اضافہ ہو تو وہ (سود) خدا کے یہان نہین بڑھتا اور
وما آتیتم من زکوۃ تریدون	(وہ) جو تم محض خدا کی رضا جوئی کے ارادے سے زکوٰۃ
وجہ اللہ فاولئک ہم المضعفون	دیتے ہو تو جو لوگ ایسا کرتے ہین تو وہی (اپنے دیے کو
	خدا کے ہان) بڑھا رہے ہین

اور عرب کے معمول و عادت اور بعض احادیث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو لوگ ادائے قرض کی استطاعت نہین رکھتے اُن کے لیے قرض کی جو مُدت مقرر کی جاتی ہے سود اسی کا معاوضہ ہی،

قرآن مجید نے جو اہم اصول پیش کیے ہین ان مین قرض مؤجل کی تحریر کا نظام بھی داخل ہی، اس کے متعلق قرآن مجید مین سب سے بڑی آیت سورۂ بقرہ مین آئی ہی، اور نزول کے رو سے قرآن مجید کی سب سے آخری آیت یہی ہے، چنانچہ خداوند تعالی فرماتا ہی،

Marfat.com

یا ایھا الذین آمنوا اذا تداینتم	مسلمانو جب تم ایک میعاد مقرر تک اُدھار کا لین دین
بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ	کرو تو اس کو لکھ لیا کرو اور اگر تم کو لکھنا نہ آتا ہو تو تمہارے
ولیکتب بینکم کاتب بالعدل	درمیان میں (تمہارے باہمی قرارداد کو) کوئی لکھنے والا
ولا یاب کاتب ان یکتب کما	انصاف کے ساتھ لکھ دے اور جس سے لکھواؤ تو اس لکھنے
علمہ اللہ فلیکتب ولیملل الذی	والے کو چاہیے کہ لکھنے سے انکار نہ کرے جس طرح خدا نے
علیہ الحق ولیتق اللہ ربہ ولا	اسکو (لکھنا پڑھنا) سکھایا ہے (اسی طرح) اسکو بھی چاہیے
یبخس منہ شیئا فان کان الذی	کہ (بے عذر) لکھ دے اور جس کے ذمے قرض عائد ہوگا
علیہ الحق سفیھا او ضعیفا او لا	(وہی دستاویز کا) مطلب بولتا جائے اور اللہ سے کہ وہی
یستطیع ان یمل ھو فلیملل ولیہ	اس کا پروردگار ہے ڈرے اور بتاتے وقت قرض دہندہ
بالعدل واستشھدوا شھیدین	کے حق میں سے کسی طرح کی کمی نہ کرے پھر جسکے ذمے
من رجالکم فان لم یکونا	قرض عائد ہوگا اگر وہ کم عقل ہو یا معذور ہو یا خود (دستاویز کے)
رجلین فرجل وامراتان	مطلب نہ کر سکتا ہو تو (جو) اس کا ولی (ہو وہ) انصاف کے
ممن ترضون من الشھداء	ساتھ دستاویز کا مطلب بولتا جائے اور اپنے لوگوں
ان تضل احدھما فتذکر احدھما الاخری	میں سے دو مردوں کو گواہ کر لیا کرو پھر اگر دو مرد نہ ہوں
ولا یاب الشھداء اذا ما	تو ایک مرد اور دو عورتیں کہ ان میں سے کوئی ایک
دعوا ولا تسئموا ان تکتبوہ صغیرا	بھول جائے گی تو ایک دوسرے کو یاد دلا دے گی اور
او کبیرا الی اجلہ ذلکم اقسط عند اللہ	جب گواہ (ادائے شہادت کے لیے) بلائے جائیں تو
واقوم للشھادۃ وادنی الا ترتابوا	(حاضر ہونے سے) انکار نہ کریں اور معاملہ میعادی چھوٹا
الا ان تکون تجارۃ حاضرۃ	ہو یا بڑا اس کی دستاویز کے لکھنے میں کاہلی نہ کرو خدا کے

Marfat.com

تديرونها بينكم فليس عليكم
جناح الا تكتبوها واشهدوا
اذا تبايعتم ولا يضار كاتب ولا
شهيد وان تفعلوا فانه فسوق
بكم واتقوا الله ويعلمكم الله والله
بكل شيء عليم وان كنتم على سفر
ولم تجدوا كاتبا فرهن مقبوضة
فان امن بعضكم بعضا
فليؤد الذي اؤتمن امانته
وليتق الله ربه ولا تكتموا الشهادة
ومن يكتمها فانه آثم قلبه
والله بما تعملون عليم،

(بقرہ ۳۹؛

نزدیک بہت ہی منصفانہ کاروائی ہے اور گواہی کیلیے
بھی یہی طریقہ بہت ٹھیک ہے اور زیادہ تر اس کے
قریب ہے کہ تم (آیندہ کسی طرح کا) شک (و شبہ) نکرو
مگر سودا دم نقد ہو جسکو تم (ہاتھوں ہاتھ) آپس میں لیا دیا کرتے
ہو تو اس کی (دستاویز) کے نہ لکھنے میں تم پر کچھ گناہ
نہیں، اور (ہاں) جب (اس طرح کی) خرید و فروخت
کرو تو (احتیاطاً) گواہ کر لیا کرو، اور کاتب (دستاویز)
کو کسی طرح کا نقصان نہ پہونچایا جائے اور نہ گواہ کو،
اور ایسا کروگے تو یہ تمہاری نافرمانی ہے اور اللہ سے ڈرو
اور اللہ تم کو تعلیم دیتا ہے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے اور اگر
تم سفر میں ہو اور تم کو کوئی لکھنے والا نہ ملے اور قرض لینا ہو
تو رہن یا قبضہ (رکھ لو) پس اگر تم میں سے ایک کا ایک
اعتبار کرے (اور بے رہن رکھے قرض دیدے) تو جس
اعتبار کیا گیا ہے (یعنی قرض لینے والا) اس کو چاہیے
کہ قرض دینے والے کی امانت (یعنی قرض) کو ادا کر دے
اور خدا سے جو اس کا پروردگار ہے ڈرے اور گواہی
کو نہ چھپاؤ اور جو اس کو چھپائیگا تو وہ دل کا کھوٹا ہے
اور جو کچھ (بھی) تم لوگ کرتے ہو اللہ کو سب معلوم ہے،

اس کے بعد رسول اللہ صلعم کے فیصلوں میں بہت سے معاملات احادیث میں مذکور ہیں

Marfat.com

اور وہ سب کے سب یا تو قرآن مجید کے عام احکام کے مطابق ہین، یا اس کے مجمل احکام کی تفصیل ہین، یا اس کے مطلق کو مقید کیا گیا ہی، چنانچہ جہان استنباطِ احکام کے متعلق ہم مسلمانون کے اجتہاد کا ذکر کرین گے ان کا ایک حصہ نقل کرینگے،

تعزیرات

قرآن مجید نے مجرمون کو جن سزاؤن کی دھمکی دی ہی اُن مین اکثر اخروی سزائین ہین، اور جو جرائم اس نے بیان کیے ہین اُن ہی کے ساتھ اکثر ان کا بھی ذکر کیا ہے، البتہ دنیوی سزاؤن مین صرف پانچ سزائین خدا نے اپنی کتاب مین مقرر کی ہین،

(۱) قصاص،

عادت و تقلید نے عرب مین قصاص کا یہ نظام قائم کر دیا تھا کہ پورا قبیلہ کا قبیلہ اپنے ایک فرد کے جرم کا ذمہ دار ہوتا تھا، البتہ جب عام مجالس مین کوئی قبیلہ کسی شخص کی آوارگی اور اوباشی کا اعلان کر دیتا تھا تو وہ اس کے جرائم کی ذمہ داریون سے بری ہو جاتا تھا، یہی وجہ ہے کہ مقتول کا ولی صرف قاتل سے بہت کم قصاص لیتا تھا، بالخصوص جب مقتول شریف یا اپنی قوم کا سردار ہوتا تھا، اُس وقت قصاص کا مطالبہ اس قدر وسعت اختیار کر لیتا تھا کہ دو قبیلون مین جنگ چھڑ جاتی تھی اور چونکہ اکثر قاتل کا قبیلہ اس کی حمایت کرتا تھا اس لیے اُس سے ایسے فسادات و محاربات قائم ہو جاتے تھے جن کا سلسلہ بہت طویل زمانے تک قائم رہتا تھا، اس بنا پر قرآن مجید نے قصاص کی ذمہ داری کی تحدید کر دی اور اس کو صرف قاتل تک محدود رکھا، چنانچہ فرمایا،

یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم القصاص	مسلمانو! جو لوگ (تم مین) مارے جائین، اُن (کے بارے)

فی القتلی الحر بالحر والعبد — یعنی تم کو جان کے بدلے جان کا حکم دیا جاتا ہے، آزاد

بالعبد والانثی بالانثی، — کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت

اس آیت میں خداوند تعالی نے یہ بیان کیا ہے کہ صرف قاتل سے اُس کے جرم کا مواخذہ کرنا چاہیے، اُس کے بعد نہایت مختصر اور دقیق الفاظ میں اس زندگی میں نظام قصاص کی ضرورت بتائی، اور فرمایا،

ولکم فی القصاص حیاۃ یا اولی الالباب — اور عقلمندو! قصاص کے قاعدے میں تمہاری زندگی ہے

لعلکم تتقون — (اور اس غرض سے جاری کیا گیا ہے) تاکہ تم (خونریزی سے) باز رہو،

اور اجمالی طور پر یہی مفہوم مکی سورۂ اسراء کی اس آیت کا بھی ہے،

ومن قتل مظلوما فقد جعلنا — اور جو شخص ظلم سے مارا جائے تو ہم نے اس کے والی

لولیہ سلطانا فلا یسرف فی القتل — (وارث) کو قاتل سے قصاص لینے کا اختیار دیا ہے تو

انہ کان منصورا — اس کو چاہیے کہ خون (کا بدلہ لینے) میں زیادتی نہ کرے (وہ ہی بدلہ لینے میں بھی) اس کی جیت ہے؛

اہل عرب کے یہاں نظام دیت پر عام طور پر عمل درآمد جاری تھا، قرآن مجید نے بھی اس کو قائم رکھا اور اس آیت میں اس کی طرف اشارہ کیا،

ومن قتل مؤمنا خطأ فتحریر — اور جو مسلمان کو غلطی سے بھی مار ڈالے تو ایک مسلمان غلام

رقبۃ مؤمنۃ ودیۃ مسلمۃ الی — آزاد کرے اور وارثان مقتول کو خون بہا دے (سوا)

اہلہ الا ان یصدقوا فان کان — مگر یہ کہ وارثان مقتول خون بہا معاف کر دیں پھر اگر

من قوم عدو لکم وھو مؤمن — مقتول ان لوگوں میں کا ہو جو تم مسلمانوں کے دشمن ہیں

Marfat.com

فتحرير رقبة مؤمنة وان كان من قوم بينكم وبينهم ميثاق فدية مسلمة الى اهله وتحرير رقبة مؤمنة فمن لم يجد فصيام شهرين متتابعين توبة من الله وكان الله عليما حكيما،

اور وہ خود مسلمان ہو تو بس، ایک مسلمان غلام آزاد کرنا ہوگا اور اگر (مقتول) ان لوگون مین کا ہو جن مین اور تم مین (صلح) کا عہد (و پیمان) ہو تو قاتل کو چاہیے کہ، وارثان مقتول کو خون بہا پہونچائے اور (اس کے علاوہ) ایک مسلمان غلام (بھی) آزاد کرے اور جسکو (مسلمان غلام آزاد کرنے کا) مقدور نہ ہو تو لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے کہ توبہ کا یہ طریقہ اللہ کا ٹھہرایا ہوا ہے اور اللہ (سب کے حال سے) واقف ہے (اور) اس کا انتظام (بڑا) پکا انتظام ہے،

اور احادیث نے نظام دیت کی وضاحت کردی ہے اور بعض دیتون کا ذمہ دار عاقلہ (یعنی اہل قبیلہ یا اہل خاندان یا اہل محلہ) کو بھی ٹھہرایا ہے، اور یہ اہل عرب کا وہی سبع مواخذہ ہے، جو اس صورت مین قائم رہ گیا ہے،

اور اعضاء کے قصاص مین قرآن مجید نے توراۃ کا یہ نظام بتایا ہے،

وكتبنا عليهم فيها ان النفس بالنفس والعين بالعين والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص فمن تصدق به فهو كفارة له،

اور ہم نے توراۃ مین یہود کو تحریری حکم دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخمون کا بدلہ (ویسے ہی) زخم، پھر جو (مظلوم) بدلہ معاف کردے تو وہ اس (کے گناہون کا) کفارہ ہوگا،

(۲) حد زانی،

Marfat.com

خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید مین بلا تفصیل زانی کی سزا سو دُرّے مقرر کی ہے چنانچہ سورۂ نور مین فرماتا ہے،

الزانیۃ والزانی فاجلدوا	عورت اور مرد زنا کرین تو ان دونون مین سے ہر ایک
کل واحد منھما مائۃ جلدۃ	کو سو دُرّے مارو اگر اللہ اور روز آخرت کا یقین رکھتے
ولا تاخذکم بھما رافۃ فی	ہو تو اللہ کے حکم کی تعمیل مین تم کو ان کے حال پر
دین اللہ ان کنتم تؤمنون باللہ	کسی طرح کا ترس دامنگیر نہو اور نیز ان کے سزا دینے
والیوم الاخر ولیشھد عذابھما طائفۃ من المؤمنین	وقت مسلمانون کی ایک جماعت عبرت کے لیے ہو جود ہے

لیکن زانیہ لونڈی کی سزا اس کی آدھی مقرر کی چنانچہ سورۂ نسا مین فرمایا،

فاذا احصن فان اتین بفاحشۃ	پھر اگر قید نکاح مین آنے پیچھے کوئی بیحیائی کا کام
فعلیھن نصف ما علی المحصنت من العذاب	کرین تو جو سزا بی بی کی اُسکی آدھی لونڈی کی

لیکن حدیث مین ایک نکاح شدہ زانی کی سزا رجم (یعنی سنگسار) کرنا ہے اور صحیح مسلم مین ہے کہ ابو اسحاق شیبانی نے عبد اللہ بن ابی اوفی سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ صلعم نے رجم کیا ہے، وہ اُنھون نے جواب دیا "ہان" اُنھون نے پوچھا کہ "سورۂ نور کے نازل ہونے کے بعد یا اس سے پہلے" بولے "مین نہین جانتا"

(۳) حدِ قاذف،

جو شخص کسی پاکدامن عورت پر زنا کی تہمت لگائے، خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید مین اُس کی سزا اسی دُرّے مقرر کی چنانچہ سورۂ نور مین فرمایا،

والذین یرمون المحصنات	اور جو لوگ پاکدامن عورتون پر زنا کی تہمت لگائین
ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم	اور چار گواہ نہ لا سکین تو ان کو اسی دُرّے مارو اور

Marfat.com

ثمانین جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة	آیندہ کبھی ان کی گواہی نہ قبول کرو اور یہ لوگ
ابدا واولئک هم الفاسقون الا الذین	خود بدکار ہین مگر جنھون نے ایسا کیے پیچھے توبہ کی اور
تابوا من بعد ذلک واصلحوا فان الله غفور رحیم	اپنی عادت درست کرلی تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے

اگر خود شوہر اپنی بی بی پر زنا کی تہمت لگائے، تو اس کے لیے ایک خاص نظام مقرر فرمایا، چنانچہ اسی سورہ مین فرمایا،

والذین یرمون ازواجهم ولم یکن لهم	اور جو لوگ اپنی بی بیون پر زنا کی تہمت لگائین اور
شهداء الا انفسهم فشهادة احدهم	بجز اپنے ان کا کوئی گواہ نہ ہو تو ایسے مدعیون مین سے
اربع شهادات بالله انه لمن الصادقین	ہر ایک کا ثبوت یہ ہے کہ وہ چار بار خدا کی قسم کھا کر بیان
والخامسة ان لعنت الله علیه	کرے کہ بلاشک وشبہہ (اپنے دعوے مین) سچا ہے اور
ان کان من الکاذبین،	پانچوین (دفعہ) یون (کہے) کہ اگر وہ جھوٹ بولتا ہو تو
	اس پر اللہ کی لعنت،

اور چونکہ شوہر کی یہ چار قسمین چار گواہون کی قائم مقام ہین، اس لیے قرآن مجید نے عورت کی برات کا بھی ایک خاص طریقہ مقرر کیا،

اور اس کے بعد فرمایا،

ویدرؤ عنها العذاب ان تشهد	اور مرد کے قسم کھائے پیچھے عورت کے سر پر سے
اربع شهادات بالله انه لمن الکذبین	اس طرح پر سزا ٹل سکتی ہے کہ وہ چار بار خدا کی قسم کھا کر
والخامسة ان غضب الله علیها ان	بیان کردے کہ یہ شخص سرتاسر جھوٹا ہے اور پانچوین دفعہ
کان من الصادقین،	یون کہے، کہ اگر یہ شخص اپنے دعوے مین سچا ہو
	تو مجھ پر خدا ہی کا غضب پڑے،

Marfat.com

ان دونون آیتون پر تھوڑے سے غور و فکر کرنے کے بعد یہ معلوم ہو سکتا ہی کہ ان کا موضوع یہ ہے کہ شوہر کی طرف سے زنا کا الزام ثابت کیا جائے اور بی بی اُس سے اپنی برأت کرے اُس کو نکاح اور اولاد سے کوئی تعلق نہین ہی،

(۴) حدِ سارق،

خداوند تعالیٰ نے چور کی سزا یہ مقرر کی کہ اُس کے ہاتھ کاٹے جائین چنانچہ سورۂ مائدہ مین فرمایا،

والسارق والسارقة فاقطعوا ایدیهما جزاء بما کسبا نکالا من الله والله عزیز حکیم فمن تاب من بعد ظلمه واصلح فان الله یتوب علیه ان الله غفور رحیم،

اور (مسلمانو) مرد چوری کرے تو اور عورت چوری کرے تو اُن کے دونون (دہنے) ہاتھ کاٹ ڈالو یہ سزا اُن کے کرتوت کے بدلے مین عبرت کے لیے خدا کی طرف سے مقرر ہی اور اللہ زبردست اور حکیم ہے تو جو اپنے قصور کے پیچھے توبہ کرلے اور (اپنی حالت) سنوارلے تو اللہ اسکی توبہ قبول کرلیتا ہی (بیشک اللہ اپنے بندون کے)

(۵) حدِ قطاع الطریق،

خداوند تعالیٰ نے سورۂ مائدہ مین ڈاکوؤن کی یہ سزا مقرر کی ہے،

انما جزاء الذین یحاربون الله ورسوله ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیهم وارجلهم من خلاف او ینفوا من الارض ذلك لهم خزی فی الدنیا

اور جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول سے لڑتے اور فساد پھیلانے کی غرض سے ملک مین دوڑے دوڑے پھرتے ہین اُن کی سزا تو بس یہی ہی کہ ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر قتل کردیے جائین یا ان کو سولی دی جائے یا ان کے ہاتھ پانو اُلٹے سیدھے کاٹ دیے جائین یا ان کو جلاوطن کردیا

Marfat.com

ولهم فی الآخرة عذاب عظیم
الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا
علیهم فاعلموا ان الله غفور رحیم

جائے یہ تو دنیا مین اُن کی رسوائی ہوئی اور اس کے علاوہ
آخرت مین اُن کے لیے بڑا عذاب (تیار) ہے، مگر
(مسلمانو!) جو لوگ اس سے پہلے کہ تم اُن پر قابو پاؤ توبہ
کرلین (تو اُن کے حال سے تعرض نہ کرو اور) جان رہو
کہ اللہ (لوگون کے قصور) معاف کرنے والا مہربان ہے

ان سزاؤن کے علاوہ قرآن مجید مین اور کوئی سزا مذکور نہین ہے البتہ حدیث مین ایک
چھٹی سزا بھی بیان کی گئی ہے یعنی رسول اللہ صلعم نے شراب نوش کو بھی سزا دی ہے،

قرآن مجید نے سزاؤن کا دارومدار جن اُصول پر رکھا ہے وہ حسب ذیل ہین،

(۱) قوم کی بھلائی، چنانچہ قصاص کے متعلق فرمایا،

ولکم فی القصاص حیاة یا اولی الالباب
لعلکم تتقون،

عقلمندو تمھارے لیے قصاص مین زندگی ہے تاکہ تم لوگ
(خونریزی سے) باز رہو

(۲) مجرم کی تنبیہ تاکہ وہ دوبارہ جرم نہ کر سکے، چنانچہ چور اور چورنی کی سزا کے متعلق فرمایا،

جزاء بما کسبا نکالا
من الله،

یہ سزا اُن کے اعمال کے بدلے مین عبرت و سرزنش کیلیے
خدا کی طرف سے مقرر کی گئی ہے،

اور ڈاکوؤن کی سزا کے متعلق ارشاد ہوا،

ذالک لهم خزی فی الدنیا، یہ اُن کے لیے دنیا مین رسوائی ہے،

(۳) جسمانی سزائین جن کا اثر نہایت سخت ہوتا ہے

اور حدیث مین اُن سزاؤن کے عمل مین لانے کے لیے احتیاط کا حکم دیا گیا ہے،
تاکہ حاکم خود ان سزاؤن مین سختی کرنا چاہے اسکو تنبیہ ہوجائے، اور وہ احتیاط کے ساتھ

Marfat.com

اثبات جرم مین رعایت کرے چنانچہ ترمذی مین ام المومنین حضرت عائشہؓ کی روایت سے یہ حدیث مذکور ہے،

ادرؤا الحدود عن المسلمین ما استطعتم فان کان له مخرج فخلوا سبیله فان الامام ان یخطی فی العفو خیر من ان یخطی فی العقوبة،

مسلمانون کو سزا دینے سے جہان تک تم سے ہو سکے بچاؤ، اور اگر کوئی گنجایش ہو تو اُس کو چھوڑ دو کیونکہ رہائی مین امام کا غلطی کرنا اس سے بہتر ہے کہ وہ سزا مین غلطی کرے

یہ وہ احکام ہین جو خداوند تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم پر بذریعۂ وحی نازل فرمائے تھے، اور آپ کو حکم دیا تھا کہ لوگون تک اُن کو پہونچا دین اور اُن کے لیے اُن کی توضیح و تشریح کر دین، چنانچہ اس حکم کے مطابق آپ نے اُن کی تبلیغ کر دی اور لوگون کے لیے جو احکام نازل ہوئے تھے، عملی اور قولی حدیثون سے اُن کی تشریح فرما دی،

Marfat.com

دوسرا دور
فقہ بہ عہد کبارِ صحابہ
سنہ ۱۱ھ سے سنہ ۴۰ ہجری تک
اجمالی طور پر سیاسی صورتِ حال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کے جانشین ہوئے، سوء اتفاق سے اُن کے خلیفہ ہونے کے ساتھ ہی اکثر اہل عرب مرتد ہو گئے۔ لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عزم صادق اور مہاجرین اور انصار کی قوتِ ایمانیہ نے اس حالت مین نہایت کامیاب طریقہ پر ستونِ اسلام کو قائم رکھا، چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے متعدد فوجین روانہ کین اور اُن کے ذریعہ سے اہل عرب کی کجرفتاری کو سیدھے راستہ پر لگایا، اور دوبارہ اتحادِ عربی کو قائم کیا، اس مہم کے سر ہونے کے بعد انھون نے ایرانی اور رومی سلطنتون مین اشاعتِ اسلام کیلیے عراق و شام مین فوجین بھیجین لیکن ابھی تک اس مہم کا فیصلہ نہ ہوا تھا کہ انھون نے وفات پائی۔ اس کے بعد حضرت عمر رض کا دورِ خلافت آیا، اور اُن کے ذریعہ سے یہ فتح مکمل ہو گئی، اور مشرقی جانب سے مسلمان اکثر ایرانی شہرون پر غلبہ حاصل کرتے ہوے نہر جیحون (آمو دریا) تک پہونچ گئے، شمالی جانب سے اُنھون نے شام

Marfat.com

اور بلاد آرمینیا پر قبضہ کر لیا، اور مغربی جانب سے مصر پر مسلط ہو گئے۔ انہی کے زمانے مین اسلام کے بڑے بڑے شہر مثلاً فسطاط، کوفہ اور بصرہ آباد ہوے اور وہان مسلمانون کی ایک بہت بڑی جماعت جن مین بہت سے صحابہؓ تھے آباد ہوئی۔ اور عرب کے علاوہ اور بہت سی دوسری قومین حلقۂ اسلام مین داخل ہوئین حضرت عثمان رض کے زمانہ مین بھی اسلامی فتوحات نے مشرق و مغرب مین نہایت وسعت حاصل کی لیکن ابھی تک یہ عمارت مکمل نہ ہونے پائی تھی کہ ان کو ایک سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑا یعنی اُن کے دشمنون کے اتفاقِ راے سے اُن کے خلاف ایک شورش برپا ہوئی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ مصر، شام اور عراق سے چند جماعتین مدینہ مین آئین اور اُن کو شہید کر دیا جس سے مسلمانون مین اختلاف کی بنیاد پڑی اور اُنکے دو فرقے ہو گئے، ایک فرقہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا تھا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر اسی نے بیعت کی تھی، دوسرا فرقہ اُن کے قاتلون کا دشمن تھا اور اُسی نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اطاعت کی تھی، پہلا فرقہ عراق کے دارالسلطنت کوفہ مین اور دوسرا فرقہ شام کے پایۂ تخت دمشق مین رہتا تھا۔

ان دونون فرقون کے بغض و عداوت اور لعن وطعن کا یہ نتیجہ ہوا کہ صفین کے ریگستان مین دونون مین باہم عظیم الشان معرکہ ہوا اور عالم اسلامی کے چیدہ مسلمان فریقین کی جانب سے اس معرکہ مین باہم نبرد آزما ہوے۔ لیکن کسی فریق کے لیے اس معرکہ کا کوئی فیصلہ کن نتیجہ نہین نکلا، کیونکہ اہلِ شام نے کتاب اللہ کو حکم بنایا اور اکثر اہلِ عراق نے بھی اسکو قبول کیا، لیکن یہ تحکیم ایک فریق یعنی حامیانِ معاویہ کی طاقت اور دوسرے فریق یعنی حامیانِ علی کے ضعف کا ذریعہ بن گئی کیونکہ انکی

Marfat.com

فوج مین ایسے اشخاص پیدا ہو گئے جنھون نے تحکیم پر اعتراض کیا، اور جن لوگون نے اس کو قبول کیا تھا اُن پر لعن طعن کرنے لگے، نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے فریق کو جس نے تحکیم کے ذریعہ سے اپنی قوت مین اضافہ کرلیا تھا چھوڑ کر خود اپنی فوج کی مخالفت مین مصروف ہو گئے، اور آخر کار انھی خوارج مین سے ایک خارجی نے ان کو ناگہانی طور پر شہید کر دیا اور اب اُن کی شہادت سے مسلمانون کی عام جماعت نے امیر معاویہ کی خلافت پر اتفاقِ عام کر لیا، الغرض یہ دور ختم ہوا تو مسلمان سیاسی حیثیت سے تین فرقون مین منقسم ہو گئے،

(۱) **جمہور مسلمان**، جو امیر معاویہؓ اور ان کی خلافت کو پسند کرتے تھے،

(۲) **شیعہ**، جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور اہلبیت کی محبت پر قائم تھے،

(۳) **خوارج**، جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور امیر معاویہ تینون سے بغض رکھتے تھے،

اور ان تینون فرقون نے جیسا کہ آئندہ دور سے معلوم ہوگا فقہ اسلامی پر خاص اثر ڈالا ہے،

قرآن وحدیث

(دوسرے دور مین)

ہم اوپر بیان کر آئے ہین کہ قرآن مجید نجماً نجماً یعنی ٹکڑے ٹکڑے کر کے نازل ہوا، چنانچہ جب قرآن مجید کا کوئی ٹکڑا نازل ہوتا تھا تو رسول اللہ صلعم عام مسلمانون تک اُس کو پہونچا دیتے تھے، اور اپنے کاتبانِ وحی کو اس کے لکھنے کا حکم دیتے تھے، عام لوگو

مین بعض لوگ تو صرف اُس کے حفظ پر اکتفا کرتے تھے لیکن بعض لوگ اس کو لکھ لیتے تھے، آیات وسور کی جو ترتیب ہوتی تھی رسول اللہ صلعم خود ان کو بتا دیتے تھے لیکن رسول اللہ صلعم کی وفات کے زمانے تک قرآن مجید ایک مصحف مین جمع نہین ہوا تھا بلکہ حفاظ قرآن کے سینون، کاتبانِ وحی اور دوسرے کاتبون کے صحیفون مین محفوظ تھا۔ رسول اللہ کے عہد مبارک مین بہت سے لوگ حافظِ قرآن تھے، جن مین بعض لوگون کو پورا قرآن یاد تھا، لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی زمانے مین ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے ان کو ایک مصحف مین پورے قرآن کے جمع کرنے کی طرف متوجہ کیا، کیونکہ یمامہ کی فوج مین بہت سے حفاظِ قرآن نے شہادت پائی اس سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قرآن کے ضائع ہوجانے کا اندیشہ پیدا ہوا چنانچہ صحیح بخاری مین حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اہل یمامہ کی شہادت کے بعد مجھ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بلوایا، مین پہونچا تو حضرت عمر بن الخطاب بھی اُن کے پاس موجود تھے، تو مجھ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "عمرؓ نے مجھ سے آکر بیان کیا کہ جنگِ یمامہ مین بہ کثرت حفاظِ قرآن شہید ہوئے اگر اسی طرح اور لڑائیون مین بھی حفاظ نے شہادت پائی تو مجھے خوف ہے کہ قرآن کا بہت سا حصہ ضائع ہوجائیگا اس لیے میری راے یہ ہے کہ آپ قرآن کے جمع کرنے کا حکم دین" مین نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ کیا ہم وہ کام کرین جسکو رسول اللہ صلعم نے نہین کیا؟ بولے خدا کی قسم یہی بہتر ہے، غرض وہ بار بار مجھ سے یہی کہتے رہے یہان تک کہ خدا نے اس کے لیے میرے دل کو کھول دیا اور مین نے بھی وہی راے قائم کرلی جو حضرت عمرؓ کی تھی" زیدؓ بیان کرتے ہین کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ تم جوان عاقل آدمی ہو،

Marfat.com

ہم تم مین کوئی قابل الزام عیب نہین پاتے، اور تم رسول اللہ صلعم کے کاتب وحی تھے
اس لیے قرآن مجید کو ڈھونڈھو اور جمع کرو، تو خدا کی قسم اگر وہ لوگ مجھے پہاڑ کو اپنی جگہ
سے سرکانے کی تکلیف دیتے تو وہ مجھ کو اُن کے ارشاد یعنی جمع قرآن سے زیادہ گران
نہ ہوتا، مین نے کہا آپ لوگ وہ کام کیونکر کرتے ہین جسکو رسول اللہ صلعم نے نہین کیا،
بولے خدا کی قسم یہی بہتر ہے، الغرض حضرت ابوبکرؓ بھی مجھ سے بار بار یہی کہتے رہے،
یہان تک کہ خدا نے میرے دل کو بھی اس چیز کے لیے کھول دیا جس کے لیے
حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دلون کو کھول دیا تھا، تو مین نے قرآن کو
تلاش کرکے کھجور کی شاخون، پتھر کے ٹکڑون اور لوگون کے سینون سے اکٹھا کرکے
جمع کرنا شروع کیا، یہان تک کہ سورہ توبہ کا آخری حصہ مجھ کو ابوخزیمہ انصاریؓ سے
ملا اُن کے علاوہ مین نے اُن کو کسی دوسرے کے یہان نہین پایا (لقد جاءکم رسول)
آخر سورہ براءۃ تک تو یہ صحیفے تا دمِ وفات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس رہے
اُس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی مین اُن کے پاس پھر حضرت حفصہؓ کے
پاس رہے،

بروایتِ سیوطی حارث محاسبی نے اپنی کتاب فہم السنن مین لکھا ہے کہ قرآن مجید کا
لکھنا بدعت نہین ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اس کے لکھنے کا حکم دیتے
تھے، البتہ وہ مختلف ٹکڑون ہڈیون اور کھجور کی شاخون پر متفرق طریقے سے
لکھا ہوا تھا، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے صرف یہ کیا کہ اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ
مجموعی صورت مین نقل کرنے کا حکم دیا، گویا اس کی صورت یہ ہوئی کہ رسول اللہ صلعم
کے کاشانۂ مبارک مین چند اوراق جن مین قرآن متفرق طور پر لکھا ہوا تھا پائے گئے،

Marfat.com

اور حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے ان کی شیرازہ بندی کر دی تاکہ ان مین سے کوئی ورق ضائع نہونے پائے،

حضرت زید بن ثابت رضؓ اگرچہ خود حافظِ قرآن اور کاتبِ وحی تھے، تاہم اُنھون نے صرف اپنی یاد، اور اپنے لکھے ہوے اجزاء پر قناعت نہین کی بلکہ اُنھون نے اور حفاظ کی یاد، دوسرے کاتبون کے صحیفے، اور ان اجزاء سے بھی مدد لی جو رسول اللہ صلعم کے گھر مین لکھے ہوے محفوظ تھے، اور مہاجرین و انصار رضؓ کے اتفاق سے اس مجموعہ کو مکمل کیا اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے اس طرزِ عمل کے ذریعہ سے خداوند تعالیٰ نے اپنی اس ضمانت کو پورا فرمایا،

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون | ہمین نے ذکر کو اتارا اور ہمین اس کے نگہبان ہین،

یہ تمام صحیفے جیسا کہ اوپر گذرا بہ ترتیب یکے بعد دیگرے حضرت ابو بکر رضؓ، حضرت عمر رضؓ اور ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کے پاس محفوظ رہے،

حضرت عثمان رضؓ نے اپنے دورِ خلافت مین بڑے بڑے اسلامی شہرون مین اس مصحف کی اشاعت کی ضرورت محسوس کی، اور اُن کو جس چیز نے اس ضرورت کی طرف متوجہ کیا وہ یہ تھی کہ ان شہرون مین حفاظِ قرآن پھیل کر لوگون کو قرآن مجید کی تعلیم دینے لگے تھے، لیکن ان کی زبان کے اختلاف کے لحاظ سے اُن کے درمیان قرآنِ مجید کے بعض حروف مین کسی قدر اختلافات پیدا ہو گئے تھے، جسکا نتیجہ یہ تھا کہ بعض قاری اپنی قرأت کو دوسرے قاری کی قرأت پر ترجیح دیتے تھے چنانچہ حضرت عثمان رضؓ کو اس کی خبر ہوئی تو اُنھون نے اس کو ایک سخت اور قابل

تدارک خطرے کا ذریعہ خیال کیا، امام بخاری حضرت انسؓ سے روایت کی ہر
کہ جس زمانہ مین حضرت عثمانؓ اہلِ شام کی فوج کو اس غرض سے بھیج رہے
تھے کہ اہلِ عراق کے ساتھ شریکِ جنگ ہوکر ارمینیا اور آذربائجان کی فتح مین حصہ
لے، حضرت حذیفہ بن نعمانؓ ان کی خدمت مین آئے اور ان لوگون نے قرآن
کی قرارت مین جو کچھ اختلاف کیا تھا اُس کے متعلق اپنی پریشانی ظاہر کی اور حضرت
عثمانؓ سے کہا کہ قبل اس کے کہ امت محمدیہ یہود و نصاریٰ کی طرح اپنی کتاب مین
اختلاف کرے آپ اس کا تدارک فرمائیے، چنانچہ ان کے کہنے کے بموجب حضرت عثمانؓ
حضرت حفصہؓ کی خدمت مین پیغام بھیجا کہ حضرت ابوبکرؓ نے جو غیر مرتب صحیفے لکھوائے تھے
وہ ہمارے پاس بھیج دیجیے تاکہ ہم اُن کو مصاحف مین نقل کرواکے آپ کو واپس کردین
حضرت حفصہؓ نے وہ صحیفے اُن کی خدمت مین بھیج دیے، اور انھون نے حضرت
زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت سعید بن العاص اور حضرت عبدالرحمان
بن حارث بن ہشام رضوان اللہ علیہم کو اس کے نقل کرنے کا حکم دیا، اور ان لوگون نے
ان کو مصاحف مین نقل کیا، حضرت عثمانؓ نے تینون قریشی اشخاص یعنی حضرت
عبداللہ بن زبیر حضرت سعید بن العاصؓ اور حضرت عبدالرحمان بن حارثؓ سے
فرمایا کہ جب تم مین اور زید بن ثابتؓ کے درمیان قرآن مجید کی کسی چیز مین کوئی
اختلاف پیش آئے تو اُس کو قریش کی زبان مین لکھو کیونکہ وہ قریش ہی کی زبان مین
نازل ہوا ہے ان لوگون نے اُس پر عمل کیا، یہان تک کہ جب اُن غیر مرتب
صحیفون کو مصاحف مین نقل کر چکے تو حضرت عثمانؓ نے ان کو حضرت حفصہؓ کی خدمت
مین واپس کردیا اور ان نقل شدہ مصاحف مین سے ہر صوبے مین ایک ایک مصحف

Marfat.com

بھیجدیا، اور حکم دیا کہ اس مصحف کے علاوہ قرآن مجید جس صحیفہ اور جس مصحف مین لکھا ہوا ہو وہ جلادیا جائے، یہ کام ۲۵ھ مین انجام پایا اور جو مصاحف اس مصحف سے لکھے گئے، وہ کوفہ، بصرہ، دمشق، مکہ اور مدینہ مین روانہ کیے گئے، اور حضرت عثمانؓ نے خود اپنے لیے ایک مصحف رکھ چھوڑا جس کا نام مصحفِ امام تھا، یہ تمام مصاحف ان شہرونکی جامع مسجدون مین رکھے گئے جن کو دیکھ کر قرا پڑھتے تھے، اور حفاظ انکی طرف رجوع کرتے تھے، غرض حضرت عثمانؓ کے اس طرزِ عمل سے قرآن مجید کا حرف حرف اختلاف کے خطرے سے محفوظ ہوگیا،

لیکن قولی حدیثون کے جمع و ترتیب کی طرف اس قدر توجہ نہ تھی بلکہ اس کے برخلاف تقلیلِ روایت کی کوشش کی جاتی تھی، چنانچہ اس سلبی کوششون کے متعلق چند تصریحات حسب ذیل ہین

(۱) حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ مین مراسیل ابن ابی ملیکہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لوگون کو جمع کیا اور فرمایا کہ تم لوگ رسول اللہ صلعم سے ایسی حدیثین روایت کرتے ہو جن مین تم لوگون مین اختلاف ہوتا ہے، اور تمھارے بعد جو لوگ ہون گے ان مین اس سے بھی زیادہ اختلاف ہوگا، تو رسول اللہ صلعم سے کوئی حدیث نہ روایت کرو، جو شخص تم سے سوال کرے اس سے کہو کہ ہمارے اور تمھارے درمیان خدا کی کتاب ہے، اس کے حلال کیے ہوے کو حلال اور اُس کے حرام کیے ہوے کو حرام سمجھو

(۲) حافظ ذہبی کا بیان ہے کہ شعبہ وغیرہ نے بیان سے، اور بیان نے شعبی سے، اور شعبی نے قرظہ بن کعب سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب ہمکو عراق کی

Marfat.com

طرف روانہ فرمایا تو ہمارے ساتھ خود بھی چلے اور فرمایا تم کو معلوم ہے کہ مین کیون تمھاری شایعت کرتا ہون؟ لوگون نے کہا ہان ہماری عزت افزائی کے لیے بولے اس کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ تم ایسی آبادی کے لوگون کے پاس جاتے ہو جو شہد کی مکھیون کی طرح گنگنا گنگنا کر قرآنِ مجید پڑھتے ہین تو احادیث کی روایت کرکے ان کی تلاوتِ قرآن مین رکاوٹ نہ پیدا کرنا صرف قرآن مجید پر بس کرو، اور رسول اللہ صلعم سے روایت کم کرو، اور اس مین مین بھی تمھارا شریک ہون چنانچہ جب قرظہ آئے تو لوگون نے روایتِ حدیث کی خواہش کی، انھون نے جواب دیا کہ ہم کو حضرت عمرؓ نے اس کی ممانعت کی ہے'

(۳) دراوردی نے محمد بن عمرو سے' اور محمد بن عمرو نے ابی سلمہ سے' اور ابی سلمہ نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ مین نے اُن سے کہا کہ تم حضرت عمرؓ کے زمانے مین بھی اسی طرح روایت کرتے تھے؟ بولے جسطرح مین تم سے روایت کرتا ہون اگر اسی طرح حضرت عمرؓ کے زمانے مین بھی روایت کرتا تو وہ مجھے اپنے کوڑے سے مارتے'

(۴) معن بن عیسیٰ سے روایت ہے کہ انھون نے کہا کہ ہم کو مالک نے عبداللہ بن ادریس کے ذریعہ سے' اور عبداللہ بن ادریس نے شعبہ کے ذریعہ سے' اور شعبہ نے سعید بن ابراہیم کے ذریعہ سے' اور سعید بن ابراہیم نے اپنے باپ کے ذریعہ سے خبر دی ہے کہ حضرت عمرؓ نے تین شخص یعنی ابن مسعودؓ، ابوالدرداؓ اور ابومسعود انصاری کو قید کر دیا اور فرمایا کہ تم نے رسول اللہ صلعم سے بہت زیادہ روایتین کردین'

(۵) ابن علیہ نے رجار بن ابی سلمہ سے روایت کی ہے کہ انھون نے کہا کہ ہمکو

یہ خبر پہونچی ہو کہ حضرت امیر معاویہؓ یہ کہا کرتے تھے کہ تم لوگ بھی حدیث کے ساتھ وہی طرزِ عمل اختیار کرو جو حضرت عمرؓ کے زمانے مین جاری تھا، کیونکہ اُنھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت حدیث کرنے کے متعلق لوگون کو دھمکیان دی تھین،

(۶) سیوطی نے تنویر الحوالک شرح موطا امام مالک مین ایک روایت مین جس کا سلسلہ حضرت عروہ بن زبیرؓ تک منتھی ہوتا ہے، یہ نقل کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے احادیث کو لکھوانا چاہا اور اس بارے مین اصحابِ رسول اللہ سے مشورہ کیا تو عام صحابہؓ نے اس کا مشورہ دیا لیکن وہ ایک مہینہ تک خود غیر متیقن طور پر اس معاملے مین استخارہ کرتے رہے، اس کے بعد ایک دن انھون نے یقینی رائے قائم کر لی اور فرمایا کہ مین نے جیسا کہ تم لوگون کو معلوم ہے تم سے تحریر احادیث کا ذکر کیا تھا، پھر مین نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ تم سے پہلے اہل کتاب مین سے بہت لوگون نے کتاب اللہ کے ساتھ اور کتابین لکھین جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ انہی کتابون مین مشغول ہو گئے، اور کتاب اللہ کو چھوڑ دیا، اس بنا پر خدا کی قسم مین کتاب اللہ کو کسی اور چیز کے ساتھ مخلوط نہ کرون گا، اس لیے اُنھون نے تحریر احادیث کا کام چھوڑ دیا،

ابن سعد نے بھی طبقات مین اُسی کے قریب قریب روایت کی ہے،

(۷) امام بخاری نے اعمش سے، اُنھون نے ابراہیم تیمی سے، انھون نے اپنے باپ سے، اور اُنھون نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ ہمارے پاس بجز کتاب اللہ کے اور ان احادیث کے جو اس صحیفے مین درج ہین، پڑھنے کی اور کوئی کتاب نہین، اسکے بعد

Marfat.com

اُنھون نے اس صحیفے کو کھولا تو اس مین حسب ذیل حدیثین درج تھین،

(۱) اسنان الابل،	مختلف عمر کے اونٹون کے صدقات کا بیان،
(۲) المدینة حرم من عیر الی کذا فمن احدث فیها حدثا فعلیه لعنة الله والملائکة والناس اجمعین لا یقبل الله منه صرفا ولا عدلا،	مدینہ عیر سے ... تک حرم ہی جو شخص اس مین کوئی جرم کرے گا، اس پر خدا کی، فرشتون کی اور تمام لوگون کی لعنت پڑیگی، اور اس کی سفارش اور اس کا فدیہ خدا نہ قبول کریگا،
(۳) ذمة المسلمین واحدة یسعی بها ادناهم فمن اخفر مسلما فعلیه لعنة الله والملائکة والناس اجمعین لا یقبل الله منه صرفا ولا عدلا	مسلمانون کی امان یا مسلمانون کا قول و قرار ایک ہی اور ادنی سے ادنی مسلمان اس کا مالک ہی تو جو شخص کسی مسلمان کا قول توڑ دے اس پر خدا فرشتون اور تمام لوگون کی لعنت پڑیگی اور خدا اس کی سفارش اور اس کا فدیہ نہ قبول کریگا،
(۴) من والی قوما بغیر اذن موالیه فعلیه لعنة الله والملائکة والناس اجمعین لا یقبل الله منه صرفا ولا عدلا،	جس شخص نے کسی قوم سے بغیر اس کے موالی کی اجازت کے موالات کی تو اس پر خدا، فرشتون اور تمام لوگون کی لعنت پڑیگی اور خدا نہ اس کی سفارش قبول کریگا، نہ فدیہ،

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے تذکرے مین مذکور ہے کہ وہ حدیث کی بہت کم روایت کرتے تھے، اور الفاظ مین نہایت احتیاط ملحوظ رکھتے تھے (غالباً یہ حضرت عمرؓ کا فیض تھا) ابو عمرو الشیبانی روایت کرتے ہین کہ مین ایک سال تک حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے پاس بیٹھتا تھا لیکن وہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہین کہتے تھے،

Marfat.com

اور جب قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کہتے تھے تو کانپ اُٹھتے تھے اور کہتے تھے "اس طرح" "یا اس کے مثل" "یا اس کے قریب" "یا یا"

ان ائمہ فتاوی اور پیشوایان اسلام سے جو روایتیں نقل کی گئیں اُن پر سرسری نظر ڈالنے سے یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ وہ لوگ احادیث سے بہت زیادہ استدلال نہیں کرتے تھے اور اُن کو احکام قرآنیہ کا مکمل نہیں سمجھتے تھے، لیکن احادیث سے استدلال کرنے کے متعلق جو روایتیں اُن سے مروی ہیں اگر ہم اُن پر نظر ڈالیں تو یہ معلوم ہو جائیگا کہ وہ کیوں صحابہ سے یہ خواہش کرتے تھے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایتیں کم کریں، چنانچہ اس قسم کی چند روایتیں یہ ہیں،

(۱) ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں بہ سند روایت کی ہے کہ دادی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اپنا حق وراثت مانگنے کے لیے آئی، لیکن اُنھوں نے کہا کہ میں کتاب اللہ میں تمھارا کوئی حصہ نہیں پاتا اور نہ مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلعم نے تمھارا کوئی حصہ مقرر فرمایا ہو، اس کے بعد انھوں نے لوگوں سے دریافت کیا تو مغیرہ کھڑے ہوئے اور کہا کہ میں نے سُنا ہے کہ رسول اللہ صلعم اس کو چھٹا حصہ دیتے تھے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تمھارا کوئی گواہ ہے؟ حضرت محمد بن مسلمہ نے بھی یہی شہادت دی تو انھوں نے اسکو بھی حصہ دلوایا،

(۲) جریری نے ابو نضرہ سے اور انھوں نے ابو سعید سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو موسی اشعری رض نے دروازے کے اوٹ سے حضرت عمر کو تین بار سلام کیا لیکن اُن کو اندر آنے کی اجازت نہیں ملی، وہ واپس آئے تو حضرت عمر رض نے ان کے پیچھے آدمی بھیجے، اور بلوا کر کہا تم کیوں پلٹ گئے ؟ اُنھوں نے کہا کہ میں نے

Marfat.com

رسول اللہ صلعم کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ جب تم مین کوئی شخص تین بار سلام کر چکے
اور اسکو اذن نہ ملے تو وہ واپس چلا آئے، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس پر میرے
پاس ایک گواہ لاؤ ورنہ تم کو سزا دون گا، اب حضرت ابو موسیٰؓ ہمارے پاس حالت
غم مین آئے اور ہم سب بیٹھے ہوئے تھے، ہم نے پوچھا تھا، کیا حال ہی؟ اُنھون نے
ہم کو اس واقعہ کی خبر دی اور کہا کیا تم مین سے کسی نے اس حدیث کو سُنا ہے؟ ہم نے
کہا ہم مین سے ہر ایک نے اس کو سُنا ہے، چنانچہ لوگون نے اُن کے ساتھ اپنا
ایک آدمی کر دیا جس نے آکر حضرت عمرؓ کو اس حدیث کی خبر دی،

(۳) ہشام نے اپنے باپ مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ
نے صحابہؓ سے عورت کے ساقط کردہ حمل (یعنی جو کسی کے مارنے پیٹنے سے
ساقط ہو جائے) کی دیت کے بارے مین مشورہ کیا تو مغیرہؓ نے کہا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دیت ایک لونڈی یا غلام دلوائی ہے، حضرت عمرؓ
نے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو ایک اور آدمی کو بھی لاؤ جو اس کو جانتا ہو تو محمد بن مسلمہؓ
نے بھی یہی شہادت دی،

(۴) حضرت ابیؓ نے حضرت عمرؓ سے چند حدیثین بیان کین تو اُنھون نے
کہا کہ اس پر میرے سامنے کوئی گواہی لاؤ، وہ اس غرض سے نکلے تو ان کو چند
انصاری ملے جن سے اُنھون نے یہ واقعہ بیان کیا، اُن لوگون نے کہا کہ ہمنے
اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مین نے
تم پر تہمت نہین لگائی، بلکہ مین نے یہ چاہا کہ اس معاملہ مین ثبوت طلب کرون،

(۵) عثمان بن مغیرہ ثقفی نے علی بن ربیعہ سے اور اُنھون نے اسماء ابن الحکم الفزاری

سے روایت کی ہے کہ اُنھوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ مین جب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث سنتا تھا تو خدا کو اس کے ذریعے مجھے جسقدر فائدہ پہونچانا ہوتا تھا پہونچا دیتا تھا لیکن جب آپ کے علاوہ مجھ سے کوئی حدیث بیان کرتا تھا تو مین اس سے قسم لیتا تھا اور جب وہ قسم کھا چکتا تو مین اس کی تصدیق کرتا تھا،

ان تمام احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اس دور کے ائمۂ مسلمین اور پیشوایانِ اسلام صرف اس خوف سے تقلیلِ روایت کا مشورہ دیتے تھے کہ رسول اللہ صلعم کے متعلق کذب وغلط بیانی کا رواج نہ ہونے پائے، یہی وجہ ہے کہ ان کے سامنے جو روایتین کی جاتی تھین اس پر ثبوت طلب کرتے تھے، چنانچہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما صرف اُنھین حدیثون کو قبول کرتے تھے، جن کی نسبت دو شخص شہادت دیتے تھے کہ اُنھون نے اس کو رسول اللہ صلعم سے سنا ہے اسی بنا پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے شخص کو طلب کیا جو مغیرہ بن شعبہ کی روایت کی تائید کرے اور حضرت عمرؓ نے حضرت مغیرہؓ حضرت ابو موسیٰؓ اور حضرت ابیؓ کے موئدین کی تلاش کی، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ راوی سے قسم لیتے تھے حالانکہ رفعت وعظمت کے لحاظ سے ان مین باہم کس قدر اعتماد تھا، لیکن جب قابل اطمینان طریقہ پر روایت کا ثبوت ہو جاتا تھا تو وہ لوگ اس پر عمل کرتے تھے اور اس کی مخالفت نہین کرتے تھے،

ان کے اس طرزِ عمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس دور مین حدیث کی روایت کم ہوئی اور صرف انھی حدیثون پر اکتفا کیا گیا جن کی روایت دو گواہون کی شہادت سے ثابت ہو جائے اور وہ بھی اس وقت جب کوئی ایسا واقعہ پیش آئے جس کے لیے

حدیث کے بیان کرنے کی ضرورت ہو،

اس دور مین اجتہاد

اجتہاد کے معنی یہ ہین کہ شارعؑ کے معتبرہ دلائل یعنی قرآن و حدیث سے حکم شرعی کے استنباط مین پوری کوشش صرف کی جائے، اور اسکی دو قسمین ہین،

(۱) ایک تو یہ کہ قرآن و حدیث کے ظاہر الفاظ سے حکم کا استنباط کیا جائے، اور یہ اس صورت مین ہوتا ہے جب یہ الفاظ اس حکم کے محل و موقع کو بھی شامل ہوتے ہین،

(۲) دوسرے یہ کہ حکم قرآن و حدیث کے عقلی مفہوم سے اخذ کیا جائے، مثلاً نص قرآن یا نص حدیث کی کوئی علت ہو جو یا تو مصرح طور پر بیان کردی گئی ہو یا استنباط کے ذریعہ سے نکالی گئی ہو اور وہ محل حکم مین بھی پائی جاتی ہو لیکن قرآن و حدیث کے الفاظ اس کو شامل نہ ہون اور اصطلاح مین اسی کو قیاس کہتے ہین،

اس دور مین استنباط صرف ان فتوون تک محدود تھا جنکو وہ لوگ دیتے تھے، جن سے کسی واقعہ کے متعلق سوال کیا جاتا تھا، اور یہ لوگ مسائل کے اثبات اور ان کے جواب مین بہت زیادہ پاؤن نہین پھیلاتے تھے، بلکہ اسکو مکروہ سمجھتے تھے، اور جب تک کوئی مسئلہ پیدا نہ ہوجائے اُس کے متعلق اپنی راے نہین ظاہر کرتے تھے، البتہ جب مسئلہ پیدا ہو جاتا تھا تو اس کے لیے استنباطِ حکم مین اجتہاد کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ کبار صحابہ سے جو فتوے منقول ہین اُن کی تعداد بہت کم ہے،

یہ لوگ اپنے فتاوی مین صرف دو چیزون پر اعتماد کرتے تھے،

(۱) ایک تو قرآن، کیونکہ وہی دین و ملت کی بنیاد ہے اور چونکہ وہ اُن ہی کی

زبان مین نازل ہوا تھا اس لیے وہ اس کو نہایت واضح طور پر سمجھتے تھے، اس کے ساتھ ان کو خصوصیت کے ساتھ اسباب نزول کا علم تھا اور اس وقت عرب کے علاوہ اور کوئی شخص ان مین شامل نہین ہوا تھا،

(۲) دوسرے حدیث، چنانچہ جب کوئی حدیث مل جاتی تھی، تو وہ لوگ بالاتفاق اس کا اتباع کرتے تھے اور جو شخص اس کی روایت کی تصدیق کرتا تھا اسپر اعتماد کرتے تھے، اس بنا پر جب حضرت ابوبکرؓ کے سامنے کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو وہ پہلے کتاب اللہ پر نظر ڈالتے، اور اگر اس مین اس کا حکم ملجاتا تو اسی پر فیصلہ کرتے لیکن اگر کتاب اللہ مین وہ حکم نہ ملتا تو حدیث پر نظر دوڑاتے، اور اگر اُن کے پاس کوئی قابل فیصلہ حدیث ہوتی تو اسی کے موافق فیصلہ کرتے، لیکن اگر تلاش کے بعد بھی حدیث نہ ملتی تو لوگون سے دریافت فرماتے کہ اس مسئلہ مین تم کو رسول اللہ صلعم کا کوئی فیصلہ معلوم ہے ؟ اس حالت مین اکثر لوگ اُٹھ کر کہتے کہ آپ نے اس معاملہ مین یہ یہ فیصلہ کیا ہے،

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کرتے تھے لیکن اگر ان کو وہ مسئلہ قرآن و حدیث مین نہ ملتا تو اس کے متعلق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فتوی دریافت فرماتے اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کوئی فیصلہ موجود ہوتا اور اُن کو اس کے خلاف کوئی بات معلوم نہ ہوتی تو اسی کے مطابق فیصلہ کرتے، اسی احتیاط فی القبول کے ساتھ جس کا ذکر ہم نے اوپر کیا حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا طرز عمل بھی یہی تھا۔

صحابہؓ کے سامنے ایسے مسائل بھی پیش ہوتے تھے جن کے متعلق قرآن و حدیث مین کوئی تصریح نہین ہوتی تھی، اس حالت میں اُن کو مجبوراً قیاس کرنا پڑتا تھا جسکو وہ لوگ رائے سے تعبیر کرتے تھے، اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب قرآن مجید مین

کوئی تصریح نہ پاتے اور لوگوں کے پاس حدیث بھی نہ ملتی تو لوگون کو جمع کرکے اُن سے مشورہ لیتے، اور جب کسی چیز پر ان کا اتفاق رائے ہوجاتا تو اسی کے مطابق فیصلہ کرتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طرزِ عمل بھی یہی تھا، چنانچہ جب شریح کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا تو اُن کو ہدایت کی کہ جو کچھ تھین کتاب اللہ سے معلوم ہوسکے اسکو اسی مین دیکھو اور اسکے متعلق کسی سے دریافت نہ کرو، اور جو چیز تمکو اس مین نہ معلوم ہوسکے اس کے متعلق حدیث نبوی کا تتبع کرو، اور جو چیز تم کو حدیث مین بھی نہ معلوم ہو اسمین اپنی رائے سے اجتہاد کرو، اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ قضا رت فریضہ محکمہ یا سنت متبعہ کا نام ہے، لیکن جو چیز تمکو قرآن و حدیث مین نہ ملے اور تمکو اسکی نسبت شبہہ ہو تو اس پر غور کرو اور خوب غور کرو اس کے ہم صورت اور ہمشکل واقعات کو دریافت کرو، پھر اُن سے قیاس کرو، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے **مفوضہ** (وہ عورت جسکو طلاق لینے کا اختیار دیدیا جائے) کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا کہ مین اس کے بارے مین اپنی رائے سے فتوی دیتا ہون اگر وہ صحیح ہو تو خدا کی جانب سے ہے، اور اگر غلط ہو تو میری جانب سے اور شیطان کی طرف سے ہے، خدا اور خدا کا رسول اس سے بری ہے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ سے سوال کیا کہ کتاب اللہ مین بقیہ کا ثلث ہے؟ اُنھون نے کہا کہ مین اپنی رائے سے کہتا ہون اور تم اپنی رائے سے کہتے ہو، حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ وہ ایک آدمی سے ملے تو فرمایا کہ تمھارے معاملہ مین کیا ہوا؟ اسنے کہا کہ علی اور زید نے یہ فیصلہ کیا، بولے اگر مین ہوتا تو یہ فیصلہ کرتا، اس نے کہا کہ آپکو کس نے روکا ہے؟ خلیفہ تو خود آپ ہین، بولے اگر مین تم کو قرآن و حدیث کی طرف لوٹا سکتا تو انھی کی طرف لوٹاتا، لیکن مین تم کو اپنی رائے کی طرف لوٹاتا ہون اور رائے ایک مشترک چیز ہے اس بنا پر اُنھون نے حضرت علی

اور حضرت زیدؓ کے فیصلہ کو منسوخ نہین کیا،

لیکن با این ہمہ وہ لوگ راے پر اعتماد کرنا پسند نہین کرتے تھے، تاکہ لوگ دین کے بارے مین بلا علم راے زنی پر دلیر نہو جائین، اور اس مین ایسی چیزین نہ شامل کردین جو اس مین شامل نہین ہین، یہی وجہ ہے کہ بہت سے صحابہؓ نے راے کی برائی بیان کی ہے، لیکن یہ ایک کھُلی ہوئی بات ہے کہ اُنھون نے جس راے کی بُرائی کی ہے وہ اُس راے سے الگ ہے جسپر اُنھون نے خود عمل کیا ہے، اس لیے قابل ذم راے اگر ہے تو یہ ہے کہ فتوی مین خواہش نفس کی پیروی کی جائے اور اس کا استناد دین کی کسی اصل کی طرف نہ کیا جائے اور قابل ستایش راے وہ ہی جسکو حضرت عمرؓ نے اپنے قاضی کیلیے ان الفاظ مین ظاہر کیا ہے "ہم صورت اور ہم شکل واقعات کو معلوم کرو، پھر اُن سے قیاس کرو،، کیونکہ اس صورت مین راے پر عمل کرنا درحقیقت قرآن وحدیث کے عقلی مفہوم پر عمل کرنا ہے، بہرحال جن فتاوی مین ان لوگون نے راے سے استناد کیا ہے وہ بہت کم ہین،

شیخین یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما جب کسی حکم کے متعلق ایک جماعت سے مشورہ لیتے اور وہ اُس کے متعلق اپنی راے سے مشورہ دیدیتی تو لوگ اس پر عمل کرتے، اور کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ وہ اس کی مخالفت کرتا، اظہار راے کے اسی طریقہ کا نام اجماع تھا، اور چونکہ اسوقت مجتہدین صحابہ کی تعداد محدود تھی اس لیے ان سے مشورہ لینا اور اُن کی راے کے نتیجہ سے واقف ہوجانا ممکن تھا، اور اس لیے اجماع ایک آسان چیز تھی، الغرض اس طریقہ پر اس زمانے مین احکام کے ماخذ چار تھے،

(۱) **قرآن** اور یہی قابل اعتماد ماخذ تھا،

(۲) حدیث،

(۳) **قیاس یا رائے** یہ قرآن وحدیث ہی کی فرع تھا،

(۴) **اجماع**، اور یہ بدیہی بات ہے کہ وہ اپنے اجماع مین قرآن، حدیث اور قیاس ہی سے استناد کرتے ہون گے،

شیخین کی سیاست کا نتیجہ یہ ہوا کہ احکام مین بہت کم اختلاف ہونے پایا کیونکہ وہ یا تو شورہ کے بعد صادر کیے جاتے تھے اور یہ ظاہر ہے کہ اس صورت مین اختلاف نہین ہوسکتا تھا یا وہ کتاب محکم اور سنت متبعہ معروفہ کے روسے صادر ہوتے تھے ایسی حالت مین اختلاف کا سبب صرف وہ فتادی ہوسکتے تھے جو رائے سے صادر کیے جاتے تھے، لیکن ہم کو معلوم ہوچکا ہے کہ ان کو رائے پر بہت کم اعتماد تھا، اس کے ساتھ لوگون پر حضرت عمرؓ کی عام ہیبت چھائی ہوئی تھی، اس لیے فتوی دینا اُن کے نزدیک کوئی آسان کام نہ تھا، بلکہ اس ذمہ داری کو لوگ ایک دوسرے کے سر پر ڈالنا چاہتے تھے،

یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ وہ اپنی رایون کو خود اپنی طرف منسوب کرتے تھے شریعت کی طرف منسوب نہین کرتے تھے اس لیے علمی حیثیت سے اُس کو لازمی نہین قرار دیتے تھے۔ چنانچہ اسکی دلیل یہ ہو کہ حضرت ابوبکرؓ جب اپنی رائے سے کوئی اجتہاد کرتے تھے تو کہتے تھے کہ "یہ میری رائے ہے اگر صحیح ہو تو خدا کی جانب سے ہے اور اگر غلط ہو تو میری جانب سے ہے اور مین خدا سے استغفار کرتا ہون" حضرت عمرؓ کے ایک محرر نے لکھا کہ "یہ خدا کی رائے اور عمرؓ کی رائے ہے" تو انھون نے کہا کہ یہ نہایت بُری بات ہے "یہ عمرؓ کی رائے ہے، اگر صحیح ہو تو خدا کی جانب سے ہے اور اگر غلط ہو تو عمرؓ کی جانب سے" اور فرمایا سنت وہ ہے

جسکو خدا اور خدا کے رسول نے مقرر کیا ہی رائے کی غلطی کو امت کیلیے سنت نہ بنا دے
امام محمد بن حسن نے امام ابو حنیفہ سے اور اُنھون نے حماد سے اور انھون نے
ابراہیم نخعی سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اُس کا
مہر متعین نہین کیا اور اس کے ساتھ مقاربت کرنے سے پہلے مرگیا، اب حضرت
عبداللہ بن مسعودؓ نے عورت کیلیے پورے مہر مثل کا فتوی دیا، چنانچہ جب وہ یہ
فتوی دے چکے تو فرمایا کہ "اگر یہ صحیح ہو تو خدا کی جانب سے ہے اور اگر غلط ہو تو میری جانب اور
شیطان کی جانب سے ہے، خدا اور خدا کے رسول اُس کے ذمہ دار نہین" اسپر اُن کے
ہم نشینون مین سے ایک آدمی (یعنی معقل بن سنان الاشجعی جو صحابی رسول اللہ صلعم تھے)
نے کہا کہ "خدا کی قسم آپ نے وہی فیصلہ کیا جو خود رسول اللہ صلعم نے بروع بنت
واشق الاشجعیہ کے معاملہ مین کیا تھا" چونکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ فتوی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے فتوی کے مطابق پڑگیا تھا اس لیے وہ اس قدر خوش ہوے
کہ اس سے پہلے کبھی اسقدر خوش نہین ہوئے تھے، لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ
اس فتوی مین اُن کے مخالف ہین، وہ اس عورت کو وراثت دلواتے ہین، اُس کے
لیے عدت لازمی قرار دیتے ہین، اور اس کو مہر نہین دلواتے اور کتاب اللہ کے
مقابلے مین قبیلۂ اشجع کے ایک بدو کا قول تسلیم نہین کرتے الخ جسکی وجہ یہ ہے کہ اس
عورت کو طلاق دیجاتی تو اس کو مہر نہ ملتا، چنانچہ خداوند تعالی فرماتا ہے،

لا جناح علیکم ان طلقتم النساء ما لم	اگر تم عورتون کو ہاتھ لگانے یا مہر مقرر کرنے سے پہلے طلاق
تمسوھن او تفرضوا لھن فریضۃ،	دیدو تو تم پر کوئی گناہ نہین

اس بنا پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ موت کو طلاق کے مثل قرار دیتے ہین، اور چونکہ

وہ قبول روایت مین نہایت متشدد تھے، اس لیے اس حدیث کو قبول نہین کرتے لیکن حضرت عبداللہ بن مسعودؓ موت کو طلاق کے مثل نہین سمجھتے، اور معقل کی روایت سے اپنی راے کی تائید کرتے ہین،

اس موقع پر اُن چند مسائل کا ذکر کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے جن مین اس دور کے بڑے بڑے مفتیون نے اختلاف کیا ہو، تاکہ اُن سے ان کے اختلاف کے اسباب ظاہر ہوجائین،

(۱) حضرت عمرؓ کے زمانے مین ایک مطلقہ عورت نے اپنی عدت کے زمانے مین نکاح کرلیا، اور قرآن مجید مین اس کی ممانعت آئی ہے، اس بنا پر حضرت عمرؓ نے شوہر کو چند کوڑے لگائے اور دونون مین علحدگی کرادی اور فرمایا جو عورت اپنی عدت مین نکاح کرلے تو جس شخص نے اس سے نکاح کیا ہو، اگر اس کے ساتھ مقاربت نہین کی ہو تو ان دونون مین علیحدگی کرادیجائے گی اور اسکو اپنے پہلے شوہر کے طلاق کی بقیہ عدت گذارنی پڑے گی، اس کے بعد دوسرا شوہر اس کے ساتھ منگنی کرسکے گا، لیکن اگر اس نے اُس سے مقاربت کرلی ہے تو دونون مین علحدگی کرادیجائیگی اُس کے بعد عورت کو پہلے شوہر کی طلاق کی عدت گذارنی ہوگی پھر وہ دوسرے شوہر کی علحدگی کی عدت گذاریگی، اس کے بعد وہ اس سے کبھی نکاح نہ کرسکے گا، لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نزدیک جب پہلے شوہر کی طلاق کی عدت گذر چکیگی تو دوسرا اگر چاہیگا تو اس کے ساتھ نکاح کرسکے گا، اس مسئلہ مین ان دونون بزرگون مین اختلاف یہ ہے کہ جب شوہر ثانی نے زوجہ معتدہ کے ساتھ مقاربت کرلی تو وہ اس کے لیے دائمی طور پر حرام ہوگئی یا نہین؟ قرآن مجید کی کوئی آیت دونون مین سے کسی کی بھی تائید نہین کرتی لیکن حضرت عمرؓ نے

رجرو تادیب کے قاعدے پر عمل فرمایا ہے، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اصول عائد

(۲) حضرت عثمان بن عفان اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما نے فتوی دیا کہ جو آزاد عورت غلام کی بی بی ہو جائے وہ صرف دو طلاقون سے دائمی طور پر حرام ہو جائے گی، لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان دونون بزرگون کی مخالفت کی اور فرمایا کہ وہ تین طلاق سے کم مین دائمی طور پر حرام نہ ہوگی، البتہ جو لونڈی آزاد مرد کی بی بی ہو وہ صرف دو طلاقون سے دائمی طور پر حرام ہو جائے گی تو ان مفتیون نے اس پر تو اتفاق کر لیا ہو کہ غلام کے حقوق بہ نسبت آزاد آدمی کے آدھے ہین، البتہ ان مین یہ اختلاف ہو کہ طلاق کا اعتبار شوہر کے لحاظ سے کیا جائیگا یا بی بی کے لحاظ سے، حضرت عثمان رض اور حضرت زید رض کے نزدیک چونکہ شوہر طلاق دینے والا ہے اس لیے طلاق کا اعتبار اسی کے لحاظ سے کیا جائیگا، لیکن حضرت علی رض کے نزدیک چونکہ طلاق بی بی پر پڑتی ہے اس لیے اس کا اعتبار بی بی کے لحاظ سے کرتے ہین،

(۳) حضرت عبدالرحمان بن عوف رض نے اپنی بی بی کو حالت مرض مین طلاق دی تو حضرت عثمان رض نے اس کی عدت گذرنے کے بعد اُس کو اُن کے ترکہ سے وراثت دلوائی، لیکن ایک روایت ہے کہ شریح نے ایک شخص کے بارے مین جس نے اپنی عورت کو حالت مرض مین تین طلاق دی تھی حضرت عمر بن الخطاب رض کو لکھا تو اُنھون نے ان کو لکھا کہ جب تک وہ اپنی عدت مین ہے اس کو وراثت دلوا دو لیکن اگر عدت گذر جائے تو وراثت مین اس کا کوئی حق نہین، ان دونون بزرگون کا اسپر تو اتفاق ہے کہ مرض کی طلاق زوجیت کا رشتہ اس طرح نہین منقطع کر دیتی کہ وہ وراثت کا سبب نہ ہو سکے لیکن حضرت عمر رض نے اس کی ایک حد مقرر کی ہے یعنی تا زمانہ عدت اور حضرت عثمان رض نے اُسکی

Marfat.com

حد مقرر نہین فرمائی اور اس مسئلہ مین قرآن و حدیث کا کوئی صریح حکم جس کی طرف رجوع کیا جا سکے نہین ہے،

(۴) جس حاملہ عورت کا شوہر مر جائے اس کی عدت حضرت عمر بن الخطاب رض نے وضع حمل مقرر کی ہے لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے کہ وضع حمل اور چار مہینے دس دن کی مدت مین جو زمانہ زیادہ طویل ہوگا وہی اسکی عدت کا زمانہ ہوگا، اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ اگر کسی حاملہ عورت کو طلاق دی جائے تو زمانہ وضع حمل کو خداوند تعالی نے اُس کی عدت مقرر کیا ہے، اور جس عورت کا شوہر قضا کر جائے اُس کی عدت کا زمانہ چار مہینے دس دن قرار دیا ہے اور اس مین حاملہ اور غیر حاملہ کی تفصیل نہین کی ہے۔ اس بنا پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس عورت جس کا شوہر مر جائے، کے معاملہ مین دونون آیتون پر عمل کیا ہے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آیت طلاق کو آیت وفات کا مخصص ٹھہرایا ہے۔ اس معاملہ مین ایک حدیث بھی ہے اور وہ یہ کہ سبیعہ بنت الحارث الاسلمیہ کے شوہر نے انتقال کیا تو اُن کی وفات کے ۲۵ دن کے بعد اُن کے یہان ولادت ہوئی، ولادت کے بعد رسول اللہ صلعم نے اس کی عدت کے گذر جانے کا فتوی دیا لیکن روایات کے قبول کرنے مین حضرت علی رض کی جو تشددانہ رائے ہے وہ ہم کو معلوم ہو چکی ہے،

(۵) امام مسلم اور امام احمد بن حنبل نے حضرت ابن عباس رض سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم اور حضرت ابوبکر رض کے زمانہ مین اور حضرت عمر رض کی خلافت کے دو سال تک اگر ایک ساتھ تین طلاقین دی جاتی تھین تو وہ ایک ہی شمار کی جاتی تھین لیکن حضرت عمر رض نے فرمایا کہ جو کام تمھیں دتامل کا تھا اس مین لوگون نے جلد بازی کردی تو ہم بھی ان کی سزا کے لیے اسکو نافذ کر دین، چنانچہ انھون نے اسکو نافذ کر دیا لیکن اور صحابہ نے

اس پر اتفاق نہین کیا بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت ابو موسی اشعریؓ سے اس کے خلاف روایت موجود ہے، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسکو تعزیراً نافذ کیا ہے، اور جن لوگون نے اس کی مخالفت کی ہے اُنھون نے ظواہر نصوص کی پیروی کی ہے،

(۶) اگر شوہر ایلا کرے یعنی اپنی بی بی سے مقاربت کرنے کی قسم کھالے اور بغیر رجعت کیے ہوئے اس پر چار مہینے گذر جائین تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا فتوی یہ ہے کہ بی بی پر طلاق بائن پڑجائے گی، اور اب اگر شوہر اس سے نکاح کرنا چاہے تو اسکو نئے سرے سے منگنی کرنا ہوگی، لیکن اور صحابہؓ نے یہ فتوی دیا ہے کہ جب یہ مدت گذر جائے گی تو شوہر کو دو باتون مین سے ایک کا اختیار ہوگا یا تو رجعت کرلے یا طلاق دیدے، صرف چار مہینے کا گذر جانا طلاق نہ شمار کیا جائے گا، اور قرآن مجید کی آیت مین ان دونون فتوون کا احتمال ہے،

للذين يؤلون من نسائهم تربص	جو لوگ اپنی بیبیون سے ایلا کرتے ہین ان کو چار مہینے
اربعة اشهر فان فاءو فان الله	انتظار کرنا ہوگا، اس کے بعد اگر رجعت کرلین تو اللہ
غفور رحيم وان عزموا الطلاق	بخشنے والا مہربان ہے، اور اگر طلاق کی ٹھان لین تو
فان الله سميع عليم	اللہ سننے والا جاننے والا ہے

(۷) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا فتوی ہے اور اس مین حضرت عمرؓ بھی ان کے موافق ہین کہ مطلقہ عورت جب تک تیسرے حیض کے بعد غسل کرکے پاک صاف نہو جا[ئے] اپنی عدت سے نہین نکل سکتی لیکن حضرت زید بن ثابتؓ کے نزدیک تیسرے حیض کے شروع ہونے کے ساتھ ہی وہ عدت سے نکل جائے گی اور اس اختلاف کا منشا یہ ہے

کہ لفظ "قرء" کے متعلق ان مین باہم اختلاف ہے حضرت زید بن ثابتؓ کے نزدیک اس کے معنی طہر یعنی پاکی کے ہین، (اس لیے تیسرے حیض کے شروع ہونے کے ساتھ تین پاکیون کا زمانہ گذر گیا) لیکن حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس کے معنی حیض کے لیتے ہین (اس لیے جب تک وہ تیسرے حیض سے پاک نہو جاے تین حیض کا زمانہ گذر نہین سکتا)

(۸) اگر ایک عورت کو جسکو معمولاً حیض آتا ہے طلاق دی جاے اور طلاق دینے کے بعد اس کا حیض بند ہو جائے تو اس کی نسبت حضرت عمرؓ کا فتوی یہ ہے کہ وہ نو مہینے تک انتظار کرے گی اس زمانہ انتظار مین اگر یہ معلوم ہوگیا کہ وہ حاملہ ہے توبھی اس کی عدت کا زمانہ ہوگا ورنہ نو مہینے کے بعد اُسکو تین مہینے تک عدت مین رہنا ہوگا لیکن ان کے علاوہ اور لوگون نے یہ فتوی دیا ہے کہ اس کو اپنے آئسہ (یعنی بالکل حیض سے ناامید) ہونے کا انتظار کرنا ہوگا، اس کے بعد وہ مہینون کے حساب سے عدت گذاریگی، حضرت عمرؓ کے علاوہ جن لوگون نے فتوی دیاہے اسمین عدت کے متعلق قرآن مجید کے ظاہری الفاظ کا لحاظ رکھا گیا ہے کیونکہ اس عورت کو پہلے معمولاً حیض آتا تھا، اس لیے قرآن مجید کی آیت کے رو سے اُسکی عدت کا زمانہ تین حیض ہے اور اب تک وہ آئسہ نہ تھی کہ اُسکو مہینون کے حساب سے عدت بسر کرنا پڑے، لیکن حضرت عمرؓ کے فتوی مین عدت کے معنی کا لحاظ رکھا گیا ہے یعنی اس بات کا ثبوت کہ عورت کو حمل نہین ہے اور حمل کی غالب مدت کے گذرنے کے بعد اس کا شبہہ باقی نہ رہ جائے گا، اس لیے وہ مہینون کے حساب سے عدت بسر کرے گی

(۹) جس عورت کو تین طلاق دیجا چکے اس کی نسبت حضرت عمرؓ نے یہ فتوی دیا کہ

Marfat.com

اس کو نفقہ اور سکونت کا حق حاصل ہے، لیکن جب اُن کو حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کی یہ حدیث معلوم ہوئی کہ تیسری طلاق کے بعد رسول اللہ صلعم نے اُن کو حق نفقہ اور حق سکونت سے محروم کردیا تو فرمایا کہ ہم اپنے پروردگار کی کتاب اور اپنے پیغمبر کی سنت کو ایک عورت کے قول کی بنا پر نہین چھوڑ سکتے، معلوم نہین اس نے یاد رکھا یا بھول گئی" اور خدا کی کتاب سے یہ آیت مراد ہے،

لا تخرجوهن من بيوتهن ولا يخرجن الا ان يأتين بفاحشة مبينة	(عدت مین) ان کو ان کے گھرون سے نہ نکالو اور وہ (خود بھی) نہ نکلین مگر یہ کہ کھلم کھلا کوئی بے حیائی کا کام کر بیٹھین (تو ان کے نکال دینے مین کوئی مضائقہ نہین)

لیکن اور لوگون نے یہ فتوی دیا کہ اس کو نفقہ اور سکونت کا حق حاصل نہین ہے، اور ان لوگون نے اولاً تو حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کی حدیث سے استدلال کیا ہے، اور دوسرے اس آیت کے آخری ٹکڑے سے بھی دلیل لائے ہین،

لا تدری لعل الله يحدث بعد ذلك امرا	(اے شخص جو بی بی کو طلاق دیتا ہے) تو نہین جانتا شاید اللہ طلاق کے بعد ملاپ کی کوئی صورت پیدا کردے،

لیکن یہ عورت جسکو تین طلاق دیجا چکی اور وہ اپنے طلاق دینے والے پر حرام ہوچکی اس کے بارے مین خدا ملاپ کی کیا صورت پیدا کرسکتا ہے؟ اُن کے علاوہ اور لوگون کا فتوی یہ ہے کہ اس کو نفقہ کا تو نہین لیکن سکونت کا حق حاصل ہے، ان لوگون نے حق نفقہ کا انکار اس آیت کے مفہوم سے کیا ہے،

Marfat.com

وان کن اولات حمل فانفقوا علیھن حتی یضعن حملھن | اور اگر مطلقہ عورتین حاملہ ہون تو بچے جننے تک اُن کا خرچ اُٹھاتے رہو،

یہ لوگ کہتے ہین کہ غیر حاملہ عورت کو حق نفقہ حاصل نہین،

(۱۰) دادا کی موجودگی مین حضرت ابو بکرؓ بھائیون کو وراثت نہین دلواتے تھے، لیکن حضرت عمرؓ نے دادا کی موجودگی مین بھی بھائیون کو وراثت دلوائی، حضرت ابو بکرؓ نے دادا کو باپ تسلیم کیا ہے اور باپ کی موجودگی مین بہ نص قرآن بھائیون کو وراثت نہین ملتی، لیکن حضرت عمرؓ نے اس کو باپ نہین تسلیم کیا، اور حضرت زید بن ثابت بھی اُن کے ساتھ متفق الراے ہین،

(۱۱) امام مالک نے موطا مین روایت کی ہے کہ ایک جدہ (یعنی نانی) حضرت ابو بکرؓ کی خدمت مین اپنی میراث (یعنی نواسے کے ترکے سے) مانگنے آئی، انھون نے فرمایا کہ قرآن مجید مین تمھارا کوئی حصہ نہین، اور ... ابھی ہم کو تمھارا حصہ معلوم نہین ہوتا، اس وقت واپس جاؤ تاکہ ہم لوگون سے دریافت کرلین، انھون نے لوگون سے دریافت کیا تو مغیرہ بن شعبہؓ نے کہا کہ میرے سامنے رسول اللہ صلعم نے نانی کو چھٹا حصہ دیا ہے، حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کیا تمھارے علاوہ بھی کوئی اُسکی شہادت دسکتا ہے؟ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے بھی کھڑے ہوکر یہی بات کہی، اور حضرت ابو بکرؓ نے اُسکو چھٹا حصّہ دلوایا، اُس کے بعد دوسری جدہ (یعنی حقیقی دادی) حضرت عمر بن الخطابؓ کی خدمت مین اسی غرض سے حاضر ہوئی، تو اُنھون نے فرمایا قرآن مجید مین تمھارا کوئی حصہ نہین، اور رسول اللہ صلعم اور حضرت ابو بکرؓ کا فیصلہ تمھارے لیے نہ تھا بلکہ نانی کے لیے تھا، مین بذات خود فرائض مین کوئی اضافہ نہین کرسکتا، البتہ اسی چھٹے حصے مین اگر تم دونون

شریک ہو تو برابر تقسیم کرو، ورنہ جو تنہا ہو وہ اسی کا حق ہے، امام مالکؒ نے موطا میں روایت کی ہے کہ ضحاکؓ بن خلیفہ نے عریض (مدینہ کی ایک وادی کا نام ہے) سے ایک چھوٹی سی نہر نکالی اور اسکو حضرت محمد بن مسلمہؓ کی زمین میں سے لیجانا چاہا لیکن محمد بن مسلمہؓ نے اس سے انکار کیا، اسپر ضحاکؓ نے کہا تم مجھے کیوں روکتے ہو؟ وہ تو تمھارے ہی فائدے کی چیز ہے، تم اس سے ہر طرح پر فائدہ اُٹھا سکتے ہو، لیکن اب بھی اُنھوں نے انکار کیا، اب اُنھوں نے اس معاملے مین حضرت عمر بن الخطابؓ سے گفتگو کی، اُنھوں نے محمد بن مسلمہؓ کو بلوایا اور حکم دیا کہ ان کو نہر لیجانے دو، لیکن اُنھوں نے اب بھی انکار کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کے فائدے کی چیز مین کیون رکاوٹ پیدا کرتے ہو، حالانکہ وہ تمھارے لیے بھی مفید ہے، تم اس سے ہر قسم کا فائدہ اٹھا سکتے ہو اور تم کو اس سے کوئی نقصان نہین پہونچ سکتا لیکن محمد بن مسلمہؓ نے کہا خدا کی قسم نہین، اب حضرت عمرؓ نے فرمایا خدا کی قسم وہ نہر تمھارے پیٹ پر سے ہو کر گذرے گی، چنانچہ ضحاکؓ کو حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ وہ محمد بن مسلمہؓ کی زمین مین سے نہر کو نکال لیجائین،

(۱۳۱) امام مالکؒ نے ابن شہابؒ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ مین بھولے بھٹکے اونٹ بالکل آزادانہ چھوٹے ہوئے رہتے تھے، بچے جنتے تھے، اور ان کو کوئی ہاتھ نہین لگا سکتا تھا، لیکن حضرت عثمان بن عفانؓ کا زمانہ آیا تو اُنھوں نے اُن کی تعریف (یعنی مالک کی تلاش کیلیے اعلان) کا حکم دیا، اس کے بعد وہ فروخت کردیے جاتے تھے، اور جب اُن کا مالک آتا تھا تو اس کو ان کی قیمت دیدی جاتی تھی،

Marfat.com

(۱۴) عراق اور شام کی فتح کے بعد صحابہؓ کے دور مین سب سے اہم مسئلہ جو پیدا ہوا وہ یہ تھا کہ یہ زمین جو فوجی طاقت سے فتح ہوئی ہے اس کے ساتھ کیا طرزِ عمل اختیار کرین ؟ قرآن مجید کے ظاہری الفاظ کے لحاظ سے اس کو مالِ غنیمت مین محسوب کر کے اس کا چار خمس مجاہدین پر تقسیم کر دینا چاہیئے، اور ایک خمس ان مصالح عامہ پر صرف کرنا چاہیئے جو قرآن مجید مین مذکور ہین چنانچہ جب ان لوگون نے یہ مطالبہ کیا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ "اگر یہ زمین مع ذمی رعایا کے تقسیم کر دی جائے اور اس مین وراثت جاری ہو تو اس کے بعد کے آنے والے مسلمانون کا کیا حال ہوگا ؟ میری یہ رائے نہین ہے" اس پر حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے کہا "تو کیا رائے ہے ؟ زمین اور رعایا دونون کو خداوند تعالیٰ نے مسلمانون کو بطور مالِ غنیمت کے دیا ہے" حضرت عمرؓ نے فرمایا "بات تو وہی ہے جو تم کہتے ہو لیکن میری رائے یہ نہین ہے خدا کی قسم میرے بعد جو ملک فتح ہوگا اُس مین کوئی بڑا فائدہ نہ ہوگا، بلکہ ممکن ہے کہ وہ مسلمانون کے سر کا وبال ہو جائے اگر عراق کی زمین مع ذمی رعایا کے تقسیم کر دیجائے اور اسی طرح شام کی زمین مع ذمی رعایا کے بانٹ دیجائے تو سرحد کی حفاظت کیونکر ہوگی ؟ شام، عراق اور دوسرے شہرون کے چھوٹے بچون اور بیوہ عورتون کو کیا ملے گا ؟ لیکن لوگون نے حضرت عمرؓ سے بڑا مباحثہ کیا اور کہا کہ خدا نے ہماری تلوارون کے ذریعہ سے ہم کو جو مالِ غنیمت عطا فرمایا ہے، اسکو آپ ایسے لوگون پر وقف کرنا چاہتے ہین جو شریکِ جنگ نہین ہوئے آپ اسکو ایسے لوگون کے لڑکون اور پوتون کو دینا چاہتے ہین جو جنگ مین موجود نہ تھے "لیکن باینہمہ حضرت عمرؓ اس سے زیادہ اور کچھ نہین کہتے تھے کہ "یہ رائے ہے اب ان لوگون نے کہا کہ اُس معاملہ مین مشورہ کیجیے، چنانچہ حضرت عمرؓ نے مہاجرین اولین سے مشورہ طلب کیا،

Marfat.com

ان لوگون نے بھی اختلاف کیا، حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کی راے یہ تھی کہ
اُن کے حقوق تقسیم کردیے جائین، اور حضرت عثمان حضرت علی حضرت طلحہ اور حضرت
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم حضرت عمرؓ کے ہم راے تھے، اب حضرت عمرؓ نے دس انصار کو
طلب فرمایا جن مین پانچ آدمی شرفاے اوس کے اور پانچ آدمی شرفاے خزرج کے
تھے، یہ لوگ جمع ہوے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ "مین نے آپ لوگون کو صرف اس لیے
تکلیف دی ہی کہ آپ لوگ میری ذمہ داریون مین شریک ہون کیونکہ مین بھی آپ
ہی لوگون کا ایک معمولی فرد ہون، اور آج آپ ہی لوگ حق کو قائم رکھ سکتے ہین، کسی نے
میری مخالفت کی اور کسی نے میری موافقت، مین یہ نہین چاہتا کہ آپ لوگ میری
اس خواہش نفسانی کی تقلید کرین، آپ کے ساتھ خدا کی حق گو کتاب ہے، اگر مین کوئی
ایسی بات کہون جسکو مین کرنا چاہتا ہون، تو اس سے میرا مقصد صرف حق ہوگا"
ان لوگون نے کہا "اے امیرالمومنین فرمائیے ہم سنینگے" حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ "آپ لوگون نے
ان لوگون کی بات سن لی جو خیال کرتے ہین کہ مین اُن کے حقوق کو ظلماً لینا چاہتا
ہون اور مین خدا سے پناہ مانگتا ہون کہ مین ظلم کا ارتکاب کرون، اگر مین اُن سے ظلماً
کوئی ایسی چیز لے لون جو اُن کی ہو اور اس کو دوسرون کو دیدون تو مین بدبخت ہون گا،
لیکن میری راے یہ ہے کہ ملک کسریٰ کی فتح کے بعد اگر تمام مال، جاداد، اور رعایا
کو مال غنیمت سمجھ کر تقسیم کردیا جائے، اور خمس کو مین اس کے مصارف مین صرف کردون تو
کوئی دوسرا ملک فتح نہ ہوسکے گا، میری راے یہ ہی کہ مین تمام اراضی کو مع رعایا کے
وقف قرار دون اور ان پر خراج اور جزیہ مقرر کرون تاکہ وہ شرکاے جنگ، خردسال
بچون اور اُن کے بعد کے مسلمانون کے لیے وقف عام ہو، کیا آپ لوگون کو نہین

معلوم کہ ان سرحدون کی حفاظت کے لیے بہت سے اشخاص کی ضرورت ہے جو وہان جمع رہین ؛ کیا آپ لوگون کو یہ نہین معلوم کہان بڑے بڑے شہرون یعنی شام جزیرہ کوفہ بصرہ اور مصر کیلیے یہ ضروری ہے کہ فوجون کے ذریعہ سے ان کی حفاظت کی جائے اور ان کو وظائف دیے جائین ؛ لیکن اگر زمین اور رعایا تقسیم کردی گئی تو انکو کہان سے وظیفہ دیا جائیگا ؛ اب ان لوگون نے کہا کہ آپ ہی کی رائے ٹھیک ہے" اور آپ نے یہ بہت صحیح فرمایا کہ اگر یہ سرحدین اور یہ شہر فوجون کے ذریعہ سے محفوظ نہ رکھے جائین اور ان کے وظائف نہ مقرر کیے جائین، تو تمام کفار اپنے اپنے شہرون مین واپس چلے جائینگے" حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اب میرے لیے معاملہ صاف ہوگیا اور زمین کو خود اُس کے اصلی مالکون کے ہاتھ مین رہنے دیا اور ان پر خراج مقرر کیا، ان کی یہ رائے صحیح تھی اور عام رائے کی پیروی مین مخالفین خاموش ہوگئے،

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگون کو برابر برابر مال تقسیم فرماتے تھے اور کسی کو کسی پر ترجیح نہین دیتے تھے، لیکن اُن سے کہا گیا کہ آپ نے تقسیمِ مال مین تمام لوگون کو برابر کردیا، حالانکہ بہت سے لوگ فضیلت رکھتے ہین، ان کو قدامت حاصل ہے، اور ان کے اگلے کارنامے ہین، ان لوگون کو ترجیح دینی چاہیے" لیکن اُنھون نے کہا کہ ان چیزونکا ثواب تو خدا کے یہان ملے گا معاش کے معاملہ مین مساوات ہی بہتر ہے، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے مین فتوحات کو وسعت ہوئی تو اُنھون نے ترجیحی حقوق قائم کیے، اور فرمایا کہ جن لوگون نے رسول اللہ صلعم سے جنگ کی ہے مین اُن کو ان لوگون کے برابر نہین کرسکتا جو آپ کے ساتھ شریکِ جہاد ہوے ہین اور اسی اصول پر اُنھون نے فوجی دفتر مرتب کیا،

Marfat.com

ہمارا مقصد یہ نہین کہ اُس دور کے تمام مفتیون کے فتاوی کا استقصاء کرین اور اُن کے تمام اختلافی مسائل کو بیان کرین ہم نے صرف چند مثالین اس غرض سے درج کی ہین کہ اُن کے استنباط کا طریقہ معلوم ہوجائے، اور باوجود قرب عہد رسالت کے اُن کے اختلاف کے اسباب ظاہر ہوجائین چنانچہ ان مسائل سے اختلاف کے یہ تین سبب معلوم ہوتے ہین؛

(۱) ایک، تو قرآن کے سمجھنے مین اختلاف ہوا اور اس کی وجہ سے فتوی مین بھی اختلاف ہوگیا، چنانچہ اس کی چند صورتین ہین؛

(۱) قرآن مجید مین ایک ایسے لفظ کا آنا جسکے دو معنی ہوسکتے ہین، مثلاً اس آیت مین؛

والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلاثۃ قروء،	مطلقہ عورتین اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھین؛

لفظ "قرء" کے معنی کے سمجھنے مین اختلاف ہوا، اور حضرت عمر اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے اس کے معنی حیض کے، اور حضرت زید بن ثابت ؓ نے طہر یعنی پاکی کے سمجھے، اور ہر ایک نے دلائل سے اپنے اپنے مفہوم کی تائید کی، اسیطرح آیت ایلاء مین خداوند تعالی نے مُولی یعنی بی بی کے پاس جانے کی قسم کھانے والے کے لیے چار مہینے کی مدت مقرر کی جس مین اس کو انتظار کرنا چاہیے اُس کے بعد فرمایا

فان فاءو فان اللہ غفور رحیم وان عزموا الطلاق فان اللہ سمیعٌ علیم"	اگر قسم سے رجوع کرجائین تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر طلاق کی ٹھان لین تو اللہ سننے والا جاننے والا ہے؛

جس مین یہ بھی احتمال ہے کہ رجوع کرنے یا طلاق دینے کا مطالبہ مدتِ معینہ کے گذرنے کے بعد ہوا اور یہ بھی احتمال ہے کہ رجعت صرف مدتِ معینہ مین ہو سکتی ہے اور جب وہ مدت گذر گئی تو رجعت نہین ہو سکتی، بلکہ اُس کے گذرنے کے ساتھ ہی طلاق پڑجائے گی،

(۲) دو الگ الگ چیزون کے متعلق دو مختلف حکمون کا آنا جس سے یہ گمان پیدا ہو کہ ان مین ایک حکم دوسری چیز کے بعض اجزاء کو بھی شامل ہے، اور اسطرح وہ دونون حکم اس جزء مین باہم متعارض ہوجائین مثلاً جس عورت کا شوہر مرگیا ہو اُسکی عدت کے متعلق جو آیت نازل ہوئی ہے اس نے اُس پر چار مہینے دسؔ دن کا انتظار واجب کیا ہے، اور اس سے یہ گمان پیدا ہوتا ہے کہ یہ حکم حاملہ عورت کو بھی شامل ہے لیکن جس حاملہ عورت کو طلاق دیجائے اس کی مدت کے متعلق جو آیت نازل ہوئی ہے اس نے اس کی عدت وضع حمل کو قرار دیا ہے، اس بنا پر جس حاملہ عورت کا شوہر مرگیا ہو وہ دونون آیتون کے تحت مین داخل ہو سکتی ہے، پہلی آیت کے رُو سے اگر چار مہینے دس دن سے پہلے ہی وضع حمل ہوجائے تب بھی اس کو اس مدت مین عدت گذارنی چاہیئے لیکن دوسری یعنی مطلقہ عورت کی عدت والی آیت کے رُو سے اگر اس مدت کے گذرنے سے پہلے لڑکا ہوجائے تو اس پر اس مدت کا پورا کرنا ضروری نہ ہوگا بلکہ اس کی عدت زمانۂ وضع حمل کو قرار دیا جائیگا، چنانچہ بعض کبارِ صحابہؓ نے ان دونون راویون کے مطابق فتوی دیا ہے،

(دوسرے) حدیث کی وجہ سے فتوون مین اختلاف پیدا ہوا، چنانچہ ہم اوپر بیان کرچکے ہین کہ بعض حدیثین عام طور پر معلوم نہ تھین اور صحابہ کے ایک جم غفیر کے

سامنے یا تو اُن پر عمل کیا گیا تھا یا وہ رسول اللہ صلعم کی زبان مبارک سے ادا ہوئی تھین مثلاً نماز کی آیت نماز تعداد رکعات نماز حج اور شعائر حج کے متعلق جو حدیثین تھین وہ اسی قسم کی تھین، لیکن بعض حدیثون پر صرف ایک یا دو آدمیون کے سامنے عمل کیا گیا تھا یا آپ کی زبان مبارک سے وہ انہی اشخاص کے سامنے ادا ہوئی تھین اس بنا پر ان کی روایت صرف انہی لوگون تک محدود تھی جو اس وقت موجود تھے، چنانچہ اکثر قولی حدیثین اسی قسم کی ہین، اور وہی منشا اختلاف ہین کیونکہ اس دور مین روایت حدیث کا رواج نہ تھا، اور حدیثین کسی ایسی کتاب مین مدون نہین کیگئی تھین جس کی طرف رجوع کیا جا سکے اس لیے جب مفتیون کے سامنے کوئی واقعہ آتا تھا اور ان کو اس کے متعلق قرآن مجید مین کوئی آیت نہین ملتی تھی، تو وہ لوگ اپنے رفقا سے اُس کے متعلق رسول اللہ صلعم کا فتوی دریافت فرماتے تھے، اور اس حالت مین بعض لوگ ایسے نکل آتے تھے جو اُن کے لیے حدیث بیان کردیتے تھے اور وہ " کافی احتیاط کے بعد اس کے مطابق فتوی دیدیتے تھے، چنانچہ حضرت عمرؓ راوی سے ایک ایسے شخص کا مطالبہ کرتے تھے جو سماع حدیث مین اس کا شریک ہو، اور حضرت علی بن ابی طالبؓ راوی سے قسم لیتے تھے لیکن جو حدیث ایسی روایت کی جاتی تھی جسکی صداقت پر اُن کو کافی اطمینان نہین ہوتا تھا اُس پر وہ عمل نہین کرتے تھے، مثلاً حضرت عمرؓ نے فرمایا " ہم اپنے خدا کی کتاب اور اپنے پیغمبر کی سنت کو ایک عورت کے قول سے نہین چھوڑ سکتے ہم کو کیا معلوم کہ وہ صحیح کہتی ہے یا غلط، اس نے یاد رکھا یا بھول گئی" غرض عدم روایت کے رواج، اور روایت کردہ حدیثون کے قبول کرنے مین چھان بین کی بنا پر وہ لوگ کبھی اس مفہوم کے

روے فتوی دیتے تھے جو آیاتِ قرآنیہ کے عموم سے سمجھا جاتا تھا حالانکہ موقع پر ایسی حدیث موجود ہوتی تھی جو اُس عموم کی تخصیص کرتی تھی، لیکن جب کوئی نص موجود نہ ہوتی تو وہ لوگ راے اور اجتہاد سے فتوی صادر کرتے تھے،

(تیسرے) راے کی وجہ سے فتوے مین اختلاف پیدا ہوا، چنانچہ ہم ابھی اوپر بیان کرچکے ہین کہ جب واقعہ کے متعلق قرآن پاک یا حدیث کی کوئی نص نہین ہوتی تھی تو وہ لوگ راے سے فتوی دیتے تھے، لیکن راے کے متعلق وہ یہ لحاظ نہین کرتے تھے کہ اس واقعہ کی کوئی معین اصل ہے یا نہین؟ بلکہ جو چیز عملاً موافقِ مصلحت اور فقہ اسلامی کی روح سے قریب تر ہوتی تھی، اسی کا نام اُنھون نے راے رکھا تھا، مثلاً حضرت عمرؓ نے محمد بن مسلمہؓ کے خلاف یہ فیصلہ کیا کہ اُن کے پڑوسی کی نہر ان کی زمین مین سے نکالی جاسکتی ہے، کیونکہ اس مین فریقین کا فائدہ تھا، اور محمد بن مسلمہؓ کو کوئی نقصان نہین پہونچتا تھا، یا مثلاً انھون نے دفعۃً واحدۃً تین طلاق کے پڑجانے کا فتوی دیا کیونکہ جو معاملہ غور وفکر کا محتاج تھا اس مین لوگ جلد بازی سے کام لینے لگے تھے، یا مثلاً جس شخص نے زمانۂ عدت مین کسی عورت سے نکاح کرلیا، علحدگی کے بعد انھون نے دوبارہ تعزیری طور پر اُس کے نکاح کو اس کے لیے حرام قرار دیا، لیکن مصالح پر مختلف لوگ مختلف حیثیتون سے نگاہ ڈالتے ہین، یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانے مین بعض مفتیون نے ان کی راے کی مخالفت کی، اور چند مسائل مین جیسا کہ ہم بھائیون کے ساتھ دادا کی میراث" اور عطیہ مین باہمی ترجیح کے متعلق بیان کرچکے ہین حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی مخالفت کی اور اُن کے فیصلہ سے الگ فیصلہ کیا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی چند مسائل مین اس دور کے مفتیون کے خلاف فتوی دیا ہے

چنانچہ جو یتیم ان کی کفالت مین ہوتے تھے وہ اُن کے مال سے زکوٰۃ نکالتے تھے لیکن اُن کے علاوہ اور صحابہؓ کا فتوی یہ تھا کہ یتیم کے مال مین زکوٰۃ نہین ہے، لیکن ہم اوپر بیان کر چکے ہین کہ اس دور مین اختلاف بہت زیادہ نہ تھا کیونکہ جتنے مسائل وواقعات پیدا ہوتے تھے، اسی قدر وہ فتوے دیتے تھے، اوران کے زمانے مین فتادی مدون نہین کیے گئے تھے. غرض اس دور تک فقہ حسب ذیل چیزون کا نام تھا،

(۱) قرآن مجید کے احکام وآیات.

(۲) وہ حدیثین جو عام طور پر معلوم تھین اور ان پر عموماً عمل کیا جاتا تھا، ان کے علاوہ وہ حدیثین جنکو دوسرے صحابہ نے روایت کیا تھا اور کبار صحابہ نے اُن کو قبول کر لیا تھا، یا وہ حدیثین جنکو کبار صحابہ نے خود سنا تھا،

(۳) چند فتاوے جو اجتہاد وبحث کے بعد اُن کی راے سے صادر ہوے

اس دور کے مشہور ترین مفتی خلفاء اربعہؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابو موسی اشعریؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ ہین، لیکن ان مین حضرت عمر بن الخطابؓ، حضرت علی بن ابی طالبؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ نے زیادہ تر فتوی دیے ہیں اور حضرت زید بن ثابتؓ خصوصیت کے ساتھ فرائض کے مفتی ہین؛

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حالات تو اس قدر واضح ہین کہ اس موقع پر اُن کے بیان کرنے کی ضرورت نہین معلوم ہوتی البتہ ا علاوہ ہم دو بزرگون کے حالات درج کرتے ہین؛

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ہذلی بنو زہرہ کے حلیف اور قدیم الاسلام ہین انکا
بیان ہے کہ مین نے اپنے آپ کو چھ مسلمانون مین کا چھٹا مسلمان پایا اس وقت
سطح زمین پر ہم لوگون کے سوا کوئی اور مسلمان نہ تھا مکہ مین سب سے پہلے انھین نے
باعلان قرآن مجید پڑھا جب وہ اسلام لائے تو رسول اللہ صلعم نے اُن کو لے لیا،
اور وہ آپ کی خدمت کرنے لگے، آپ نے فرمایا کہ تم کو اندر آنے کے لیے اجازت
لینے کی ضرورت نہین تمھاری اجازت صرف یہ ہے کہ تم میری بات سن لو اور پردہ
اُٹھا ہوا ہو، چنانچہ وہ آپ کے پاس اندر آتے جاتے آپ کو جوتا پہناتے آپ کے
ساتھ اور آپکے آگے آگے چلتے جب آپ غسل فرماتے تو پردہ کرتے، اور جب آپ سوتے تو
آپ کو بیدار کرتے، حبشہ اور مدینہ دونون جگہ ہجرت کی اور دونون قبلون کی طرف نماز
پڑھی، رسول اللہ صلعم کے ساتھ بدر، احد، خندق، بیعۃ الرضوان اور تمام لڑائیون مین
شریک ہوئے، اور آپ کے بعد معرکہ یرموک مین شرکت کی ان سے بہت سے صحابہؓ اور
تابعینؒ نے حدیث کی روایت کی ہے، حضرت حذیفہؓ سے کہا گیا کہ ہم کو ایسا شخص
بتائیے جو طور و طریقے مین رسول اللہ صلعم سے سب سے زیادہ قریب تر ہو تاکہ ہم اس سے حدیث
سنین اور اخذ کرین، بولے طرز و روش مین رسول اللہ صلعم سے سب سے زیادہ قریب
ابن مسعودؓ ہین اصحاب محمدؐ مین جو لوگ محفوظ ہین وہ جانتے ہین کہ ابن ام عبد (عبداللہ
بن مسعودؓ) سب سے زیادہ مقرب بارگاہ الٰہی ہین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت
ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اگر مین کسی کو بغیر مشورہ خلیفہ بناتا تو ابن ام عبدؓ کو بناتا،

حضرت عمر بن الخطابؓ نے اُن کو کوفہ بھیجا اور باشندگان کوفہ کو لکھا کہ مین نے عمار بن یاسرؓ کو امیر اور عبداللہ بن مسعودؓ کو معلم اور وزیر بنا کر بھیجا ہے، یہ دونون رسول اللہ صلعم کے شریف ترین بدری صحابی ہین، ان کی پیروی اور اطاعت کرو اور ان کا کہنا مانو، مین نے عبداللہ ابن مسعودؓ کے ساتھ اپنے آپ پر تمکو ترجیح دی ہی، اور اُنھون نے اہلِ کوفہ کے معلم اور قاضی کی حیثیت سے وہان قیام کیا اور وہان کے باشندے اُن سے حدیث اخذ کرتے رہے، اور اُنھون نے جیسا کہ اُن کے متعلق حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے قرآن کو پڑھا اور اس کے حلال کو حلال اور اسکے حرام کو حرام سمجھا، مذہب کے فقیہ اور حدیث کے عالم تھے،

اُن کی زندگی کے اخیر حصہ مین حضرت عثمانؓ سے اُن کے تعلقات خراب ہوگئے اور اُنھون نے ان کو مدینہ مین بلا لیا چنانچہ وہ مدینہ مین آئے اور تادم وفات وہین مقیم رہے، ابن سعد نے طبقات مین روایت کی ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اُن کے جنازہ کی نماز پڑھائی، اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی وفات سے پہلے جو ۳۲ھ مین واقع ہوئی، ہر ایک نے دوسرے کیلیے طلب مغفرت کی،

حضرت زید بن ثابت رضؓ

ان کے باپ کا نام ضحاک تھا اور انصار کے قبیلہ بنو نجار سے تعلق رکھتے تھے، رسول اللہ صلعم جب مدینہ مین آئے تو اُن کی عمر ۱۱ سال کی تھی، سب سے پہلے اُنھون نے غزوۂ خندق مین شرکت کی، تبوک کی جنگ مین بنو مالک بن النجار کا جھنڈا حضرت عمارہ بن حزمؓ کے ہاتھ مین تھا، لیکن رسول اللہ صلعم نے ان سے لیکر حضرت زید بن ثابت

Marfat.com

کے حوالے کر دیا، عمارہ نے کہا "یا رسول اللہ کیا میرے متعلق آپ کو کوئی بات معلوم ہوئی ہے؟" فرمایا۔ نہیں لیکن قرآن مقدم ہے اور زید نے تم سے زیادہ قرآن پڑھا ہے۔

حضرت زید بن ثابتؓ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین وحی وغیرہ لکھا کرتے تھے، آپکے پاس سُریانی زبان مین بہت سے خطوط آتے تھے، اس لیے حضرت زید بن ثابتؓ نے آپ کے ارشاد سے سُریانی زبان سیکھی، آپ کے بعد وہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بھی کاتب رہے، اور حضرت عمرؓ نے اُن کو تین بار مدینہ ہی مین اپنا جانشین بنایا اور حضرت عثمانؓ بھی جب حج کو جاتے تھے تو اُن کو اپنا جانشین بناتے تھے، وہ صحابہؓ مین سب سے زیادہ فرائض کے عالم تھے، چنانچہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ زید تم مین سب سے زیادہ علمِ فرائض کو جانتے ہین، وہ صحابہ مین بہت بڑے عالم اور راسخین فی العلم مین تھے، جب وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ تنہا ہوتے تھے تو نہایت خوش طبع تھے، لیکن قوم کے مجمع مین نہایت باوقار رہتے تھے، وہ عثمانی تھے، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حمایت مین کسی جنگ مین شریک نہین ہوئے، لیکن ان کے فضل اور ان کی تعظیم کا اظہار کرتے تھے، بہت سے صحابہؓ اور تابعینؒ نے اُن سے حدیث کی روایت کی ہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے مین قرآن مجید کو اُنہی نے جمع کیا، اور حضرت عثمانؓ نے اپنے زمانہ مین اس کام کیلیے چند لوگون کو مقرر کیا تھا اُن کے ساتھ بھی وہ شریک رہے،

تیسرا دور

صغار صحابہؓ اور اُنؓ کے تلامذہ تابعین کے عہد میں فقہ

یہ دور حکومت معاویہؓ یعنی ۴۱ھ سے شروع ہوا اور اس وقت تک قائم رہا جب بنی سلطنت میں ضعف کے آثار ظاہر ہونے لگے یعنی دوسری صدی ہجری کے آغاز تک۔

سیاسی صورت حال

یہ دور اس زمانہ سے شروع ہوا جب عام اسلامی جماعت نے حضرت امیر معاویہؓ کی حکومت پر اتفاق عام کرلیا، یہی وجہ ہے کہ ہجرت کے اکتالیسویں سال کو عام الجماعۃ یعنی جماعت کا سال کہا جاتا ہے، لیکن بایں ہمہ ابھی تک سیاسی اختلافات کی بیخکنی نہیں ہوئی تھی بلکہ کچھ لوگ ایسے باقی رہ گئے تھے جو حضرت امیر معاویہؓ اور انکے خاندان کے ساتھ دلمیں بغض واختلاف رکھتے تھے، یہ لوگ دو گروہ میں منقسم تھے جن میں پہلا فرقہ خارجیوں کا تھا جو اپنے سیاسی اصول کے موافق استبدادی سلطنت اور مستبد بادشاہ کا دشمن تھا، اور اُس کے نزدیک خلافت اسلامیہ کسی خاص خاندان اور کسی خاص شخص کی ذات میں محدود نہ تھی، بلکہ اس کا دارومدار جمہور کے ارادہ پر تھا، اور وہ اپنی سیاست اور حکومت کیلیے خود موزون شخص کا انتخاب کرسکتے تھے، یہ لوگ حضرت عثمانؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امیر معاویہؓ سے بالکل اپنی علیحدگی

ظاہر کرتے تھے۔ کیونکہ حضرت عثمان رضؓ نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہما کی سیاست سے اختلاف کیا، اور اپنے خاندان والون کی رعایت اور عزت افزائی کی اور قومی حقوق مین اُن کو ترجیح دی، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے اور اپنے مخالفین کے درمیان تحکیم پر رضامندی ظاہر کی، اور حضرت امیر معاویہ رضؓ نے خلافت پر بزور تسلط حاصل کرلیا، دوسرا فرقہ شیعون کا تھا جو خلافت کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان کے خاندان کا حق سمجھتا تھا، اس لیے جس شخص نے اُن کے اس حق کو غصب کرلیا وہ اُن کے نزدیک ظالم ہے اور اس کی حکومت جائز نہین،

حضرت امیر معاویہ رضؓ کے سیاسی طرز عمل نے شیعون کے شورش انگیز خیالات کو پرسکون بنادیا تھا اور خارجیون کی سختیان کم کردی تھین یہی وجہ ہے کہ اُن کی وفات کے بعد ہی اتحاد اسلامی کے خلاف شورشین برپا ہونے لگین چنانچہ اہل مدینہ نے یزید کی نسخ بیعت کیلیے شورش کی، اور حضرت امام حسین رضؓ نے اس خیال سے عراق کا رُخ کیا کہ وہان اُن کے باپ کے حامیون مین سے ایسے شخص مل جائینگے جو اُن کے مغصوب حق کی واپسی مین اُن کی مدد کرینگے اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ نے مکہ مین پناہ گزین ہوکر مخالفت کی، ان لوگون کی شورش نے اہل مدینہ کو بہت مضطرب الحال بنادیا، اور اُن پر سخت آفتین نازل ہوئین چنانچہ حضرت امام حسین علیہ السلام حدود عراق مین داخل ہونے سے پہلے ہی شہید کردیے گئے اور اُن کے اہلبیت مین بہت سے لوگون نے خود اہل عراق کے درمیان شہادت پائی، اور اگر یزید مرگیا نہ ہوتا تو حضرت ابن زبیرؓ کا بھی یہی حشر ہوتا،

یزید کی موت کے بعد فتنہ و فساد کی یہ آگ اور بھی بھڑکی اور جب تک عبدالملک بن مروان نے

Marfat.com

مکہ مین حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا کام تمام نہ کرلیا، اور وہ تمام ممالک واپس نہ لیلیے جو شورش کا مرکز تھے، یہ آگ اسی شدت کے ساتھ بھڑکتی رہی، لیکن حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کی شہادت اور ان ممالک کی واپسی کے بعد اب دوبارہ مسلمانون مین اتفاق عام پیدا ہوا اور شیعون کی دعوت اور خوارج کی شدت زائل ہو گئی لیکن حضرت امیر معاویہؓ کی ذات پر مسلمانون کا جو اتفاق ہوا تھا اس سے یہ اتفاق مختلف تھا، کیونکہ امیر معاویہؓ نے اسکو رفق، ملاطفت اور حسن معاملت کے ذریعہ سے محفوظ رکھا تھا اور عبدالملک نے اس کی بنیاد بالکل قوت پر قائم کی تھی، کیونکہ اس نے مرکز فساد مین حجاج بن یوسف پر اعتماد کیا تھا، جو ان مستبدین کا امام تھا جو جبرو اقتدار کے ساتھ اتحاد و اتفاق قائم کرنا چاہتے ہین، لیکن یہ ایک ایسا طریقہ ہے جسکا اثر دیرپا نہین ہوسکتا، اس لیے عبدالرحمان بن محمد بن الاشعث الکندی کے زیر اثر اس کے خلاف ایک دوسری عظیم الشان شورش پیدا ہوئی، اور اگر شام کی پے در پے کمک جس نے سخت جدوجہد کے بعد اس شورش کا خاتمہ کردیا نہ پہونچتی رہتی تو اس شورش نے تقریباً بنو امیہ کے اقتدار ہی کا خاتمہ کردیا ہوتا، اسی طرح حجاج کو خوارج سے بھی سخت مقابلہ کرنا پڑا، اور اگر مہلب بن ابی صفرہ کی ہمت شامل حال نہ ہوتی، اور خارجیون مین فرقہ بندی نہ ہو گئی ہوتی تو انکا معاملہ بھی نہایت سخت ہوجاتا، ان تمام مصائب کے خاتمہ کے بعد ولید بن عبدالملک کا دور آیا جو حکومت بنو امیہ کا سب سے زیادہ روشن اور خوشگوار دور تھا اس دور مین فتنہ و فسا کا خاتمہ ہوگیا اور مشرق و مغرب مین عظیم الشان فتوحات کا سلسلہ قائم ہو لیکن جسطرح آندھیون کے سخت جھکڑون کے بعد سکون پیدا ہوجاتا ہے اسیطرح یہ سکون بھی عارضی اور وقتی تھا، ولید کے بعد اس کے بھائی سلیمان بن عبدالملک کا دور آیا اور اس نے

سپہ سالاران سلطنت یعنی قتیبہ بن سلم، محمد بن قاسم بن محمد اور موسی بن نصیر کے ساتھ جنھون نے مشرق و مغرب مین اس سلطنت کے اقتدار کو پھیلایا تھا بدسلوکی کی کیونکہ قتیبہ بن سلم اور محمد بن قاسم حجاج بن یوسف سے تعلق رکھتے تھے، اور سلیمان اس سے بغض رکھتا تھا، اسی طرح بعض ذلیل خواہشون کی بنا پر موسیٰ بن نصیر سے بھی اس کے تعلقات خوشگوار نہ تھے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو لوگ اُن کے قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے اُن کے دل سلیمان بن عبد الملک سے صاف نہ رہ سکے سلیمان بن عبد الملک نے اپنے بعد حضرت عمر بن عبد العزیز کو خلیفہ بنایا جنھون نے لوگون مین عدل و مساوات پھیلایا اور ان کے اسلاف کے قبضہ مین جو چیزین تھین ان کو مظالم کے نام سے واپس لیکر بیت المال مین داخل کر دیا۔ خلافت کے متعلق اُن کی رائے خوارج کی رائے سے بہت کچھ مشابہت رکھتی تھی کیونکہ اُنھون نے اسکو اپنی قوم سے نکالنا چاہا، اور اس کا اہل اس شخص کو قرار دیا جو علم اور دین کے لحاظ سے اس کے لیے موزون تر ہو، لیکن اُن کی عاجلانہ موت کی وجہ سے یہ معاملہ غیر مکمل رہ گیا۔ ان کی نرمی اور چشم پوشی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کے عہد مین دوسری صدی کے آغاز مین بنو عباس کی مخفی دعوت کا سلسلہ قائم ہوا، یزید بن عبد الملک ان کا جانشین ہوا اور اس کے بعد اُس کا بھائی ہشام بن عبد الملک خلیفہ ہوا جسکے زمانے مین زید بن علی بن الحسین نے خلافت کا مطالبہ کیا اور اس طرح اُن کی ذات سے فتنہ علویہ اُٹھ کھڑا ہوا لیکن وہ اس ناکامیاب مقصد کے لیے مقتول ہوئے اور اُن کے بعد ہی اُن کے فرزند یحییٰ بن زید بھی قتل کیے گئے، ہشام بن عبد الملک کے دور مین عباسیہ کی مخفی دعوت نے جس نے آخیر مین سلطنت بنو امیہ کا خاتمہ کر دیا نشو و نما پائی، غرض اس دور مین عالم اسلامی کا جو حال تھا اس کا اجمالی خلاصہ یہ ہے،

اُس دَور کے امتیازی خصوصیات

یہ ہین کہ،

(۱) مسلمانون مین سیاسی حیثیت سے جیسا کہ ہم ابھی بیان کر آئے ہین فرقہ بندیان قائم ہوگئین اس لیے خارجی اور شیعی دونون فرقون کے رجحانات ومیلانات بالکل الگ الگ تھے، شیعون کا میلان حضرت علیؓ اہل بیت، اور اُن کی جماعت کی طرف تھا، اور یہ لوگ اُن کے دشمنون پر لعنت وملامت کرتے تھے، اور بسا اوقات اس سے بڑھ کر ان کو کافر کہتے تھے اور اُن سے برات کرتے تھے، اور اُن حالات مین یہ بدیہی بات ہے کہ ان لوگون کی نگاہ مین ان لوگون کے اقوال وآرار کی کوئی قدر وقیمت نہ تھی، لیکن خوارج کا میلان حضرت ابو بکرؓ وحضرت عمر رضی اللہ عنہما اور اُن کے رفقا کی طرف تھا اور یہ لوگ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت معاویہؓ اوران کے دوستون سے برأت کا اظہار کرتے تھے، اور اس وجہ سے ان لوگون مین کسی کی راے کو حجت ودلیل نہین سمجھتے تھے، طرفداران معاویہ یا عام مسلمان ان دونون فرقون سے نفرت رکھتے تھے، اور اُن کی کوئی قدر وقیمت نہین سمجھتے تھے، اس لیے ان اختلافات نے استنباطِ احکام پر بہت بڑا اثر ڈالا تھا،

(۲) علماے اسلام عام طور پر اسلامی شہرون مین پھیل گئے، چنانچہ مدینہ منورہ سے نکل کر بعض صحابہؓ نے معلم اور بعض نے قاری کی حیثیت سے دوسرے اسلامی شہرون مین سکونت اختیار کرلی، یہان تک کہ یہ نئے شہر اُن کے وطن تسلیم کر لیے گئے،

Marfat.com

اور ان کی تعلیم و ارشاد کے ذریعہ سے کبار تابعین کی ایک جماعت پیدا ہوگئی جو فتوی مین اُن کی شریک ہوئی، اور خود صحابہؓ نے بھی اس منصب مین ان کے حق شرکت کو تسلیم کرلیا اور انھوں نے اپنی علمی مشغولیت اور اپنے اجتہاد کے ذریعہ سے جو درجہ حاصل کیا تھا اُسکو بلند کردیا، اگر مکہ اور مدینہ کا وجود نہ ہوتا، اگر مسلمانوں کے دلون مین ان دونون کی عام وقعت نہ ہوتی، اگر مکہ حج کا مقام نہ ہوتا اور مختلف العقیدہ اور مختلف المیلان مسلمان وہان آمد و رفت نہ رکھتے تو دور دراز شہرون کے علماء مین علمی تعلق قائم نہ ہوسکتا،

(۳) چونکہ روایتِ حدیث کی رکاوٹ کا سبب دور ہوگیا اس لیے روایتِ حدیث کا عام رواج ہوا، چنانچہ خلفائے راشدینؓ کے بعد جو صحابہؓ رہ گئے تھے، اُن کے پاس دوسرے شہرون سے فتوی اور تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے آتے تھے، تمدن کی وسعت نے بہت سی نئی ضرورتین پیدا کردی تھین جن کے احکام کے متعلق اُن کو مجبوراً تحقیقات کرنی پڑتی تھی، اور اس حالت مین صحابہؓ اور اُن کے شرکائے فتوی یعنی کبار تابعینؒ کے سوا ان کا کوئی دوسرا ٹھکانا نہ تھا، اس لیے اُن حدیثون کے ذریعہ سے جو اُن کو یاد تھین ان کو فتوی دینا پڑتا تھا، لیکن ان مین بعض حدیثون کو تو اُنھون نے براہ راست رسول اللہ صلعم سے سنا تھا، اور بعض حدیثین کبارِ صحابہ سے سُنی تھین، اس دور کے اصحابِ فتوے سے حدیثون کی ایک بہت بڑی تعداد روایت کی جاتی ہے، چنانچہ ان مین بعض مفتیون کی حدیثیں ہزارون سے زیادہ ہین، مثلاً مسند احمد بن حنبل مین مسند ابی ہریرہ ۳۱۳ صفحون اور مسند عبداللہ ابن عمرؓ ۱۵۶ صفحون مین لکھا ہوا ہے اور اسی کے قریب اس دور کے

اور صغار صحابہؓ کا حال ہے، حالانکہ مسند ابی بکرؓ ۴ صفحوں میں لکھا ہوا ہے، اور حضرت عمرؓ جو دور اول کے امام المفتیین تھے ان کا مسند ۱۴ صفحوں میں درج ہے، اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی فتوی میں اُن کے ہم پایہ تھے، لیکن اُن کا مسند صرف ۸۵ صفحوں میں آیا ہے، لیکن کسی ایک شہر بلکہ کسی ایک کتاب میں یہ تمام حدیثیں مجموعی طور پر نہیں پائی جاتی تھیں کیونکہ جو صحابہؓ فتوی دینے والے تھے، وہ جیسا کہ ہم ابھی لکھ چکے ہیں مختلف شہروں میں پھیلے ہوئے تھے، اس لیے جو بزرگ جس شہر میں آئے اُس کے باشندوں نے ان سے روایت کی اور اس لیے ایک شہر میں جن حدیثوں کی روایت کی گئی وہ دوسرے شہر والوں کو نہ مل سکی، مثلاً مدینہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ ام المومنین حضرت عائشہؓ اور حضرت ابوہریرہؓ رہتے تھے، مکہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قیام تھا، فسطاط میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ رہتے تھے، بصرہ میں حضرت انس بن مالکؓ اور کوفہ میں حضرت ابوموسی اشعریؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ او حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے تلامذہ سکونت پذیر تھے اور ان میں ہر ایک کے پاس احادیث نبویہ کا جو ذخیرہ تھا وہ انہی کے مطابق لوگوں کو فتوی دیتا تھا اور اس موقع پر مختلف شہروں کے علماء کے درمیان علمی تعلقات کے قائم رکھنے میں گذشتہ سبب سے زیادہ وضاحت کے ساتھ خانہ کعبہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے، غرضکہ ان تینوں امتیازی خصوصیات نے فتوی میں بہت سے اختلافات پیدا کر دیے، اور ان میں ہر ایک خصوصیت اختلاف کے پیدا کرنے کا قوی سبب بن گئی، مثلاً ان خصوصیات نے شیعوں کے لیے الگ، خوارج کیلئے الگ، اور تمام امت کیلئے الگ الگ فتاوے پیدا کر دیے جو باہم ایک دوسرے

مختلف ہیں،

(۴) احادیث کی روایت مین جھوٹ کا رواج ہوا اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کو اسی کا ڈر تھا، چنانچہ امام مسلم نے صحیح مسلم کے مقدمہ مین طاؤس سے بہ سند روایت کی ہے کہ بشیر بن کعب حضرت اللہ بن عباسؓ کی خدمت مین حاضر ہوا اور ان کے سامنے حدیث بیان کرنے لگا، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ "یہ یہ حدیثین دوبارہ بیان کرو" چنانچہ اس نے ان کو دوبارہ بیان کیا، اُس کے بعد پھر اُن کے سامنے حدیث بیان کی، انھون نے فرمایا کہ یہ یہ حدیثین دوبارہ بیان کرو" اس کے بعد بشیر بن کعب نے کہا کہ "مجھے معلوم نہ ہوا کہ آپ نے میری کل حدیثون کو تو تسلیم کرلیا اور صرف اس حدیث کو مردود قرار دیا یا میری کل حدیثون کو مردود خیال فرمایا اور صرف اس حدیث کو تسلیم کیا، حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ "جب رسول اللہ صلعم پر جھوٹ نہین بولا جاتا تھا تو ہم آپ سے حدیثون کی روایت کرتے تھے لیکن جب ہر سرکش اور فرمانبردار اونٹ پر چڑھنے لگے (یعنی ہر قسم کی جھوٹی سچی حدیثین بیان کرنے لگے) تو ہم نے آپ سے روایت حدیث کرنا چھوڑ دیا"

امام مسلم نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ بشیر عدوی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خدمت مین حاضر ہوا اور حدیث بیان کرنے لگا، اور "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کہنے لگا، لیکن حضرت عبداللہ بن عباسؓ نہ تو اس کی حدیث کو سنتے تھے اور نہ اس کی طرف دیکھتے تھے، اس پر اس نے کہا "اے ابن عباس یہ کیا بات ہے کہ آپ میری حدیث کو نہین سنتے مین آپ سے رسول اللہ کی حدیث بیان کرتا ہون اور آپ کان نہین دھرتے" بولے "ایک مدت تک ہمارا یہ حال تھا

کہ جب کسی آدمی کو قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہوئے سنتے تھے تو اسکی طرف فوراً ہماری نگاہیں اُٹھ جاتی تھیں اور ہم اس کی طرف اپنے کانوں کو جھکا دیتے تھے لیکن جب لوگ ہر سرکش اور فرمان بردار اونٹ پر چڑھنے لگے تو ہم لوگوں سے صرف ان حدیثوں کو قبول کرتے ہیں جنکو ہم خود جانتے ہیں ۔

امام مسلمؒ نے ابن ابی ملیکہؒ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو خط لکھا جس میں یہ درخواست کی کہ وہ مجھے ایک کتاب لکھدیں اور جن چیزوں میں اختلاف ہو ان کو چھوڑ دیں بولے خیر خواہ لڑکا ہے میں اس کے لیے چند چیزوں کا انتخاب کردوں گا اور اختلافی چیزوں کو چھوڑ دونگا" چنانچہ اُنھوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فیصلے طلب کیے اور ان میں سے چند فیصلے لکھنے لگے لیکن بعض فیصلوں پر گذرتے تھے تو کہتے تھے کہ خدا کی قسم علیؓ نے یہ فیصلہ اسی وقت کیا ہوگا جب وہ گمراہ ہوگئے ہوں گے (یعنی چونکہ وہ گمراہ نہیں ہوئے اس لیے یہ فیصلہ بھی اُن کا نہیں ہے)

امام مسلمؒ نے طاؤسؒ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کے پاس ایک (لمبی) کتاب آئی جس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فیصلے تھے اُنھوں نے سب کو مٹا دیا اور صرف ایک ہاتھ کے برابر قائم رکھا ۔

امام مسلمؒ نے ابو اسحاقؒ سے یہ روایت کی ہے کہ جب لوگوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد یہ باتیں پیدا کیں تو اصحاب علیؓ میں سے ایک شخص نے کہا کہ ان پر خدا کی لعنت ہو انھوں نے کیسے علم کو برباد کردیا"

امام مسلمؒ نے ابوبکر بن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے

Marfat.com

مغیرہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جو لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے تھے ان مین صرف حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کی تصدیق کی جاتی تھی،

امام مسلمؒ نے ابن سیرینؒ سے روایت کی ہے کہ لوگ رواۃ حدیث سے پہلے سند کا مطالبہ نہین کرتے تھے، لیکن جب فتنہ و فساد ہوا تو اُنھون نے کہا کہ ہم کو اپنے رُواۃ کا نام بتاؤ، تاکہ یہ دیکھا جائے کہ وہ اہلسنت ہین اور ان کی حدیث قبول کی جائے اور یہ دیکھا جائے کہ وہ اہل بدعت ہین اور اُن کی حدیث قبول نہ کی جائے،

امام مسلمؒ نے ابوالزناد اور عبداللہ بن ذکوانؒ سے روایت کی ہے کہ انھون نے کہا کہ مین نے مدینہ مین سو آدمی پائے جن مین سب کے سب مامون تھے لیکن ان کی حدیث نہین قبول کی جاتی تھی، کہا جاتا تھا کہ یہ اس کے اہل نہین،

امام شعبی سے روایت ہے کہ اُنھون نے فرمایا کہ مجھ سے حارث اعور نے حدیث بیان کی اور وہ جھوٹا تھا،

جریر سے روایت ہے کہ اُنھون نے فرمایا کہ مین جابر بن یزید جعفی سے ملا لیکن مین نے اُس کا اعتبار نہین کیا کیونکہ وہ رجعت پر ایمان رکھتا تھا،

زہیر سے روایت ہے کہ اُنھون نے کہا کہ مین نے جابر کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میرے پاس پچاس ہزار حدیثین ہین لیکن اُن مین سے مین نے ایک کو بھی بیان نہین کیا، اس کے بعد ایک روز ایک حدیث بیان کی اور کہا کہ یہ اُنھین پچاس ہزار حدیثون مین سے ہے،

سفیان سے روایت ہے کہ اُنھون نے کہا کہ مین نے جابر کو سنا کہ وہ تقریبًا تیس ہزار حدیثون کی روایت کرتے ہین لیکن مین ان مین سے کسی کا ذکر جائز نہین

سمجھتا، اگرچہ میرے پاس یہ یہ حدیثین ہین،

امام مسلمؒ نے ہمامؒ سے روایت کی ہے کہ اُنھون نے کہا کہ ہمارے پاس ابوداود اعمی آئے اور کہنے لگے کہ ہم سے براءؓ نے حدیث بیان کی ہم سے زید بن ارقمؓ نے حدیث بیان کی "ہم نے قتادہؒ سے اس کا ذکر کیا تو فرمایا اس نے جھوٹ کہا اس نے ان لوگون سے نہین سنا، اس وقت وہ ایک سائل تھا، طاعون کے زمانہ مین لوگون سے بھیک مانگا کرتا تھا،،

روایت ہے کہ ابوجعفر ہاشمی مدنی سچ باتون کے متعلق حدیثین بنایا کرتے تھے، باوجودیکہ وہ رسول اللہ صلعم کی حدیثین نہین ہوتی تھین لیکن وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے اُن کی روایت کرتے تھے،

ان کے علاوہ اسی قسم کی اور بھی بہت سی مثالین ہین، اور اُن سے ان اسباب کا پتہ چلتا ہے جنکے لیے ان لوگون نے رسول اللہ صلعم کی طرف جھوٹی روایتین منسوب کین؛ امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم مین قاضی عیاضؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جھوٹ روایت کرنے والون کی دو قسمین ہین، ایک قسم ان لوگون کی ہے جو خود رسول اللہ صلعم کی طرف جھوٹی حدیثون کو منسوب کرتے تھے، اور ان کی بھی چند قسمین ہین؛

(۱) بعض لوگ مثلاً زنادقہ اور اُن کے امثال جو دین کے وقار کو تسلیم نہین کرتے تھے، اپنے ترفع بادین کی تحقیر کی غرض سے حدیثین وضع کرتے تھے،

(۲) جاہل متعبدین یعنی جاہل عبادت گذار لوگون نے بزعم خود نیک اور دینی کام سمجھ کر فضائل اور مذہبی ترغیبات کے متعلق حدیثین وضع کین،

(۳) بدکار محدثین نے عجیب عجیب حدیثین بیان کرنے اور شہرت حاصل

کرنے کے لیے حدیثین بنائین،

(۴) بدعتیون کے مبلغین اور مذاہب کے متعصبین نے تعصب یا اپنے مذاہب پر دلیل قائم کرنے کے لیے حدیثین گڑھین،

(۵) بعض لوگون نے اہلِ دنیا کی خواہشون کی پیروی اور اُن کے افعال پر شرعی عذر قائم کرنے کے لیے جعلی حدیثین بنائین،

جو لوگ اہل فن ہین اور رواۃِ حدیث کا علم رکھتے ہین ان کے نزدیک ان تمام طبقات مین ہر طبقہ کی ایک ایک جماعت بالتعیین موجود تھی، بعض لوگ ایسے بھی تھے جو خود متن حدیث کو تو وضع نہین کرتے تھے لیکن متن ضعیف کیلیے ایک مشہور اور صحیح سند گڑھ لیا کرتے تھے، اور بعض لوگ اسانید کو اُلٹ پلٹ دیتے تھے، یا ان مین اضافہ کرلیتے تھے، اور جس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ دوسرون کو متحیر کردین یا اپنے اوپر جہالت کا الزام نہ آنے دین،

بعض لوگ ان حدیثون کے متعلق جنکو اُنھون نے نہین سنا تھا اور ان اشخاص کی نسبت جن سے اُنھون نے ملاقات نہین کی تھی جھوٹ موٹھ یہ دعوی کرتے تھے کہ انھون نے ان حدیثون کو سنا ہے، اور ان اشخاص سے ملاقات کی ہے، اور اسطرح اُن کی سند سے اُن کی صحیح حدیثون کی روایت کرتے تھے،

بعض لوگ صحابہؓ وغیرہ کے کلام اور عرب اور حکماء کے حکمت آمیز مقولون کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کردیتے تھے غرض اس دور مین اس قسم کے لوگ بہ کثرت موجود تھے اور جب حضرت ابن عباسؓ ہی کے زمانہ مین جبکہ اسلام بالکل تر وتازہ تھا یہ حالت پہونچ گئی تھی جسکی نسبت انھون نے متذکرہ بالا

اقوال کیسے تو جابر جعفی کی نسبت جو یہ کہتا تھا کہ اس کے پاس ۵۰ ہزار حدیثین اور بعض روایات کے رو سے ستر ہزار حدیثین ہین جن کو وہ محمد باقر بن حسین بن علی سے روایت کرتا ہے تمھارے دل مین کیا خیال پیدا ہو سکتا ہی؟

سیاسی اختلاف اور تعصب مذہبی کی بنا پر جو لوگ ان مذاہب مین غلو رکھتے تھے اُن مین بہت سے لوگون نے اپنے عقائد و اعمال کی تائید مین رسول اللہ صلعم سے جھوٹی حدیثون کی روایت کرنا اپنے لیے جائز کر لیا تھا، اُسوقت شیعہ، خارجی، اور عام مسلمان سبھی موجود تھے، اور ہر فرقہ مین خبیث الباطن اشخاص پائے جاتے تھے، البتہ ان مین خوارج کم دروغگو ہوتے تھے، کیونکہ اُن کے اصول کے رو سے گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہی اور رسول اللہ صلعم کی نسبت دروغگوئی کرنا سب سے بڑا گناہ ہے، اس لیے ان مین اس قسم کی جرأت کرنے والے اشخاص مشکل نظر آ سکتے ہین

اسی دقت نے آیندہ دور مین اہل حدیث کے کام کو بہت زیادہ سخت کر دیا اور تم کو عنقریب معلوم ہو جائے گا، کہ اُنھون نے ان آمیزشون سے حدیث کو کیونکر پاک کیا؟ اور ان کو اس معاملہ مین کس قدر کامیابی ہوئی؟

(۵) تعلیم یافتہ غلامون کی ایک بہت بڑی تعداد پیدا ہو گئی، چنانچہ بہت سے ایرانی، رومی اور نصری لوگ حلقۂ اسلام مین داخل ہوئے، جو "موالی" کے لقب سے مشہور تھے، کیونکہ جو شخص جس شخص کے ہاتھ پر اسلام لاتا تھا وہ اس کا مولی ہوتا تھا، ان مین بعض لوگ تو ایسے تھے جو غلام بنائے گئے تھے، اور بعض لوگ غلام بنانے سے پہلے ہی مسلمان ہو گئے تھے، مسلمانون نے بہت سے لڑکون کو بھی گرفتار کیا، ان کو اپنے زیر تربیت رکھا اور اُن کو قرآن و حدیث کی تعلیم دی، چنانچہ ان لوگون نے قرآن

Marfat.com

وحدیث کو یاد کیا، ان کو سمجھا، اور اس معاملہ مین ان کو لکھنے پڑھنے کی جو استعداد
حاصل تھی اُس سے کام لیا، اس وقت عام عربی اسلامی جماعت مین اگرچہ سخت
قومی تعصب موجود تھا، بایںہمہ انھون نے مجبوراً اُن کی عزت کی، اور اُن کے فتوون
اور اُن کی روایتون کو تسلیم کیا، یہ لوگ تمام اسلامی شہرون مین موجود اور علم اور تعلیم مین
صحابہؓ اور عرب کے کبار تابعینؒ کے شریک تھے، چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کے
ساتھ ان کے راوی اور مولی عکرمہؒ کا اور حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے ساتھ اُن کے
مولی نافعؒ کا اور حضرت انس بن مالکؓ کے ساتھ اُن کے مولی محمد بن سیرینؒ کا اور حضرت
ابو ہریرہؓ کے ساتھ اُن کے راوی عبدالرحمان بن ہرمز اعرج کا ذکر اکثر کیا جاتا ہے، اور صحاح
مین یہی چارون بزرگ ہین جن سے اکثر حدیثین اور اکثر فتوے منقول ہین اور ان کے
جارموالی کو اس حیثیت سے بہت بڑی عزت حاصل ہی، اگرچہ یہ خیال غلط ہے کہ
فقہ اور روایت حدیث مین عرب کا حصہ عجمیون سے کم ہے بلکہ اس معاملہ مین دونون
برابر کے شریک تھے، چنانچہ کوئی شہر ایسا نہ تھا جس مین دونون فریق کی وافر تعداد
موجود نہو، تاہم بعض شہر مثلاً بصرہ مین موالی کو امتیاز حاصل تھا اور حسن بن الحسن البصری
اُن کے سردار تھے اور بعض شہر مثلاً کوفہ مین فقہائے عرب نمایان حیثیت رکھتے تھے،

(۶) رائے اور حدیث کے درمیان نزاع پیدا ہوئی، اور ان دونون مین سے
ہر ایک اصول کے الگ الگ حامی پیدا ہو گئے، ہم اوپر بیان کر چکے ہین کہ دور اول مین
کبار صحابہؓ اپنے فتوون مین پہلے قرآن مجید پر اُس کے بعد حدیث پر اعتماد کرتے
تھے، لیکن جب ان دونون مین کوئی حکم نہین ملتا تھا تو رائے کے ساتھ جسکو وسیع
معنون مین قیاس کہا جا سکتا ہے فتویٰ دیتے تھے، لیکن رائے کی طرف اُن کا

سیلان بہت زیادہ نہ تھا، یہی وجہ ہے کہ اُن سے راے کی بُرائی منقول ہے، ہم نے اوپر یہ بھی بیان کر دیا ہے کہ قابلِ عمل راے کیا ہے؟ اور مذموم راے کسکو کہتے ہین؟

یہ دوسری نسل پیدا ہوئی تو ان مین کچھ لوگ ایسے تھے جو فتوے کو صرف حدیث تک محدود رکھتے تھے اور اس سے آگے نہین بڑھتے تھے، یہ لوگ ہر مسئلہ مین انہی حدیثون کے روسے فتوے دیتے تھے جو ان کو ملتی تھین خواہ ایسے روابط موجود نہ تھے جو باہم مسائل کی شیرازہ بندی کر سکین، لیکن ان مین ایک گروہ ایسا بھی موجود تھا جو شریعت کو ایک عقلی اور اصولی چیز سمجھتا تھا، اگرچہ یہ لوگ بھی حتی المقدور عمل بالکتاب والسنتہ مین پہلے لوگون کے مخالف نہ تھے، تاہم چونکہ ان کا یہ اعتقاد تھا کہ شریعت کے عقلی وجوہ سمجھ مین آسکتے ہین اور وہ ایسے مضبوط اصول پر قائم ہے جو خود قرآن وحدیث سے ماخوذ ہین، اس لیے جب اُن کو قرآن وحدیث مین کوئی الفصریح نہین ملتی تھی تو فریق اول کی طرح ان کو راے سے فتوی دینے مین کوئی باک نہ تھا، اس کے علاوہ یہ لوگ احکام شرعیہ کے علل واسباب اور اُن کے مقاصد واغراض کو سمجھنا چاہتے تھے اور بسا اوقات اصولِ شریعت کے مخالف ہونے کی بنا پر بعض حدیثون کو بالخصوص جب دوسری حدیثین اُن کے معارض ومخالف ہوتی تھین رد کر دیتے تھے،

اہل عراق مین اس اصول کا زیادہ رواج ہوا، چنانچہ ربیعہ بن فروخ نے تابعین فقہاء اہل مدینہ کے شیخ حضرت سعید بن سیبؓ سے عورت کی انگلیون کی دیت کے متعلق سوال کیا کہ عورت کی ایک انگلی کی دیت کیا ہے؟ اُنھون نے کہا "دس اونٹ" بولے تو پھر دو انگلیون کی دیت کیا ہوگی؟ فرمایا "بیس اونٹ" بولے تو پھر تین انگلیونکی دیت کیا ہے؟ جواب دیا "۳۰ اونٹ" بولے "تو پھر چار انگلیون کی دیت کسقدر دینا ہوگی؟

اُنھون نے کہا "۲۰ اونٹ" بولے "تو اس کے یہ معنی ہوے کہ جب اس کے زخم زیادہ ہوے تو اس کی دیت ہو گئی" اب حضرت سعید بن المسیب نے فرمایا کہ تم عراقی تو نہین ہو؟ سنت یہی ہے" اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت سعید بن المسیب رض کے نزدیک ثلث دیت تک عورت کی دیت مرد کی دیت کے مساوی ہے، لیکن جب وہ ثلث سے بڑھ گئی تو عورت کی دیت مرد کی دیت کی آدھی ہو گی، اگرچہ اس کا نتیجہ عقل کے مطابق نہین ہے تاہم چونکہ ان کے نزدیک فقہی احکام مین عقل کو کچھ دخل نہین ہے اس لیے اُنھون نے اس مسئلہ کو ظاہری صورت پر قائم رکھا ہے یعنی تین انگلیون کی دیت چونکہ ثلث دیت کے (سو اونٹ) سے کم ہے اس لیے عورت کی تین انگلیونکی دیت ۳۰ اونٹ ہین، لیکن چار انگلیون کی دیت ثلث دیت سے زیادہ ہے اس لیے وہ مرد کی دیت کی نصف یعنی ۲۰ اونٹ ہو گی، لیکن یہ ایک ایسا نتیجہ ہے جسکی وجہ ربیعہ نے نہین سمجھی اور حضرت سعید بن المسیب رض سے اس کے متعلق سوال کیا، لیکن حضرت سعید بن المسیب رح کو یہ سوال پسند نہ آیا اور انھون نے یہ سمجھا کہ ربیعہ ان لوگون مین ہین جو باوجود نص صریح کے فقہی احکام مین جیسا کہ اہل عراق کا عام طریقہ ہے رے کو دخل دیتے ہین اسلیے انھون نے کہا کہ تم عراقی تو نہین ہو اس مسئلہ مین اہل عراق کا فتوی یہ ہے کہ جسطرح جان سے مار ڈالنے مین عورت کی دیت مرد کی دیت کی آدھی ہے (یعنی پچاس اونٹ) اسی طرح ہاتھ پانون مین بھی اس کی دیت مرد کی دیت کی نصف ہے، وہ لوگ اس مسئلہ مین اس نتیجہ کو جو عقل کے مخالف ہے چھوڑ دیتے ہین اور کہتے ہین کہ حضرت سعید بن المسیب کے قول مین سنت سے مراد حضرت زید بن ثابت رض کی سنت ہے کیونکہ وہی یہ فتوی دیتے تھے،

غرض اہلِ حدیث اور اہل راے کا مسلک یہ تھا کہ اول گروہ صرف ظواہر

Marfat.com

نصوص سے غرض رکھتا تھا اور اُن کے علل و اسباب سے بحث نہین کرتا تھا اور رائے
سے بہت کم فتوی دیتا تھا، لیکن جو لوگ اہل الرائے تھے وہ احکام کے علل و اسباب کا
سُراغ لگاتے تھے، اصول کے ذریعہ سے باہم مسائل کی شیرازہ بندی کرتے تھے،
اور جب ان کو کوئی حدیث نہین ملتی تھی تو رائے سے فتوی دینے مین اُن کو کوئی تامل
نہ تھا، ملکی تقسیم کے لحاظ سے اکثر اہل حجاز اہل حدیث اور اکثر اہل عراق اہل الرائے تھے
یہی وجہ ہے کہ جب ربیعہ نے حضرت سعید بن المسیب رض سے حکم کی علت دریافت کی تو
اُنھون نے کہا کہ "تم عراقی تو نہین ہو؟"

فقہائے عراق مین جن لوگون نے رائے وقیاس مین شہرت حاصل کی ان مین
ابراہیم بن یزید النخعی الکوفی فقیہ عراق بہت شہرت رکھتے ہین، وہ عراق کے مشہور فقیہ
حضرت امام ابو حنیفہؒ کے اُستاد حماد بن ابی سلیمان کے اُستاد تھے اور اپنے ماموں
علقمہ بن قیس النخعی الکوفی سے جو طبقۂ اولی کے قدما، فقہائے تابعین مین اور حضرت
عبداللہ بن مسعودؓ کے برگزیدہ اصحاب مین تھے فقہ کی تعلیم حاصل کی تھی ابراہیم کوفہ
کے محدث اور کوفہ کے عالم حضرت عامر بن شراحیل الشعبی کے معاصر تھے لیکن دونون
کی حالتین بالکل الگ الگ تھین یعنی امام شعبی بالکل اہلِ حدیث تھے اور جس مسئلہ مین
شارع کی کوئی نص صریح نہ پاتے تھے، اس کے متعلق فتوے دینے سے ہچکچاتے تھے،
اور رائے کو مکروہ سمجھتے تھے، چنانچہ ایک بار اُنھون نے فرمایا کہ "اگر احنف بن قیس جو
عرب کا بہت بڑا حلیم اور عاقل شخص تھا، کے ساتھ ایک چھوٹا سا بچہ قتل کر دیا جائے
تو آیا ان دونون کی دیت برابر ہوگی یا عقل و حلم کی بنا پر احنف کو ترجیح دیجائے گی؟"
لوگون نے کہا نہین دونون کی دیت مساوی ہوگی" بولے "تو پھر قیاس کوئی چیز نہین"

غرض ان دونوں بزرگوں مین فرق یہ ہے کہ امام شعبی اور اُن کے ہم مشرب اوراہل حدیث سے آگے قدم نہین بڑھاتے اور مسائل مین حدیث موجود ہو یا نہو لیکن راے سے فتوی نہین دیتے تھے اُن کے نزدیک عقلاً ان مسائل کا کوئی فیصلہ نہین کرسکتی اور شارع ؑ نے ان احکام مین معینہ مصالح کا لحاظ نہین کیا ہے جنکی طرف وہ فتوے دینے وقت رجوع کرسکین، گویا اُن کے نزدیک اصولی حیثیت سے احکام شرعیہ مین کوئی تعلق نہین ہے، یہی وجہ ہے کہ فقہاے اہل حدیث کے شیخ حضرت سعید بن المسیب ؓ نے ربیعہ نے انگلیون کی دیت کے متعلق جب عقلی وجہ پوچھی تو ان کو رنج ہو گیا اور چونکہ وہ شریعت کے علل واسباب کا سراغ لگاتے تھے اس لیے اہل مدینہ ربیعہ کو "ربیعۃ الراے" کہتے تھے، چنانچہ ایکبار قاضی عبداللہ بن سوار نے کہا کہ "مجھ کو ربیعہ سے زیادہ کوئی شخص راے کا عالم نظر نہین آتا"، تو اُن سے کہا گیا کہ حسن اور ابن سیرین بھی نہین؟ بولے "حسن اور ابن سیرین بھی نہین" لیکن حضرت ابراہیم نخعی اور ان کے ہم مشرب تمام فقہاے عراق اور بعض فقہاے مدینہ بھی اگرچہ فتاوی مین قرآن وحدیث پر اعتماد کرتے ہین تاہم ان کا خیال یہ ہے کہ شریعت کے حکم ومصالح مین جنکے حاصل کرنے کے لیے وہ قائم کیگئی ہے اور اُن لوگون کیلیے ان مصالح کا لحاظ رکھنا جائز ہے اس بنا پر جن مسائل مین اُنھون نے قرآن وحدیث کا کوئی صریحی حکم نہین پایا اُن کے استنباط کیلیے اُنھون نے انھی مصالح کو سنگ بنیاد قرار دیا، صحابہ کی بہترین مثال بھی اُن کے سامنے تھی، چنانچہ صحابہ کرام کے سامنے بہت سے ایسے مسائل پیش ہوئے جنکے متعلق قرآن وحدیث کی کوئی تصریح موجود نہ تھی، تو اُنھون نے ان مین قیاس سے کام لیا اور ان کی یہ رائین انھی مصالح کے

لحاظ کرنے کا نتیجہ تھین

اہل الراے پر اہلحدیث کا اعتراض یہ تھا کہ وہ اپنے قیاسات کی بنا پر بعض حدیثون کو چھوڑ دیتے ہین، لیکن یہ ان پر اتہام ہے، ہم کو اہل الراے مین کوئی شخص ایسا نہین نظر آتا جس نے اُس حدیث پر جو اس کے نزدیک ثابت ہوگئی ہو قیاس کو ترجیح دی ہو، البتہ بعض اہل الراے ایسے تھے جن سے یا تو مسئلہ مین کسی حدیث کی روایت ہی نہین کی گئی یا روایت تو کی گئی لیکن انھون نے اس کی سند پر اعتماد نہین کیا، اور اپنی راے سے فتوی دیدیا، اس لیے بسا اوقات یہ فتوی اس حدیث کے مخالف ہوتا تھا جو ان کو معلوم نہ تھی یا معلوم تو تھی، لیکن انھون نے اسکی روایت پر اعتماد نہین کیا تھا، یا ایک حدیث جو ان کی نگاہ مین اس حدیث سے قوی تر تھی اس کے مخالف تھی، مثلاً حضرت سفیان بن عیینہ نے روایت کی ہے کہ "امام ابوحنیفہ اور امام اوزاعی مکہ مین دار الحناطین مین ملے تو امام اوزاعی نے امام ابوحنیفہ سے کہا کہ تم لوگ رکوع مین جانے اور رکوع سے کھڑے ہونے کے وقت رفع یدین کیون نہین کرتے ؟" امام ابوحنیفہ نے کہا، "اس لیے کہ اس کے متعلق رسول اللہ صلعم سے کوئی حدیث ثابت نہین ہے" انھون نے کہا کیون نہین حالانکہ مجھ سے زہری نے، زہری سے سالم نے، اور سالم نے اپنے باپ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم جب نماز شروع فرماتے تھے جب رکوع مین جاتے تھے، اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تھے رفع یدین کرتے تھے" امام ابوحنیفہ نے جواب دیا کہ "ہم سے حماد نے، حماد سے ابراہیم نے، ابراہیم سے علقمہ اور اسود نے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی سند سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم صرف نماز شروع فرمانے کے وقت ہاتھ اُٹھاتے تھے، اس کے بعد رکوع وغیرہ مین ہاتھ نہین

Marfat.com

اٹھاتے تھے،" امام اوزاعی نے کہا کہ "مین زہری سالم اور حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی سند سے روایت کرتا ہون اور آپ حماد اور ابراہیم کا نام لیتے ہین" امام ابو حنیفہ نے جوابدیا کہ حماد زہری سے زیادہ اور ابراہیم سالم سے زیادہ فقیہ ہین، حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کو اگرچہ صحبت یا فضل صحبت حاصل تھا تاہم علقمہ ان سے کم نہین اسودؒ کو بھی بہت سی فضیلتین حاصل ہین، اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ تو عبداللہ ابن مسعودؓ ہی ہین۔ یہ سن کر امام اوزاعی خاموش ہوگئے،

بغیر اس کے کہ ہم اس گفتگو پر کچھ رد و قدح کرین اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک فریق دوسرے فریق کے مقابل مین کیا دلیل رکھتا تھا اور نیز یہ کہ دونون فریق کو جب قابل اعتما د روایت یا جاتے تھے تو حدیث کی حد سے آگے قدم نہین بڑھاتے تھے،

اسی بنا پر ضمان مصراۃ مین اہل الراے یہ فتوی دیتے تھے کہ مشتری کو چاہیے کہ اسکو مع اس دودہ کی قیمت کے جسکو اس نے دوہا ہے واپس کردے اور اہل حدیث ایک حدیث کی روسے جسکو حضرت ابوہریرہؓ نے روایت کیا ہے یہ فتوے دیتے تھے کہ وہ اسکو ایک صاع کھجور کے ساتھ واپس کردے (مصراۃ اس بکری کو کہتے ہین جس کے تھن کو باندھ کر اس مین اس غرض سے دودھ جمع کر لیا جاے کہ دیکھنے والے کو یہ معلوم ہو کہ وہ بڑی دودھ دینے والی ہے اور اس دھوکے مین آکر وہ اسکو زیادہ قیمت پر خرید لے اور بعد تجربہ کے اسکو واپس کرنا پڑے مترجم) تو اہل الراے یہ کہتے ہین کہ شریعت مین تلف کردہ چیزون کا قانون ضمانت یہ ہے کہ اگر تلف شدہ چیز ذوات الامثال مین سے ہو یعنی اس کا مثل مل سکتا ہو تو وہی واپس کیا جائے گا، لیکن اگر وہ ذوات القیمۃ سے ہو یعنی اس کا مثل نہ ملسکتا ہو تو اسکی قیمت ادا کرنا پڑے گی، لیکن اس حدیث کے روسے

Marfat.com

تلف شدہ چیز کا ایسا تاوان دینا پڑتا ہے جو نہ اس کا مثل ہو اور نہ اسکی قیمت ہو سکتا ہے
اس بنا پر اگر یہ حدیث اہل الرائے کو ملی ہے تو وہ اس کی صحت مین شک کرتے ہین لیکن
بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث ان تک نہین پہونچی ہے، کیونکہ قوانین عامہ کے
مخالف ان کو اکثر حدیثین ملی ہین اور اُنھون نے ان پر عمل کیا ہے اور ان کا نام
استحسان رکھا ہے،

الغرض اس دور کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس مین مفتیون کے دو فرقے
ہو گئے ہین یعنی اہلحدیث اور اہل الرائے البتہ اس دور مین مجتہدین کے پاس اجتہاد کے
واضح اور معینہ اصول نہ تھے کیونکہ اس وقت تک علم فقہ تدوین و ترتیب کے اس درجہ
تک نہین پہونچا تھا جو اس کے لیے موزون تھا،

اس دور مین اجتہاد

قرآن و حدیث

خلفائے راشدین رضؓ کے متذکرۂ بالا کارنامون کے ذریعہ سے خداوند تعالی نے
حفاظت قرآن کا کام مکمل کر دیا تھا، اس بنا پر جسطرح وہ مصاحف عثمانی مین لکھا ہوا
تھا اسی طرح پڑھا جاتا تھا، اور ان مصاحف سے اور بھی بہت سے مصاحف نقل
کر لیے گئے تھے، اور بہت سے صحابہؓ و تابعینؒ قرآن مجید کے حفظ و تعلیم مین مشہور ہو چکے تھے،
اس لیے ان سے اس کثرت سے لوگون نے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی جن کا شمار نہین
ہو سکتا، بعض قرا جنھون نے اس دور کے آخر مین شہرت حاصل کی وہ معلمین و حفاظ قرآن کے

اسی بحر ذخار کا ایک قطرہ تھے،

اگرچہ اس دور مین حدیثون کی بھی بہ کثرت روایت کی جاتی تھی، اور تابعین کا ایک گروہ صرف اسی کام مین لگا ہوا تھا تاہم وہ اب تک کسی مجموعہ کی صورت مین مدون نہین ہوئی تھین لیکن چونکہ تمام لوگ یہ سمجھتے تھے کہ قرآن مجید کی وضاحت کرکے حدیثین فقہ کی تکمیل کرتی ہین، اور عام مسلمانون مین کوئی اس راے کا مخالف نہ تھا اس لئے عقلاً یہ حالت دیر تک قائم نہین رہ سکتی تھی، چنانچہ دوسری صدی ہجری کے آغاز مین حضرت عمر بن عبد العزیز نے اس کمی کو محسوس کیا اور اپنے عامل مدینہ حضرت ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزمؓ کو لکھا کہ "رسول اللہ صلعم کی جو حدیثین ملین اُن کو لکھو کیونکہ مجھ کو علم اور علماء کے فنا ہو جانے کا خوف معلوم ہوتا ہے" امام مالکؒ نے محمد بن الحسنؒ کے ذریعہ سے موطا مین یہ روایت کی ہے لیکن ابو نعیم نے تاریخ اصبہان مین حضرت عمر بن عبد العزیز سے یہ روایت کی ہے کہ اُنھون نے تمام ملک کے لوگون کو لکھا کہ "حدیث رسول اللہ صلعم کی تلاش کرو اور ان کو جمع کرو"،

اس دور مین محمد بن مسلم بن شہاب زہری نے جو اکابر حفاظ حدیث مین تھے حدیثون کے لکھنے اور لکھوانے مین اور لوگون سے زیادہ امتیاز حاصل کیا، اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی گذشتہ حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیعیان علی کے پاس بھی ایک کتاب تھی جسمین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فتاوے درج تھے لیکن حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ نے ان کی صحت پر اعتماد نہین کیا اور فرمایا کہ "واللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ فیصلہ نہین کیا ہوگا" اور اُس کے بہت بڑے حصہ کو مٹا دیا اور صرف تھوڑے سے حصہ کو قائم رکھا،

اُس دَوْر کے مشہور مفتی

اس دور کے مشہور مفتیون کے نام و مقام حسب ذیل ہین،

مفتیانِ مدینہ،

(۱) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ

حضرت ابوبکر صدیق کی بیٹی اور رسول اللہ صلعم کی زوجہ مطہرہ ہین، آپ نے ہجرت سے دو سال پہلے ان سے نکاح کیا اور حسب روایت اس وقت اُن کی عمر سات سال کی تھی، اور نو سال کی عمر مین وہ مدینہ مین آپ کے گھر آئین، وہ تمام ازواج مطہرات مین آپ کی محبوب ترین بی بی تھین، عطا ابن ابی رباح کا قول ہے کہ حضرت عائشہؓ تمام لوگون مین سب سے زیادہ فقیہ تھین اور عام مسائل مین اُن کی راے سب سے زیادہ بہتر تھی" حضرت عروہؓ فرماتے ہین کہ "مین نے فقہ اور شعر کا عالم حضرت عائشہؓ سے زیادہ کسی کو نہین دیکھا" انھون نے رسول اللہ صلعم سے بہت زیادہ حدیثین روایت کی ہین، چنانچہ مسند ابن حنبل مین اُن کا مسند صفحہ ۲۹ سے ۲۸۲ صفحے تک ہے، یعنی ۲۵۳ صفحے مین آیا ہے، رسول اللہ صلعم جو کچھ اپنے گھر کے اندر کرتے تھے اُن کے متعلق حضرت عائشہؓ ہی کی روایات پر اعتماد کیا جاتا ہے، ان کے علاوہ فقہ کے ہر حصے کے متعلق ان کی روایتین موجود ہین، فقہا صحابہؓ انھین کی طرف رجوع کرتے تھے، اور اُن سے بہت سے صحابہؓ اور تابعینؒ نے حدیث کی روایت کی ہے، ان سب سے زیادہ روایتین ان کے اہل بیت حضرت عروہ بن زبیر نے جو اُن کے بھانجے تھے، اور قاسم بن محمد نے جو اُن کے بھتیجے تھے کی ہین، حضرت عائشہؓ نے ۵۷ھ مین وفات پائی،

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عمر بن الخطاب العدوی القرشی کے بیٹے ہین، وہ بچپن ہی مین قبل از بلوغ اپنے باپ کے ساتھ اسلام لائے چونکہ وہ غزوۂ بدر مین بچے تھے اسلیے اس مین شریک نہ ہوسکے، سب سے پہلے اُنھون نے غزوۂ خندق مین شرکت کی اور حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کے ساتھ غزوۂ موتہ مین بھی شریک ہوے اور یرموک فتح مصر اور فتحِ افریقیہ مین بھی شرکت کی، وہ اسقدر متبعِ سنت تھے کہ رسول اللہ صلعم جن منزلون مین اُترے تھے ان مین وہ بھی اُترتے تھے اور آپ نے جہان جہان نماز پڑھی تھی وہ بھی وہان نماز پڑھتے تھے، یہان تک کہ آپ نے ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا تھا، تو وہ اس کو پانی دیتے تھے کہ خشک نہونے پائے، وہ مسلمانون کے ائمہ اور مشہور مفتیون مین تھے، وہ فتوی اور اپنے نفس کے مرغوبات مین نہایت محتاط اور اپنے دین کے محافظ تھے، یہان تک کہ اہلِ شام باوجودیکہ اُن کی طرف بہت زیادہ مائل تھے، اور اُن سے سخت محبت رکھتے تھے، لیکن اُنھون نے خلافت کے متعلق کوئی نزاع نہین کی، اور فتنہ و فساد کے زمانے مین کسی جنگ مین حصہ نہین لیا، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو جب لڑائیون مین سخت دشواریان پیش آئین اسوقت بھی وہ اُن کے حامی بنکر کسی جنگ مین شریک نہین ہوے، لیکن اُس کے بعد ان کو اس پر ندامت ہوئی، حضرت جابر بن عبداللہؓ کا قول تھا کہ عمرؓ اور اُن کے بیٹے عبداللہ کے سوا ہم مین کوئی ایسا نہین ہے جسکو دنیا نے اپنا فریفتہ اور اُس نے دنیا کو اپنا فریفتہ نہ بنایا ہو" انھون نے رسول اللہ صلعم سے بکثرت حدیثین روایت کین، انھون نے کبار صحابہؓ سے بھی روایت حدیث کی، اور اُن سے بہت سے تابعین نے حدیثین روایت کین، ان سے سب سے

زیادہ اُن کے فرزند سالم اور ان کے مولیٰ نافع نے روایت حدیث کی، امام شعبی کا قول ہے کہ "ابن عمرؓ حدیث مین توبہت اچھے تھے لیکن فقہ مین بہت اچھے نہ تھے" وہ رسول اللہ صلعم کے بعد ساٹھ سال تک زندہ رہے، اور زمانۂ حج وغیرہ مین لوگون کو فتوے دیتے رہے، اُنھون نے ۷۳ھ مین وفات پائی۔

(۳) حضرت ابوہریرہؓ

ابوہریرہ نام ہے اور عبدالرحمان بن صخر کے بیٹے تھے، اور قبیلۂ دوس سے تعلق رکھتے تھے، ۷ھ مین غزوۂ خیبر کے بعد رسول اللہ صلعم کی خدمت مین ہجرت کرکے آئے اور تادم مرگ آپ کی صحبت مین رہے، اور آپ سے بہ کثرت حدیثین روایت کین اور کبار صحابہ سے بھی روایت کی، اُن سے بہت سے تابعین نے حدیثین روایت کین، ان سب سے زیادہ اُن کے داماد حضرت سعید بن المسیبؓ اور ان کے مولیٰ اعرج نے روایت کی، اور اُن دونون کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگون نے ان سے روایتین کین، وہ بہت بڑے عالم اور کبار ائمۂ فتوے مین تھے، اس کے ساتھ بڑے جلیل القدر، عبادت گذار اور متواضع وخاکسار تھے، اور صحابہ مین سب سے زیادہ حافظ الحدیث تھے، حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ اُنھون نے فرمایا کہ "اے ابوہریرہ تم ہم سب سے زیادہ رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر رہتے تھے، اور ہم سب سے زیادہ آپ کی حدیثون کا علم رکھتے تھے، انھون نے ۵۸ھ مین وفات پائی۔ مدینہ کے صحابہ مین یہ تینون بزرگ اس دور مین سب سے زیادہ روایت حدیث کرنے والے اور فتویٰ دینے والے تھے، اہل مدینہ کے علم کا دار و مدار انھی بزرگون کی ذات پر تھا، اور مدینہ کے کبار تابعین نے انھی سے علم حاصل کیا ہے، چنانچہ ہم ان مین مشہور مدنی تابعین کے نام درج کرتے ہین۔

(۴) حضرت سعید بن المسیب المخزومیؓ

Marfat.com

خلافت فاروقی کے دو سال بعد پیدا ہوئے اور کبار صحابہؓ سے حدیث سنی، نہایت وسیع العلم، نہایت معزز، نہایت دیانت دار، نہایت حقگو اور نہایت دانشمند و فرزانہ تھے حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے کہ سعید بن المسیب مفتیون مین سے ایک مفتی ہین، قتادہ فرماتے ہین کہ مین نے سعید بن المسیب سے کسی کو زیادہ عالم نہین دیکھا علی بن المدینی کہتے ہین کہ مجھے تابعین مین کوئی ایسا شخص معلوم نہین جو سعید بن المسیب سے زیادہ وسیع العلم ہو، وہ میرے نزدیک بزرگ ترین تابعی ہین" وہ بادشاہون کے عطیے نہین قبول کرتے تھے، اور ان کی روایتین اکثر حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہین، حضرت حسن بصریؒ کو جب کسی مسئلہ مین دشواری پیش آتی تھی تو اس کو بذریعہ تحریر کے حضرت سعید بن المسیب سے دریافت فرماتے تھے، ایک قول کے مطابق انھون نے ۹۴؁ھ مین وفات پائی،

(۵) حضرت عروہ بن الزبیر بن العوام الاسدی،

حضرت عثمانؓ کے دور خلافت مین پیدا ہوئے، اور بہت سے صحابہؓ سے حدیثین روایت کین اور اپنی خالہ حضرت عائشہؓ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی، وہ سیرت کے عالم اور قابل اعتماد حافظ الحدیث تھے، اُن سے ان کے فرزند ہشام اور ان کے دوسرے لڑکون نے روایت حدیث کی، اور زہری، ابوالزناد وغیرہ علمائے مدینہ نے بھی اُن سے روایتین کین، امام زہری کہتے ہین کہ مین نے ان کو ایک ایسا دریا پایا جو کبھی خشک نہین ہوتا،" انھون نے ۹۴؁ھ مین وفات پائی،

(۶) ابوبکر بن عبدالرحمان بن حارث بن ہشام المخزومی،

حضرت عمرؓ کے دور خلافت مین پیدا ہوئے اور اپنے باپ اور دوسرے صحابہ سے

روایت حدیث کی اور ان سے امام زہری اور ان کے علاوہ صغار تابعین نے روایتیں کین وہ ثقہ قابل استناد، فقیہ، امام، کثیرالروایہ، اور فیاض بزرگ تھے وہ نیک عبادت گذار اور باخدا شخص تھے اور ان کو "راہب قریش" کہا جاتا تھا ۹۴ھ مین مدینہ مین وفات پائی۔

(۷) حضرت علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب الہاشمی؛

وہ شیعون کے امامون مین چوتھے امام ہین اور زین العابدین کے نام سے مشہور ہین، انھون نے اپنے باپ اپنے چچا حسنؓ حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عباسؓ وغیرہ سے روایت کی ہے امام زہری فرماتے ہین کہ مین نے علی بن الحسین سے زیادہ کسی کو فقیہ نہین دیکھا" البتہ وہ قلیل الحدیث تھے اور ان کے بیٹے کہتے ہین کہ مین نے کسی ہاشمی کو ان سے افضل نہین دیکھا" حضرت سعید بن المسیبؓ سے مروی ہے کہ مین نے ان سے زیادہ پرہیزگار نہین دیکھا" انھون نے ۹۴ھ مین وفات پائی۔

(۸) حضرت عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعودؓ؛

حضرت عائشہؓ، حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابن عباسؓ وغیرہ سے علم حاصل کیا اور باوجود امام ثقہ ہونے کے عمدہ شاعر بھی تھے اور وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے اتالیق ہین امام زہری کا قول ہے کہ "عبیداللہ علم کے دریاؤن مین سے ایک دریا تھے" انھون نے ۹۸ھ مین وفات پائی؛

(۹) حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؓ؛

اپنے باپ، حضرت عائشہؓ حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت سعید بن المسیبؓ وغیرہ سے حدیث سنی، اور ان کے باپ ان کو نہایت محبوب رکھتے تھے اور ان کے بارے مین کہتے تھے؛

Marfat.com

لی موھنی فی سالم والومھم   وجلدۃ بین العین والانف سالم

لوگ مجھ کو سالم کے بارے مین ملامت کرتے ہین اور مین اُن کو ملامت کرتا ہون حالانکہ آنکھ

اور ناک کے درمیان کا چمڑا سالم ہے'

امام مالک فرماتے ہین کہ اس زمانہ مین زہد و فضل مین سلف صالحین کا مثیل ان سے زیادہ کوئی نہ تھا، وہ اپنے باپ کی روش پر چلتے تھے' اور ان ہی کی طرح سادہ و متقشف تھے، سنہ ۱۰۶ھ مین وفات پائی'

(۱۰) حضرت سلیمان بن یسار مولی ام المومنین میمونہؓ

حضرت میمونہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ وغیرہ سے روایت کی حسن بن محمد بن الحنفیہ کا قول ہے کہ "وہ ہمارے نزدیک سعید بن المسیب سے زیادہ سمجھدار ہین" بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سعید بن المسیبؓ کے پاس مستفتی آتا تھا تو وہ کہتے تھے کہ تمکو سلیمان بن یسار کے پاس جانا چاہیے" امام مالک فرماتے ہین کہ "وہ لوگون کے عالم تھے" سنہ ۱۰۷ھ مین وفات پائی'

(۱۱) قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ

اپنی پھوپھی حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ وغیرہ سے حدیث سُنی اور اُن کی پھوپھی حضرت عائشہؓ نے اُن کی پرورش کی یحیی بن سعید کا قول ہے کہ "ہم نے مدینہ مین کسی شخص کو ایسا نہین پایا جسکو قاسم پر ترجیح دین" ابو الزناد کہتے ہین کہ مین نے کسی فقیہ کو اُن سے زیادہ عالم اور کسی کو اُن سے زیادہ حدیث کا ماہر نہین دیکھا ابن عیینہ کا قول ہے کہ "قاسم اپنے زمانے کے لوگون مین سب سے زیادہ عالم تھے" ابن سعد کہتے ہین کہ وہ امام، فقیہ، مستند، بلند رتبہ متقی، اور بہت سی حدیثون کے روایت کرنیوالے

Marfat.com

تھے، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ "اگر مجھ کو خلیفہ بنانیکا اختیار ہوتا تو میں اعیش بنو تیم یعنی قاسم کو خلیفہ بناتا"۔ انھوں نے سنہ ۱۰۶ھ میں وفات پائی۔

(۱۲) حضرت نافع مولی عبد اللہ بن عمرؓ

اپنے مولا حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت ابوہریرہؓ وغیرہ سے روایت کی، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے اُن کو مصر بھیجا تھا کہ وہاں کے لوگوں کو حدیث کی تعلیم دیں، وہ حضرت سالمؒ کی زندگی میں فتوی نہیں دیتے تھے، انھوں نے ۳۰ سال تک حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی خدمت کی، وہ نسباً دیلمی تھے، اور سنہ ۱۱۷ھ میں وفات پائی۔

(۱۳) محمد بن مسلم المعروف بابن شہاب الزہری

سنہ ۵۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت سعید بن المسیبؒ وغیرہ سے روایت حدیث کی، لیث بن سعد کا قول ہے کہ میں نے زہری سے زیادہ جامع علم کبھی نہیں دیکھا، وہ ترغیب کے متعلق حدیث بیان کرتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ ان کے سوا کوئی اس خوبی سے ان حدیثوں کو بیان نہیں کرسکتا، اور اگر عرب اور انساب کے متعلق روایت کرتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ صرف وہی اس عمدگی کے ساتھ اس کام کو کرسکتے ہیں، وہ قرآن و حدیث کے متعلق گفتگو کرتے ہیں تو اس کا بھی یہی حال ہوتا ہے، حضرت عمر بن العزیزؒ نے فرمایا کہ "زہری سے زیادہ گذشتہ حدیثوں کا عالم کوئی باقی نہیں رہا"، امام مالکؒ کہتے ہیں کہ "ابن شہاب نے زندگی اس طرح بسر کی کہ دنیا میں ان کا کوئی مثل نہ تھا"، حضرت لیث فرماتے ہیں کہ "وہ لوگوں میں سب سے زیادہ فیاض تھے"، وہ ہشام بن عبد الملک کے لڑکے کو تعلیم دیتے تھے اور اس کی ہمنشینی کرتے تھے، ہشام نے اُن سے خواہش کی کہ اُس کے بعض لڑکوں کو چند حدیثیں لکھوا دیں

اُنھون نے اس کو چار سو حدیثین لکھوا دین، پھر وہ ایک مہینہ کے بعد اُس سے ملے تو اس نے کہا کہ وہ کتاب گم ہو گئی، اُنھون نے ایک کتاب منگوائی اور اسکو لکھوایا، پھر اس نے پہلی کتاب سے مقابلہ کیا تو اُنھون نے ایک حرف بھی نہین چھوڑا تھا، امام مالکؒ کا بیان ہے کہ ابن شہاب مدینہ مین آئے تو ربیعہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور دونون دفتر مین گئے، لیکن جب عصر کے وقت اس سے نکلے تو ابن شہاب یہ کہتے ہوے روانہ ہوے کہ میرے خیال مین ربیعہ کا مثل مدینہ مین کوئی نہین" اور ربیعہ یہ کہتے ہوے چلے کہ "میرے خیال مین ابن شہاب علم کے جس درجہ کو پہونچ گئے ہین اس درجہ کو کوئی نہین پہونچا" ابن شہاب کہتے ہین کہ مجھ سے قاسم بن محمد نے کہا کہ "مین تم کو علم کا حریص پاتا ہون، تو کیا مین تم کو ایک ظرف علم کا پتہ بتا دون؟" مین نے کہا "ہان" فرمایا "تم کو بنت عبدالرحمان کے پاس جانا چاہیے کیونکہ وہ حضرت عائشہؓ کی پروردہ آغوش تھین" مین ان کی خدمت مین حاضر ہوا، تو ان کو ایک ایسا دریا پایا جو کبھی خشک نہین ہوتا" امام زہری نے سنہ ۱۲۴ھ مین وفات پائی،

(۱۴) ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین المعروف بالباقر،

وہ شیعون کے پانچوین امام ہین، اپنے باپ، حضرت جابرؓ اور حضرت ابن عمرؓ وغیرہ سے روایت کی، اور وہ اپنے زمانہ مین بنو ہاشم کے سردار تھے، اُنھون نے سنہ ۱۱۴ھ مین وفات پائی،

(۱۵) ابوالزناد عبداللہ بن ذکوان فقیہ مدینہ،

اُنھون نے حضرت انس بن مالکؓ اور بہت سے صحابہ سے حدیث سُنی الیث بن سعد فرماتے ہین کہ "مین نے ان کے پیچھے تین سو آدمی دیکھے جنمین بعض فقہ کے اور بعض شعر وغیرہ کے طالب العلم تھے" اس کے بعد وہ تنہا رہ گئے اور یہ سب کے سب ربیعۃ الرائے

Marfat.com

کی طرف تھی" امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ مین نے ربیعہ اور ابو الزناد دونون کو دیکھا لیکن ابوالزناد ان مین زیادہ فقیہ تھے" امام سفیان ابوالزناد کو امیرالمؤمنین فی الحدیث کہتے تھے انھون نے ۱۳۰ھ مین وفات پائی،

(۱۶) یحییٰ بن سعید انصاری،

حضرت انس بن مالکؓ اور بہت سے تابعین سے حدیث کی روایت کی یحییٰ قطان کا قول ہے کہ وہ زہری پر مقدم ہین زہری کے متعلق اختلاف ہے اور ان کے متعلق کوئی اختلاف نہین" امام احمد بن حنبل فرماتے ہین کہ یحییٰ بن سعید تمام لوگون مین زیادہ محفوظ و محتاط ہین" وہب کہتے ہین کہ مین مدینہ مین آیا تو بجز یحییٰ بن سعید اور امام مالک کے کسی ایسے شخص کو نہین پایا جسکے متعلق بڑی بھلی دونون قسم کی رائین نہ ہون" یحییٰ بن سعید نے ۱۴۳ھ مین وفات پائی،

(۱۷) ربیعہ بن ابی عبدالرحمان فروخ،

حضرت انس بن مالکؓ اور بہت سے صحابہ سے روایت کی وہ امام، حافظ، فقیہ مجتہد اور رائے کے بہت بڑے ماہر تھے، اسی بنا پر اُن کو "ربیعۃ الرائے" کہا جاتا تھا یحییٰ بن سعید کا قول ہے کہ "مین نے ربیعہ سے زیادہ کسی کو ذہین نہین دیکھا" قاضی سوار بن عبداللہ فرماتے ہین کہ "مین نے کسی کو ربیعہ سے زیادہ رائے کا عالم نہین دیکھا" مین نے کہا "حسن اور ابن سیرین بھی نہین" بولے "حسن اور ابن سیرین بھی نہین" وہ نہایت فیاض تھے اور امام مالک بن انس نے اُن ہی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی انھون نے ۱۳۶ھ مین وفات پائی،

مفتیانِ مکہ

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ بن عبدالمطلب

ہجرت کے دو سال پہلے پیدا ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے لیے یہ دعا کی کہ "خدا اُن کو دین مین فقیہ بنائے، اور ان کو تاویل سکھائے" اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ ابن عباسؓ قرآن کے کس قدر اچھے ترجمان ہین اگر اُن کو ہمارا سن وسال ملتا تو ہم مین کوئی ان کا ہمسر نہوتا، معمر کا قول ہو کہ "ابن عباسؓ کا عام علم تین بزرگون سے ماخوذ ہے، عمرؓ، علیؓ اور ابی بن کعبؓ" حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ "مین جب یہ سنتا تھا کہ ایک آدمی کے پاس حدیث ہے تو اس کے پاس آتا تھا اور بیٹھتا تھا، یہان تک کہ جب وہ نکلتا تھا تو مین اُس سے پوچھتا تھا، اور اگر مین یہ چاہتا کہ اُس سے نکلنے کی خواہش کرتا تو کرسکتا تھا، تفسیر اور فقہ مین اہل مکہ کے علم کا دار و مدار حضرت ابن عباسؓ ہی پر ہے، انھون نے ۶۸ھ مین بمقام طائف وفات پائی،

(۲) حضرت مجاہد بن جبیر مولی بن مخزوم

حضرت سعدؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے حدیث سنی، اور حضرت ابن عباسؓ کی خدمت مین ایک مدت تک رہے، اور ان سے قرآن پڑھا، وہ علم کے ظروف مین سے ایک ظرف تھے، خود ان کا قول ہے کہ "مین نے ابن عباسؓ کو تین بار قرآن سنایا، اور اُن کے سامنے ہر آیت پر ٹھہرتا تھا اور پوچھتا تھا کہ وہ کس بارے مین نازل ہوئی؟ اور اس کا کیا واقعہ ہے؟ قتادہ کا قول ہے کہ جو علما رہ گئے ہین ان مین تفسیر کے سب سے بڑے عالم مجاہد ہین" ان کا بیان ہے کہ "بعض اوقات ابن عمرؓ نے میرا رکاب تھاما" انھون نے ۱۰۳ھ مین وفات پائی،

(۳) حضرت عکرمہ مولی ابن عباسؓ

انھون نے حضرت ابن عباسؓ حضرت عائشہؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ وغیرہ سے روایت کی اور حضرت ابن عباسؓ سے فقہ کی تعلیم پائی، حضرت سعید بن جبیرؓ سے کہا گیا کہ آپ کسی ایسے شخص کو جانتے ہین جو آپ سے بھی زیادہ عالم ہو؟ فرمایا "ہان عکرمہ"، امام شعبی سے مروی ہے کہ اُنھون نے فرمایا کہ "عکرمہ سے زیادہ کتاب اللہ کا عالم کوئی نہین رہا" ان پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ وہ خارجیون کے ہمراہ تھے یہی وجہ ہے کہ امام مالک اور امام مسلم نے ان سے روایتِ حدیث نہین کی ہے، انھون نے سنہ ۱۰۷ھ مین وفات پائی۔

(۴) حضرت عطاء ابن ابی رباح مولی قریش

حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت مین پیدا ہوئے، اور حضرت عائشہؓ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابن عباسؓ وغیرہ سے حدیث سنی، وہ گھونگھر دار بال والے سیاہ فصیح اور بہت زیادہ علم رکھنے والے تھے، اور زوج مین پیدا ہوئے تھے، امام ابو حنیفہ کا قول ہے کہ "مین نے عطاء سے زیادہ کسی کو افضل نہین دیکھا"، امام اوزاعی فرماتے ہین کہ "عطاء مرنے کے دن مرے تو اہل زمین مین لوگون کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ تھے" اسمٰعیل بن اُمیہ کہتے ہین کہ "عطاء بہت دیر تک خاموش رہتے تھے، لیکن جب بولتے تھے تو ہم کو معلوم ہوتا تھا کہ خدا کی جانب سے اُن کی تائید کی جاتی ہے" حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ "اے اہل مکہ تم لوگ میرے پاس جمع ہوتے ہو حالانکہ تمھارے یہان عطاء ہین" انھون نے سنہ ۱۱۴ھ مین وفات پائی۔

(۵) حضرت ابو الزبیر محمد بن مسلم بن تدرس مولی حکم بن حزام،

حضرت ابن عباسؓ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت سعید بن جبیرؓ وغیرہ سے روایت حدیث کی، یعلی بن عطاء کا قول ہے کہ "ہم سے ابو الزبیر نے حدیث بیان کی اور وہ

Marfat.com

لوگون مین بہ اعتبار عقل کے سب سے زیادہ کامل اور سب سے زیادہ حافظ تھے" عطار
فرماتے ہین کہ "ہم حضرت جابرؓ کے پاس ہوتے تھے اور وہ ہم سے حدیث بیان کرتے
تھے، پھر جب ہم وہان سے نکلتے تھے تو باہم مذاکرہ کرتے تھے، اور اس حالت مین ابو الزبیر
ہم مین سب سے زیادہ حافظ الحدیث ہوتے تھے" انھون نے ۱۲۸ھ مین وفات پائی،

مفتیانِ کوفہ

(۱) حضرت علقمہ بن قیس النخعی فقیہ عراق،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مین پیدا ہوے اور حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حدیث سنی اور حضرت عبداللہ
بن مسعودؓ سے فقہ کی تعلیم پائی، اور وہ ان کے برگزیدہ ترین اصحاب مین تھے، حضرت عبداللہ
بن مسعودؓ سے روایت ہی کہ "مین کوئی ایسی چیز نہیں پڑھتا اور ایسی چیز نہین جانتا جسکو
علقمہ نہ پڑھتے ہون یا نہ جانتے ہون" قابوس بن ابی ظبیان کہتے ہین کہ مین نے اپنے
باپ سے کہا کہ آپ صحابہ کو چھوڑ کر علقمہ کے پاس کیوں آتے ہین؟ انھون نے کہا کہ "مین نے
خود چند صحابہ کو دیکھا کہ وہ علقمہ سے پوچھتے ہیں بعد ان سے فتوے لیتے ہین" امام ذہبی کہتے
ہین کہ "وہ فقیہ، امام، اور رفائق تھے، قرآن نہایت خوش الحانی کے ساتھ پڑھتے تھے، اور
عبور روایت مین محتاط اور مستند اور نیک اور پرہیزگار تھے، طرز و روش وغیرہ مین
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مشابہ تھے" انھون نے ۶۲ھ مین وفات پائی،

(۲) حضرت مسروق بن الاجدع الہمدانی الفقیہ

وہ عمرو بن معدیکرب کے بھانجے ہین اور حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت
عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے امام شعبی کا قول ہے کہ "مین کسی ایسے شخص کو

نہین جانتا جو مسروق سے زیادہ علم کا طلبگار ہو" وہ شریح سے زیادہ فتوی کے عالم تھے شریح اُن سے مشورہ کرتے تھے اور مسروق شریح کے محتاج نہ تھے" انھون نے ۶۳ھ مین وفات پائی،

(۳) حضرت عبیدہ بن عمرو السلمانی المرادی،

فتح مکہ کے زمانہ مین یمن مین اسلام لائے اور حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے علم حاصل کیا امام شعبی فرماتے ہین کہ "فقہا مین وہ شریح کے مدمقابل تھے" عجلی کا قول ہے کہ "عبیدہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اُن اصحاب مین ہین جو لوگون کو پڑھاتے تھے اور لوگون کو فتوے دیتے تھے" انھون نے ۹۲ھ مین وفات پائی،

(۴) حضرت اسود بن یزید النخعی،

وہ کوفہ کے عالم اور علقمہ بن قیس کے بھتیجے ہین حضرت معاذؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ سے علم حاصل کیا اُنھون نے ۹۵ھ مین وفات پائی،

(۵) حضرت شریح بن الحارث الکندی،

حضرت عمرؓ نے اُن کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا، اُس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور اُن کے بعد اور خلفا رنے ان کو قاضی بنایا اور وہ حجاج بن یوسف کے زمانے تک قاضی رہے اپنی موت سے ایک سال پہلے انھون نے اس عہدے سے استعفا دیدیا اور اُن کے علاوہ ہم کو کسی ایسے قاضی کا نام معلوم نہین جو ساٹھ سال تک قاضی رہ چکا ہو، اُنھون نے حضرت عمرؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی اور ۸۰ھ مین وفات پائی،

(۶) حضرت ابراہیم بن یزید النخعی فقیہ العراق،

Marfat.com

علقمہ، مسروق اور اسود وغیرہ سے روایت کی اور وہ حماد بن ابی سلیمان فقیہ کے شیخ ہین، وہ مخلص علمار مین تھے، شہرت سے بچتے تھے اور ستون کے پاس نہین بیٹھتے تھے، عبدالملک بن ابی سلیمان کہتے ہین کہ مین نے سعید بن جبیر کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ تم لوگ مجھ سے فتوی لیتے ہو حالانکہ تم مین ابراہیم نخعی موجود ہین" وہ علم کے متعلق صرف اُسی وقت گفتگو کرتے تھے جب اُن سے سوال کیا جاتا تھا، ۹۵ھ مین وفات پائی،

حضرت سعید بن جبیر مولی والبہ،

،، حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ سے حدیث سنی جب اہل کوفہ حج کو جاتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مسئلہ پوچھتے تھے تو وہ کہتے تھے کہ "کیا تم مین سعید بن جبیر نہین ؟" وہ کسی کو اپنے پاس غیبت کی اجازت نہین دیتے تھے، میمون بن مہران کہتے ہین کہ "سعید بن جبیر مرے تو روے زمین پر کوئی ایسا آدمی نہ تھا جو اُن کے علم کا محتاج نہو" ان کو ابن اشعث کی بغاوت مین حجاج نے ۹۵ھ مین قتل کیا،

(۸) حضرت عامر بن شراحیل الشعبی علامۃ التابعین،

وہ ۱۷ھ مین حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت مین پیدا ہوئے وہ امام، حافظ، فقیہ اور مختلف علوم کے عالم تھے، اور حضرت علیؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ سے روایت کی، وہ امام ابوحنیفہ کے سب سے بڑے شیخ ہین، اور کوفہ کے قاضی رہ چکے ہین، مکحول کہتے ہین کہ "مین نے شعبی سے بڑھکر عالم نہین دیکھا" ابوحصین کا قول ہے کہ مین نے کسی کو شعبی سے زیادہ فقیہ نہین دیکھا" ابن سیرین نے ابوبکر الہذلی سے کہا کہ "شعبی کی صحبت لازم پکڑلو، کیونکہ مین نے اُن کو

Marfat.com

دیکھا کہ اُن سے فتوی لیا جاتا تھا، حالانکہ بہ کثرت صحابہ اُسوقت موجود تھے" ابن ابی لیلی کہتے ہین کہ "شعبی صاحب آثار (یعنی صاحب حدیث) اور ابراہیم صاحب قیاس تھے" حضرت ابن عمرؓ شعبی کے پاس سے گذرے اور وہ مغازی کی روایت کررہے تھے تو فرمایا "مین نے قوم کو دیکھا لیکن یہ مجھ سے زیادہ مغازی کے حافظ اور عالم ہین" امام شعبی سے روایت ہے کہ اُنھون نے فرمایا کہ پہلے نیک لوگون نے حدیث کی کثرت روایت کو مکروہ سمجھا ہے' مجھکو جو کچھ بعد کو معلوم ہوا اگر پہلے معلوم ہوتا تو صرف اُنھین حدیثون کو روایت کرتا جن پر اہلحدیث نے اتفاق عام کرلیا ہے" ابن عون کہتے ہین کہ شعبی کے پاس جب کوئی مسئلہ آتا تو وہ اس سے اجتناب کرتے لیکن ابراہیم اسکی تفصیل کرتے تھے شعبی شگفتہ رو اور ابراہیم ترش رو تھے لیکن جب فتوی آتا تو شعبی ترش رو اور ابراہیم شگفتہ رو ہوجاتے' شعبی سے روایت ہے کہ ہم لوگ فقہا نہین' بلکہ جب حدیث سُن لیتے ہین تو اُس کی روایت کردیتے ہین' فقیہ وہ ہے کہ جب اُسکو علم ہو تو وہ اسپر عمل کرے" شعبی قیاس کو مکروہ سمجھتے تھے' اُنھون نے ۱۰۴ھ مین وفات پائی'

مفتیان بصرہ

حضرت انس بن مالکؓ انصاری خادمِ رسول اللہ صلعم'

وہ مدتون رسول اللہ صلعم کی صحبت مین رہے' اُن سے بہ کثرت حدیثین مروی ہین' وہ ابتداے ہجرت سے تادم مرگ رسول صلعم کی خدمت مین رہے' اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ' حضرت عمرؓ' حضرت عثمانؓ اور حضرت ابیؓ سے علم حاصل کیا' اور بہت دنون تک زندہ رہے' امام بخاری نے ان کی اسی حدیث اور امام مسلم نے ستر حدیث کی روایت کی' اور دونون نے اُن کی ۱۲۸ حدیث روایت کی ہی' اُنھون نے ۹۳ھ مین وفات پائی'

Marfat.com

(۲) حضرت ابو العالیہ رفیع بن مہران الریاحی،

وہ قبیلہ تمیم کی ایک شاخ ریاح کی ایک عورت کے مولی تھے، حضرت عمرؓ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ سے حدیث سُنی اور اُن سے روایت ہے کہ اُنھون نے فرمایا کہ "حضرت عبد اللہ بن عباسؓ مجھ کو اونچی جگہ بٹھاتے تھے، حالانکہ قریش اُن سے نیچے ہوتے تھے اور فرماتے تھے، "علم اسی طرح شریف کے شرف کو بڑھاتا ہے اور بادشاہون کو تخت پر بٹھاتا ہے" اُنھون نے ۹۰ھ مین وفات پائی،

(۳) حضرت حسن بن ابی الحسن یسار مولی زید بن ثابتؓ،

مدینہ مین پیدا ہوئے اور حضرت عثمانؓ کے دور خلافت مین قرآن حفظ کیا، پھر بڑے ہوکر متصل جہاد کرتے رہے اور برابر علم وعمل کی تحصیل مین مصروف رہے، وہ بہت بڑے مشہور بہادر تھے اور بہت سے صحابہ سے حدیث روایت کی، ابن سعد کا بیان ہے کہ "وہ عالم، بلند رتبہ، مستند، محفوظ، عبادت گذار، بڑے علم والے، فصیح، وجیہ، خوبصورت تھے" وہ ان حق گو لوگون مین تھے جو خدا کے بارے مین لومۃ لائم کی پروا نہین کرتے تھے، اُنھون نے ۱۱۰ھ مین وفات پائی،

(۴) حضرت ابو الشعثاء جابر بن زید صاحب ابن عباسؓ

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اُنھون نے فرمایا کہ "اگر اہل بصرہ جابر بن زید کے قول کو تسلیم کرتے تو وہ ان چیزون کے متعلق جو کتاب اللہ مین ہین اُنکے علم کو وسیع کردیتے" اُن سے یہ بھی روایت ہے کہ اُنھون نے فرمایا کہ "تم مجھ سے ایک بات پوچھتے ہو حالانکہ تم مین جابر بن زید موجود ہین" عمرو بن دینار کہتے ہین کہ "مین نے فتوی کا عالم جابر بن زید سے زیادہ کسی کو نہین دیکھا" روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ

اُن سے طوان مین ملے تو فرمایا کہ "اے جابر تم فقہائے بصرہ مین ہو اور تم سے فتوی طلب کیا جاتا ہی تو صرف قرآن ناطق یا سنت ماضیہ کے رو سے فتوی دو اگر تم نے ایسا نہین کیا تو خود ہلاک ہوئے اور لوگون کو ہلاک کیا" اُنھون نے ۹۳ھ مین وفات پائی،

(۵) محمد بن سیرین مولی حضرت انس بن مالک رض،

حضرت عثمان رض کی خلافت کے دو سال باقی رہ گئے تھے کہ یہ پیدا ہوئے اپنے مولی حضرت انس بن مالک رض حضرت ابو ہریرہ رض حضرت ابن عباس رض اور حضرت ابن عمر رض وغیرہ سے روایت کی، وہ فقیہ امام، وسیع العلم، مستند بہت بڑے معبر خواب اور نہایت پرہیزگار تھے، مورق العجلی کا قول ہے کہ "پرہیزگاری مین ابن سیرین سے زیادہ فقیہ، اور فقہ مین اُن سے زیادہ پرہیزگار نہین دیکھا" انھون نے سنہ ۱۱۰ھ مین امام حسن بصری کے سو دن بعد وفات پائی،

(۶) قتادہ بن دعامۃ السدوسی،

حضرت انس رض اور حضرت سعید بن المسیب رض وغیرہ سے روایت کی وہ اندھے اور قوی الحافظہ تھے، ابن سیرین کہتے ہین کہ "قتادہ لوگون مین سب سے زیادہ حافظ تھے" خود قتادہ کا قول ہے کہ "قرآن مین کوئی ایسی آیت نہین جسکے بارے مین مین نے کچھ نہ سنا ہو" امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ "قتادہ تفسیر اور اختلاف علماء کے بہت بڑے عالم ہین" اور اُن کے حفظ اور فقہ کی تعریف کی ان کا ذکر نہایت طوالت کے ساتھ کیا، اور کہا کہ "ایسے بہت کم لوگ ملین گے جو اُن پر ترجیح رکھتے ہون" قتادہ کہتے ہین کہ "مین نے ۲۰ سال سے رائے سے بالکل فتوی نہین دیا" اس حفظ کے ساتھ وہ عربیت اللغت ایام العرب اور انساب کے بھی بہت بڑے عالم تھے سنہ ۱۱۸ھ مین وفات پائی،

Marfat.com

مفتیان شام

(۱) حضرت عبدالرحمان بن غنم الاشعری رضؓ

حضرت عمرؓ اور حضرت معاذؓ وغیرہ سے روایت کی اور حضرت عمر بن الخطابؓ نے ان کو لوگون کے فقہ سکھانے کیلئے شام بھیجا اور شام کے تابعین نے انھین سے فقہ کی تعلیم پائی، نہایت معزز سچے اور فاضل تھے، ۷۸ھ مین وفات پائی،

(۲) ابو ادریس الخولانی عائذ اللہ بن عبد اللہ،

یہ ان لوگون مین ہین جو علم وعمل دونون کے جامع تھے، حضرت معاذ بن جبلؓ اور بہت سے صحابہ سے علم حاصل کیا، وہ اہل دمشق کے واعظ اور قاضی تھے، امام زہری کہتے ہین کہ ابو ادریس فقہاے شام مین تھے" ۸۰ھ مین وفات پائی،

(۳) قبیصہ بن ذویب،

خلیفہ عبدالملک کے مہر بردار تھے، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ وغیرہ سے روایت کی، امام زہری کہتے ہین کہ "قبیصہ اس امت کے علماء مین سے تھے" مکحول کا قول ہے کہ مین نے اُن سے زیادہ عالم نہین دیکھا" امام شعبی سے مروی ہے کہ" قبیصہ لوگون مین حضرت زید بن ثابتؓ کے فیصلون کے سب سے بڑے عالم تھے" ۸۶ھ مین وفات پائی،

(۴) مکحول بن ابی مسلم،

قبیلہ ہذیل کی ایک عورت کے مولی تھے، اور نسباً کابل سے تعلق رکھتے تھے صغار صحابہ سے روایت کی اور کبار صحابہ کے متعلق تدلیس کرتے تھے، یعنی ان سے روایت کرتے تھے، اور اُن کے اور کبار صحابہ کے درمیان جو راوی ہوتا تھا اُسکو چھوڑ دیتے تھے

طلب علم مین نہایت کثرت سے سفر کیا اور بہت زیادہ علم حاصل کیا امام زہری نے فرمایا کہ عالم تین ہین" اور انھین مین مکحول کا بھی نام لیا، ابو حاتم کہتے ہین کہ "مین شام مین کسی عالم کو نہین جانتا جو مکحول سے زیادہ فقیہ ہو، انھون نے ۱۱۳ھ مین وفات پائی،

(۵) رجاء بن حیوۃ الکندی،

وہ اہل شام کے شیخ اور عمائد سلطنت مین داخل تھے، امیر معاویہؓ، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور حضرت جابرؓ وغیرہ سے روایت کی مطر وراق کہتے ہین کہ "مین نے کسی شامی کو نہین دیکھا جو اُن سے زیادہ فقیہ ہو" مکحول کہتے ہین کہ "رجاء اہل شام کے سردار ہین" ابن سعد کا قول ہے کہ "رجاء فاضل، مستند اور بہت زیادہ علم والے تھے" انھون نے ۱۱۲ھ مین وفات پائی،

(۶) عمر بن عبد العزیز بن مروان،

وہ بنو اُمیہ کے آٹھوین خلیفہ ہین، مدینہ مین پیدا ہوے اور مصر مین نشو و نما پایا، حضرت انس بن مالکؓ اور بہت سے تابعین سے روایت کی، وہ امام، فقیہ، مجتہد، محدث، معزز، مستند، حجت، حافظ، مطیع خدا، اواہ اور منیب تھے، اور عدل و انصاف مین حضرت عمر بن الخطابؓ کے مثل اور زہد مین حضرت حسن بصری کے نظیر، اور علم مین امام زہری کے ہمسر تسلیم کیے جاتے تھے، مجاہد کہتے ہین کہ "ہم اُن کی تعلیم دینے کیلئے آئے، لیکن تھوڑی ہی دنون کے بعد ہم نے خود اُن سے تعلیم حاصل کی" انھون نے ۱۰۱ھ مین وفات پائی،

مفتیان مصر

(۱) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ،

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے عہد مبارک سے بڑے روزہ دار بڑے

نماز گزار، قاری قرآن اور بڑے جویان علم تھے، اُنھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنکر بہت سی حدیثین لکھین، اور حضرت ابوہریرہؓ اُن کے کثرت علم کے معترف تھے، چنانچہ اُنھون نے فرمایا کہ "وہ حدیث کو لکھتے تھے اور مین نہین لکھتا تھا" وہ نیک اور اپنی دھن کے پکے تھے، فتنہ و فساد مین حصہ لینے پر اپنے باپ کو ملامت کرتے تھے، لیکن نافرمانی کی بنا پر خود اس مین حصہ نہ لینے کو گناہ خیال کرتے تھے، صفین مین شریک ہوے، لیکن تلوار نہین کھینچی، اُنھون نے اہل کتاب کی بہت سی کتابون کا بغور مطالعہ کیا تھا اور اُن مین اُن کو بہت سی عجیب چیزین نظر آئی تھین، مصریون نے ان سے بہت سا علم حاصل کیا، انھون نے ۵۶ھ مین مصر مین وفات پائی،

(۲) ابو الخیر مرثد بن عبد اللہ الیزنی مفتی اہل مصر

حضرت ابو ایوب انصاریؓ، حضرت ابو بصرہ غفاریؓ اور حضرت عقبہ بن عامر الجہنی سے روایت کی، اور اُن سے اور حضرت عبد اللہ بن عمروؓ سے علم فقہ حاصل کیا، ابن یونس کہتے ہین کہ "وہ اپنے زمانہ مین اہل مصر کے مفتی تھے" اُنھون نے ۹۰ھ مین وفات پائی،

(۳) یزید بن ابی حبیب مولی الازد،

اگرچہ بعض صحابہؓ سے بھی روایت کی ہے، لیکن اُن کی اکثر روایتین تابعین سے ہین، ابو سعید بن یونس کہتے ہین کہ "وہ اہل مصر کے مفتی تھے" وہ حلیم اور عاقل تھے، اور سب سے پہلے اُنھین نے مصر مین علم مسائل اور حلال و حرام کو ظاہر کیا ورنہ ان سے پہلے اہل مصر کی تمام تر روایتین ترغیب، جنگ اور فتنہ و فساد کے متعلق ہوتی تھین الیث بن سعد کہتے ہین کہ "یزید ہمارے عالم اور ہمارے سردار ہین" بیان کیا جاتا ہے کہ یزید اُن

اُن تین اشخاص مین ہین، جن سے حضرت عمر بن عبد العزیز نے مصر مین افتا کی خدمت متعلق کی تھی، وہ نسباً بربری الاصل ہین، اُن کے باپ دنقلہ کے رہنے والے تھے، اور مصر مین پیدا ہوئے تھے، جب کسی خلیفہ کی بیعت کا وقت آتا تو سب سے پہلے عبید اللہ بن جعفر اور یزید بن حبیب بیعت کرتے تھے" ابن لہیعہ کا بیان ہے کہ یزید بیمار ہوے تو حوثرہ بن سہیل امیر مصر نے اُن کی عیادت کی اور کہا کہ" اے ابو رجا جس کپڑے مین مچھرون کا خون لگا ہوا ہو اس کو پہنکر نماز پڑھنے کے متعلق تمھارا کیا قول ہے؟" انھون نے مُنھ پھیر لیا اور اُن سے گفتگو نہین کی، وہ اُٹھ کھڑے ہوے تو یزید نے اُن کی طرف دیکھا اور کہا کہ" تم روز ایک جماعت کو قتل کرتے ہو اور مجھ سے مچھرون کے خون کے متعلق سوال کرتے ہو؟" سعید بن عفیر کہتے ہین کہ زبان بن عبد العزیز نے یزید کو پیغام بھیجا کہ میرے پاس آؤ تاکہ مین تم سے کچھ علمی استفسارات کرون، اُنھون نے کہلا بھیجا، تم خود ہی آؤ، کیونکہ میرے پاس تمھارا آنا تمھارے لیے زینت ہے، اور تمھارے پاس میرا آنا میرے لیے عیب ہے" انھون نے ۱۲۸ھ مین وفات پائی،

مفتیان یمن

(۱) طاؤس بن کیسان الجندی،

وہ جنگ کے گرفتار شدہ لوگون کے لڑکے تھے، حضرت زید بن ثابتؓ حضرت عائشہؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ وغیرہ سے حدیث سُنی، علم و عمل مین منتخب روزگار تھے، عمرو بن دینار کہتے ہین کہ مین نے کسی کو طاؤس کے مثل نہین دیکھا" قیس بن سعد کا قول ہے کہ" طاؤس ہم مین ویسے ہی تھے، جیسے بصرہ والون مین ابن سیرین" ذہبی کہتے ہین کہ طاؤس اہل یمن کے شیخ، اُن کے فقیہ اور اُن کے لیے ایک برکت تھے" وہ بڑے

Marfat.com

جلیل القدر تھے" حج بہت کرتے تھے چنانچہ سنہ ۱۰۶ھ میں مکہ ہی میں وفات پائی،

(۲) وہب بن منبہ الصنعانی

اہل یمن کے عالم ہیں حضرت ابن عمرؓ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت جابرؓ وغیرہ سے روایت کی اُن کے پاس اہل کتاب کے علم کا بہت بڑا ذخیرہ تھا، کیونکہ اُنھوں نے اس طرف سخت توجہ کی تھی "عجلی کہتے ہیں کہ "وہ مستند تابعی اور قاضی تھے" انھوں نے سنہ ۱۱۴ ہجری میں وفات پائی،

(۳) یحییٰ بن ابی کثیر مولی طے

حضرت انس بن مالکؓ اور بہت سے تابعین سے روایت کی، شعبہ کہتے ہیں کہ وہ حدیث میں زہری سے اچھے ہیں، احمد کہتے ہیں کہ "جب زہری ان کی مخالفت کریں تو یحییٰ کا قول تسلیم کیا جائیگا" انھوں نے سنہ ۱۲۹ھ میں وفات پائی،

جو لوگ اس دور میں فتوی دیتے تھے اور روایت حدیث کرتے تھے ان میں بزرگ ترین یہی لوگ تھے جن کا ہم نے نام لیا لیکن اس دور میں کوئی شخص کسی معین اور خاص فقیہ کی طرف اس طور پر منسوب نہ تھا کہ اس نے جو روایت یا جو رائے لیتیا کی ہو اسپر عمل کرنا اُس کے لیے لازمی ہو، بلکہ یہ تمام مفتی مختلف شہروں میں فقہ اور روایت حدیث میں شہرت رکھتے تھے، اور جس شخص کو فتوی پوچھنا ہوتا تھا وہ جس شخص کے پاس چاہتا تھا جاکر فتوے پوچھ لیتا تھا اور وہ فتوی دیدیتا تھا، بعض اوقات وہ ایک مفتی سے فتوی لیکر دوسرے مفتی کے یہاں بھی چلا جاتا تھا، جو لوگ مختلف شہرن کے قاضی تھے، اُن کے فیصلے کا طریقہ یہ تھا کہ جو کچھ قرآن و حدیث سے ان کی سمجھ میں آتا اس کے مطابق فیصلہ کرتے، اگر اُن کی کوئی ذاتی رائے قائم ہوجاتی تو اس کے مطابق

Marfat.com

بھی فیصلہ کردیتے تھے، بعض اوقات اپنے شہر کے مشہور فقہاء سے بھی فتوی لیکر فیصلہ صادر کرتے، اور بسا اوقات خلیفہ سے بھی بذریعہ خط وکتابت کے استفسار کرلیتے، چنانچہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے دور خلافت مین اکثر ایسا ہوا،

اس دور مین ایک خاص فرقہ پیدا ہوا جس کو مورخین خوارج کے لقب سے یاد کرتے ہین، اس فرقہ کی اصل وہ گروہ ہے، جس نے حضرت عثمان بن عفانؓ کی مخالفت مین بغاوت کی، کیونکہ اس گروہ نے ان کی چند باتون کو ناپسند کیا، اور اس بنا پر پہلے ان کے خلاف بغاوت کی پھر اُن کو شہید کردیا، اس کے بعد جب ان لوگون نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ پر بیعت کی، توان مین اور امیر معاویہ مین نا اتفاقی بڑھانے کا باعث بڑا سبب بن گئے، نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام کے دو فرقون مین جو تمام عالم اسلامی کا خلاصہ تھے، بہ مقام صفین سخت جنگ ہوئی، جب امیر معاویہ اور ان کے رفقاء نے قرآن مجید کو حکم بنانے کی دعوت دی، تو یہ لوگ پہلے تو اس پر راضی ہوگئے، لیکن بعد کو اس کو قابل اعتراض قرار دیا اور کہا کہ یہ کفر ہے، کیونکہ "لا حکم الا للہ" حکم صرف خدا کیلئے ہے" ان لوگون نے اس فقرہ کو اپنا شعار بنالیا، یہان تک کہ جن لوگون نے خوارج کی راے اختیار کی اُن کو کہا جانے لگا کہ "حکم" یعنی انھون نے "لا حکم الا للہ" کہا، ان لوگون نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ بھی سخت لڑائیان کین جن کی وجہ سے اُن کا مرکز اُن کے اُس فریق کے مقابل مین جو ایک فرمانبردار فوج رکھتا تھا ضعیف ہوگیا، اور بالآخر اُنھون نے انہی خارجیون مین سے ایک خارجی یعنی عبد الرحمان بن ملجم کے ہاتھ سے شہادت پائی، اور اسی وقت سے ایک مخصوص اور ممتاز شخصیت رکھنے والا فرقہ پیدا ہوگیا جو "شراۃ" کے لقب سے مشہور رہے، ان لوگون نے اس آیت سے اُس

نام کو لیا ہے" "ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضاۃ اللہ" یعنی بعض لوگ خدا کی مرضی کی جستجو میں اپنی جان کو بیچ ڈالتے ہین، ان کا عام اصول یہ ہے کہ وہ شیخین یعنی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے محبت رکھتے ہین اور چند ناپسندیدہ باتون کی وجہ سے حضرت عثمانؓ سے اور رضامندی تحکیم کی بنا پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے، اور مسلمانون کی رضامندی کے بغیر مسلمانون پر اقتدار و غلبہ حاصل کر لینے کے سبب سے امیر معاویہؓ سے برات یعنی بے تعلقی اور علحدگی ظاہر کرتے ہین، اس سے مسئلہ خلافت کے متعلق اُن کا یہ اصول قائم ہوا کہ "خلافت تمام قوم کے سپرد کر دیگئی ہے، وہ جس شخص کو جس خاندان سے چاہے خلیفہ بنا سکتی ہے، وہ خلافت کو قریش مین مخصوص کر دینے سے انکار کرتے ہین اور اُن کے نزدیک خلیفہ کی اطاعت صرف اُن حدود کے دائرے مین فرض ہے، جن کو خداوند تعالیٰ نے اپنی کتاب یا اپنے پیغمبر کی علمی حدیثون مین متعین کر دیا ہے، اگر کسی خلیفہ نے ان کی مخالفت کی تو وہ اس سے علحدہ ہو جاتے ہین اور اُسکی نافرمانی واجب ہو جاتی ہے، یہ لوگ کافر اور فاسق کے درمیان کوئی فرق نہین کرتے بلکہ جو شخص حدود اللہ سے آگے قدم رکھے وہ فاسق ہے، اور وہ فاسق ہی کو کافر کہتے ہین، قرآن مجید کی چند ظاہری آیتین بھی ان کی تائید کرتی ہین اور اسی عقیدہ کی بنا پر جن لوگون نے امیر معاویہؓ کی حمایت کی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عثمانؓ سے برات نہین کی ان کو وہ لوگ خارج از ملت سمجھتے ہین اور ان سے لڑنا بھڑنا جائز قرار دیتے ہین، حالانکہ جمہور امت یہی لوگ ہین،

ان خارجیون مین بڑے بڑے سردار پیدا ہوے جنھون نے اُن سے خلفائے جمہور کے ساتھ لڑائیان کروائین، ان تمام باتون کا نتیجہ یہ ہوا کہ دینی امور مین ان کی رائین

Marfat.com

نہایت سخت قائم ہوئیں۔ یہ لوگ صرف قرآن مجید کے ظاہری معنی کو لیتے تھے اور حدیثوں میں صرف انہی احادیث کو قبول کرتے تھے جن کی روایت ان لوگوں نے کی تھی جنکو یہ لوگ دوست رکھتے تھے۔ چنانچہ ان کی قابل اعتماد حدیثیں صرف وہ تھیں جنکی روایت شیخین یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں کی گئی تھی۔ ان لوگوں میں بڑے بڑے علماء اور مفتی تھے جنکی طرف یہ لوگ رجوع کرتے تھے۔ لیکن چونکہ یہ لوگ عام مسلمانوں پر تشدد کرتے تھے اور ان کے متعلق برا عقیدہ قائم کر لیا تھا اس لیے عام طور پر مسلمان ان لوگوں سے اور نیز اس شخص سے جو ان لوگوں کا ہمخیال ہوتا تھا نفرت رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ اگر وہ محدث ہوتا تھا تو اس سے روایت نہیں کرتے تھے اور اگر وہ مفتی ہوتا تھا تو اس سے فتوی نہیں پوچھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عکرمہ نے حضرت ابن عباس سے جو روایت کی تھی اس کو بعض ائمہ حدیث نے ساقط الاعتبار قرار دیا۔ کیونکہ ان پر یہ الزام تھا کہ وہ خارجیوں کے ہمخیال ہیں اور اسی بنا پر بعض محدثین نے عمران بن حطان (جو خوارج کا فقیہ اور ان کا شاعر تھا) کی روایت کو بھی ضعیف ٹھہرایا لیکن باایں ہمہ وہ تمام فرقوں میں جھوٹ سے سب سے زیادہ دور تھے کیونکہ وہ اس کو کفر خیال کرتے تھے۔ لیکن خوارج کا یہ اتحاد بہت دنوں تک قائم نہ رہ سکا بلکہ عام مسلمانوں کے معاملہ میں ان کے درمیان جو اختلاف آراء پیدا ہوا اس نے ان میں تفرقہ پیدا کر دی۔ اور ان کی سختیاں صرف بنو امیہ کے زمانہ اور آغاز سلطنت عباسیہ تک قائم رہ سکیں۔

شیعوں کا فرقہ بھی اسی دور میں پیدا ہوا۔ یہ لوگ ہیں جو حضرت علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ اور ان کے اہلبیت کی دوستی پر قائم رہے اور ان کا عام اصول مشترکہ یہ ہے کہ

خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا حق ہے، اور وہ خود رسول اللہ صلعم کی وصیت سے اس کے مستحق ہوئے ہیں یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ اُن کو وصی کہتے ہیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد وہ اُن کی اولاد کا حق ہے، اور اس حق کو اُن سے صرف وہی شخص چھین سکتا ہے جو ظالم و غاصب ہو، چنانچہ اسی بنا پر ان میں بعض لوگوں نے شیخین یعنی حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر زبان درازیاں کی ہیں، کیونکہ ان دونوں بزرگوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حق کو غاصبانہ طور پر چھین لیا تھا، ان لوگوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد اُن کے فرزند حسن علیہ السلام کو پھر ان کے بعد اُن کے بھائی حسین علیہ السلام کو امام قرار دیا ہے، اور اس معاملہ میں ان میں باہم کوئی اختلاف نہیں ہے، لیکن امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد اُن کے دو فرقے پیدا ہوگئے، بعض لوگوں نے خلافت کو محمد بن الحنفیہ کا حق قرار دیا، کیونکہ امام حسین علیہ السلام کے بعد حضرت علیؓ کی سب سے بڑی اولاد وہی تھے، اور یہی لوگ ہیں جنکو کیسانیہ کہتے ہیں، محمد بن حنفیہ کے نام سے اس بغاوت میں فائدہ اُٹھایا گیا، جو مختار بن ابی عبید الثقفی نے بنوامیہ اور حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے خلاف کی تھی اور یہ لوگ اُن کو مہدی کہتے تھے، لیکن خوارج کی طرح مختار بن ابی عبید الثقفی میں مذہبی روح نہیں پائی جاتی تھی، بلکہ اُسکی بغاوت کا منشا دنیوی تھا، یہی وجہ ہے کہ اپنے اغراض کے حاصل کرنے کیلئے اُس نے جھوٹ بولنا جائز کر لیا تھا،

لیکن بعض شیعوں نے خلافت کو صرف اولادِ فاطمہؓ کیلئے مخصوص کر دیا اور امام حسین علیہ السلام کے بعد اُن کے فرزند علی زین العابدین کو جو اس دور کے فقہا میں تھے امام بنایا، حضرت علی زین العابدین کی وفات کے وقت اُن کے دو فرزند تھے، یعنی

محمد بن علی المعروف بالباقر اور زید بن علی، چنانچہ ان لوگون نے حضرت باقر کو امام بنایا لیکن ان کی وفات کے بعد ان کے بھی دو فرقے ہوگئے، بعض نے زید بن علی کو امام بنایا، اور یہی لوگ زیدیہ کے نام سے مشہور ہین، اور بعض لوگ امام باقر کی اولاد کی محبت کا دم بھرتے رہے، اس بنا پر انھون نے امامت کو اُن کے فرزند جعفر صادق کی طرف منتقل کردیا،

امامت کے متعلق فرقۂ زیدیہ کی ایک خاص راے تھی یعنی یہ لوگ شیخین سے تبری نہین کرتے تھے، کیونکہ یہ دونون بزرگ خلیفہ ہوے تو عدل و انصاف سے کام لیا، ان لوگون کا قول یہ تھا کہ امامت اگرچہ صرف اولاد فاطمہؓ کیلیے مخصوص ہے، لیکن امام کا تقرر اوصاف کے لحاظ سے ہوتا ہے، اور اس لیے جیسا کہ فرقۂ جعفریہ کا خیال ہے، یہ لوگ اسکے منکر تھے کہ وصیت مین نام کے ساتھ امام کا تقرر ہوا ہے، غرض ان لوگون کی راے یہ تھی کہ ہر وہ شخص جو اولاد علیؓ سے ہونے کا مدعی ہو اور اُس کے ساتھ اس مین امامت کے تمام اوصاف بھی پائے جاتے ہون اس کی پیروی اور مدد واجب ہے، یہی وجہ ہے کہ ہشام بن عبدالملک کے زمانے مین جب زید بن علی نے بغاوت کی تو ان لوگون نے ان کا ساتھ دیا اور جب وہ شہید ہوگئے، تو اُن کے فرزند یحییٰ کی حمایت کی، اس کے بعد محمد المہدی المعروف بالنفس الزکیۃ بن عبداللہ بن الحسن بن الحسن بن علی نے دولت عباسیہ کے آغاز مین منصور عباسی کے خلاف بغاوت کی تو ان لوگون نے اُن کی اعانت کی،

الغرض اس دور مین شیعون کے تین فرقے یعنی کیسانیہ، امامیہ زیدیہ، اور امامیہ جعفریہ پیدا ہوگئے، اور اُن مین ہر فرقہ نے علم و دین کو اپنے اپنے ائمہ اور اُن کے رفقاء

داعوان سے حاصل کیا، یہ لوگ اُن ائمہ کے متعلق جو اعتقادات رکھتے ہین وہ اعتدال اور غلو کے لحاظ سے مختلف ہین ان مین بعض لوگون نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور انکے اہلبیت کی تائید مین جو غلو کیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان لوگون نے بہت سی ایسی حدیثین روایت کین جن کی نسبت ائمہ جمہور یہ یقین رکھتے ہین کہ وہ بالکل جھوٹ ہین، یہی وجہ ہے کہ ان ائمہ نے جسطرح غُلاۃ خوارج کی روایتون کے قبول کرنے مین تامل کیا ہے اسی طرح ہر غالی شیعہ، یا داعی تشیع کی روایتون کے قبول کرنے مین ان کو توقف ہے،

Marfat.com

چوتھا دور

اس دَور کی فقہ

دوسری صدی کی ابتدا سے چوتھی صدی کے نصف تک

یہ حدیث وفقہ کی تدوین اور ان ائمہ کبار کے پیدا ہونے کا دور ہے جن کو عام طور پر لوگون نے اپنا پیشوا تسلیم کیا۔

سیاسی صورتِ حال

جو مخفی جماعت اس غرض سے قائم ہوئی تھی کہ بنوامیہ سے خلافت کو آلِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم مین رضا کی طرف منتقل کر دے وہ اس دور کی ابتدا مین کامیاب ہوئی اور خلافت بنو العباس بن عبد المطلب کی طرف منتقل ہو گئی اور ابو العباس عبد اللہ الملقب بالسفاح بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس خلیفہ ہوا، اور عباسیون نے بنوامیہ کے معاملے مین ایسی سختیان کین کہ تاریخی آدمیون مین کسی کی نسبت اس قسم کی سختی کا علم نہین ہے اور ان لوگون نے اس قسم کے استبدادی اور وحشیانہ کام کیے جن کے ذریعہ سے اپنے ایرانی اعوان وانصار کے دلون کو خوش کیا، اس وقت بنوامیہ مین سب سے زیادہ پختہ ارادہ کا ایک شخص بھاگ کر اندلس مین جا پہونچا اور وہان ایک

Marfat.com

عظیم الشان سلطنت کی بنیاد ڈالی جو بنو عباس کے اثر سے بالکل الگ تھی ، اور یہ پہلی تقسیم تھی جو اسلامی سطح مین واقع ہوئی لیکن یہ انقلاب بنو عباس کے چچا زاد بھائی یعنی اولاد علی بن ابی طالب کو جو اپنے آپ کو دوسرے خاندانون سے زیادہ مستحق خلافت سمجھتے تھے پسند نہ آیا اور انھون نے یہ پختہ عزم کرلیا کہ اس خلافت کو یا تو خود حاصل کرلین یا اپنے مخاصمین کے لیے اسکو غبار آلود بنا دین چنانچہ سب سے پہلے علوین کے بعد بنو الحسن مین محمد بن عبد اللہ بن الحسن بن الحسن بن علیؓ نے علم بغاوت بلند کیا اور اگرچہ چند غلطیان اور سوء اتفاقیان جنھون نے اس کا مدینہ مین اور اس کے بھائی ابراہیم کا بصرہ اور کوفہ کے درمیان خاتمہ کردیا ، نہ پیش آگئی ہوتین تو غالباً وہ منصور سے اپنا مقصد حاصل کرلیتا ،

اس کے بعد منصور کے پوتے موسی الہادی بن محمد المہدی بن ابی جعفر المنصور کے ساتھ اطراف مکہ مین ایک اور باغی نے بغاوت کی اور مقتول ہوا ، اور محمد النفس الزکیہ کا بھائی ادریس بن عبد اللہ اس معرکہ سے بھاگ نکلا اور مغرب اقصیٰ مین جاکر بربرون کے درمیان خلافت اسلامیہ کی بنیاد ڈالی اور عباسیہ سے الگ یہ دوسری خلافت قائم ہوئی جسکو خلافت ادریسیہ کہتے ہین ، اسی طرح اس کا دوسرا بھائی یحیی بن عبد اللہ اطراف مشرق مین بھاگ کر بلاد دیلم مین پہونچا اور بہت سے لوگون نے اُس کی پیروی کی لیکن رشید نے فضل بن یحیی بن خالد بن برمک کی مدد سے اُسکو سیاسی چالون سے اسکے قلعہ سے اُتار لیا اور ایک امن نامہ لکھدیا جسکی شرط کے بموجب وہ قلعہ سے اترا لیکن رشید نے اس شرط کو پورا نہین کیا ،

رشید نے محسوس کیا کہ اسکو ایک ایسی طاقتور امارت کی سخت ضرورت ہے جو

مغرب مین ادریسیون کی حوصلہ مندیون کے سامنے ایک دیوار کی طرح حائل ہوجائے،
اس لیے اُس نے خود اپنے ہاتھ سے افریقہ مین اغالبہ کی سلطنت کی بنیاد رکھی، اس کے بعد
مامون نے خراسان مین امارت طاہریہ کو قائم کیا اور بلاد یمن مین امارت زیادیہ کا سنگ بنیاد
رکھا اور یہ سب کچھ اس لیے تھا کہ مختلف ممالک مین شیعون کی کامیابیون کو کم کرسکین،
لیکن شیعہ امامیہ نے جعفر بن محمد المعروف بالصادق کی خلافت پر جو ائمہ شیعہ مین سے
چھٹے امام تھے، اتفاق کیا تھا اور اُن کے پیرو بھی بہ کثرت تھے لیکن وہ خود اپنے لیے
خلافت کے خواستگار نہ تھے، جب انھون نے وفات پائی تو اُن کے پیرو دو فرقون مین
منقسم ہوگئے، ایک فرقہ یعنی فرقہ موسویہ نے اُن کے فرزند موسی المعروف بالکاظم کو خلیفہ
تسلیم کیا اور اُن کے بعد امامت کو اُن کے لڑکون اور پوتون مین بارھوین امام تک
کھینچکر لائے یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ امامیہ اثنا عشریہ کہے جاتے ہین، اس بارھوین امام کا
نام ابوالقاسم محمد العسکری بن الحسن العسکری بن علی الہادی بن محمد الجواد بن علی الرضا
بن موسی الکاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہے
اور شیعہ امامیہ کا خیال ہے کہ وہ ۲۶۰ھ مین اپنے باپ کی وفات کے بعد چھپ گئے، او
آخری زمانہ مین اُن کا ظہور ہوگا اور دنیا جسطرح ظلم سے بھر گئی ہے اسی طرح وہ اُس کو
عدل سے بھردین گے، چنانچہ وہ اب تک ان کا انتظار کر رہے ہین، دوسرے فرقے
نے جو اسماعیلیہ کے نام سے مشہور ہے، اسمعیل بن جعفر الصادق کو خلیفہ قرار دیا ہے،
اور ان لوگون نے خلافت کے حاصل کرنے کیلئے جو کچھ کیا وہ پہلا فرقہ نہ کرسکا تھا، ان
لوگون نے اس کام کی ابتدا مخفی طریقہ دعوت سے کی اور اس کے لیے ایسی تعلیمات
بنائین جن کے ذریعہ سے بیگانون کو مائل کرسکین جب اُن کا یہ مقصد پورا ہوچکا

Marfat.com

بلادِ افریقہ مین اُن کے امام عبید اللہ المہدی کا ظہور ہوا جس سے دولت فاطمیہ کی ابتدا ہوئی اور اُس نے تمام مغرب پر تسلط و اقتدار حاصل کرنے مین عظیم الشان کامیابی حاصل کی اور ابھی اس دور کا خاتمہ بھی نہ ہونے پایا تھا کہ قاہرہ مصر المعزیہ مین ان کی عظیم الشان اور محفوظ سلطنت قائم ہو گئی،

خلافت عباسیہ کی بنیاد دو عصبیتون پر قائم تھی، ایک تو عصبیت عربیہ جسکا تعلق اُن عربون سے تھا جو خلفاے عباسیہ کے دوست تھے، دوسری عصبیت فارسیہ جو دعوت عباسیہ کے قائم کرنے والے تھے، خلفائے عباسیہ کا یہ قاعدہ تھا کہ جب ان دونون فریقون مین سے کسی فریق سے شبہ پیدا ہوتا تھا تو وہ اُسکے مقابل مین دوسرے فریق سے مدد لیتے تھے، یہان تک کہ مامون بن رشید نے جس نے خالص ایرانی تربیت پائی تھی اور ایرانیون ہی کے ذریعہ سے اپنے بھائی محمد امین پر غلبہ حاصل کیا تھا یہ مناسب سمجھا کہ وہ عصبیت عربیہ کو مٹا کر اپنی بنیاد دوسری عصبیت پر قائم کرے لیکن اس کا بھائی اسحاق المعتصم خلیفہ ہوا تو اس نے اپنے لیے ترکی غلامون مین سے جن کو اس نے بہ کثرت جمع کر لیا تھا اپنے لیے ایک اور نئی عصبیت قائم کی اور اسی کے ذریعہ سے خلافت عباسیہ کے اقتدار کا خاتمہ ہو گیا، متوکل بن معتصم نے ان سے رہائی حاصل کرنی چاہی لیکن اُس کے فرزند منتصر کے اتفاق سے ترکون نے اُس سے پہلے ہی اس کا خاتمہ کر دیا اور اس طریقہ سے معتصم نے جس اقتدار کے رگ و ریشہ کو قائم کیا تھا تمام خلفا نے اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا اور خلافت کے قریب و بعید دونون قسم کے لوگون پر ترکون کا اقتدار قائم ہو گیا، اور اُس ضعف نے مشرق مین متعدد امارتین مثلاً ماوراء النہر مین دولت سامانیہ اور فارس مین دولت صفاریہ قائم کر دین، اور

Marfat.com

ابھی یہ دور ختم بھی نہین ہوا تھا کہ بنو بویہ اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے خاندان کے لیے ایک سلطنت قائم کی یہان تک کہ خود خلافت عباسیہ کے پایہ تخت بغداد پر قابض ہوگئے، اب بنو عباس کا نام ہی نام باقی رہ گیا اور بنو بویہ اور ان کے عصبہ دیلم کا اقتدار قائم ہوگیا،

یہ اس سلطنت کی سرگذشت ہے جس نے ۱۳۲ھ مین بنو امیہ کی عظیم الشان وراثت پر غلبہ حاصل کیا اور ابھی ۲۳۲ھ آیا بھی نہ تھا کہ خلافت کا نام ہی نام رہ گیا اور عرب کا اقتدار دوسری قومون مثلاً ایرانی، دیلم، ترک اور بربر کی طرف منتقل ہوگیا، اور معتصم کے زمانے سے فوجی دفتر مین ایک عرب بھی نہ رہ گیا،

اس دور کی امتیازی خصوصیات

(۱) تمدن کی وسعت،

ابو جعفر منصور خلیفہ ہوا تو اس نے بغداد کو اس غرض سے آباد کیا کہ وہ تمام بلاد اسلامیہ کا پایہ تخت ہو، اور اس نے اس مین جو ندرت اور اعجوبگی پیدا کی اس نے اس کو اس زمانے کے تمام شہرون سے ممتاز و فائق کر دیا جب اس کی تعمیر مکمل ہو چکی تو اس مین تمام شہرون کے علما جمع ہوگئے، اور اسی طرح مختلف مذاق کے تاجر، کاریگر اور ہر قسم کے لوگون کا اجتماع ہوگیا اور ابھی اسکا زمانہ ختم بھی نہ ہونے پایا تھا کہ وہ عروس البلاد اور سیدۃ البقاع بن گیا، اس کی آبادی دو ملین کے قریب ہوگئی اور دجلہ کے کنارے پھیل گیا، چنانچہ اس کے مغربی کنارے پر منصور کا شہر اور مشرقی کنارے مہدی کا شہر تھا اور اس کی تعمیر مین عربی، ایرانی اور رومی تینون قسم کی عقل نے

Marfat.com

شرکت کی تھی اس لیے ہر عقل کے اندر ایجاد و اختراع کی جو قدرت پوشیدہ تھی بغداد نے اس سے بہترین حصہ پایا تھا،

اگر تم مغرب کی طرف سے جزیرۂ اندلس تک سلطنت اسلامیہ کی انتہا پر نظر ڈالو گے تو تم کو شہر قرطبہ ملیگا جو اندلس مین سلطنت امویہ کے بانی عبدالرحمان بن معاویہ کی زیر نگرانی بغداد کے مقابلہ کیلیے آمادہ نظر آئے گا، تم کو افریقہ مین شہر قیروان ملیگا جس نے افریقیہ رومانیہ کے شہرون کی عظمت وراثت مین پائی اور ان کا حسن و جمال اس کی طرف منتقل ہوگیا، اس کے بعد تم کو مصر کا دار السلطنت فسطاط ملے گا جس کی عظیم الشان مسجد نے ان علماء کے حلقون کو جمع کیا جنھون نے اجتہاد و استنباط مین اپنی یادگارین عظیم الشان نشانیان چھوڑین اور انھین نے مختلف مذاہب کے ائمہ مجتہدین کی فقہ کو عام طور پر نمایان کیا، مثلاً اصحاب مالک مین ابن وہب اور ابن قاسم اور اصحاب شافعی مین ربیع اور مزنی جیسا کون ہے؟ جامع فسطاط ہی نے امام شافعی کے علم کو ظاہر کیا اور اصحاب ابی حنیفہ مین ابوجعفر طحاوی کے مثل کون ہے؟ اور یہ سب کے سب فسطاط کی یادگارین ہین اور اس شہر کے مورخین نے جو کچھ لکھا ہے جو شخص اس سے واقف ہے اس کو معلوم ہے کہ علم، تجارت اور صنعت مین اس کا تمدن بغداد سے کسی طرح کم نہین ہے، پھر تم کو شہر دمشق ملیگا جس سے خلافت کی رونق اگرچہ زائل ہوگئی تاہم بنو امیہ نے جس عظمت کا اسکو وارث بنادیا تھا اس نے ہمیشہ اس کو محفوظ رکھا، کوفہ و بصرہ ہمیشہ علماء و حکماء سے معمور رہے اور اگرچہ بغداد ان دونون شہرون سے قریب تھا، تاہم باوجود اپنی عظمت کے وہ ان دونون کے چاند کو گہنا نہ سکا کیونکہ بصرہ تجارت ہند کا سب سے بڑا مرکز اور کوفہ عربی عنصر کا مستقر تھا،

جب تم مشرق کی طرف توجہ کرو گے تو تم کو مرو و نیشاپور وغیرہ عظیم الشان شہر نظر آئین گے
تمدن کے لیے تجارت، زراعت اور صنعت کے دائرے کی وسعت لازمی ہے اور اس
دور مین یہ تمام چیزین شباب کے درجہ کو پہونچ چکی تھین یہان تک کہ اسلامی سطح تمام
گذشتہ تمدنون پر فخر کر رہی تھی کیونکہ وہ مختلف تمدنون کا خلاصہ تھی اور اس مین کوئی
شبہ نہین کہ فقہ پر اس کا عظیم الشان اثر پڑا ہے، کیونکہ ایسی حالت مین فقہ کے لیے
مختلف مسائل کے وضع کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ اُن سے جواب مستنبط کر سکے،

(۲) اسلامی شہرون مین علمی حرکت

پہلے دور کے آخر مین حرکت علمیہ کی ابتدا ہوئی اور اس دور مین اُس نے
عظیم الشان ترقی کر لی، کیونکہ منکرین عرب کے دماغون مین قدیم تمدن کی شعاعین
پہونچ چکی تھین جسکے دو سبب تھے،

پہلا سبب موالی یعنی غلام تھے، کیونکہ اسلام مین ایرانی رومی اور مصری غلامونکی
ایک عظیم الشان تعداد داخل ہوئی جن مین کچھ تو بچپن مین گرفتار ہوے تھے اور اپنے
مسلمان آقاؤن کی آغوش مین تربیت پائی تھی اس لیے جن علوم اسلامیہ کی بنیاد
کتاب وسنت پر تھی اُن سے اُنھون نے وراثۃً پائے تھے اور ان کو بہت کچھ سیکھ لیا
تھا اور اپنے عربی النسل بھائیون کے مقابل مین اُن مین بڑے بڑے قرا اور بڑے
بڑے محدث پیدا ہو گئے تھے اور ان مین کچھ لوگ بڑے ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوے تھے
اور اس کا نتیجہ خیالات کا اختلاط اور عقل کی پختگی ہے،

یہ دور شروع ہوا تو سیاست مدن مین ان غلامون کی حیثیت نہایت نمایان تھی،
کیونکہ خلافت عباسیہ کی بنیاد ہی اُسکے خراسانی اور عراقی غلامون کے بل پر قائم ہوئی تھی

اور اس طرح وہ شریک سلطنت ہو گئے تھے اور اس طریقہ سے ان کا علمی اور سیاسی اشتراک مکمل ہو گیا تھا،

دوسرا سبب وہ فارسی اور رومی کتابین تھین جن کا ترجمہ عربی زبان مین پہلے دور کے آخر مین ہونا شروع ہو گیا تھا اور اس دور مین ابو جعفر منصور کے زمانے سے جو عباسیون کا دوسرا خلیفہ تھا اس کی طرف اور بھی زیادہ توجہ ہوئی اور تیسری صدی کی ابتدا مین مامون رشید کے زمانے تک جو یونانی علوم اور ارسطو کی رایون کا خاص طور پر شیدائی تھا اس مین اور بھی اضافہ ہو گیا،

یہ کتابین خوب پھیلین اور مامون کے زمانے مین کثرت سے جن متکلمین کا ظہور ہوا تھا ان کی معلومات کے پیدا کرنے کا غیر معمولی ذریعہ بن گئین، اور ان لوگون نے محدثین کو تقریباً اُن کے بلند پایہ سے گرا دینا چاہا، کیونکہ مامون ان کا جانبدار ہو گیا تھا، اور اس جانبداری کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلق قرآن کا مسئلہ پیدا ہو گیا اور مامون نے اہلحدیث کو اُن کے عقیدے کی تبدیلی پر مجبور کرنا چاہا، چنانچہ اس نے رؤسائے اہلحدیث کے متعلق جو خط محافظ بغداد کے نام ارسال کیا تھا جو شخص اسکو پڑھے گا اسکو معلوم ہو گا کہ اہلحدیث کے بارے مین متکلمین کی کیا رائے تھی؟ کیونکہ اس نے اس مین ایک ایک کا نام لیا تھا اور انکے خیالات اور اخلاق پر نکتہ چینی کی تھی، ہم کو اس مین ذرہ برابر بھی تامل نہین ہے کہ بحیثیت خلیفۃ المسلمین ہونے کے ایک ایسے عقیدے مین مداخلت کرنا جسمین جمہور کی رائین مختلف تھین اور اہل علم کے ایک گروہ کو خاص اپنی رائے کے قبول کرنے پر مجبور کرنا مامون کی غلطی تھی، کیونکہ یہ آزادیٔ خیال کی راہ مین ایک رکاوٹ تھی جس کے جواز کی کوئی وجہ نہین ہے" اہل حدیث نے بالاتفاق اس حرکت کلامیہ کے خلاف روش اختیار کی،

Marfat.com

اور جمہور نے بھی ان کا ساتھ دیا اس لیے وہ اپنے مقصد مین کامیاب ہوئے، بجز ان باتون کے جنکو اہلحدیث متکلمین سے نقل کرتے ہین متکلمین کے ساتھ ہمارے تعلقات بالکل منقطع نظر آتے ہین، چنانچہ انھون نے جو کچھ خود اپنے ہاتھون سے لکھا ہم کو اس مین کوئی چیز نظر نہین آتی، با این ہمہ ان لوگون نے اس دور کی عملی فقہ کے میدان مین بہت کچھ تیزروی سے کام لیا ہے، چنانچہ حدیث و قیاس کے متعلق ان لوگون نے جو مناظرات کیے ہین وہ آگے آئین گے،

رؤسائے متکلمین مین مشہور تر لوگ عمرو بن عبید المتوفی ۱۴۴ھ ابو الہذیل العلاف المتوفی ۲۳۵ھ اور عمرو بن ابی خطا المتوفی ۲۵۵ھ ہین،

(۳) حفاظ قرآن کی تعداد مین اضافہ اور قرآن مجید کے ادا کرنے کی طرف توجہ

اس دور مین حفاظ قرآن کی تعداد مین بہت زیادہ اضافہ ہوا، اور کاتبان قرآن کی طرح وہ تمام ممالک اسلامیہ مین پھیل گئے، لیکن ہر ملک کے مسلمانون نے صرف چند مشہور قرار کے تفوق کا عام طور پر اعتراف کیا جن کے نام یہ ہین،

(۱) مدینہ مین نافع بن ابی نعیم مولی جعونہ انھون نے حضرت ابن عباسؓ کے شاگردون سے تعلیم حاصل کی، اور ۱۶۹ھ مین وفات پائی، جن لوگون نے ان سے قرأت کی روایت کی، ان مین زیادہ مشہور عیسی بن مینا الملقب بقالون المتوفی ۲۲۰ھ اور ابو سعید عثمان بن سعید المصری الملقب بورش المتوفی ۱۹۷ھ ہین اور اکثر اہل مغرب انہی ابو سعید ہی کی قرأت کے موافق قرآن پڑھتے ہین،

(۲) مکہ مین عبداللہ بن کثیر مولی عمرو بن علقمہ یہ فارسی النسل ہین حضرت ابن عباسؓ کے شاگردون سے تعلیم حاصل کی، اور ۱۲۰ھ مین وفات پائی اور جن لوگون نے ان سے

قرأت کی روایت کی ان مین مشہور تر ابو الحسن احمد بن عبد اللہ البزی المتوفی ۲۰۵ھ
اور ابو عمر محمد الملقب بہ قنبل المتوفی ۲۹۱ھ ہین اور یہ دونون ابن کثیر کے تلامذہ سے
روایت کرتے ہین،

(۳) بصرہ مین ابو عمرو بن العلاء المازنی، یہ کازرونی الاصل ہین حضرت ابن عباسؓ
کے تلامذہ سے تعلیم حاصل کی اور ۱۵۴ھ مین کوفہ مین وفات پائی، ان سے جن لوگون نے
روایت کی اُن مین مشہور تر یحییٰ بن مبارک التبریدی ہین، اور یحییٰ سے ابو عمر حفص بن
عمر الدوری المتوفی ۲۴۶ھ اور ابو شعیب صالح بن زیاد السوسی المتوفی ۲۶۱ھ نے روایت
کی ہے، اور اکثر اہل سودان ابو عمرو ہی کی قرأت کی تقلید کرتے ہین،

(۴) دمشق مین عبد اللہ بن عامر، انھون نے حضرت عثمانؓ کے تلامذہ اور حضرت
ابو الدرداءؓ سے تعلیم حاصل کی اور ۱۱۸ھ مین وفات پائی، جن لوگون نے ان کی قرأت
کی روایت کی اُن مین مشہور تر ابو الولید ہشام بن عمار الدمشقی المتوفی ۲۴۵ھ اور ابو عمرو
عبد اللہ بن احمد بن بشیر بن ذکوان المتوفی ۲۴۲ھ ہین، اور یہ دونون ابن عامر سے
ایک واسطہ سے روایت کرتے ہین،

(۵) کوفہ مین

(۱) ابو بکر عاصم بن ابی النجود، انھون نے حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ،
حضرت ابیؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کے شاگردون سے تعلیم حاصل کی اور ۱۲۷ھ مین
کوفہ مین وفات پائی، جن لوگون نے ان سے روایت کی ان مین مشہور تر شعبہ بن عیاش
الکوفی المتوفی ۱۹۳ھ اور حفص بن سلیمان المتوفی ۱۸۰ھ ہین اور مصری اور اکثر ممالک اسلامیہ کے
لوگ انہی کی روایت کے موافق قرأت کرتے ہین،

(۲) حمزہ بن حبیب الزیات حضرت علیؓ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عثمانؓ کے طریقہ سے تعلیم حاصل کی اور سنہ ۱۵۴ھ مین وفات پائی، جن لوگون نے ان کی قرأت کی روایت کی اُن مین مشہور تر خلف بن ہشام البزار المتوفی سنہ ۲۲۹ھ اور عیسیٰ بن خالد الملقب بخلاد المتوفی سنہ ۲۲۰ھ ہین، اور انھون نے حمزہ کے تلامذہ سے تعلیم پائی ہے،

(۳) ابو الحسن علی بن حمزۃ الکسائی بنو اسد کے غلام اور فارسی نژاد ہین، حمزہ بن حبیب سے تعلیم حاصل کی اور سنہ ۱۸۹ھ مین وفات پائی، ان سے جن لوگون نے روایت کی اُن مین مشہور تر ابو الحارث اللیث بن خالد المتوفی سنہ ۲۴۰ھ اور دوری ہین جو ابی عمرو بن العلا کے راوی تھے،

یہی لوگ قرار سبعہ کے نام سے مشہور ہین اور اتقان وضبط مین دوسرون سے فائق ہین، ان کے بعد تین شخص اور مشہور ہین جن کے نام یہ ہین،

(۱) ابو جعفر یزید بن القعقاع المدنی المتوفی سنہ ۱۳۰ھ اور ان کے راوی عیسیٰ بن وردان اور سلیمان بن جماز ہین،

(۲) یعقوب بن اسحاق الحضرمی المتوفی سنہ ۲۰۵ھ اور اُن کے راوی رویس اور روح ہین،

(۳) خلف بن ہشام البزار راوی حمزہ بن حبیب اور اُن کے راوی اسحاق الوراق اور ادریس الحداد ہین،

ان سب کا مشترک نام قرار عشرہ ہے، اور اُن کے بعد چار قاری اور مشہور ہین جن کے نام یہ ہین،

(۱) محمد بن عبد الرحمان المکی المعروف بابن محیصن ان کے راوی ابن کثیر کے راوی

نہری اور ابو الحسن بن شنبوذ ہین،

(۲) یحییٰ بن مبارک الیزیدی راوی ابو عمرو بن العلا اور ان کے راوی سلیمان بن الحکم اور احمد بن فرح ہین،

(۳) حسن بن ابی الحسن البصری فقیہ اور اُن کے راوی شجاع بن ابی نصر البلخی اور ابی عمرو بن العلا کے راوی دوری اور کسائی ہین،

(۴) اعمش سلیمان بن مہران کے راوی حسن بن سعید المطوعی اور ابو الفرج الشنبوذی الشطوی ہین لیکن ان چارون قاریون کی قرائتین متواتر نہین تسلیم کی گئین اس لیے ان کو شاذ مانا گیا ہے،

حضرت عثمانؓ کے زمانے مین جو مصاحف لکھے گئے اُن سے چند ہی باتون مین یہ قرأتین مختلف ہین اور یہ دور ابھی ختم بھی نہین ہونیا یا تھا کہ مذہبی علوم مین قرأت ایک مستقل علم بن گیا، اور علماے قرأت اس مین ایسی کتابین تالیف کرنے لگے جنکو اس کے طرز ادا اور روایت سے تعلق تھا،

(۴) تدوین حدیث،

علم حدیث کیلیے یہ دور ایک بہترین دور تھا کیونکہ اس مین رواۃ حدیث نے اس کی تصنیف و تدوین کی ضرورت کو محسوس کیا، اور اسکی تصنیف کے یہ معنے تھے کہ ایک ہی قسم کی حدیثون مثلاً نماز اور روزے وغیرہ کی حدیثون کو باہم ایک ہی سلسلے مین جوڑ دیا جائے، یہ خیال تمام اسلامی شہرون مین قریب قریب ایک ہی زمانے مین پیدا ہوا، یہان تک کہ یہ نہین معلوم ہوتا کہ اسکے تقدم کا شرف کسکو حاصل ہے؟ لیکن اس دور کے طبقہ اولی کے مدونین مین، مدینہ مین امام مالک بن انس، مکہ مین عبد الملک بن

Marfat.com

عبدالعزیز بن جریج کوفہ مین سفیان ثوری بصرہ مین حماد بن سلمہ اور سعید بن ابی عروبہ
واسط مین ہشیم بن بشیر شام مین عبدالرحمن اوزاعی یمن مین معمر بن راشد خراسان مین
عبداللہ بن مبارک اور رے مین جریر بن عبد الحمید تھے اور یہ کچھ اوپر ۱۴۰ھ کا
زمانہ تھا اور ان کتابون مین حدیث جیسا کہ ہم کو موطاے امام مالک مین نظر آتا ہے
صحابہ اور تابعین کے اقوال کے ساتھ مخلوط تھی، لیکن ان لوگون کے بعد دوسری
صدی کے آغاز مین دوسرے طبقہ کے لوگون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
حدیث کو اور لوگون کے اقوال سے الگ کرنا مناسب سمجھا اور وہ کتابین تالیف
کین جو مسانید کے نام سے مشہور ہین مثلاً مسند عبد اللہ بن موسی کوفی مسند مسدد بن مسرہد البصری
مسند اسد بن موسی المصری، مسند نعیم بن حماد الخزاعی مسند اسحاق بن راہویہ مسند عثمان
بن ابی شیبہ اور مسند امام احمد بن حنبل، ان لوگون نے احادیث کو اُن کے راویون کے
مسانید مین درج کیا، مثلاً مسند ابوبکر صدیق کا ذکر کرتے ہین تو اُس مین ان تمام روایتون کو
درج کرتے ہین جو اُن سے مروی ہین اُس کے بعد اسی طرح ایک ایک صحابی کا ذکر
کرتے ہین، اور ان تمام مسانید مین ہم تک صرف مسند امام احمد بن حنبل پہونچ سکا ہے

اس طبقہ کے بعد دوسرا طبقہ پیدا ہوا اور اُس نے اپنے سامنے اس عظیم الشان
ذخیرے کو دیکھا تو اس نے اپنے لیے انتخاب کا دروازہ کھولا اور اس طبقہ کے سرخیل
امام ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل البخاری الجعفی المتوفی ۲۵۶ھ اور امام مسلم بن الحجاج
النیشاپوری المتوفی ۲۶۱ھ ہین جنھون نے روایت و انتخاب مین نہایت چھان بین
کرنے کے بعد اپنی صحیحین کو تصنیف کیا ہے، اس لیے اس معاملہ مین وہ انتہائی درجہ کو
پہونچ گئے ہین، ابوداؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی المتوفی ۲۷۵ھ ابوعیسی

Marfat.com

محمد بن عیسی السلمی الترمذی المتوفی ۲۷۹ھ، ابو عبد اللہ محمد بن تبرید القزوینی المعروف
با بن ماجہ المتوفی ۲۷۳ھ اور ابو عبد الرحمان احمد بن شعیب النسائی المتوفی ۳۰۳ھ
نے بھی انہی کی تقلید کی ہے اور اہل حدیث کی زبان مین ان کی کتابین کتب ستہ کے
نام سے مشہور ہین، اور چونکہ ان کے بالخصوص بخاری اور مسلم کے رواۃ نہایت مستند
ہین، اس لیے ان کتابون نے مسلمانون مین عظیم الشان اعتبار کا درجہ حاصل کر لیا
ہے، لیکن صرف انہی لوگون نے حدیث مین کتابین تصنیف نہین کین بلکہ ان کے
پہلو مین بہت سے لوگ اور بھی ہین، لیکن جو شہرت ان لوگون کو حاصل ہوئی وہ اور
لوگون کو حاصل نہ ہو سکی،

اس دور کے لوگون مین کچھ لوگ اور تھے جن کا مطمح نظر یہ تھا کہ تابعین اور
تابعین کے بعد جو رواۃ حدیث ہین اُن کے حالات سے بحث کرین اور ان
لوگون مین ہر شخص کے ضبط، اتقان، عدالت یا اُن کے خلاف اوصاف کو بیان
کر دین، یہ لوگ رجال جرح و تعدیل کے نام سے مشہور ہین اور یہ لوگ جس شخص
کی تعدیل کر دیتے ہین اس کی روایت قبول کر لی جاتی ہے، اور جس شخص پر جرح
کرتے ہین، اس کی حدیث کو چھوڑ دیا جاتا ہے، اور کبھی کبھی اس معاملے مین اُن کے
درمیان اختلاف بھی ہو جاتا ہے، بہت سے رواۃ ہم کو ایسے ملتے ہین جنکی تعدیل، ضبط
اور اتقان پر اتفاق عام ہے، اور یہ روایت کا سب سے بلند درجہ ہے، اور بہت سے
رواۃ ایسے ہین جنکے چھوڑ دینے پر اتفاق عام ہو گیا ہے، اور روایت کا یہ سب سے
پست درجہ ہے، اور ان دونون کے درمیان بہت سے مدارج ہین جن مین بعض،
بعض سے کم درجہ کے ہین اور بعض اسناد سورج کی طرح روشن ہین جن کے رواۃ کی

صداقت پر سننے والا تقریباً کامل یقین نہین رکھتا ہی اور بعض اسناد اس سے کم درجہ کی ہین، الغرض اس دور مین علم حدیث ایک مستقل فن بن گیا اور بہت سے لوگ جن کو اگرچہ فقہ اور استنباط مین اقتدار تام حاصل نہ تھا۔ تاہم وہ صرف اسی حدیث ہی کے ہو کر رہ گئے،

(۵) مادۂ فقہ مین نزاع،

اس دور کے فقہا کے درمیان اُن اصول کے متعلق سخت نزاع پیدا ہوگئی جن سے احکام مستنبط کیے جاتے ہین اور اس نزاع کی جو سرگذشت ہم تک پہونچی ہے ہم اسکو استقصا کے ساتھ بیان کرتے ہین،

(۱) حدیث کے متعلق نزاع،

گذشتہ دورون مین حدیث فقہ کا ایک بنیادی اصول خیال کی جاتی تھی اور مفتی لوگ فتوی دینے کیلیے جب قرآن مجید کی کوئی نص نہین پاتے تھے تو حدیث ہی کی طرف رجوع کرتے تھے، لیکن طول زمانہ اور رواۃ حدیث کی کثرت اور جھوٹی حدیثون کی اشاعت نے اس مین بہت سے اختلافات پیدا کر دیے یہانتک کہ جو شخص استنباط احکام کرنا چاہتا تھا، وہ حدیث کے سمجھنے اور اس سے حکم کے مستنبط کرنے سے پہلے اپنے سامنے صحیح حدیث کی تحقیق کی ایک سخت چٹان پاتا تھا اور اس نے دو مرکزی اور اصولی نزاعین پیدا کر دین،

یعنی یہ کہ

(۱) احدیث فقہ اسلامی کی کوئی اصل اور قرآن مجید کی تکمیل کرنے والی ہے یا نہین؟

(۲) اگر ہم اُسکو ایک اصل تسلیم کرلین تو اُس پر اعتماد کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

پہلے نقطۂ خیال سے ایک جماعت نے کلیتہً حدیث کا انکار کردیا اور صرف قرآن مجید کو کافی خیال کیا، چنانچہ امام شافعی نے اپنی کتاب ام کے ساتوین حصّے مین ایک باب باندھا ہے جس کا عنوان یہ ہے'

"اُس جماعت کے اقوال کے بیان کرنے کا باب جس نے تمام حدیثون کو رد کردیا"

اور اُنھون نے اس جماعت کے قول اور اُن کے استدلال کو انھی مین سے ایک شخص کی زبانی اس طرح بیان کیا ہے،

"تم عربی ہو اور قرآن اُن لوگون کی زبان مین نازل ہوا ہے جن مین تم خود ہو اور تم کو وہ خوب یاد ہے، اور اُس مین خداوند تعالیٰ نے اپنے چند فرائض نازل کیے ہین' اگر کوئی شخص جسپر قرآن مشتبہ ہوگیا ہو اُن کے ایک حرف مین بھی شک کرے تو تم اس سے توبہ کا مطالبہ کروگے، اور اگر اس نے توبہ کرلی تو بہتر ہے' ورنہ تم اسکو قتل کردوگے،

قرآن مجید کے بارے مین خود خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے (تبیانا لکل شئی) یعنی وہ ہر چیز کی وضاحت ہے' ایسی حالت مین تھارے یا اور کسی شخص کے نزدیک یہ کیونکر جائز ہے کہ خداوند تعالیٰ نے جس چیز کو فرض کردیا اس کی نسبت کبھی یہ کہے کہ یہ فرض عام ہے کبھی یہ کہ وہ خاص ہے، کبھی یہ کہ اس امر مین فرضیت ہے اور اس امر مین استحباب ہے' اور اس قسم کے فرق اور بھی بہت سے ہین'

تمھارے پاس ایک حدیث یا دو حدیث یا تین حدیثین ہوتی ہین جنکو تم ایک آدمی سے پھر دوسرے سے پھر تیسرے سے روایت کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچاتے ہو، اور مین نے تم کو اور تمھارے ہم مذہب لوگون کو پایا ہے کہ تم نے جس سے

Marfat.com

ملاقات کی اور حفظ وصداقت مین اُس کو مقدم سمجھا اور تمھارے ملنے والون مین سے خود جس سے ملاقات ہوئی اُن مین سے کسی کو حدیث مین غلطی اور بھول چوک سے بری نہین کرتے بلکہ مین نے تم کو اُن مین متعدد اشخاص کی نسبت یہ کہتے ہوئے پایا ہے کہ فلان نے اس حدیث مین اور فلان نے اس حدیث مین غلطی کی اور مین نے تم کو یہ کہتے ہوئے پایا ہے کہ اگر کوئی شخص ایسی حدیث کی نسبت جس کے ذریعہ سے تم نے کسی چیز کو حلال وحرام بتایا ہے یہ کہے کہ 'یہ علم خاصہ سے ہے' رسول اللہ صلعم نے اس کو نہین فرمایا ہے' صرف تم نے یا اس شخص نے غلطی کی ہے جس نے تم سے اس حدیث کو بیان کیا ہے' اور تم نے جھوٹ کہا ہے یا اُس شخص نے جس نے تم سے اس حدیث کی روایت کی ہے' تو تم اس سے توبہ کا مطالبہ نہین کرتے اور اس سے زیادہ اس کو نہین کہتے کہ تم نے کسقدر برا کہا''

تو کیا یہ جائز ہے کہ کوئی شخص قرآن مجید کے احکام اور اس کے ظاہر مین ایسے شخص کے نزدیک تفریق کرے جس نے اسکو ایسے شخص سے سُنا ہے جسکی حالت وہ ہے جسکو تم نے بیان کیا ہے اور اُن کی احادیث کو تم کتاب اللہ کے قائم مقام قرار دیتے ہو اور اُن سے حلال وحرام کرنے مین مدد لیتے ہو'

لیکن جب تم نے ان کی احادیث کو قبول کر لیا اور اُن مین ایسے لوگ ہین جن کی احادیث کے قبول کرنے کی نسبت تمھارا معاملہ وہ ہے جسکو مین نے بیان کیا اور جس شخص نے ان کو رد کر دیا اُن کی نسبت تمھاری کیا حجت ہے؟ مین اُن احادیث مین سے کسی کو قبول نہین کرتا جبکہ اس مین وہم کا امکان ہے اور مین صرف اُسکو قبول کرتا ہون جسکے ذریعہ سے خدا پر گواہی دون جیسا کہ اس کی اس کتاب پر گواہی دیتا ہون جس کے ایک حرف مین بھی کسی کو شک کرنے کی گنجائش نہین' کیا یہ جائز ہے کہ ایک چیز کو حادی قرار دیا جائے

اور وہ اسکی سزاوار نہو"

اس قول کے بیان اور اُس کے استدلال سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جو شخص اس کا قائل ہے وہ صرف اُن احادیث کو رد کرتا ہے، جو مفید یقین نہین کیونکہ اُن کے راویون مین غلطی اور بھول چوک کا امکان ہی لیکن وہ حدیث کا من حیث الحدیث انکار نہین کرتا یہانتک کہ اگر وہ ایسے طریقے سے ثابت ہو جائین جو مفید یقین ہون جیسا کہ متواتر حدیثین ہوتی ہین تو وہ اُن کو قبول کرے گا لیکن اس مذہب کی تردید کے سلسلے مین اس نے ایک ایسی تصریح کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایسی جماعت بھی ہے جو حدیث کو من حیث الحدیث مردود قرار دیتی ہی اور ایک جماعت نے حدیث کا صرف اس صورت مین انکار کیا ہے جب وہ نص قرآن کا بیان نہو چنانچہ وہ کہتا ہے'

"کچھ لوگون نے اس مین دو مذہب اور اختیار کیے ہین ایک فریق اُس صورت مین جب قرآن مجید مین بیان موجود ہو کسی حدیث کو قبول نہین کرتا، تو مین نے کہا کہ اس کے لیے اس کا لازمی نتیجہ کیا ہوگا؟ اس نے جواب دیا کہ اس نے اسکو ایک بہت بڑے نتیجہ تک پہونچا دیا اور اُس نے یہ کہدیا کہ جس شخص نے ایسا عمل کیا جسپر نماز کا یا کم از کم زکوٰۃ کا لفظ بولا جا سکتا ہے' اس نے اپنا فرض ادا کر دیا اس کیلیے کوئی وقت نہین ہے گو وہ ہر دن کو دو رکعت پڑھے یا پورے زمانے مین دو رکعتین پڑھ لے اس کا یہ بھی قول ہے کہ جو چیز قرآن مجید مین نہو وہ کسی پر فرض نہین ہے، اور اس فریق کے علاوہ دوسرا فریق جو یہ کہتا ہے کہ جو چیز قرآن مجید مین موجود ہو اسی کی نسبت حدیث قبول کیجائیگی' وہ بھی اس چیز کے متعلق جو قرآن مجید مین موجود نہین ہے قریب قریب فریق اول ہی کا ہم نوا ہے' اس لیے اسکو بھی فریق اول کے نتیجہ یا اسی کے قریب نتیجہ کا قائل ہونا پڑا،

Marfat.com

بلکہ اُس پر یہ اعتراض بھی وارد ہوتا ہے کہ حدیث کے انکار کے بعد بھی اُس نے اسکو قبول کر لیا
ہے اور وہ ناسخ منسوخ اور خاص و عام کو نہین تسلیم کرتا اور اس نے غلطی کی"

امام شافعی فرماتے ہین کہ ان دونون مذاہب کا طریقہ گمراہی واضح ہے لیکن امام شافعی نے ہمارے لیے اس رائے کے قائل کی شخصیت کو نمایان نہین کیا اور تاریخ بھی ہمکو اس کا پتہ نہین دیتی تاہم امام شافعی نے اپنے اس مناظرے مین جو صاحب الرائے کے ساتھ ہے، اور جو آگے آئے گا، یہ تصریح کی ہے کہ جو شخص اس مذہب کا قائل ہے وہ بصرہ کی طرف منسوب ہے، اور بصرہ ہی ایک ایسا شہر ہے جو علم کلام کی تحریک کا مرکز تھا اور معتزلہ کے مذاہب نے وہین نشوونما پائی اور کبار معتزلہ و مصنفین معتزلہ وہین پیدا ہوئے، یہ لوگ اہل حدیث کی مخاصمت مین مشہور تھے، اس لیے غالباً اس قول کا قائل انہی لوگون مین سے تھا، ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ المتوفی ۲۷۶ھ کی کتاب تاویل مختلف حدیث کی بعض تصریحات سے بھی میرے نزدیک اس خیال کی تائید ہوتی ہے، چنانچہ اس کتاب کی ابتدا مین اُنھون نے لکھا ہے کہ

"خداوند تعالیٰ اپنی طاعت سے تم کو سعادت مند بنائے، اپنی حفاظت کے ساتھ تمکو محفوظ رکھے، اپنی رحمت سے تم کو حق کی توفیق دے اور تم کو اہل حق بنائے کہ ان معائب سے جو اہل کلام اہل حدیث پر لگاتے ہین اُن کی تحقیر اور اپنی کتابون مین طوالت بیانی کے ساتھ اُن کی ہجو کرتے ہین، اُن پر جھوٹ اور تناقض روایتون کے کرنے کا اتہام لگاتے ہین، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اختلاف پیدا ہوا، کثرت سے مذاہب نکلے، فرقہ بندیان ہوئین، مسلمانون مین باہم دشمنی ہوگئی، ایک نے دوسرے کو کافر بنایا اور ہر فریق نے اپنے مذہب کی ایک قسم کی حدیث سے تائید کی تمنے

Marfat.com

واقف ہو کر بذریعہ تحریر کے مجھ کو اطلاع دی" اس کے بعد مختلف فرقے جن حدیثوں سے استدلال کرتے ہین اُن کو بیان کیا ہے، پھر اہلسنت کے خلاف نہایت سخت اعتراضات ایسے الفاظ مین نقل کیے ہین جو نظام اور جاحظ جیسے بلغا متکلمین کی عبارت سے مشابہت رکھتے ہین اس کے بعد دوسرے باب مین متکلمین پر خود اعتراض کیا ہے اور اُن پر یہ عیب لگایا ہے کہ یہ لوگ باوجودیکہ قیاس اور آلات نظر کی فراہمی کا دعوی رکھتے ہین لیکن وہ باہم خود تمام لوگون سے زیادہ اختلاف رکھتے ہین چنانچہ ابو الہذیل علاف نظام کی مخالفت کرتا ہے، نجار ان دونون کا مخالف ہے، ہشام بن الحکم ان سب سے اختلاف رکھتا ہے اور ثمامہ بن اشرس کا بھی یہی حال ہے الخ ان مین کوئی ایسا نہین ہے جو دین کے متعلق ایک مذہب نہ رکھتا ہو، جسکو اس نے اپنی راے سے قائم کیا ہے اور چند لوگ اس کی تقلید کرتے ہین، اس کے بعد نظام کا ذکر نہایت بُرے الفاظ مین کیا ہے اور خود اس کے اصحاب نے اسپر جو عیوب لگائے ہین اُن کو گنایا ہے اور اُس کے وہ فقہی مسائل بیان کیے ہین جنمین اس نے اجماع کی مخالفت کی ہے مثلاً اس کے نزدیک نیت کرنے کے بعد کنایہ کے الفاظ سے طلاق واقع نہین ہوتی اور نبیذ سے کسی حالت مین وضو نہین ٹوٹتا اور فقہا صحابہ مین کبار مفتیین پر نظام نے جو عیب لگایا ہے اس کا ذکر کیا ہے اس کے بعد ابو الہذیل اور عبید اللہ بن الحسن قاضی البصرہ کا جس کا یہ قول ہے کہ ہر مجتہد کی راے صحیح ہوتی ہے یہان تک کہ اصول مین بھی اس کی صحت قائم رہتی ہے اسی بُرائی کے ساتھ تذکرہ کیا ہے، اس کے بعد اصحاب الراے اور اُن کے معائب کا ذکر کیا ہے اور امام ابو حنیفہ سے اسکی ابتدا کی ہے اور ان کے چند مسائل بیان کیے ہین جن مین انھون نے نصوص کی مخالفت کی ہے، پھر

جاحظ کے متعلق گفتگو کی ہے، اور اس نے اہلسنت کی جو تنقیص کی ہے اور ان کی دانیون کی جو ہنسی اڑائی ہے، ان کا ذکر کیا ہے، پھر اصحاب حدیث کا تذکرہ کیا ہے، اور ان کے بہترین اوصاف جن کے ساتھ مسلمان متصف کیے جا سکتے ہین، بیان کیے ہین اس کے بعد کہتا ہے کہ "معترضین اُن پر یہ عیب لگاتے ہین کہ وہ ضعیف اور غریب روایتین کرتے ہین، حالانکہ مرض اجنبی ہی مین ہوتا ہے لیکن اُن لوگون نے ضعیف اور غریب کی روایت اس لیے نہین کی کہ وہ لوگ اُن کو حق سمجھتے تھے، بلکہ ان لوگون نے نیک و بد اور صحیح و سقیم سب کو اس لیے جمع کر دیا تاکہ اُن کے درمیان تمیز کرین اور اُن کا پتہ لگائین اور انھون نے ایسا کر بھی لیا" اس کے بعد اُس مقصد کا ذکر کیا ہے جس کے لیے یہ کتاب تصنیف کی ہے یعنی اُن احادیث کا جواب دینا جنکو متکلمین باہم خود متناقض خیال کرتے ہین، یا یہ کہ وہ قرآن مجید کے مناقض ہین،

ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ جس زمانے مین امام شافعی نے اپنا رسالہ لکھا ہے یا اُس سے کسی قدر پہلے متکلمین نے اہلسنت پر عام غارتگری کر دی تھی جن مین اکثر بصرہ مین رہتے تھے، اس لیے یہ یقینی ہے کہ جس نے امام شافعی سے مناظرہ کیا تھا وہ انہی لوگون مین سے تھا، لیکن اصحاب حدیث کی قوت سے ٹکرا کر یہ رائے نمایان نہین ہونے پائی اور قرآن مجید کے بعد بحیثیت ایک فقہی اصل کے حدیث پر اعتماد کرنے کا مذہب غالب رہا، لیکن اس مذہب کے لوگون کے درمیان یہ بھی اختلاف پیدا ہو گیا کہ حدیث کس طریقہ سے قابل اعتماد قرار دیا سکتی ہے؟ بعض لوگون نے خاص خاص اشخاص کی حدیث کو مردود قرار دیا، اور فقہا، کی زبان مین اسی کو خبر واحد کہتے ہین اور اسی سے یقین نہین حاصل ہوتا،

Marfat.com

جو لوگ اس راے کی حمایت کرتے ہین ان کی زبان سے امام شافعی فرماتے ہین!

"کسی حاکم اور کسی مفتی کیلیے یہ جائز نہین کہ احاطہ کی حیثیت[1] کے سوا وہ فتوے دے اور فیصلہ کرے اور احاطہ کے معنی یہ ہین کہ ہر علم وہ ظاہر و باطن مین حق ہو اُس کے ذریعہ سے خدا پر گواہی دیجا سکتی ہو اور یہ صرف قرآن ہے، متفق علیہ حدیث ہے اور وہ چیز جسپر تمام لوگون نے اتفاق کیا ہو اور باہم مختلف نہین ہوے ہین تو حکم ایک ہو اور ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ ان کی صرف وہی باتین مانین جن کو ہم نے بیان کیا ہے، مثلاً یہ کہ ظہر کی چار رکعتین ہین کیونکہ اس مین کوئی نزاع نہین ہو، کوئی مسلمان اس کی مخالفت نہین کرتا اور کوئی شخص اس مین شک نہین کرسکتا"

اس کے بعد اُنھون نے واجب الاتباع علم کو چند اقسام مین منقسم کرکے اپنی غرض کو واضح کیا ہو،

(۱) عام طور پر لوگون نے عام طور پر لوگون سے اسکو نقل کیا ہو اس کے ذریعہ سے خدا اور اُس کے رسول پر گواہی دیجا سکے مثلاً تمام فرائض،

(۲) کتاب جو تاویل کا احتمال رکھتی ہو اس لیے اس مین اختلاف کیا جاسکے لیکن جب اس مین اختلاف کیا جائیگا تو وہ اپنے ظاہر اور عام معنی پر قائم رہے گی اور اس معنی کو کسی باطنی معنی کی طرف گو اس مین اس کا احتمال ہو بجز لوگون کے اجماع کے نہ پھیرا جائیگا لیکن جب لوگون مین اختلاف ہوجائے گا تو وہ اپنے ظاہر معنی پر باقی رہے گی،

(۳) وہ جسپر مسلمانون نے اتفاق عام کرلیا ہو اور اپنے سے پہلے لوگون کے اتفاق کو بھی بیان کیا ہو اگرچہ یہ لوگ ایسا قرآن و حدیث سے نہین کہتے تاہم

[1] یعنی خبر احاد مثلاً مشہور یا متواتر،

یہ میرے نزدیک متفق علیہ حدیث کا قائم مقام ہے کیونکہ یہ اتفاق رائے سے نہیں ہوسکتا، اس لیئے اگر رائے ہوتی تو اس مین اختلاف کیا جاتا،

(۴) خبر احاد اور اس سے اسی وقت حجت پکڑی جاسکتی ہے جب اس کی روایت ایسے طریقہ سے ہو جو غلطی سے محفوظ ہو،

توحدیث کے متعلق اس رائے کا حاصل یہ ہے کہ اس سے صرف اس حالت مین دلیل لاسکتے ہین جب وہ متواتر ہو، اور اسکو عام طور پر لوگ عام طور پر لوگون سے روایت کرین تاکہ وہ غلطی سے محفوظ ہو، لیکن پہلی رائے کی طرح جمہور اسلامی نے اُسکو بھی مردود قرار دیا ہے، بعض لوگون کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی روایت صرف اُس صورت مین قبول کی جاسکتی ہے جبکہ اُسکو عام طور پر لوگ عام طور پر لوگون سے روایت کرین اور فقہائے امصار متفقاً اس پر عامل ہون اور اس نے پہلی وجہ پر ایک تیسری وجہ کا ایک اضافہ اور یہ کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا کوئی صحابی آپ کے کسی فیصلہ کی روایت کرے اور کوئی دوسرا صحابی اسکی مخالفت نہ کرے تو ہم اُس سے دو باتون پر استدلال کرینگے، ایک تو یہ کہ اُس نے صحابہ کی جماعت مین اُس حدیث کی روایت کی دوسری یہ کہ اسکی مخالف کسی دوسری حدیث سے انھون نے اسکی تردید اس لیے نہین کی کہ وہ جانتے تھے کہ یہ حدیث ویسی ہی ہے جیسے کہ وہ روایت کرتا ہے، اس لیے وہ عام صحابہ کی حدیث قرار پائے گی،

فقہائے عراق یعنی امام ابوحنیفہ اور اُن کے اصحاب کا رجحان اسی طریقہ کی طرف ہے اور امام ابویوسف نے سیر الاوزاعی کی تنقید مین جو کتاب لکھی ہے اور امام شافعی نے کتاب الام مین جسکی روایت کی ہے، اس کے باب سوار اور پیادہ کے حصہ

مالِ غنیمت مین" اسی معنی کی توضیح کی ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہین کہ تم صرف اُس حدیث کو لو جو عام طور پر لوگون کو معلوم ہو، اور شاذ حدیث کو چھوڑ دو کیونکہ ہم سے ابن ابی کریمہ نے، انھون نے ابوجعفر سے، اور انھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کی ہے کہ آپ نے یہود کو بلایا اور اُنھون نے آپ سے حدیث بیان کی یہان تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر جھوٹ باندھا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھ گئے، اور لوگون کے سامنے خطبہ دیا کہ عنقریب مجھ سے حدیث پھیلے گی تو میری جو حدیث قرآن کے مطابق تم کو ملے، وہ تو میری حدیث ہے لیکن جو قرآن کے مخالف ہو وہ میری حدیث نہین، مسعر بن کدام اور حسن بن عمارہ نے عمرو بن مرہ سے، انھون نے بختری سے، اور انھون نے علی بن ابی طالب رضؓ سے روایت کی ہے کہ اُنھون نے فرمایا کہ جب تمھارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث آئے تو یہ خیال کرو کہ وہ بہت زیادہ ہدایت کرنے والی بہت زیادہ صاف اور بہت زیادہ زندہ کرنے والی ہے، اشعث بن سوار اور اسماعیل بن ابی خالد نے شعبی سے، اور انھون نے قرظہ بن کعب انصاری رضؓ سے روایت کی ہے کہ اُنھون نے فرمایا کہ مین انصار کے ایک گروہ مین کوفہ کی طرف چلا تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے پاپیادہ ہماری مشایعت کی، یہان تک کہ ہم ایک مقام پر جس کا انھون نے نام بتایا پہونچے تو اُنھون نے فرمایا کہ اے گروہِ انصار! تم کو معلوم ہے کہ مین تمھارے ساتھ کیون پاپیادہ آیا؟ ان لوگون نے کہا" ہان ہمارے حق کی وجہ سے" بولے تمھارا حق یہی ہے لیکن تم ایسی قوم کے پاس جاتے ہو جن کے یہان شہد کی طرح قرآن کی گنگناہٹ ہے تو تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کم روایت کرو،

اور مین تمھارا شریک ہون" قرظہ نے کہا کہ مین کبھی رسول اللہ صلعم سے روایت نہ کرونگا"

ہم کو روایات سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت عمرؓ دو گواہون کے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث کو قبول نہین کرتے تھے اور اگر کتاب طویل نہ ہوجاتی تو مین تمھارے لیے بسند حدیث بیان کرتا حضرت علی بن ابی طالبؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہی کو قبول نہین کرتے تھے[1] روایتین بہت زیادہ بڑھتی جاتی ہین اور ایسی روایتین نکلتی آتی ہین جو نامعلوم ہین، اہل فقہ اُن کو نہین جانتے اور وہ کتاب وسنت کے موافق نہین ہین تو تم شاذ حدیث سے احتراز کرو اور وہ حدیث جس پر جماعت کا اتفاق عام ہے اور اس کو فقہا جانتے ہین، تو اور چیزون کو اسی پر قیاس کرو اور جو چیز قرآن کے مخالف ہو گو اس کی روایت کی جاے لیکن وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نہین ہی ہم سے معتبر لوگون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے اپنے مرض الموت مین فرمایا کہ مین صرف اس چیز کو حرام کرتا ہون جسکو قرآن نے حرام کیا ہے خدا کی قسم وہ لوگ کسی چیز سے مجھ پر تمسک نہ کرین، تو دین قرآن اور مشہور حدیث کو تمھارا امام اور رہنما بناتا ہون اس کا اتباع کرو اور قرآن وحدیث مین جس چیز کی توضیح نہ کی گئی ہو وہ اگر پیش آے تو اسی پر قیاس کرو" لیکن امام شافعی نے اس راے پر نکتہ چینی کی ہے اور اس کو رد کیا ہے ... اور جمہور اہل حدیث بھی اُس کے مخالف ہین؛

اس مسئلہ مین ایک تیسری راے بھی ہے جسکو امام مالک اور اُن کے اصحاب نے اختیار کیا ہے، یہ لوگ کہتے ہین کہ حدیث دو طریقون سے ثابت ہوتی ہے ایک تو یہ کہ

---

[1] مشہور یہ ہے کہ وہ راویون سے قسم لیتے تھے اور ہم اوپر اسکو لکھ آے ہین؛

ائمۂ اصحاب رسول اللہ صلعم کے اقوال اُس کے موافق ہون (امام مالک اسی کی نسبت
کہتے ہین کہ ہمارے نزدیک اسی پر عمل ہے) دوسرے یہ کہ ہم لوگون کو اس مین مختلف نہ پائین،
(امام مالک اسی کی نسبت کہتے ہین کہ ہمارے نزدیک اس پر اتفاق عام ہے) لیکن
اگر ہم اس حدیث کی نسبت ائمۂ صحابہ کا کوئی قول نہ پائین اور اس مین لوگون کا اختلاف
پایا جائے تو اس کو رد کر دین گے، غرض اُن کے نزدیک تحقیق حدیث کا اصول یہ ہے
کہ اہل مدینہ اُس پر عمل کرین اور اُن کو اُس پر اتفاق ہو، امام مالک نے اہل مدینہ کے
عمل اور فقہاے مدینہ کے اتفاق کو اس قدر اہمیت دی ہے جس نے اُن کے اعتبار کے
ساتھ اعتماد حدیث کے وسائل مین ایک اور وسیلے کا اضافہ کر دیا ہے اور امام شافعیؒ نے
اس مذہب کی اصل اور اسکی تطبیق دونون پر نہایت تفصیل کے ساتھ تنقید کی ہے مین
اس موقع پر اپنے دور بلکہ تمام ملکون کے فقہاء کے سردار لیث بن سعد فقیہ مصر کا ایک خط
درج کرنا چاہتا ہون جسکو اُنھون نے اپنے بھائی مالک بن انس کے نام لکھا ہے اور
اہل مدینہ کے عمل پر اعتماد کرنے کی حیثیت سے اُن پر جو اعتراضات کیے جاتے ہین اُنکی
تفصیل کی ہے، یہ خط، ایک خط کا جواب ہے جسکو امام مالک نے اُن کے نام لکھا ہے
لیکن ہم اس خط سے واقف نہ ہو سکے، البتہ ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن القیم الجوزی
کی کتاب اعلام الموقعین مین ہم کو اس کا جواب ملا ہے، جسکو اُنھون نے ابو یوسف
یعقوب بن سفیان الفسوی کی کتاب التاریخ والمعرفت سے نقل کیا ہے،

امام لیث رحمہ اللہ فرماتے ہین،

"سلام علیک، مین تمھاری طرف اس خدا کی حمد کرتا ہون جس کے سوا کوئی اور خدا نہین،
اس کے بعد خدا ہم کو اور تم کو معاف کرے اور دنیا و آخرت مین ہماری عاقبت کو بہتر بنائے"

Marfat.com

مجھے تمھارا وہ خط ملا جس مین تم نے اپنی حالت کی بہتری کا جو مجھے مسرور کرتی ہے ذکر کیا ہے۔ خداوند تعالیٰ اس کو تمھارے لیے ہمیشہ قائم رکھے اور اپنی شکر پر مدد کرنے کے ساتھ اسکو پورا کرے اور اپنے احسان کو اور بڑھائے اور مین نے جو خطوط تم کو بھیجے ہین اُن پر نظر کرنے اور انکے قائم رکھنے اور اُن پر اپنی مہر لگانے کا تم نے تذکرہ کیا ہے، یہ خطوط ہم کو ملے اور خداوند تعالیٰ تم کو اسکی جزاے خیر دے کیونکہ تمھارے یہ خطوط ہم کو ملا تو مین نے یہ پسند کیا کہ جس نظر سے تم ان کو دیکھتے ہو مین بھی اس کی حقیقت کو پہونچون تم نے یہ بیان کیا ہے کہ مین نے اس خط مین جو کچھ لکھا ہے یعنی اس چیز کی اصلاح سے جو میرے پاس تمھارے پاس سے آئی تا ابتداے نصیحت اس نے تم کو خوش کیا اور مجھے توقع ہے کہ میرے پاس اسکی جگہ ہو، لیکن گذشتہ زمانے مین اس سے تم کو صرف اس بات نے روکا کہ تمھاری راے ہماری نسبت اچھی تھی لیکن مین نے اس طرح تم سے گفتگو نہین کی،

تم کو معلوم ہوا ہے کہ مین ایسے فتاوی دیتا ہون جو تمھارے یہان کی عام جماعت کے مخالف ہین، اور مجھ کو اپنی ذات کی نسبت خوف کرنا لازمی ہے کیونکہ تم نے جس چیز کا فتوی دیا ہے اس پر مجھ سے پہلے کے لوگ اعتماد کرتے ہین اور تمام لوگ اہل مدینہ کے جس کی طرف ہجرت کی گئی اور وہان قرآن نازل ہوا، تبع ہین تم نے اس کے متعلق جو کچھ لکھا وہ انشاء اللہ تعالیٰ صحیح ہے، اور مجھ پر اُس نے وہی اثر کیا جبکو تم چاہتے ہو، مین کسی اہل علم کو اپنے سے زیادہ خواہ فتاوے کا مکروہ رکھنے والا ، گذشتہ علماے اہل مدینہ کو سب سے زیادہ فضیلت دینے والا اور اُن کے متفق علیہ فتاوے کا قبول کرنے والا نہین پاتا، والحمد للہ رب العالمین الذی لاشریک لہ

تم نے جو یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ مین قیام فرمایا، اور آپ پر وہان صحابہ کے سامنے قرآن نازل ہوا، اور خداوند تعالیٰ نے ان کو قرآن کی تعلیم دی، اور لوگ

Marfat.com

اس مین ان کے متبع ہو گئے تو وہ ویسا ہی ہے جیسا کہ تم نے بیان کیا ہو لیکن تم نے جو خداوند تعالیٰ کے اس قول کا ذکر کیا ہو،

والسابقون الاولون من المھاجرین	اور مہاجرین و انصار مین سے سابقین اولین
والانصار والذین اتبعوھم	اور ان لوگون سے جنھون نے نیکی کے ساتھ
باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا	ان کا اتباع کیا خداوند تعالیٰ راضی ہوا اور
عنہ واعد لھم جنات تجری	وہ لوگ ان سے راضی ہوئے اور خداوند تعالیٰ
تحتھا الانھار خالدین فیھا	نے ان کیلیے ایسے باغات تیار کیے ہین جنکے
ابدا ذلک الفوز العظیم،	نیچے سے نہرین جاری ہین، وہ لوگ ہمیشہ انمین
	رہین گے، یہ بہت بڑی کامیابی ہو،

تو ان سابقین اولین مین سے بہت سے لوگ خداوند تعالیٰ کی مرضی کی جستجو مین خدا کی راہ مین جہاد کرنے کیلیے نکلے، چھاؤنیان قائم کین، اور لوگ اُن کے پاس جمع ہوئے تو انکے سامنے اُنھون نے خدا کی کتاب اور اُس کے پیغمبر کی سنت کو ظاہر کیا، اور جو کچھ وہ جانتے تھے اس مین سے کسی چیز کو نہین چھپایا، اور اُن کی ہر چھاؤنی مین ایک گروہ تھا جو خدا کی کتاب اور اُسکے پیغمبر کی سنت کی تعلیم دیتا تھا اور جن مسائل کی نسبت قرآن و سنت نے کوئی تفسیر نہین کی تھی اپنی رے سے اجتہاد کرتا تھا، ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ نے جنکو مسلمانون نے انتخاب کیا تھا اسکی ابتدا کی تھی، اور تینون مسلمانون کی چھاؤنیون کے نہ تو برباد کرنیوالے تھے نہ اُن سے غافل تھے بلکہ اقامتِ دین اور خدا کی کتاب اور اس کے پیغمبر کی سنت سے اختلاف کرنے کے خوف کے متعلق اُن کو ذرا ذرا سی بات پر کھٹکتے رہتے تھے، اسلیے انھون نے ہر اُس بات کی جسکی قرآن نے تفسیر کی ہے یا رسول اللہ صلعم نے اسپر عمل کیا ہے

یا آپ کے بعد انھون نے اُسپر اتفاق کیا ہے، ان کو تعلیم دی تو جب کوئی ایسا معاملہ پیش آئے جسپر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مصر، شام اور عراق مین ابوبکرؓ عمرؓ اور عثمانؓ کے عہد مین عمل کیا ہو اور اُن کی وفات تک اسپر قائم رہے ہون اور ان لوگون نے اس کے خلاف ان کو کوئی حکم نہ دیا ہو، تو ہمارے نزدیک مسلمانون کی چھاونیون کیلیے یہ جائز نہین ہے کہ کوئی ایسا نیا معاملہ پیدا کرین جن پر اُن کے اسلاف یعنی اصحاب رسول اللہ صلعم اور اُن کے تابعین نے عمل نہ کیا ہو، باوجودیکہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد کو فتاوے مین بہت سی چیزون کے متعلق اختلاف کیا اور اگر مجھے یہ نہ معلوم ہوتا کہ تم اُس سے واقف ہو تو مین اُن کو تمھارے پاس لکھ بھیجتا، اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تابعین مین سعید بن المسیب اور اُن کے ہمشکل لوگون نے بہت سی چیزون کے متعلق سخت اختلاف کیا، پھر جو لوگ اُن کے بعد پیدا ہوئے انھون نے بھی اختلاف کیا تو مین مدینہ وغیرہ مین اُن کی خدمت مین حاضر ہوا اور اسوقت اُن کے سرخیل ابن شہاب اور ربیعہ بن ابی عبدالرحمان تھے اور بعض گذشتہ مسائل کے متعلق ربیعہ کو جو اختلاف تھا اس کو تم جانتے ہو اور مین حاضر ہوا اور ان کے بارے مین تمھارا اور مدینہ کے اہل الرائے یعنی یحیی بن سعید عبید اللہ بن عمر اور کثیر بن فرقد اور اُن کے علاوہ اور بہت سے لوگون کا جو ان سے زیادہ سن رسیدہ تھے قول سنا، یہانتک کہ تم کو اس کی ناپسندیدگی نے ان کی مجلس کے چھوڑنے پر مجبور کر دیا، مین نے تم سے اور عبدالعزیز بن عبداللہ سے بعض اُن نکتہ چینیون کی نسبت جو تم نے ربیعہ پر کی تھین گفتگو بھی کی تو مجھ کو جو کچھ اعتراض تھا تم دونون بھی اس سے متفق تھے اور مین اُن کی جس چیز کو ناپسند کرتا تھا تم دونون بھی اسکو ناپسند کرتے تھے لیکن الحمدللہ کہ باینہمہ ربیعہ کے پاس بہت سی بھلائی

Marfat.com

راسخ عقل بلیغ زبان کھلی ہوئی فضیلت اسلام مین اچھا راستہ اور اپنے بھائیون سے
عموماً اور ہم سے خصوصاً سچی دوستی موجود ہے خداوند تعالی اُن پر رحم کرے اور اُن کو
بخشے اور اُن کے عمل سے بہتر اُن کو جزا دے۔

اور جب ہم ابن شہاب سے ملتے تھے تو وہ بہت سے اختلافات ظاہر کرتے تھے اور
جب ہم مین سے کوئی اُن سے خط وکتابت کرتا تھا تو وہ باوجود اپنے علم اور اپنی رائے کی
فضیلت کے اسکو ایک ہی چیز کے متعلق تین طرح سے لکھتے تھے جن مین بعض باتین بعض
کی مناقض ہوتی تھین اور ان کو اُسکے متعلق اپنی گذشتہ رائے کا احساس نہین ہوتا تھا
تو جس چیز کے چھوڑنے پر تم مجھ پر اعتراض کرتے ہو اُسی نے مجھ کو اُس کے چھوڑنے پر آمادہ کیا،
تم نے مجھ پر یہ اعتراض بھی کیا ہو کہ مین نے اُن کے اس مسئلہ پر کہ "بارش کی رات مین مسلمانو نکی
جماعتون مین سے کوئی دو نمازون کو جمع کرے" انکتہ چینی کی ہو، حالانکہ شام کی بارش
مدینہ کی بارش سے اس قدر زیادہ ہو کہ خدا ہی اس کا حال جانتا ہو لیکن ان مین کسی
امام نے بارش کی رات مین دو نمازون کو جمع نہین کیا حالانکہ ان مین ابوعبیدہ بن الجراح رض،
خالد بن الولید رض، یزید بن ابی سفیان رض، عمرو بن العاص رض اور معاذ بن جبل رض موجود تھے اور ہم کو
معلوم ہوا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم مین حلال وحرام کے سب سے
زیادہ جاننے والے معاذ بن جبل رض ہین اور معاذ قیامت کے دن علماء سے پیش پیش
ایک قدم آگے آئین گے، اور شرحبیل بن حسنہ رض ابوالدرداء رض اور بلال بن رباح رض تھے۔ اور
ابوذر رض زبیر بن عوام رض اور سعد بن ابی وقاص رض مصر مین تھے اور حمص مین ستر اہل بدر اور
مسلمانون کی کل چھاؤنیون مین تھے، اور عراق مین ابن مسعود رض، حذیفہ بن الیمان رض اور
عمران بن حصین رض تھے اور امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ برسون وہان رہے تھے

اور ان کے ساتھ اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے لیکن ان لوگون نے کبھی مغرب اور عشاء کی نماز کو جمع نہین کیا اور ان مسائل مین سے ایک مسئلہ ایک گواہ اور صاحب حق کی قسم سے فیصلہ کرتا ہے، اور تم کو معلوم ہو کہ مدینہ مین ہمیشہ اس طرح فیصلہ ہوتا رہا لیکن شام حمص مصر اور عراق مین اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ اس طرح فیصلہ کیا اور نہ اُن کو خلفائے راشدین یعنی ابوبکرؓ عثمانؓ اور علیؓ نے اس کے متعلق لکھا، اسکے بعد عمر بن عبد العزیزؒ خلیفہ ہوئے اور سنت کے زندہ اور دین کی اقامت مین جدوجہد کرنے اور رائے اور علم کی اصابت مین جیسا کہ تم کو معلوم ہو سلف کے طریقہ پر کاربند ہوئے لیکن اُن کو زریق بن الحکم نے لکھا کہ آپ مدینہ مین ایک گواہ اور صاحب حق کی قسم لیکر فیصلہ کرتے تھے، تو انھون نے ان کو لکھا کہ ہم مدینہ مین اس طرح فیصلہ کرتے تھے لیکن ہم نے اہل شام کو اس کے مخالف پایا تو تم بجز دو عادل مردون یا ایک مرد اور دو عورتون کی شہادت کے بغیر فیصلہ نہ کرو، انھون نے بارش کی رات مین مغرب اور عشاء کی نماز کبھی جمع نہین کی، حالانکہ خناصرہ مین وہ جس مکان مین مقیم تھے خود ان کے اوپر پانی ٹپکتا تھا،

ان مین ایک مسئلہ یہ ہو کہ اہل مدینہ عورتون کے مہر کے متعلق یہ فیصلہ کرتے ہین کہ جب وہ اپنا مہر موجل طلب کرے اسکو دینا چاہئے لیکن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے بعد کے لوگون نے کسی عورت کو اس کے مہر موجل کے دلوانے کا فیصلہ اس وقت تک نہین کیا جب تک کہ موت یا طلاق میان بی بی کے درمیان جدائی نہ کردے، اور اس کے بعد وہ اپنا حق لینا چاہے،

ان مسائل مین ایک مسئلہ ایلاء کا ہو کہ اہل مدینہ کہتے ہین کہ چار مہینے کے گذر جانیکے

بعد بھی جب تک کہ شوہر مدت کی تحدید نہ کردے طلاق نہین ہوسکتی، حالانکہ نافع نے عبداللہ بن عمرؓ سے جن سے مہینون کے بعد یہ تحدید مروی ہے یہ روایت کی ہے کہ خداوند تعالی نے اپنی کتاب مین جس ایلار کا ذکر کیا ہے وہ مدت مقررہ کے آجانے کے بعد قسم کھانے والے کیلیے بجز اس صورت کے جائز نہین ہے کہ وہ حکم خداوندی کے مطابق رجوع کرے یا طلاق دیدے، اور تم لوگ کہتے ہو کہ اگر چار مہینون کے بعد جنکو خداوند تعالی نے اپنی کتاب مین مقرر کیا ہے اگر وہ ٹھہر گیا اور تحدید نہین کی تو اسپر طلاق نہ ہوگی، حالانکہ عثمان بن عفانؓ زید بن ثابتؓ قبیصہ بن ذویبؓ اور ابو سلمہ بن عبدالرحمان بن عوفؓ سے ہم کو یہ روایت پہونچی ہے کہ ایلار کے بارے مین ان کا یہ قول ہے کہ چار مہینے گذر جائین تو وہ بائن طلاق ہوجاتا ہے اور سعید بن المسیب، ابوبکر بن عبدالرحمان بن الحارث بن ہشام اور ابن شہاب کہتے ہین کہ جب چار مہینے گذر جائین تو یہ ایک طلاق ہوگا اور قسم کھانے والا عدت کے زمانے مین رجوع کرسکتا ہے۔

ان مسائل مین ایک مسئلہ یہ ہے کہ زید بن ثابتؓ کا قول ہے کہ جب کسی آدمی نے اپنی عورت کو طلاق لینے یا اپنے پاس رہنے کا اختیار دیدیا اور اس نے طلاق نہین لی بلکہ اپنے شوہر ہی کو اختیار کرلیا تو اسپر ایک طلاق واقع ہوجائے گی، اور اگر اس نے اپنے آپ کو تین طلاق دیدی تو بھی ایک ہی طلاق ہوگی، عبدالملک بن مروان نے اسی کے مطابق فیصلہ کیا ہے اور ربیعہ بن عبدالرحمان بھی اسی کے قائل تھے لیکن تقریباً اور تمام لوگون کا اسپر اتفاق ہے کہ اگر اس نے اپنے شوہر کو اختیار کرلیا تو اس صورت مین طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر ایک یا دو طلاق لیلی تو اسپر شوہر کو رجعت کرنے کا حق حاصل ہوگا لیکن اگر اس نے تین طلاق لیلی تو وہ بائن ہوجائے گی، اور جب تک دوسرا شخص

Marfat.com

اس سے نکاح کرکے اس سے مباشرت کرنے کے بعد مر نہ جائے یا طلاق نہ دیدے وہ اسکے لیے جائز نہین ہوسکتی" البتہ اگر وہ اُسی مجلس مین اس کی تردید کردے اور کہے کہ مینے تجھ کو صرف ایک طلاق کا اختیار دیا ہی، تو اس سے قسم لے لی جائے گی اور اُس کو اسکی عدت کے درمیان چھوڑ دیا جائیگا،

ان مسائل مین ایک مسئلہ یہ ہی کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے تھے کہ اگر کسی شخص نے ایک لونڈی کا نکاح کردیا، پھر اس کے شوہر نے اس کو خرید لیا تو یہ خریدنا بمنزلہ تین طلاق کے ہوگا اور ربیعہ کا بھی یہی قول تھا؛ اور اگر ایک آزاد عورت کسی غلام سے نکاح کرکے اس کو خریدلے تو اس کا بھی یہی حکم ہی؛

ہمارے پاس تم لوگون کے کچھ ناپسندیدہ فتاوے پہونچے اور ان مین بعض کے متعلق مین نے تم کو لکھا لیکن تم نے میرے خط کا جواب نہین دیا، اس لیے مجھ کو اندیشہ پیدا ہوا کہ تم نے اسکو گوارا نہین کیا، اس لیے مین جس چیز کو ناپسند کرتا تھا اور تمھاری رائے پر مین نے جو اعتراضات کئے تھے اُن کے متعلق خط و کتابت سے باز رہا، مثلاً مجھ کو معلوم ہوا کہ تم نے زفر بن عاصم الہلالی کو حکم دیا کہ جب وہ استسقار کی نماز پڑھنا چاہے تو خطبہ سے پہلے ہی نماز پڑھ لیا کرے، لیکن مین نے اسکو ایک بڑی بات خیال کیا کیونکہ خطبہ اور استسقار بالکل جمعہ کی صورت رکھتے ہین، صرف اتنا فرق ہی کہ امام جب خطبہ ختم کرنے کے قریب ہو تو دعا کرے اور اپنی چادر لپیٹ لے پھر منبر سے اُترکر نماز پڑھے،

حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ اور ابوبکر بن حزمؓ وغیرہ نے استسقار کی نماز پڑھی ہی، اور ان سب نے خطبہ اور دعار کو نماز پر مقدم کیا ہے اس بنا پر تم لوگون نے زفر بن عاصم کے فعل کو ناپسند کیا،

Marfat.com

اسی طرح مجھ کو یہ بھی معلوم ہوا کہ تمھارا یہ قول ہے کہ اگر دو شخص کسی مال مین شریک ہون تو جب تک کہ دونون کا حصہ الگ ہونے کے بعد یہ نہ معلوم ہو جائے کہ ان کے حصہ پر صدقہ واجب ہی حالت شرکت مین ان دونون پر صدقہ واجب نہین ہی حالانکہ حضرت عمر بن الخطاب رض کے خط مین ہی کہ دونون پر صدقہ واجب ہے اور وہ دونون کے برابر حصون مین تقسیم کر دیا جائیگا" اور تم سے پہلے حضرت عمر بن عبد العزیز وغیرہ کی خلافت مین اسپر عمل کیا جاتا تھا اور ہم سے یہ حدثنا یحیی بن سعید نے بیان کی ہی جو اپنے زمانہ کے افاضل علما مین کم رتبہ نہ تھے، خداوند تعالی ان پر رحمت کرے اور ان کو بخشے اور جنت مین اُن کو جگہ دے

اسی طرح مجھ کو یہ بھی معلوم ہوا کہ تم کہتے ہو کہ جب ایک شخص دیوالیہ ہو جائے اور اسکے ہاتھ کوئی آدمی کوئی اسباب فروخت کر چکا ہو اور وہ اسکی قیمت کا ایک حصہ لیچکا ہو یا مشتری اس اسباب کا کوئی حصہ صرف کر چکا ہو تو وہ اپنے اسباب کا جو حصہ بھی پائے اُس کو لے سکتا ہی، لیکن لوگون کا معمول یہ تھا کہ بائع جب اس کی قیمت کا ایک جزو لیچکا یا مشتری نے اس کا ایک حصہ صرف کر دیا تو وہ اسباب بعینہ وہی نہین ہا جسکو بائع نے فروخت کیا تھا

اسی طرح تم یہ بیان کرتے ہو کہ رسول اللہ صلعم نے حضرت زبیر بن عوام کو صرف ایک گھوڑے کا حصہ دیا اور تمام لوگ یہ بیان کرتے ہین کہ آپ نے اُن کو دو گھوڑون کا چار حصہ دیا اور تیسرے گھوڑے کا حصہ نہین دیا اور تمام امت یعنی اہل شام، اہل مصر، اہل عراق اور اہل افریقیہ کا اس حدیث پر اتفاق عام ہی اور اس مین دو شخص بھی مختلف نہین ہین اس لیے تمھارے لیے یہ مناسب نہین تھا گو تم نے اسکو کسی پسندیدہ شخص سے بھی سنا ہو کہ تمام اُمت کی مخالفت کرو،

مین نے اس قسم کی بہت سی چیزین چھوڑ دی ہین اور مین یہ چاہتا ہون کہ خدا تم کو توفیق دے

Marfat.com

اور تم کو دیر تک زندہ رکھے کیونکہ مجھے اس مین لوگون کے فائدے کی توقع ہے، اور اگر تم جیسا
شخص گذر جائے تو مجھے نقصان کا خوف ہے، اس کے ساتھ مین تم سے باوجود دوری
مکان کے انس رکھتا ہون، غرض میرے نزدیک تمھارا یہ درجہ ہے۔ تمھاری نسبت میری
یہ راے ہے تو اس کو یقین کر رکھو اور اپنی، اپنے لڑکے اور اپنی بی بی کی حالت اور خود
اپنی یا اپنے کسی متعلق کی ضرورت سے بذریعۂ خط کے اطلاع مجھ سے دریغ نہ کرو
کیونکہ مین اس سے خوش ہونگا، مین نے حالت صحت و عافیت مین تم کو یہ خط لکھا ہے
جس پر خدا کا شکر ہے، ہمارا یہ سوال ہے کہ ہم کو اور تم کو نعمت کے شکر کی جو خدا نے ہم کو دی ہے
اور احسان کے شکر کی جو ہم پر کیا ہے توفیق دے، والسلام علیک و رحمۃ اللہ"

ہم نے اس خط کو پورا اس لیے نقل کر دیا ہے کہ تمھارے سامنے ادبی تنقید کی بہترین
مثال رکھدین کیونکہ اختلاف کے بارے مین اس سے زیادہ مہذب اور شریفانہ طرز ادا
ہم کو نظر نہین آتا، ممکن ہے کہ ہمارے آبا ہی ہمارے لیے بہترین نمونہ و مثال ہون لیکن
شیعہ لوگ اسی وقت حدیث پر اعتبار کرتے تھے جب اس کی روایت اُن کے ائمہ یا انکے
ہم مذہب لوگون کے طریقہ سے کی جائے اس کے علاوہ وہ اور حدیثون کو چھوڑ دیتے تھے
کیونکہ جو شخص علی سے محبت نہین رکھتا وہ اس اعتبار کا مستحق نہین اسی طرح خوارج
نے احادیث کو صرف اُن صحابہ تک محدود رکھا جن سے وہ محبت رکھتے تھے اس بنا پر
ان کے نزدیک وہی حدیثین مستند ہین جنکی روایت فتنہ یعنی مسلمانون کی خانہ جنگی
سے پیشتر کی گئی، لیکن اس فتنہ کے بعد چونکہ اُن کے خیال کے مطابق جمہور امت نے
ظالم امامون کی پیروی کر لی اس لیے ان لوگون نے ان کو چھوڑ دیا اُن کے دشمن
ہوگئے اور وہ اُن کے اعتماد کے قابل نہین رہے، لیکن جمہور اہل حدیث کی راے

Marfat.com

جن کے سرخیل امام شافعی رحمۃ اللہ ہیں یہ ہے کہ راوی گو صرف ایک ہی ہو لیکن حدیث اسی وقت قابل اعتماد ہو سکتی ہے جب ایک عادل شخص اپنے ہی جیسے عادل شخص سے روایت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچا دے اس کے علاوہ انھون نے اور شرائط کا بالکل لحاظ نہین کیا اور اسی بنا پر مروی حدیث کی قدر و قیمت کے اندازہ لگانے مین بہت بڑا اختلاف پیدا ہو گیا، مثلاً ایک حدیث کی شہرت کی بنا پر حنفی اس پر عمل کرتا ہے اور اس کی سند مین ضعف ہونے کی وجہ سے شافعی اسکو چھوڑ دیتا ہے، مالکی ایک حدیث کو اس لیے ترک کرتا ہے کہ عمل اس کے خلاف ہوا ہے لیکن اس کی قوت سند کی بنا پر شافعی اسپر عمل کرتا ہے لیکن جب شراح، حامیان اور نکتہ چینان مذاہب کا گروہ پیدا ہوا تو انھون نے ان اصول کی طرف جن کو ان کے ائمہ نے اختیار کیا تھا توجہ نہین کی، اور اپنے مخالفین پر ہر صحیح السند حدیث کی مخالفت کا گو وہ ان شرائط کی جامع نہ ہو جنکو اس شخص نے شرط قرار دیا ہے جسپر وہ نکتہ چینی کر رہے ہین الزام دینے لگے اسی طرح وہ لوگ ہر اس حدیث کو جسکو اس کے امام نے قبول نہین کیا ہے اسکی سند پر نکتہ چینی کر کے یا اور کسی دوسرے ماخذ کے ذریعہ سے ضعیف کرنے کی کوشش کرتے ہین، حالانکہ یہ کہدینا آسان تھا کہ امام نے اس حدیث کو اس لیے نہین قبول کیا کہ حدیث پر عمل کرنے کے لیے اس نے جس شرط کو اپنا اصول قرار دیا ہے وہ اس حدیث مین موجود نہ تھی، اور اس قسم کی بہت سی مثالین عنقریب تمھارے سامنے آئین گی،

دوسری نزاع،

(۲) قیاس رائے اور استحسان

کے بارے مین پیدا ہوئی،

صحابہؓ اور تابعینؒ جب کتاب وسنت میں کوئی نص نہیں پاتے تھے تو مجبوراً رائے کی طرف مائل ہوتے تھے اور جیسا کہ اُن کے فتاوے سے ظاہر ہوتا ہے رائے کی حقیقت یہ ہے کہ دین کے قواعد عامہ کی بنا پر کوئی حکم دیا جائے مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کہ

لاضرر ولاضرار — نہ نقصان اُٹھانا ہے نہ نقصان پہونچانا ہے۔

دع ما یریبک الی ما لا یریبک۔ — جو چیز تم کو شبہ میں ڈالے اسکو چھوڑ کر وہ چیز اختیار کرو جو شبہ میں نہ ڈالے

لیکن وہ کسی اصل معین کا جسکے محل وقوع کے ساتھ اس واقعہ کو تشبیہ دیں جسکے متعلق وہ فتوی دے رہے ہیں لحاظ نہیں کرتے تھے جیسا کہ حضرت عمرؓ نے محمد بن مسلمہؓ کے خلاف یہ فیصلہ کیا تھا کہ ان کے پڑوسی کی نہر ان کی زمین میں ہو کر گذر سکتی ہے کیونکہ یہ اس کے لیے مفید ہے، اور محمد کیلئے مضر نہیں، تو غالباً یہ فتوی اس عام اصل کی بنا پر ہے کہ مفید چیز مباح اور مضر چیز ممنوع ہے لیکن اُنھوں نے کسی اصل معین پر قیاس کرکے یہ فیصلہ نہیں کیا تھا اور فقہا کی اصطلاح میں اسی کو مصالح مرسلہ کہتے ہیں یعنی کوئی اصل معین جسکی تائید نہ کرتی ہو، لیکن اگر اسکو زیادہ وسعت دیدی جائے تو اس سے نقصان پہونچ سکتا ہے۔ کیونکہ اس سے بہت سی حدیثیں بالخصوص جب کہ اس رائے کا اختیار کرنے والا حدیث کا بہت زیادہ ماہر نہ ہو چھوٹ سکتی ہیں، اور ایک فقیہ کیلئے جو کسی شہر میں پیدا ہوا ہو یہ آسان نہیں ہے، کہ اُن تمام حدیثوں سے واقف ہو جو ان علما کے پاس ہیں جو تمام شہروں میں پھیلے ہوے ہیں، اس لیے اگر وہ ان لوگوں میں شامل ہو، جو زیادہ تر رائے سے فتوے دیتے ہیں تو وہ اس حدیث کے مخالف فتوی دینے سے

محفوظ نہین رہ سکتا جو اسکو یاد نہ ہو لیکن اُس کے علاوہ دوسرے کو یاد ہو، فقہا نے اس خطرے کو محسوس کر کے راے کے دائرے کو تنگ کرنا چاہا چنانچہ انھون نے یہ شرط لگا دی کہ جو شخص راے کے ذریعہ سے استنباطِ مسائل کرتا ہو اُس کے لیے ایک اصل معین ہونی چاہیے جسکی طرف وہ اپنے فتوی مین رجوع کرے، اور وہ اصل معین صرف قرآن و حدیث ہے، اور یہی وہ قیاس ہے جسکو اُن لوگون نے کتاب و سنت کے بعد اصول فقہ مین سے ایک اصل قرار دیا ہے، اگرچہ فقہاے عراق نے اس مین زیادہ امتیاز حاصل کیا ہے لیکن وہ اکثر قیاس کو چھوڑ کر ایک دوسرا اصول اختیار کرتے ہین جس کا نام اُنھون نے استحسان رکھا ہے، مثلاً محمد بن حسن مبسوط مین جو اکثر یہ کہتے ہین کہ "مین استحسان کرتا ہون اور قیاس کو چھوڑ دیتا ہون" تو یہ استحسان یہ ہوتا ہے کہ وہ کسی اثر کی طرف جو مقتضاے قیاس کے مخالف ہو یا کسی اصول عامہ کی طرف رجوع کرتے ہین، پہلے اسی کو راے کہتے تھے، اور ہم اس موقع پر ناظرین کے سامنے وہ معیار قائم کر دینا چاہتے ہین جس سے

اہل حدیث اور اہل الراے کے مقامات باہم ممتاز ہو جائین

اہل حدیث نے دو حیثیتون سے صرف حدیث کو اپنے سامنے رکھا ہے، ایک تو یہ کہ وہ قرآن مجید کی تکمیل کرتی ہین، دوسرے یہ کہ شارع اسلام نے متبعین اسلام کے لیے اُن کی اطاعت اس حیثیت سے لازمی کی ہے کہ اسکی تشریح مین نہ تو علل و اسباب کا لحاظ رکھا ہے، نہ ایسے اصول عامہ قائم کیے ہین جنکی طرف مجتہد رجوع کر سکے، اور مختلف ابواب کیلیے اصول خاصہ مقرر کیے ہین، اس بنا پر یہ لوگ صرف لفظ کے مقلد ہین اور یہی وجہ ہے کہ جب یہ لوگ کسی مسئلہ مین نص نہین پاتے تو خاموش ہو جاتے ہین، اور فتوے نہین دیتے، لیکن اہل راے اور اہل قیاس شریعت کو عقلی وجوہ پر مبنی سمجھتے ہین اُن کو اس مین ایسے

اصول نظر آتے ہین جو قرآن مجید مین مذکور ہین اور حدیث نے ان کی تائید کی ہے اسی طرح ان کے نزدیک ابواب فقہ مین ہر باب کیلیے ایسے اصول ہین جنکو انھون نے کتاب و سنت سے اخذ کیا ہے اور اس باب کے جتنے مسائل پیش آتے ہین اگو ان مین کوئی نص نہ ہو لیکن اُن کو اسی اصول کی طرف لے جاتے ہین اگرچہ وہ حدیث کی صحت پر اعتماد کر لیتے ہین اس کی نسبت وہ بھی اہلحدیث کا مسلک اختیار کر لیتے ہین لیکن اپنے اصول کے بھروسے اور اس گذشتہ سابے کی بنا پر جو انھون نے حدیث کے بارے مین قائم کی ہے وہ لوگ بہت زیادہ حدیث کی روایت نہین کرتے لیکن جب اُن کے نزدیک ایسی صحیح حدیث ثابت ہو جاتی ہے جو اُن اصول کے مخالف ہے تو وہ لوگ اسپر عمل کرنے مین دریغ نہین کرتے اور اس وقت اس کا نام استحسان رکھتے ہین اور کبھی اس باب کے اصل معین پر قیاس کو چھوڑ کر اصول عامہ کو اختیار کر لیتے ہین اور اُس کو بھی استحسان کہتے ہین جو فقہا قیاس کے قائل ہین اور زیادہ تر تعداد انہی لوگون کی ہے اُنھون نے جو مسائل استنباط کیے ہین اُن سے جو شخص واقف ہے اسکو معلوم ہے کہ اگرچہ صرف امام ابو حنیفہ اور انکے اصحاب خصوصیت کے ساتھ اس استحسان کا لفظ بولتے ہین لیکن استحسان کے معنی مین اور فقہا بھی ان کے شریک ہین چنانچہ امام مالک رحمہ اللہ نے مصالح مرسلہ کے ذریعہ سے تشریع مسائل کی ہے اور وہ استحسان ہی کی ایک قسم ہین اور مذاہب مختلفہ مین تمھارے سامنے بہت سے مسائل آئینگے جنکی بنیاد بھی استحسان ہے،

ان قیاس اور استحسان کرنے والون کیلیے سلف صالحین مین فقہ کے دور اول مین کبار صحابہ مین حضرت عمر رضی اللہ عنہ دور ثانی مین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور تابعین مین ربیعہ اور ابراہیم نخعی کے نمونے بھی موجود ہین،

اس دور مین اہلحدیث اور اہل الرائے کے درمیان ایک ایسی سخت نزاع قائم ہوئی جو ایک حیثیت سے قیاس و استحسان دونون کے ماننے والون کو شامل ہے، اور دوسری حیثیت سے اہل قیاس اور اہل استحسان کے درمیان بھی قائم ہے متکلمین اور اہلحدیث مین اگرچہ باہم عداوت تھی، لیکن اس جنگ مین وہ بھی اہلحدیث کے حلیف بن گئے کیونکہ تشریع مسائل کے متعلق اہلحدیث کا خیال تو ہم پہلے بیان کر چکے ہین، اور متکلمین بھی شریعت کو محض ایک تعبدی یعنی تقلیدی چیز سمجھتے ہین جس مین نظر و قیاس کی گنجائش نہین بلکہ شارع سے جو کچھ قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو جائے، اسپر عمل کرنا لازمی ہوگا اس بنا پر شریعت کے تعبدی ہونے مین وہ اہلحدیث سے متفق ہین، البتہ اُن سے ان کو یہ اختلاف ہے کہ وہ سنت کو کوئی تشریعی اصل نہین تسلیم کرتے۔

ہر فریق نے اپنی دلیل پیش کرنا شروع کی اور اس سلسلے مین ہم کو اہلحدیث اور متکلمین کی بہت سی عبارتین نظر آتی ہین، جن کے ذریعہ سے اُنھون نے رائے کی ہنسی اڑائی ہے، لیکن دونون فریق کے قالب مین ایک ہی روح اس کی محرک نہین ہے، بلکہ اہلحدیث کے نزدیک شریعت کی شان اس سے اونچی ہے کہ وہ اہل الرائے کی رایونکی جولانگاہ بنے، کیونکہ شریعت عام اس سے کہ وہ قرآن ہو یا حدیث خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہے، اور جو چیز ایسی ہوتی ہے، وہ غلطی اور اختلاف سے بہت دور ہوتی ہے، اور رائے کا تعلق انسان سے ہے جس مین صحت اور غلطی دونون پیش آسکتی ہین، اور اسوقت تفریق و اختلاف رونما ہوگا جسکی ہم کو ممانعت کر گئی ہے، لیکن متکلمین کے نزدیک شریعت نے مختلف چیزونکو جمع کیا ہے، اور اُن کے احکام مین اتحاد قائم کیا ہے، اور مشابہ چیزون کو الگ الگ کیا ہے اس لیے ان کے احکام بھی مختلف قرار دیے ہین، وہ اس قسم کے بہت سے احکام

Marfat.com

پیش کرتے ہین اور کہتے ہین کہ ایسی چیز عقلی نظر کی جولانگاہ نہین بن سکتی؛

قیاس کی حمایت اور اسکو حجت شرعی تسلیم کرنے کے متعلق ہم تک جو تحریرین پہونچی ہین ان مین بہترین تحریر وہ ہی جو ہم نے امام محمد بن ادریسؒ کے رسالۂ اصولیہ اور کتاب الام مین پڑھی ہے، اور قیاس کی تردید مین ہم کو بہترین تحریر داؤد بن علی امام ظاہر کی نظر آتی ہے جو تیسری صدی کے نصف مین پیدا ہوئے، ظواہر کتاب وسنت پر اپنے مذہب کی بنیاد ڈالی اور قیاس کا بالکل انکار کر دیا، اگرچہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے سب سے پہلے قیاس کو ایک شرعی اصول تسلیم کیا، اور یہی وجہ ہے کہ صرف انہی لوگون نے اصحاب الراے کے لقب سے شہرت حاصل کی تاہم اس زمانے کے اکثر مشہور فقہا اس معاملہ مین اُن کے ہم آہنگ ہین لیکن امام شافعیؒ نے اپنے رسالہ اور کتاب الام کے ساتوین حصہ مین استحسان پر نہایت سخت حملہ کیا، چنانچہ انھون نے اُس کے متعلق جو کچھ لکھا اس کا خلاصہ یہ ہے

"جو شخص حاکم یا مفتی ہونے کی قابلیت رکھتا ہو وہ صرف خبر لازم یعنی کتاب اسکے بعد سنت یا اہل علم کے متفقہ قول یا اُن مین کسی پر قیاس کے ذریعہ سے فیصلہ کر سکتا ہو یا فتوے دے سکتا ہی لیکن اس کے لیے استحسان کے ذریعہ سے فیصلہ کرنا اور فتوی دینا جائز نہین کیونکہ استحسان واجب نہین ہی اور ان معانی مین سے کسی مین داخل نہین ہے، خداوند تعالے کہتا ہے

ایحسب الانسان ان یترک سدی،	کیا انسان یہ خیال کرتا ہو کہ وہ مطلق العنان چھوڑ دیا جائیگا،

اور جیسا کہ تم کو معلوم ہے جو لوگ قرآن کا علم رکھتے ہین اُن کو اس مین اختلاف نہین ہے

کہ "سُدی" وہ چیز ہے، جسکو نہ کوئی حکم دیا گیا ہو اور نہ کوئی ممانعت کی گئی ہو، لیکن جس شخص نے ایسی چیز کے ذریعہ سے یہ فتوی دیا یا فیصلہ کیا جس کا حکم نہین دیا گیا ہو، تو اس نے اپنے لیے یہ جائز رکھا کہ وہ "سُدی" کے معنی مین داخل ہے حالانکہ خدا نے اس کو بتا دیا ہے کہ اس نے اُسکو مطلق العنان نہین چھوڑا ہو اور اگر اُس نے یہ کہا کہ مین جو کچھ چاہتا ہون کہتا ہون اور ایسی چیز کا دعوی کیا جسکے خلاف قرآن نازل ہوا ہو اور اُس کے مخالف حدیثین آئی ہین تو اُس نے پیغمبرون کی روش اور اُس جماعت کے عام حکم کی مخالفت کی جس سے روایت کیگئی ہو۔"

اس کے بعد وہ کہتے ہین کہ،

جس شخص نے یہ کہا کہ مین استحسان نہ خدا کے حکم سے کرتا ہون نہ اس کے رسول کے حکم سے، تو اُس نے خدا اور اُس کے رسول کے قول کو قبول نہین کیا اور جو کچھ اس نے کہا اس کی جستجو خدا اور اسکے رسول کے حکم سے نہین کی اور جس شخص نے ایسا کہا اُس کے قول کی غلطی ظاہر ہے کیونکہ اُس نے یہ کہا کہ مین جو کچھ کہتا ہون اور کرتا ہون نہ مجھ کو اس کا حکم دیا گیا ہے، نہ اس کی ممانعت کی گئی ہے اور جس چیز کا مجھ کو حکم دیا گیا ہو اور ممانعت کی گئی ہو میرا قول و عمل اس نمونے پر نہین ہو، حالانکہ خدا نے اُس کے قول کے خلاف فیصلہ کیا ہو اور کسی کو بغیر اطاعت قبول کرنے کے نہین چھوڑا ہو۔

پھر وہ کہتے ہین کہ،

جس شخص نے بغیر خبر لازم کے یا بغیر اس پر قیاس کرنے کے فیصلہ کرنا یا فتوی دینا جائز رکھا تو اُس پر یہ اعتراض کیا جائیگا کہ اُس کے اس قول کا مفہوم کہ "مین جو کچھ چاہتا ہون کرتا ہون گو مجھ کو اس کا حکم نہین دیا گیا ہو" کتاب و سنت کے مفہوم کے مخالف ہو، اس لیے اس مفہوم کی زبان سے اسپر اعتراض وارد ہوگا اور نیز یہ کہ اس کے مخالف ہو کہ، مین

اس معاملہ مین کسی مخالف کو نہین جانتا، تو اگر کہا جائے کہ وہ کیا ہو؟ تو کہا جائیگا کہ مین کسی اہل علم کو نہین جانتا جس نے کسی صاحب عقل اور صاحب آداب کو یہ اجازت دی ہو کہ وہ خود اپنی رائے سے فتویٰ دے اور فیصلہ کرے جب تک کہ وہ اس چیز کا عالم نہ ہو جسپر شبہہ کی تفصیل کیلیئے قیاس کا معاملہ موقوف ہو یعنی کتاب سنت اجماع اور عقل توجب اُن کا یہ خیال ہے تو اُن سے یہ کہا جائیگا کہ اُن اہل عقول کے لیے جن کی عقلین قرآن وسنت اور فتوے کے علما سے فائق ہین یہ کیون نہین جائز ہو کہ اُن کے جانے ہوے مسائل مین سے جب کوئی مسئلہ پیش آئے تو وہ یہ کہدین کہ اس کے بارے مین نہ کتاب ہو، نہ حدیث ہے، نہ اجماع ہے حالانکہ تمھارے عام لوگون سے ان کی عقلین زیادہ ہین اور وہ اپنے قول کو تمھارے عوام سے زیادہ بہتر طریقہ پر واضح کرسکتے ہین تو اگر تم کہو کہ ان کو اصول کا علم نہین ہو تو تم سے کہا جائیگا کہ جب تم بلا اصل کتنے ہوا ور کسی اصل پر قیاس نہین کرتے تو تمھارے پاس اس کی کیا دلیل ہو کہ تم اصول کو جانتے ہو جن لوگون کی عقلین اصول سے ناواقف ہین اُن کی نسبت کیا تم کو یہ خوف زیادہ ہے کہ وہ چونکہ اصول کو نہین جانتے اس لیے جس چیز سے ناواقف ہین اُس پر ٹھیک طریقہ سے قیاس نہین کرسکتے ؟ اور کیا تمھارے اصول کے علم نے تم کو اس پر قیاس کرنا سکھایا ہو؟ تمھارے لیے اُن اصول کا چھوڑدینا جائز کیا ہے ؟ توجب تمھارے لیے ان اُصول کا چھوڑدینا جائز ہے تو وہ بھی تمھارے ہم آہنگ ہوسکتے ہین کیونکہ زیادہ سے زیادہ ان کی نسبت یہ خوف ہے کہ وہ ان اصول پر قیاس کرنا چھوڑدینگے یا غلطی کرینگے پھر اگر کسی شخص کی تعریف اس بنا پر کی جاسکتی ہے کہ وہ جو کچھ کہتا ہو بلا نمونہ و مثال کے کہتا ہے تو اگر ان لوگون نے بلا مثال کوئی بات کہی ہے تو میرے علم مین وہ تم سے زیادہ اس

صحت پر قابل تعریف ہین کیونکہ ان لوگون کو کوئی مثال معلوم نہین ہوئی اس لیے
ان لوگون نے اسکو چھوڑ دیا اور وہ لوگ غلطی پر تم سے زیادہ معذور ہین کیونکہ ان لوگون
نے ایسی چیز مین غلطی کی ہے جسکو وہ نہین جانتے اور مین تم کو ان سے زیادہ گنہگار سمجھتا
ہون کیونکہ تم نے اس اصول پر جن سے تم ناواقف نہین ہو، تو جب تم یہ کہوگے، کہ ہم نے
قیاس چھوڑ دیا حالانکہ ہم اصل سے ناواقف نہین تھے، تو کہا جائیگا کہ اگر قیاس حق ہے
تو تم نے حق کو جان بوجھ کر اس کی مخالفت کی، اور اس مین ایسا گناہ ہے کہ اگر تم اس سے
ناواقف ہوتے تو اس کی قابلیت نہ رکھتے کہ علم کے بارے مین کہو اور اگر تمھارا یہ خیال
ہے کہ تمھارے لیے قیاس کا چھوڑ دینا اور ایسی بات کہنا جو تمھارے وہم اور تمھارے ذہن
کے سامنے آئی ہو اور تمھارے کانون نے اسکو پسند کیا ہو جائز ہے تو ہم نے قرآن کا،
اس کے بعد حدیث کا اور اس چیز کا جس پر اجماع دلالت کرتا ہے جو ذکر کیا ہے کہ کسی کے
لیے یہ جائز نہین کہ بغیر علم کے کچھ کہے اس کی بنا پر تم کو الزام دیا جائیگا'

پھر وہ کہتے ہین کہ'

کیا تم نہین دیکھتے کہ جب حاکم اور مفتی نے کسی مسئلہ مین جس مین کوئی نص نہ ہو یہ کہا کہ
مین استحسان کرتا ہون تو اسکو یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ دوسرے کیلیے یہ جائز ہے کہ اسکے
خلاف استحسان کرے اس لیے شہر کا ہر حاکم اور مفتی اپنے استحسان کے موافق ایک
بات کہہ سکتا ہے اس لیے ایک ہی چیز کے متعلق طرح طرح کے فیصلے اور فتوے دیے
جا سکتے ہین تو اگر ان کے نزدیک یہ جائز ہے تو انھون نے اپنے آپ کو بالکل مطلق العنان
چھوڑ دیا ہے اور جہان چاہا فیصلہ کر دیا ہے گو وہ تنگ ہو اسلیے یہ جائز نہین ہے کہ
وہ اس مین گھسین اور اگر ان مین جو شخص قیاس کا قائل ہے یہ کہے کہ لوگون پر

Marfat.com

> میرے قول کا اتباع واجب ہی" تو اس سے کہا جائیگا کہ تمھاری اطاعت کا کس نے
> حکم دیا کہ لوگون پر تمھارا اتباع فرض ہو گیا؛ تم یہ نہین سمجھتے کہ اگر تمھارے سوا کوئی اور
> تم ہی جیسا دعوی کرے تو کیا تم اس کی اطاعت کروگے یا یہ کہوگے کہ مین بجز اس شخص کے
> جسکی اطاعت کا مجھے حکم دیا گیا ہے کسی اور کی اطاعت نہین کرتا، اسی طرح کسی پر کسی کی
> اطاعت فرض نہین ہی اطاعت صرف اسی کی فرض ہی جسکی اطاعت کا خدا نے اور
> اس کے رسول نے حکم دیا ہے اور حق اسی چیز مین ہے جس کے اتباع کا خدا نے اور اسکے
> رسول نے حکم دیا ہو اور خدا نے اور اسکے رسول نے نصاً یا با دلائل کے استنباط کے ذریعہ سے اسکا راستہ دکھایا ہے

اس عبارت مین امام شافعیؒ نے گویا امام محمد بن الحسنؒ کے اس قول کو پیش نظر رکھا ہے کہ "مین استحسان کرتا ہون اور قیاس کو چھوڑتا ہون اور امام ابوحنیفہؒ نے قیاس کیا ہے اور استحسان کو چھوڑ دیا ہے" اور ان کو ان لوگون کے درجے مین رکھا ہے جو محض اپنے وہم وخیال کے مطابق بغیر نمونہ ومثال کے کوئی بات کہتے ہین لیکن جن لوگون نے امام محمدؒ کے قول کی تفسیر کی ہے اور جو کچھ اُن کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک استحسان یہ ہے کہ کسی حدیث کی بنا پر یا اصول عامہ کی طرف رجوع کرکے جو متقدمین کی مشہور رائے ہے یا کسی دوسری معین اصل کی طرف مراجعت کرکے کسی اصل معین پر قیاس کو چھوڑ دیا جائے اور قیاس کرنے والون کے اختلاف کے بیان مین خود امام شافعیؒ کہتے ہین کہ کبھی ایسا مسئلہ پیش آتا ہی جو قیاس کا احتمال رکھتا ہے لیکن اس کو دو اصول سے مشابہت حاصل ہوتی ہی؛ اس لیے ایک شخص ایک اصل کی طرف اور دوسرا دوسری اصل کی طرف جاتا ہی اور اس طرح دونون باہم مختلف ہوجاتے ہین تو اہل عراق جو استحسان کے قائل ہین اس کا مطلب

Marfat.com

صرف یہ ہے کہ وہ مسئلہ کا مرجع کسی دوسرے خاص یا عام کو بناتے ہین اور اُن کے قول کا دار و مدار صرف خواہش نفسانی پر نہین ہے، اس بنا پر صرف لفظی بحث باقی رہجاتی ہو جس کا معاملہ آسان ہے،

خود امام شافعی نے اپنی کتاب موسوم بالرد علی محمد بن الحسن مین تصریح کی ہو کہ فقہ مین امام محمد جس اصل کی طرف گئے ہین وہ یہ ہے کہ فقہ کے کسی مسئلہ کے متعلق بجز خبر لازم یا قیاس کے کچھ نہین کہا جا سکتا،

خلاصہ یہ ہو کہ فقہ مین قیاس کو اصل بنانے کا مسئلہ اس دور مین بہت زیادہ نمایان و کامیاب ہوا، البتہ استنباط مسائل مین فقہا، اور اس کے استعمال مین یکسان حیثیت نہین رکھتے تھے، مثلاً حنفیہ کو اس مین بہت زیادہ شدت و غلو تھا، حنابلہ اور مالکیہ اس سے بہت کم کام لیتے تھے، شافعیہ ان دونون فریق کے بین بین تھے، بعض اہلحدیث اور شیعہ اس سے الگ تھلگ رہے، اور ظاہریہ نے اس کے انکار مین نہایت غلو کیا،

(۳) تیسری نزاع اجماع کے متعلق پیدا ہوئی،

فقہا، بعض مسائل پر یہ دلیل پیش کیا کرتے ہین کہ اس مسئلہ پر اجماع ہوگیا ہو، اور کتاب و سنت کی طرح اس اجماع کو بھی اصول دین مین سے ایک اصل قرار دیتے ہین اور اسپر کتاب و سنت کے بعض نصوص جن سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جماعت سے نکلنا حرام ہے دلیل لاتے ہین اور کہتے ہین کہ اس سے صرف حلال و حرام کرنے کی مخالفت مقصود ہے، امام شافعی نے اس پر خداوند تعالی کے اس قول سے استدلال کیا ہو،

ومن یشاقق الرسول من بعد ما	جو شخص اس کے بعد کہ اس کے لیے ہدایت ظاہر ہوگئی
تبیّن له الهدیٰ ویتبع غیر	پیغمبر کی مخالفت اور مسلمانون کے راستے کے علاوہ

سبیل المومنین نولہ ماتولی ونصلہ جہنم وساءت مصیرا — دوسرے راستہ کا اتباع کرتا ہو ہم اس کو جہنم میں ڈالیں گے اور وہ برا انجام ہو۔

اور یہ فرمایا ہے کہ مسلمانوں کے راستے کے علاوہ دوسرے راستہ پر چلنا بھی اجماع کی مخالفت ہی ہے لیکن جب اُن کو اپنے مخالفین کے ساتھ مناظرہ کرنا پڑا تو ان کے مخالفین جس اجماع کے مدعی تھے اس کے وہ منکر ہو گئے اور ان کو اس کا انکار کرنا پڑا۔ کہ فرائض مثلاً نماز، زکوٰۃ، اور تحریم حرام کے سوا جن سے کوئی شخص ناواقف نہیں رہ سکتا اس اجماع کا وجود نہیں ہے۔ لیکن خواص کا علم جس کی ناواقفیت عوام کے لیے مضر نہیں ہے اُسکے متعلق ہم صرف دو باتوں میں سے ایک بات کہہ سکتے ہیں جس چیز کے متعلق ہم کو ان کے اختلاف کا علم نہیں ہے اس کے متعلق ہم یہ کہیں گے کہ ہم کو ان کا اختلاف معلوم نہیں ہے" اور جس چیز میں اُنھوں نے اختلاف کیا ہے ہم یہ کہیں گے کہ "انھوں نے اختلاف کیا اور اجتہاد کیا" اس بنا پر کتاب وسنت میں سے کسی میں اگر اس کے متعلق کوئی دلیل نہ ملے حالانکہ ایسا بہت کم ہوگا تو ہم ان کے اُس قول کو لیں گے جو کتاب وسنت سے مشابہ ہوگا یا اس قول کو اختیار کرینگے جو آغاز وانجام کے لحاظ سے اہل علم کے نزدیک بہتر ہوگا۔ لیکن جب یہ لوگ اختلاف کریں تو جیسا کہ میں نے بیان کیا یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ یہ قول ایسے اشخاص سے مروی ہے جنھوں نے اس میں اختلاف کیا ہے اور اس حالت میں ہم تین اشخاص کے قول کو اختیار کرینگے دو کے قول کو نہ لیں گے یا چار اشخاص کے قول کو اختیار کریں گے تین اشخاص کے قول کو نہ مانیں گے لیکن ہم اس کو اجماع نہیں کہہ سکتے کیونکہ جس شخص نے کوئی بات نہیں کہی اس کے خلاف اجماع ایک قطعی فیصلہ کی حیثیت رکھتا ہو حالانکہ ہم کو یہ معلوم نہیں ہے کہ وہ کہتا تو کیا کہتا اور یہ اجماع کی صحت کا ادعا ہے حالانکہ اُس سے

جس چیز نے اجماع کا دعوی کیا ہے اس کے مخالف پائے جاتے ہیں،

انھوں نے ایک دوسرے مناظرے سے ایک سوال کیا جو مجتہدین کی شخصیت سے

تعلق رکھتا ہے چنانچہ انھوں نے کہا کہ۔ وہ اہل علم کون ہیں؟ کہ جب وہ اجماع کرلیں تو

اُن کے اجماع سے حجت قائم ہوجائے گی، اُس نے کہا وہ وہ لوگ ہیں جنکو کسی شہر کے

لوگوں نے اپنا فقیہ مقرر کیا، اس کے قول کو پسند کیا اور اُس کے حکم کو قبول کیا" انھوں نے

اس پر اُس سے ایک طویل مناظرہ کیا اس کے بعد فرمایا۔ کہ میں اکثر شہروں میں اہل کلام

کو پھیلا ہوا پاتا ہوں اور ان میں سے ہر فرقہ نے ایک ایسے ہی شخص کو مقرر کرلیا ہے جیسا کہ

تم نے بیان کیا ہے، تو کیا وہ لوگ بھی فقہا میں داخل ہیں جو فقہا سے اسوقت تک

قبول نہیں کرتے جب تک کہ ان کے ساتھ جمع نہ ہوجائیں یا یہ لوگ اُن سے خارج ہیں،

اس کے بعد انھوں نے اجماع کی نقل کے متعلق اس سے دوسرا سوال کیا اور کہا کہ تم

جو یہ کہتے ہو کہ صرف اس چیز سے حجت لائی جاسکتی ہے جس پر تمام شہروں کے فقہا نے

اجماع کیا ہے، تو کیا تم ان سب کے اجماع کے معلوم کرنے کا، کوئی طریقہ پاتے ہو حالانکہ جب تک

تم ان سب سے، نہ ملو یا عام طور پر لوگ اُن لوگوں میں ہر ایک سے روایت نہ کریں وہ کسی شخص

کیلیے حجت نہیں ہوسکتا، اُس نے کہا کہ اس قسم کا کوئی طریقہ نہیں پایا جاتا، تو میں کہتا ہوں

کہ اگر تم نے خاص خاص اشخاص کی روایت سے اس اجماع کو قبول کرلیا تو تم نے وہی

بات قبول کی جس پر تم نے اعتراض کیا ہے اور اگر تم نے بغیر عام نقل کے ہر فقیہ کے قول کو قبول

نہیں کیا تو جب تک کہ ہم خواص کی نقل کو قبول نہ کریں تمھارے قول میں اس اصل کو نہیں

پاتے کہ اس پر تمام شہروں نے اتفاق کرلیا ہے، کیونکہ بتدا ہیں اس کا کوئی طریقہ نہیں ہے

اس لیے کہ تمھارے لیے وہ کسی ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے اور اُن سے تم کو ایسی خبر نہیں ملسکتی کہ

عام طور پر لوگون نے اسکی روایت لوگون سے کی ہو،

بظاہر امام شافعیؒ کے پیے مکمل اجماع کے انکار کرنے کی وجہ موجود ہے کیونکہ یہ اس بات پر موقوف ہے کہ ہر ایک زمانہ کے مجتہدین کی شخصیت معلوم ہو، عام طور پر لوگ ان کو تسلیم کرین اور جس مسئلہ مین فتوی دیا جاتا ہے اس کے متعلق اُن مین سے ہر ایک کا قول منقول ہو، اور ساتھ سے اس قول کو ایک ایسی جماعت نقل کرے جو جھوٹ اور غلطی سے محفوظ ہو اور یہ تمام چیزین صرف انہین خبرون مین پائی جا سکتی ہین جسکو "علم عامہ" کہتے ہین مثلاً یہ کہ مفروضہ نمازین پانچ ہین، صبح کی رکعتین دو ہین اور اسی کے مثل اور چیزین لیکن جسکو "علم خاصہ" کہتے ہین تو تم کو بہت کم ایسا مسئلہ مل سکتا ہے جس کے متعلق تم آسانی کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہو کہ ایک زمانے کے مجتہدین نے اس کا جواب متفقہ طور پر دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ امام احمدؒ سے یہ روایت مروی ہے کہ جس شخص نے اجماع کا دعوی کیا وہ جھوٹا ہے لیکن امام شافعیؒ کو اگرچہ اجماع کی حقیقت سے انکار ہے تاہم اگر سلف سے کوئی حکم منقول ہو اور اس کے متعلق یہ نہ معلوم ہو کہ اُنھون نے اس مین اختلاف کیا ہے تو وہ دین مین اسکو حجت سمجھتے ہین اسلیے خود حجت مین نہین بلکہ حجت کی تعبیر مین اختلاف ہو جاتا ہے،

• حنفیہ اکثر اجماع سکوتی کا ذکر بھی کرتے ہین جسکی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص کسی مسئلہ پر فتوی دیتا ہے اور دوسرے لوگ اسپر سکوت اختیار کرتے ہین لیکن جیسا کہ حدیث کی فصل مین گذر ا ہمارے نزدیک یہ لوگ اسکو حدیث کی تائید کا ایک طریقہ سمجھتے ہین گویا اعتراض نہ کرنے سے وہ لوگ صحت حدیث پر اتفاق کر لیتے ہین، اس لیے یہ حدیث عام طور پر ان لوگون سے مروی ہو جاتی ہے کیونکہ اگر ان کے پاس اُس کے مخالف کوئی حدیث ہوتی تو وہ تردید کرنے سے باز نہ آتے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی اکثر یہ کہتے ہین کہ ہمارے

نزدیک یہ مسئلہ متفق علیہ ہو لیکن جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہین وہ بھی اسکو تائید حدیث کا
ایک طریقہ خیال کرتے ہین خلاصہ یہ ہو کہ جب کسی مسئلہ مین قرآن وحدیث کی نص موجود
نہ ہو اور سلف اُس کے متعلق کوئی فتوی دین اور اس فتوی کے متعلق اُنمین سے کسی کا اختلاف
معلوم نہ ہو تو جمہور فقہا اسکو دین کے معاملے مین حجت سمجھتے ہین جسکی وجہ یہ ہے کہ ان کا
اتفاق عام رائے سے نہین ہو سکتا کیونکہ اگر یہ اتفاق رائے سے ہوتا تو اس مین اختلاف
کیا جاتا اس بناپر درحقیقت اس کا مرجع عمل بالسنت ہے اور عدم اختلاف اس بات کی
دلیل ہے کہ کوئی حدیث موجود ہے جسپر اس فتوے کا دارومدار ہے، چنانچہ جس چیز مین
علماء نے اجتہاد کیا ہے اس قسم کا اتفاق بہت کم پایا جاتا ہے

(۴) چوتھی نزاع اس عظیم الشان مسئلہ مین پیدا ہوئی جسپر تکلیف کا دارومدار ہے
تمام تکلیفات شرعیہ کی بنیاد دو لفظون یعنی "کرو" اور "نہ کرو" پر قائم ہے جس مین پہلے
کو امر اور دوسرے کو نہی کہا جاتا ہے، قرآن وحدیث دونون مین امر و نہی موجود ہین
لیکن سوال یہ ہے کہ ان دونون کے اوامر و نواہی جس چیز پر دلالت کرتے ہین آیا وہ
لازمی ہوگی اور اس بناپر قرآن وحدیث نے جس چیز کا حکم دیا ہے وہ فرض اور جس چیز
کی ممانعت کی ہے وہ حرام ہوگی؟ یا اس کے علاوہ وہ دوسرے معنی پر محمول کیئے جائینگے
یہان تک کہ اُن کے لازمی ہونے پر دوسری دلیل کی ضرورت ہوگی؟ اگر یہ کہا جائے
کہ قرآن وحدیث کے امر و نہی لازمی ہین تو اگر مامور بہ عبادات اور معاملہ کے دوسرے
امر کے ساتھ متعلق ہو تو کیا اس کا چھوڑ دینا اس دوسرے امر کیلیئے مخل ہوگا؟ اور اگر مخل
ہوگا تو اس خلل کی مقدار کیا ہوگی؟ اسی طرح جس چیز کی ممانعت کی گئی ہے اگر کسی دوسری
چیز کے ساتھ متعلق ہو تو کیا اُس کا کرنا اُس دوسری چیز مین موثر ہوگا؟ اور اگر ہوگا تو اس

تاثیر کی مقدار کیا ہو گی ؟ ہم اس موقع پر چند مثالیں بیان کرتے ہیں جن سے اس مسئلہ کا مقصد واضح ہو جائے گا،

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے،

یا ایھا الذین آمنوا لیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم	مسلمانو ! غلام اور وہ لوگ جو تم میں سے بالغ
والذین لم یبلغوا الحلم منکم ثلاث مرات	نہیں ہوئے ہیں تم سے تین بار اجازت طلب کریں

لیکن اجازت طلبی کا یہ امر کسی دوسری چیز کے ساتھ متعلق نہیں ہے،

اور خداوند تعالیٰ فرماتا ہے،

یا ایھا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ	مسلمانو ! جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اپنے
فاغسلوا وجوھکم	اپنے منہوں کو دھولو،

لیکن وضو کا یہ حکم ایک دوسری عبادت یعنی نماز کے ساتھ متعلق ہے،

اور خداوند تعالیٰ فرماتا ہے،

یا ایھا الذین آمنوا اذا تداینتم	مسلمانو ! جب تم ایک مدت تک کے لیے قرض کا
بدین الی اجل مسمّی فاکتبوہ الخ	لین دین کرو تو اس کو لکھ لو،

کتابت کا یہ حکم بھی ایک مقصد یعنی قرض کے تحفظ کا ذریعہ ہے،

اور خداوند تعالیٰ فرماتا ہے

یا ایھا الذین آمنوا اذا طلقتم النساء	اے پیغمبر جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت
فطلقوھن لعدتھن،	میں طلاق دو،

اس میں بھی طلاق کی ابتدائی عدت کے لحاظ رکھنے کا جو حکم دیا گیا ہے وہ ایک مقصد یعنی طلاق کا ذریعہ ہے تاکہ وہ مطلقہ کے نقصان کا سبب نہ بن جائے،

توکیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ خدا نے جس چیز کا حکم دیا وہ لازمی ہے اور جب وہ کسی چیز کے ساتھ متعلق ہو تو اس صورت مین بھی لازمی ہے؟ اور اگر وہ چھوڑ دیا جائے تو وہ جس چیز کے ساتھ متعلق ہے اس مین اثر کریگا، یہان تک کہ بغیر وضو کے نماز بغیر تحریر و کتابت کے قرض اور عورت کے حائضہ ہونے کی حالت مین طلاق باطل ہوگی،

اور خداوند تعالیٰ فرماتا ہے،

ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق،	اور اس جان کو جسکو خدا نے حرام کیا ہے بغیر حق کے نہ قتل کرو،

اس مین جس قتل کی ممانعت کیگئی ہے وہ کسی دوسری چیز کے ساتھ متعلق نہین ہے،

اور خداوند تعالیٰ فرماتا ہے

یا ایہا الذین آمنوا لا تقربوا الصلاۃ وانتم سکاری حتی تعلموا ما تقولون	مسلمانو! نشہ کی حالت مین نماز کے قریب نہ جاؤ تاکہ تم جو کچھ کہتے ہو اسکو جانو،

لیکن متوالے شخص کا نماز پڑھنا نماز کے ساتھ متعلق ہے تاکہ مناجاتِ خداوندی کے ٹھیک موقع پر واقع ہو،

اور خداوند تعالیٰ فرماتا ہے،

یا ایہا الذین آمنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع،	مسلمانو! جب جمعہ کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو خدا کے ذکر کی طرف دوڑ و اور بیع کو چھوڑ دو،

اور اس مین بیع کی ممانعت نماز کی حفاظت کیلیے ہے،

اور خداوند تعالیٰ فرماتا ہے،

Marfat.com

وان اردتم استبدال زوج مکان زوج وآتیتم احداهن قنطارا فلا تاخذوا منه شیئا

اور اگر تم ایک بی بی کی جگہ دوسری بی بی سے بدلنا چاہتے ہو اور تم نے ایک کو بہت سا مال دیا ہے تو اس مال مین سے کچھ نہ لو

تو اس آیت مین جس مال کے لینے کی ممانعت کی گئی ہے اس کا تعلق طلاق کے ساتھ ہے، تو کیا اب یہ کہا جا سکتا ہو کہ ان تمام چیزون کی ممانعت قطعی اور فرض ہے؟ اور جب اس کا تعلق دوسری چیز کے ساتھ ہو تو وہ بھی حرام ہے؟ اور اُس حرمت سے متاثر ہوئی ہے؟ اس اثر کی مقدار کیا ہے؟ کیا وہ بالکل باطل ہو جائے گی؟ یا اس مین صرف نقصان آئے گا؟ مثلاً یہ کہا جائیگا کہ اذان سننے کے بعد بیع کرنا اور مطلقہ عورت سے مال لینا حرام ہے، اور نشہ کی حالت مین اگر نماز پڑھ لی یا نماز جمعہ کے وقت بیع کر لی اور طلاق دینے کے بعد مال لیلیا تو اُس کے اثر کی مقدار کیا ہو گی؟

احادیث مین بھی اسی قسم کے امر و نہی موجود ہین تو کیا جن چیزون کا حکم دیا گیا ہے اور جن چیزون کی ممانعت کیگئی ہے وہ قطعی ہین اور جن چیزون کے ساتھ ان کا تعلق ہے ان کے مخالفت کے اثر کی مقدار کیا ہے،

یہ مسئلہ جیسا کہ ہمنے بیان کیا بنیاد فقہ ہونے کی حیثیت سے اگرچہ نہایت اہمیت رکھتا ہے لیکن اس دور کے فقہا نے اس پر اتفاق نہین کیا بلکہ اس کے اجمال و تفصیل مین نہایت کثرت سے اختلافات کئے، چنانچہ امام شافعیؒ کتاب الام جلد ۵ صفحہ ۲۰ مین فرماتے ہین کہ "قرآن، حدیث، اور عام لوگون کے کلام مین امر کے متعدد معانی ہو سکتے ہین، ایک یہ کہ خداوند تعالی نے پہلے ایک چیز کو حرام کیا تھا اسکو مباح کر دیا، اس لیے اس موقع پر امر کے معنی ایک حرام چیز کو حلال کر دینے کے ہین مثلاً خداوند تعالی کا یہ ارشاد

Marfat.com

و اذا احللتم فاصطادوا	جب تم نے حج کا احرام کھولدیا تو شکار کرو،
فاذا قضیت الصلاۃ فانتشروا فی الارض	جب نماز جمعہ ادا کی جا چکی تو زمین میں پھیل جاؤ
وابتغوا من فضل اللہ	اور خدا کے فضل کی تلاش کرو،

کیونکہ خدا نے پہلے محرم پر شکار کرنا حرام کیا اور اذان جمعہ کے وقت بیع کی ممانعت فرمائی، پھر ان اوقات کے علاوہ جن میں ان دونوں کو حرام کیا تھا ان دونوں کو مباح کر دیا،

خداوند تعالیٰ کا یہ ارشاد،

وآتوا النساء صدقاتھن نحلۃ فان	عورتوں کو اُن کی مہریں دو، اور اگر وہ اُن میں سے
طبن لکم عن شئ منہ نفسا فکلوہ ھنیئا مریئا	کچھ بخوشی چھوڑ دیں تو اس کھانے سے کھاؤ،
فاذا وجبت جنوبھا فکلوا منھا	جب قربانیاں ذبح ہو چکیں تو ان میں سے کھاؤ،

اور اُن کے مثل اور بہت سے ارشادات قرآن مجید اور احادیث میں موجود ہیں لیکن احرام کھولنے کے بعد شکار کرنا نماز جمعہ کے بعد تجارت کیلئے منتشر ہو جانا اگر عورت بخوشی مہر کا کوئی حصہ چھوڑ دے تو اس سے فائدہ اُٹھانا اور ذبح ہونے کے بعد قربانی کا گوشت کھانا واجب اور فرض نہیں ہے،

اور خداوند تعالیٰ کے اس قول میں

وانکحوا الایامی منکم والصالحین	اپنی بیواؤں اور اپنے نیک لوگوں کا نکاح
من عبادکم	کر دیا کرو،

یہ احتمال ہے کہ نکاح کے ذریعہ سے ان لوگوں کی جو بھلائی متصور رہے اس کا راستہ دکھلایا ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ کا یہ قول،

Marfat.com

ان یکونوا فقراء یغنهم اللہ من فضلہ — اگر وہ محتاج ہوں گے تو خداوند تعالیٰ اپنے فضل کر اُن کو دولت مند بنادیگا،

اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نکاح عفت اور دولت کا سبب ہوسکتا ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں

سافروا تصحوا وترزقوا — سفر کرو تاکہ تمہیں صحت اور رزق حاصل ہو،

صرف ان چیزوں کا راستہ دکھایا گیا ہے، صحت اور رزق کیلیے سفر کرنا فرض نہیں ہے،

اور یہ بھی احتمال ہے کہ نکاح کا حکم فرض ہو اور خدا نے جو چیز فرض کی ہے اس میں بھلائی ہی ہے، اس لیے فرض اور بھلائی دونوں ایک جگہ جمع ہوسکتے ہیں،

اور بعض اہل علم کا قول ہے کہ جب تک قرآن حدیث، یا اجماع سے یہ نہ ثابت ہو کہ امر سے قطعیت مراد ہے، اس لیے وہ فرض ہے جس کا چھوڑنا جائز نہیں تمام امر کے معنی اباحت اور بھلائی کا راستہ دکھانے کے ہیں، مثلاً خداوند تعالیٰ کا یہ قول،

واقیموا الصلاۃ واتوا الزکاۃ — نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو،

اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ فرض ہے، ان ارشادات میں

خذ من اموالھم صدقۃ — اُن کے مال سے صدقہ لو،

واتموا الحج والعمرۃ للہ — خدا کیلیے حج اور عمرہ کو پورا کرو،

وللہ علی الناس حج البیت من استطاع — اور خدا کیلیے لوگوں پر یعنی ان لوگوں پر جنکو سفر

Marfat.com

الیہ سبیلا کی استطاعت ہو خانہ کعبہ کا حج فرض ہے،

خدا نے امر کے سلسلہ مین حج اور عمرہ دونون کا ذکر ایک ہی ساتھ کیا ہے، لیکن فرض مین حج کو الگ کر لیا ہے، اس لیے اکثر اہل علم نے عمرہ کو صرف فرض نہین کہا ہے گو ہم یہ پسند نہین کرتے کہ کوئی مسلمان اسکو چھوڑ دے، اور قرآن مجید مین اس قسم کی مثالین بہت سی ہین،

اور خداوند تعالیٰ نے جس چیز کی ممانعت کر دی ہے، جب تک یہ ثابت ہو کہ اس نہی سے حرمت مراد نہین بلکہ ارشاد تنزیہ یا ادب مراد ہے اس وقت تک وہ حرام سمجھی جائے گی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزون سے ممانعت فرمائی ہے ان کا بھی یہی حال ہے،

اور جن لوگون کا یہ قول ہے کہ جب تک دلیل سے یہ نہ ثابت ہو کہ امر فرض ہے اس وقت تک وہ غیر فرضیت پر رہے گا اس سے اُن کی مراد ہے کہ امر و نہی مین جو فرق ہم نے بیان کیا ہے، اس پر وہ دلالت ہو اور ہم نے قرآن و حدیث کی ابتدا مین جو کچھ بیان کیا اور اُن کے مثال سے اس لیے خاموشی اختیار کی کہ جو کچھ ہم نے بیان کر دیا وہ اس چیز کیلیے کافی ہے جسکو ہم نے بیان نہین کیا، سفیان نے محمد بن عجلان سے اُنھون نے اپنے باپ سے اور انھون نے حضرت ابو ہریرہؓ سے ہم کو خبر دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جب تک مین تمکو چھوڑے رکھون تم بھی مجھے چھوڑے رکھو کیونکہ جو لوگ تم سے پہلے تھے وہ کثرت سوالات اور انبیا سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے تو مین تم کو جو حکم دون اسپر جہان تک تم استطاعت رکھتے ہو عمل کرو، اور جس چیز سے مین تم کو روک دون اُس سے باز آؤ" یہ بھی احتمال ہے کہ امر نہی کے معنی مین ہو اس لیے دونون باہم لازم و ملزوم ہون

البتہ اس صورت میں یہ تلازم نہ ہوگا جب کسی دلیل سے یہ ثابت ہو جائے کہ دونوں لازم و ملزوم نہیں، اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا کہ "امر پر حسب استطاعت عمل کرو" یہ مطلب ہوگا کہ تم کو صرف اس امر پر عمل کرنا چاہیئے جو تمھاری استطاعت میں ہو کیونکہ لوگوں کو صرف اُن افعال کی تکلیف دی گئی ہے جو اُن کی استطاعت میں ہیں اور خود فعل کی حقیقت ہی میں استطاعت داخل ہے کیونکہ وہ بہ تکلف کیا جاتا ہے لیکن انسان جس چیز کو چھوڑنا چاہے وہ اُسکی استطاعت میں داخل ہے کیونکہ اسکو کوئی ایسا کام کرنا نہیں پڑتا جسکی نسبت یہ کہا جاسکے یہ ایک چیز ہے جس سے وہ باز آتا ہے، امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی تلاوت، علم حدیث کی معرفت کے وقت اہل علم کا یہ فرض ہے کہ ان دلائل کی جستجو کریں جس سے ایک ساتھ امر و نہی میں فرض مباح اور غیر مفروض ارشاد و ہدایت کا فرق معلوم کرسکیں، امام شافعیؒ رسالہ میں فرماتے ہیں کہ نہی کے کبھی کچھ معنے ہوتے ہیں اور کبھی کچھ، اور یہ صرف استدلال سے معلوم ہوسکتا ہے، انھوں نے اس کی چند مثالیں بھی دی ہیں اور ہم اس موقع پر ان میں سے بعض کو اس لیے درج کرتے ہیں کہ وہ ان کی بقیہ مثالوں پر بھی دلالت کرسکیں؛

حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی نہ کرے" اُسکے بعد انھوں نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلالت سے یہ نہ معلوم ہوتا کہ نہی کے معنی کچھ اور ہیں تو اس سے بظاہر یہ سمجھا جاتا کہ آدمی نے جب سے منگنی شروع کی ہے اُس کے چھوڑ دینے تک ایک آدمی کا دوسرے آدمی کی منگنی کرنے پر منگنی کرنا حرام ہے ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ایک جواب ہو جس سے آپ نے ایک معنی

مراد لیے ہون لیکن جس راوی نے یہ حدیث بیان کی ہو اُس نے اُس سبب کو دُسنا ہو جسکی بنا پر آپنے ایسا ارشاد فرمایا اس لیے اُس نے حدیث کے بعض حصے کو تو بیان کیا اور بعض کو چھوڑ دیا یا بعض حصے مین اُسکو شک واقع ہوا اور جس چیز مین یہ شک واقع ہوا اُس سے اُس نے خاموشی اختیار کی یعنی رسول اللہ صلعم سے ایک شخص کے متعلق سوال کیا گیا کہ اُس نے ایک عورت سے منگنی کی اور وہ اُس سے راضی ہو گئی اور اس سے نکاح کی اجازت دیدی اُس کے بعد اس کو دوسرے شخص نے نکاح کا پیغام دیا جو اسکے نزدیک پہلے سے بہتر تھا، اب وہ پہلے سے جس کے ساتھ اُس نے نکاح کی اجازت دی تھی پھر گئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسی خاص حالت مین دوسرے شخص کو عورت کے پیغام نکاح دینے سے منع فرمایا کیونکہ یہ ہوسکتا ہے کہ اُس نے پہلے جس شخص کے نکاح کی اجازت دی ہے اس سے پھر کر دوسرے کو پسند کرے لیکن وہ دوسرا اُس سے نکاح نہ کرے "اس لیے اس سے عورت کے حق مین بھی خرابی پیدا ہوگی اور اس شخص کے حق مین بھی جسکے ساتھ اُس نے نکاح کی اجازت دی تھی اس کے بعد انھون نے حضرت فاطمہ بنت قیس کی حدیث روایت کی ہے کہ انھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ معاویہ بن ابی سفیان اور ابو جہم نے اُن سے نکاح کا پیغام دیا ہے لیکن آپنے فرمایا کہ "ابو جہم تو ہمیشہ سفر مین رہتے ہین اور معاویہ ایک مفلس آدمی ہین تم اسامہ بن زید سے نکاح کرو" اس حدیث سے دو باتین ثابت ہوتی ہین، ایک تو یہ کہ آپکو یہ معلوم تھا کہ ان دونون نے ایک دوسرے کے بعد ان کو پیغام نکاح دیا تھا لیکن جب آپ نے ان دونون کو منع نہین کیا اور اُن سے یہ نہین فرمایا کہ ان مین ایک کو پیغام نکاح دینے کا اس وقت تک حق حاصل نہ تھا جب تک دوسرا اپنے پیغام نکاح کو ترک نہ

Marfat.com

اگر ہے اور آپ نے ان دونون کے پیغام نکاح کے بعد ان کو اسامہ بن زیدؓ کے نکاح کے لیے پیغام دیا، تو اُس سے ہم نے بطور استدلال کے یہ نتیجہ نکالا کہ انھون نے نکاح پر رضامندی ظاہر نہین کی تھی، اور اگر وہ کسی سے رضامند ہو چکی ہوتین تو آپ انکے ساتھ اُن کو نکاح کا حکم دیتے اور یہ کہ اُنھون نے آپ کو اس پیغام نکاح کی خبر اسلیے دی تھی کہ اُنھون نے ابتک نکاح کی اجازت نہین دی تھی اور غالباً آپ سے مشورہ طلب کیا تھا، اور اجازت نکاح کے بعد وہ ایسا مشورہ طلب نہین کر سکتی تھین لیکن جب آپ نے انکو اسامہ بن زیدؓ کے نکاح کا پیغام دیا تو اُس سے ہمنے یہ نتیجہ نکالا کہ آپ نے جس حالت مین نکاح کا پیغام دیا وہ اُس سے مختلف تھی جسمین آپ نے پیغام نکاح دینے کی ممانعت فرمائی تھی اور اس قسم کی حالت جسمین ایک کی منگنی حلال اور دوسرے کی حرام ہو صرف اس صورت مین ہو سکتی ہے جب اُس نے ولی کو اجازت نکاح دیدی ہو اُس سے اگر ولی نے اس کا نکاح کر دیا تو اس کے شوہر کیلیے یہ حق ہے کہ اسکو نکاح کا پابند بنالے اور ولی کیلیے بھی ایسا ہی کرنا ضروری ہے، اور وہ عورت اُس کے لیے حلال ہو گی لیکن اس کے پہلے عورت کی حالت یکسان ہے، اور جب تک وہ اجازت نہ دے، ولی کو اُسکے نکاح کا حق حاصل نہین، اور اُس کے میلان یا عدم میلان دونون برابر ہین، غرض امام شافعیؒ نے جو نتیجہ نکالا ہے وہ یہ ہے کہ حدیث مین جس منگنی کی ممانعت کی گئی ہے، وہ وہ ہے جب عورت ولی کو نکاح کی اجازت دیدے تاکہ ولی کا معاملہ جائز ہو جائے لیکن جب تک خود ولی کا معاملہ جائز نہو، عورت کی ابتدائی اور انتہائی دونون حالت یکسان ہے،

بعض فقہاء کا قول ہے کہ جب عورت منگنی کرنے والے کی طرف مائل ہو تو اس صورت مین دوسرے کو منگنی کرنے کا حق حاصل نہین، امام شافعیؒ نے جو یہ قید لگا لی ہے کہ یہ ممانعت اس صورت مین ہے جب وہ ولی کو نکاح کرنے کی اجازت دیدے، ان لوگون نے اسکی جگہ

Marfat.com

یہ قید لگائی ہے، یہ امام مالک اور ابوحنیفہ رحمہا اللہ تعالیٰ کی رائے ہے، چنانچہ امام مالکؒ اس حدیث کو موطا میں روایت کر کے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی کہ:۔ تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی نہ کرے؛ ہماری رائے میں تفسیر یہ ہے کہ ایک آدمی ایک عورت کو پیغام نکاح دے اور وہ اس کی طرف میلان ظاہر کرے اور دونوں کا اتفاق ایک معین مہر پر ہو جائے اور وہ دونوں اس پر راضی ہوں اور وہ عورت مرد کو اسپر اپنا پابند بنانا چاہے ایسی حالت میں آپ نے دوسرے شخص کو پیغامِ نکاح دینے کی ممانعت فرمائی ہے آپ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جب ایک مرد نے عورت کو پیغامِ نکاح دیا اور اس نے نہ اس سے موافقت کی نہ اسکی طرف میلان ظاہر کیا تو ایسی حالت میں بھی دوسرا شخص اس کو پیغامِ نکاح نہیں دے سکتا، کیونکہ اس سے لوگوں کے معاملات میں خرابی پیدا ہو جائے گی؛

دونوں اماموں کے طریقے اگرچہ مختلف ہیں لیکن دونوں نے مطلق حدیث کو مقید کیا ہے، امام مالک نے اس میں اس لیے قید لگائی ہے، کہ اس سے لوگوں کے معاملات میں خرابی واقع ہوگی اور امام شافعی نے حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کی حدیث کے رو سے اس کو مقید کیا ہے، لیکن بعض فقہاء نے اس ممانعت کو حالتِ اطلاق ہی میں رکھا ہے، اور ان کا یہ قول ہے کہ جب ایک عورت کو ایک شخص نے پیغامِ نکاح دیدیا تو جب تک وہ اس کو چھوڑ نہ دے دوسرے کے لیے اس سے منگنی کرنا جائز نہیں، لیکن اگر کسی نے اس حدیث کی مخالفت کر کے نکاح کر لیا تو اس کے متعلق فقہاء میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک چونکہ یہ ممانعت حرمت کیلئے نہیں ہے، بلکہ کراہت کیلئے ہے اس لیے نکاح جائز ہو جائیگا، لیکن بعض فقہاء کے نزدیک نکاح کو

فسخ کر دیا جائیگا، امام مالک سے یہ دونوں قول مروی ہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ زفاف سے پہلے نکاح فسخ ہو جائیگا اور زفاف کے بعد قائم رہے گا، اور یہ اختلافات جیسا کہ ہم ابھی بیان کر آئے ہیں خود نہی میں اختلافات کا نتیجہ ہیں۔

ایک دوسری مثال جسمیں فرض کو فرضیت سے نکالا گیا ہے یہ ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ "ہر بالغ پر جمعہ کا غسل واجب ہے" اور حضرت ابن عمر رضی کی حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "جو شخص جمعہ میں آئے اُس کو غسل کر لینا چاہیئے"۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اقوال کے دو معنے ہو سکتے ہیں، پہلا معنی جو ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ نماز جمعہ کیلئے بغیر غسل کے طہارت کافی نہیں ہو سکتی جس طرح جنبی کیلیے غسل کے سوا کوئی طہارت کافی نہیں ہوتی دوسرے معنی یہ ہیں کہ پاکیزگی اخلاق و صفائی طبع کے لحاظ سے وہ واجب ہے اور آدمی کو چاہیئے کہ اسکو پسند کرے، اس حدیث کے علاوہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی سے مروی ہے کہ جمعہ کے دن حضرت عثمان بن عفان رضی مسجد میں آئے اور حضرت عمر بن الخطاب رضی خطبہ دے رہے تھے، اور ان سے اُنھوں نے فرمایا کہ یہ کیا وقت ہے"، بولے کہ "اے امیر المومنین میں بازار سے پلٹا تو اذان سنی اور وضو سے زیادہ کچھ نہ کر سکا"، بولے "صرف وضو حالانکہ تمکو یہ معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کا حکم دیتے تھے"۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی کو یہ یاد تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کا حکم دیتے تھے، اور ان کو یہ بھی معلوم تھا کہ حضرت عثمان رضی کو اس حکم کا علم تھا، پھر حضرت عمر رضی نے حضرت عثمان رضی کو یہ حکم یاد بھی دلایا اور حضرت عثمان رضی کو وہ معلوم بھی ہو گیا، اس لیے اگر کسی شخص کو یہ خیال ہو کہ حضرت عثمان رضی کو یہ حکم یاد نہ تھا تو نماز سے پہلے حضرت عمر رضی نے انکو یاد دلا دیا

لیکن با این ہمہ جب غسل کے نہ کرنے سے حضرت عثمانؓ نے نماز ترک نہ کی اور حضرت عمرؓ نے ان کو باہر نکل کر غسل کرنے کا حکم نہ دیا، تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ ان دونون بزرگون کو یہ معلوم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم اختیاری تھا، یہ نہین کہ اس کے سوا دوسری حالت اُس کے لیے کافی نہین ہو سکتی۔ خلاصہ یہ کہ شریعت کے اوامر و نواہی سے استنباطِ احکام مین فقہا کے درمیان اختلاف تھا، کبھی وہ اسکو فرض و تحریم پر باقی رکھتے تھے اور کبھی اسکو فرضیت و تحریم سے نکالکر استحباب اور کراہت کی طرف لاتے تھے اور کبھی اس سے صرف ہدایت و ارشاد کے معنی مراد لیتے تھے اور یہ سب کچھ قرینہ، استدلال اور راے سے کرتے تھے چنانچہ اس موقع پر ہم چند مثالین درج کرتے ہین جن سے استنباط فقہا کی دقت نظری ظاہر ہوگی۔

شارع نے معاملات کو انکے مسببات کا سبب قرار دیا ہے مثلاً اسنے بیع کو اس بات کا سبب قرار دیا ہے کہ اس سے فروخت شدہ چیز کی ملکیت مشتری کو اور قیمت بائع کو حاصل ہو جاے اور رہن شی مرہون کے مرتہن کا حق ثابت ہو جاتا ہے اور وہ تمام قرضخواہون پر مقدم قرار دیا جاتا ہے اسکے علاوہ اور بھی معاملات ہین جنکو شارع نے جائز کیا ہے اور انکو ایک چیز کا سبب بنایا ہے لیکن جب معاملات کسی وصف کے ساتھ متصف ہو جاتے ہین تو شارع اُن کی ممانعت کر دیتا ہے مثلاً سود کو وہ ناجائز قرار دیتا ہے، اور اداے قیمت کے لیے ایک نامعلوم مدت کی تعئین سے منع کرتا ہے تو کیا اس صورت مین یہ معاملات اپنے مسببات کا سبب نہین ہو سکتے اور وہ بالکل باطل ہو جاتے ہین جن کے ذریعہ سے نہ تو انتقالِ ملکیت ہوتا اور نہ کوئی حق ثابت ہوتا؟ بعض فقہا کا یہی خیال ہے لیکن امام ابوحنیفہؒ اور اُن کے اصحاب نے اسپر ایک دقیق نظر ڈالی ہے اور ان کا قول ہے کہ بیع کو مثلاً شارع نے ایک چیز یعنی انتقالِ ملکیت کا سبب قرار دیا ہے اور کسی مکروہ وصف کے

Marfat.com

عارض ہو جانے سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس قسم کی بیع کرنا حرام ہے لیکن ان
دونوں مسببات میں کوئی تناقض نہیں ہے اور ان میں ہر ایک کا اثر ایک ساتھ ظاہر
ہو سکتا ہے، اور اس طریقہ سے ایک ایسی بیع کا وجود ہوتا ہے جو ایک وقت میں حرام
بھی ہو سکتی ہے اور اس سے انتقال ملکیت بھی ہو جاتا ہے۔ البتہ ان لوگوں نے
حصول ملکیت کیلئے قبضہ کی شرط لگائی ہے، اور اس قسم کی بیع کو فاسد کہتے ہیں اور انکا
قول ہے کہ نہی کے اثر کے زائل کرنے کے لیے بائع و مشتری پر یہ فرض ہے کہ وہ بیع کو
فسخ کر دیں لیکن اگر انھوں نے ایسا نہیں کیا اور مشتری نے فروخت شدہ چیز میں تصرف
کیا تو اس کا یہ تصرف اُس ملکیت میں ہوگا جو اس نے بیع کے ذریعہ سے حاصل کی ہے
یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے اس مسلک کی بنیاد صرف رائے پر نہیں ہے، بلکہ طلاق کے
معاملے میں خود شارع نے بھی یہی روش اختیار کی ہے، کیونکہ طلاق ایک شرعی تصرف کا نام
ہے جو اس لیے وضع کیا گیا ہے کہ اس کے ذریعہ سے زوجیت کا رشتہ توڑ دیا جائے اور
شارع نے یہ حکم دیا ہے کہ طلاق حالت طہر میں دینا چاہیئے جس میں شوہر نے بی بی کے
ساتھ جماع نہ کیا ہو، اس بنا پر حائضہ عورت کا طلاق ممنوع ہے، لیکن باوجود اس کے
جب حضرت ابن عمرؓ نے ایسا کیا تو رسول اللہ صلعم نے اُن کو حکم دیا کہ وہ اپنی عورت سے
رجعت کر لیں، اور باوجودیکہ اُنھوں نے حالت حیض میں طلاق دی تھی لیکن آپ نے
اس کا اعتبار کیا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کسی ... وصف کے عارض ہو جانے
کی بنا پر تصرف شرعی سے جو ممانعت کر دی جاتی ہے وہ اسکی سببیت کو باطل نہیں کرتی
جو لوگ ممنوعہ طلاق کا اعتبار کرتے ہیں لیکن ممنوعہ بیع کا اعتبار نہیں کرتے ان کی
تردید کے لیے یہ قول نہایت مناسب ہے، کیونکہ عقلی حیثیت سے ان دونوں کی حیثیت

Marfat.com

ایک ہے لیکن اہل ظاہر کی مخالفت مین اس سے کام نہین چل سکتا کیونکہ وہ تمام منوصہ تصرفات شرعیہ کے متعلق ایک کلی راے رکھتے ہین اور اُن کو قابل اعتداد نہین سمجھتے، یہی وجہ ہے کہ ان کے نزدیک حائضہ عورت کی طلاق جائز نہین، کیونکہ شریعت مین اس کی نہی وارد ہوئی ہے او رپہلا فریق جو یہ دعوی کرتا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عمرؓ کی طلاق کو جائز قرار دیا تھا اُس کی صحت پر اُن کو اعتراض ہے،

اس کی ایک مثال یہ ہے کہ خداوند تعالی نے میعادی قرض کے لیے دستاویز لکھنے کا حکم دیا ہے اور اسکو نہایت تاکید کے ساتھ جیسا کہ آیتِ دین سے معلوم ہوتا ہو بیان کیا ہو، لیکن اکثر فقہاء کے نزدیک قرض کیلیئے دستاویز لکھنا واجب نہین ہو اور یہ امر صرف ارشاد وہدایت کیلیئے ہے اس لیے جس نے ایسا کیا اس نے اپنے لیے ایک احتیاط کی لیکن جسنے اس پر عمل نہین کیا اس پر کوئی گناہ نہین صرف اس نے ایک احتیاط کو ترک کر دیا،

ان لوگون نے یہ نتیجہ اخیر آیت مین خداوند تعالی کے اس قول سے نکالا ہو،

فان امن بعضکم بعضا فلیؤد الذی اؤتمن امانتہ، — اگر تم مین ایک دوسرے کو امین بنائے تو جو شخص امین بنایا گیا ہو اُسکو چاہیئے کہ اپنی امانت ادا کرے

لیکن اہل ظاہر نے ان کی مخالفت کی ہو اور اُن کے نزدیک قرض کے لیے دستاویز لکھنا تمام واجبات ماموربہا کی طرح واجب ہو اس لیے جو شخص دستاویز نہ لکھیگا وہ گناہگار ہوگا لیکن غالبًا وہ لوگ اس مین یہ قید لگائین گے کہ جب دائن مدیون کو امانت دار نہ سمجھے تو دستاویز لکھنا واجب ہے جیسا کہ اخیر آیت سے سمجھا جاتا ہو،

مسئلہ امر ونہی کی بحث اُن اختلافات کے ساتھ جو ان کے ذریعہ سے استنباطِ احکام مین پیدا ہوئے ہین نہایت طویل ہو اور اس موقع پر اُس کا استقصا نہین کیاجاسکتا

لیکن ہم نے جو کچھ بیان کر دیا اس سے یہ کافی طور پر معلوم ہو جاتا ہے، کہ وہ نزاع کا ایک میدان اور اختلافات کے اسباب مین ایک سبب ہے، اور اُس کے ذریعہ سے ان لوگون کے درمیان فرق ظاہر ہو جاتا ہے۔ جن مین ایک فریق روحِ فقہ کا لحاظ رکھتا ہے، اور دوسرا فریق صرف نصوص کے الفاظ و عبارت کو دیکھتا ہے،

۶۔ تدوینِ اصولِ فقہ،

اصل احکام مین جو اختلافات پیدا ہوے ان کی وجہ سے فقہا نے اصول فقہ کی تدوین کی جو اُن قواعد کا نام ہے جن کی پیروی ہر مجتہد استنباطِ احکام مین کرتا ہے،

تاریخ ابی یوسف اور محمد بن حسن مین مذکور ہے کہ ان دونون بزرگون نے ان اصول کے متعلق کتابین لکھی ہین لیکن افسوس ہے کہ ہم تک اُن کی کوئی کتاب نہین پہونچ سکی، اس کے متعلق ہم تک جو کچھ پہونچا ہے اور اس علم کا اصلی سنگِ بنیاد اور عظیم الشان ذخیرۂ بحث خیال کیا جاتا ہے وہ امام شافعی کا رسالہ ہے جسمین انھون نے حسب ذیل امور سے بحث کی ہے

(۱) قرآن اور اس کا بیان،

(۲) حدیث اور قرآن مجید کے مقابلہ مین اس کا درجہ،

(۳) ناسخ اور منسوخ،

(۴) عللِ احادیث،

(۵) خبر واحد،

(۶) اجماع،

(۷) قیاس

(۸) اجتہاد،

(۹) استحسان

(۱۰) اختلاف

انھون نے پہلی فصل مین قرآن مجید کے بیان کی کیفیت لکھی ہے اور اس کی متعدد قسمین قرار دی ہین، مثلاً

(۱) خدا نے اس کو لوگون کے لیے نصاً بیان کر دیا ہو مثلاً تمام فرائض،

(۲) خدا نے قرآن مجید کے ذریعہ سے اُس کو فرض کر دیا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اس کی کیفیت بیان کی ہو، مثلاً نمازون کی تعداد،

(۳) اس کے متعلق خود خدا کا کوئی تصریحی حکم نہ ہو بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طریقہ کو مقرر کیا ہو،

(۴) خداوند تعالیٰ نے اُنکی طلب و جستجو کیلیے بندون پر اجتہاد فرض کر دیا ہو اور اس اجتہاد کے ذریعہ سے ان کی اطاعت کی آزمائش مقصود ہو جیسا کہ اس نے اور فرائض مین ان کی اطاعت کا امتحان لیا ہے،

امام شافعیؒ نے ان مین ہر قسم کے سمجھانے کے لیے کافی مثالین دی ہین، اُس کے بعد اُنھون نے یہ بیان کیا ہے کہ قرآن مجید عربی زبان مین ہے، اور اوس مین کوئی چیز بجز عربی کے اور کسی زبان مین نہین بیان کی گئی ہے، اور جن لوگون کا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن مجید مین عربی اور عجمی دونون قسم کے الفاظ ہین اُن کے ساتھ بحث کی ہے، اس سے یہ نتیجہ پیدا ہوا کہ جس طرح عرب اپنے کلام کے معنے سمجھتے ہین اسی طرح قرآن مجید بھی سمجھا

Marfat.com

جائے گا، اور عرب کا طریقۂ کلام یہ ہے کہ وہ کبھی ایسا فقرہ بولتے ہین جس سے بظاہر عموم سمجھا جاتا ہے اور عموم مقصود بھی ہوتا ہے، چنانچہ قرآن مجید مین اس کی مثال یہ ہے'

خالق کل شئی فاعبدوہ وھو علی کل شئی وکیل، — خدا ہر چیز کا خالق ہے اس لیے اس کو پوجو اور وہ ہر چیز کا ضامن ہے

لیکن کبھی اس سے بظاہر عموم سمجھا جاتا ہے، لیکن مقصود خاص ہوتا ہے' قرآن مجید مین اس کی مثال یہ ہے'

الذین قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا لکم — وہ لوگ جن سے لوگون نے کہا کہ لوگ تمھارے لیے جمع ہوے ہین

حالانکہ نہ تمام لوگون نے ایسا کہا تھا اور نہ تمام لوگ جمع ہوے تھے،

کبھی بظاہر کلام سے ایک معنی سمجھے جاتے ہین لیکن سیاق کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ظاہری معنی مراد نہین، مثلاً

واسال القریۃ التی کنا فیھا والعیر التی اقبلنا فیھا، — اس گانون سے پوچھو جس مین ہم تھے اور اس قافلے سے جس مین ہم آئے

لیکن سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل قریہ اور اہل قافلہ مراد ہین'

کبھی ظاہر قرآن سے عموم سمجھا جاتا ہے، لیکن سنت اس کی تخصیص پر دلالت کرتی ہے، جیسا کہ آیت وراثت سے بظاہر عموم مفہوم ہوتا ہے لیکن حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض باپ، بعض لڑکے اور بعض میان بیوی مراد ہین' یعنی وہ باپ' وہ لڑکے وہ میان بیوی جن کا دین ایک ہو اور ان دونون مین سے وارث قاتل یا غلام نہو'

اس کے بعد انھون نے یہ بیان کیا ہے کہ خود خداوند تعالیٰ کے حکم سے حدیث پر

عمل کرنا فرض ہے، اور خداوند تعالیٰ کے ان ارشادات میں،

ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ — اور پیغمبر لوگون کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے،

واذکرن ما یتلی فی بیوتکن من آیات اللہ والحکمۃ، — اور تمھارے گھرون کے اندر آیات اللہ اور حکمت کی جو تلاوت کی جاتی ہے اس کو اے ازواج مطہرات یاد کرو،

حکمت سے یہی حدیث مراد ہے،

انھون نے حدیث کے حجت ہونے پر نہایت تفصیل کے ساتھ دلیل قائم کی ہے، اس کے بعد یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثین قرآن مجید کے ساتھ دو قسم کا تعلق رکھتی ہین، ایک تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعینہٖ قرآن مجید کی آیات کا اتباع کیا ہے، دوسرے مجملات قرآنیہ کی تشریح کی ہے، اور یہ واضح کیا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اُن کو کیونکر فرض کیا ہے؟ وہ عام ہین یا خاص؟ اور بندون کو ان پر کیونکر عمل کرنا چاہیے؟ لیکن ان دونون صورتون مین آپ نے کلام الٰہی کی پیروی کی ہے، اسکے بعد انھون نے یہ بیان کیا ہے کہ حدیث کی ایک تیسری قسم بھی ہے، یعنی وہ حدیثین جنکے متعلق قرآن مجید مین کوئی نص موجود نہین، اور اسی مین اختلاف ہے، بعض لوگ اس کو جائز رکھتے ہین، اور بعض لوگون کے نزدیک کوئی ایسی حدیث نہین ہے جسکی اصل قرآن مجید مین موجود نہ ہو، اس لیے آپ نے جس چیز کو حلال یا حرام کیا وہ خداوند تعالیٰ کے ارشاد کی تفسیر ہے، جیسا کہ آپ نے نماز کی تشریح فرمائی ہے، اور بعض لوگ یہ کہتے ہین کہ آپ کی خدمت مین ان حدیثون کے متعلق خداوند تعالیٰ کا پیغام پہونچا اور خداوند تعالیٰ ہی کے فرض کرنے سے وہ حدیثین مسنون ہوئین، اور بعض لوگون کا خیال ہے کہ تمام حدیثین

بطور الہام کے آپ کے دل مین ڈالی گئین، امام شافعیؒ فرماتے ہین کہ ان مین جو صورت بھی ہو لیکن خداوند تعالیٰ نے اپنے رسول کی اطاعت بہرحال فرض کردی ہے،

اس کے بعد انھون نے ناسخ و منسوخ پر بحث کی ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ رحمت کے لیے قرآن مجید کبھی کبھی منسوخ ہوجاتا ہے یعنی خداوند تعالیٰ نے ابتدا مین جو احسان کیا تھا اس مین بندون کے لیے اضافہ و توسیع کردیتا ہے لیکن قرآن مجید کا نسخ صرف قرآن مجید ہی سے ہوسکتا ہے، حدیث قرآن مجید کو منسوخ نہین کرسکتی بلکہ وہ خود قرآن مجید کی تابع ہوتی ہے کبھی بعینہ نص قرآن کا اتباع کرتی ہے، کبھی اس کے مجملات کی تشریح کرکے خداوند تعالیٰ کے مراد معنی کو بتاتی ہے، اسی طرح حدیث کا نسخ بھی صرف حدیث ہی سے ہوسکتا ہے، اُنھون نے اس پر جو دلیل قائم کی ہے اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگون کی رائین جو حدیث سے کم درجہ رکھتی ہین حدیث کو منسوخ نہین کرسکتین، البتہ وہ قرآن مجید سے منسوخ ہوسکتی ہین لیکن اسوقت ایک ایسی حدیث کا ہونا ضروری ہے جس سے یہ معلوم ہو کہ وہ منسوخ ہے، انھون نے یہ احتیاط اس لیے کی ہے کہ کہین لوگ صرف عمومات قرآنیہ پر عمل کرکے اُن کی مخصص حدیثون کو نہ چھوڑ دین اور یہ دلیل لائین کہ عموم قرآن نے تخصیص حدیث کو منسوخ کردیا ہے، چنانچہ اُنھون نے اس کی توضیح کردی ہے، اس کے بعد انھون نے یہ بیان کیا ہے کہ کبھی حدیث سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ ایک آیت قرآنی دوسری آیت سے منسوخ کردی گئی ہے، مثلاً آیت وصیت اور آیت میراث کے متعلق اس مشہور حدیث

لا وصیۃ لوارث — وارث کیلئے وصیت نہین ہے۔

سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ وارث نے وصیت کو منسوخ کردیا ہے اس لیے والدین اور

Marfat.com

اور اقارب کیلیے وصیّت فرض نہین ہے لیکن طاؤس اور ان کے ساتھ چند لوگ یہ
کہتے ہین کہ والدین کیلیے تو وصیت منسوخ ہے، اور قرابت کی وجہ سے غیر ورثار کے لیے
ثابت ہے، اس کے بعد انھون نے اُن فرائض کی چند مثالین دی ہین جنکو خداوند تعالی نے
نصًا نازل فرمایا ہے، اور وہ فرائض منصوصہ بھی بیان کیے ہین جن کو اُن کے ساتھ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہین، اور اس فرض منصوص کا بھی ذکر کیا ہی جسکی نسبت
حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے خاص مراد ہے، اس کے بعد انھون نے یہ بیان کیا
ہی کہ باوجود عموم قرآن کے فقہا بالاتفاق قاتل کو مقتول کی وراثت نہین دلواتے، اور
یہ ایک ایسی دلیل ہے جس سے لازمی طور پر اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثون
مین فرق و امتیاز نہین کرنا چاہیے کیونکہ جب خداوند تعالی کے ایک فرض منصوص کے متعلق
ان کا یہ درجہ ہے اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ فرض صرف بعض لوگون کے لیے ضروری
ہے بعض لوگون کے لیے نہین ہے تو اس کے مثل قرآن مجید کے اور فرائض کا بھی یہی حال
ہوگا اور جو احکام صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیے ہین، اور اُن کی نسبت
خود خداوند تعالی کا کوئی حکم نہین ہی، ان کی بھی یہی حالت ہوگی اور ایک عالم کو اُنکی فرضیت
مین بطریق اولی شک نہین کرنا چاہیے، اور یہ جاننا چاہیے کہ احکام الٰہی اور احکام نبوی
مین اختلاف نہین ہوتا، اور دونون ایک ہی روش پر چلتے ہین

اس کے بعد انھون نے علل حدیث کا بیان کیا ہے، اور ایک گمنام شخص کے اعتراض
سے اُسکی ابتدا اس طرح کی ہے کہ بعض حدیثین ایسی ہین کہ قرآن مجید مین بھی اسی قسم
کی تصریح موجود ہی، اور بعض حدیثین ایسی ہین کہ قرآن مجید مین اجمالًا اسی کے مثل نص
پائی جاتی ہے، بعض حدیثین ایسی ہین کہ ان کا اکثر حصہ قرآن مجید سے ماخوذ ہی، اور

بعض حدیثین ایسی ہین کہ اُن کے متعلق قرآن مجید مین کچھ مذکور نہین ہے، بعض احادیث بالاتفاق تسلیم کی جاتی ہین اور بعض مین اختلافات ہین، بعض حدیثین باہم ناسخ و منسوخ ہین اور بعض مین اختلافات ہین جن مین ناسخ و منسوخ پر کوئی دلالت نہین ہے،

بعض حدیثون مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہی موجود ہے اور لوگ کہتے ہین کہ آپ نے جس چیز سے ممانعت کردی وہ حرام ہے لیکن بعض حدیثون کی نہی کے متعلق لوگ کہتے ہین کہ آپ کے امر و نہی اختیاری ہین تحریمی نہین ہین، پھر تم لوگ بعض مختلف حدیثون کو تو لیتے ہو اور بعض کو نہین لیتے اور تم لوگ آپ کی بعض حدیثون پر قیاس کرتے ہو اور تمھارے اس قیاس مین اختلاف ہوتا ہے لیکن بعض حدیثون کو چھوڑ دیتے ہو اور اس پر قیاس نہین کرتے تو اس قیاس کرنے اور نہ کرنے پر تمھاری کیا حجت ہے، اس کے بعد تم مین اختلافات ہو جاتے ہین اور تم مین بعض لوگ ایک حدیث کو چھوڑ دیتے ہین اور اسی کے مثل یا اُس سے زیادہ ضعیف الاسناد حدیث کو لے لیتے ہین،

عللِ حدیث کی توضیح کے بعد انھون نے حدیث کے ناسخ و منسوخ پر بحث کی ہے اس کی بہت سی مثالین دی ہین اور متعدد حدیثین لائے ہین جو بظاہر مختلف ہین، اور اُن کے وجوہِ اختلاف کو بیان کیا ہے کہ مجتہد کیونکر ان مین تطبیق یا ترجیح دے سکتا ہے

اس کے بعد خبر واحد کی صحت پر گفتگو کی ہے اور اس کے حجت ہونے پر تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے، اور انھون نے جو کچھ لکھا ہے ان مین سب سے زیادہ طویل بحث یہی ہے،

پھر اجماع پر کلام کیا ہے، اور اسپر اُن حدیثون سے استدلال کیا ہے جن کے ذریعہ سے رسول اللہ صلعم نے پابندی جماعت مسلمین کی ترغیب دی ہے اور یہ بیان کیا ہے

کہ اس کے معنی اس کے سوا کچھ نہین کہ مسلمانون کی جماعت جس چیز کو حلال یا حرام سمجھتی ہے اُس کی پابندی اور اطاعت کی جائے اس کے بعد قیاس اور اجتہاد پر گفتگو کی ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ یہ دونون ایک ہی چیز کے نام ہین اور یہ ذکر کیا ہے کہ قیاس کی دو صورتین ہین، ایک تو یہ کہ کوئی چیز اصل کے معنی مین ہو اور اسمین مختلف قیاس نہین ہوتے دوسری یہ کہ ایک چیز کے اصول کے مشابہت سی چیزین ہوتی ہین اس لیے اس چیز کا قیاس اُس چیز پر کیا جاتا ہے جو اس سے زیادہ تعلق رکھتی ہے اور اُس سے زیادہ مشابہ ہوتی ہے اور قیاس کرنے والے اسی مین اختلاف کرتے ہین، اُنھون نے قیاس پر دلیل قائم کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ وہ دین سے ہے اور اجتہاد سے جو اختلاف پیدا ہوتا ہے اُس مین ثواب کی گنجائش ہے، چنانچہ حضرت عمرو بن العاص رض کی یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ حاکم نے اگر اپنے فیصلہ مین اجتہاد سے کام لیا اور یہ اجتہاد صحیح نکلا تو اُس کو دو ثواب ملینگے اور اگر اجتہاد مین غلطی کی تو ایک ثواب،

پھر استحسان سے بحث کی ہے اور جو لوگ اس کے قائل ہین اُن کا رد کیا ہے اور یہ کہ استحسان کے معنی یہ ہین کہ بغیر حدیث و قیاس کے کوئی بات کہی جائے اور یہ بیان کیا ہے کہ قیاس کرنے کا حق کس کو حاصل ہے، اس کے بعد وہ فرماتے ہین کہ قیاس کے چند طریقے ہین جن مین سب سے قوی طریقہ یہ ہے کہ خداوند تعالی قرآن پاک مین یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی سی چیز کو حرام قرار دین اس سے یہ معلوم ہو جائیگا کہ جب اس چیز کا تھوڑا سا حصہ حرام کر دیا گیا تو اس کا بہت سا حصہ بھی اسی کے مثل یا قلت پر کثرت کی زیادتی سے اُس سے زیادہ حرام ہوگا، اسی طرح جب خدا نے تھوڑی سی طاعت پر

تعریف کی تو جو طاعت اُس سے زیادہ ہو گی اُسپر بطریق اولیٰ تعریف کی جائے گی اسیطرح جب خدا نے ایک چیز کے بڑے حصے کو مباح کر دیا تو اس کا کم حصہ بطریق اولیٰ مباح ہو گا لیکن بعض اہل علم اسکو قیاس نہیں کہتے اُن کے نزدیک خدا نے جس چیز کو حلال و حرام اور جسپر مدح و ذم کی اس سے یہی مراد ہے کیونکہ وہ اس کے اندر داخل ہے اس لیے وہ وہی چیز ہے دوسری چیز پر اس کا قیاس نہیں کیا گیا ہے جو چیز حلال و حرام کے معنی مین نہین اور ان کو حلال و حرام کر دیا گیا اس کی نسبت بھی ان کا یہی قول ہے قیاس صرف اسکو کہتے ہین کہ دو مختلف معنی مین مشابہت ہو اور اُن مین یہ ثابت کیا جائے کہ اُسکا قیاس صرف ایک پر ہو سکتا ہے دوسرے پر نہین ہو سکتا اُن کے علاوہ اور اہل علم کے نزدیک کتاب و سنت کے علاوہ جو چیز اُن کے معنی مین ہو وہ قیاس ہے؛

اس کے بعد انھون نے اختلاف پر بحث کی ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ خداوند تعالےٰ نے خود قرآن پاک مین یا اپنے رسول کی زبان سے جس چیز کے ساتھ بنص صریح دلیل قائم کی ہے، اس مین اُس شخص کیلیے اختلاف جائز نہین جس نے اس کو جان لیا اور جس چیز مین تاویل کا احتمال ہے یا وہ قیاس سے معلوم ہو سکتی ہے اس مین اختلاف جائز ہے، اسکے بعد وہ بہت سی ایسی مثالین لائے ہین جن کا حکم انھون نے قیاس سے استنباط کیا ہے اور اس قیاس مین اُنکے جو مخالف تھے اُن سے مناظرہ کیا ہے جس سے اُنکی قوت بیان اور وسعت اطلاع معلوم ہوتی ہے،

امام شافعیؒ کی تحریر مین مجھ کو سب سے زیادہ جو خوبی نظر آئی وہ یہ ہے کہ وہ جن لوگون سے مناظرہ کرتے ہین اُن کے اقوال کو نہایت کامل اور واضح دلیل کے ساتھ بیان کرتے ہین اور ان کی تمام امکانی قوت کی تفصیل کرتے ہین اُس کے بعد اُن کے دلائل کو توڑتے ہین اور حدیث سے اپنے اور اپنے مخالفین کے لیے حجت لانے کے متعلق اُنھون نے جو کچھ لکھا ہے اُس سے

زیادہ اس کی کوئی دلیل نہین ہو سکتی حالانکہ بعض متاخرین نے اُسکے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ اس سے زیادہ نہین ہے کہ "حدیث ایک ضرورت دینی ہے،" لیکن ان دونون علمون مین کس قدر فرق ہے؟

یہ رسالہ جیسا کہ ہم نے بیان کیا اس عہد قدیم کی ایک بہترین یادگار ہے، جس سے اُس زمانے کے علما کی بہت سی خصوصیات مثلاً حسن تحریر، حسن ادب، مناظرات مین مخالفین کا احترام، مناظرات کے وقت کتاب وسنت کا حاضر الذہن ہونا معلوم ہوتی ہین

۷ :- اصطلاحات فقہیہ کا ظہور

قرآن مجید جس چیز کا خواستگار ہوتا تھا اُس کا مطالبہ ان اسالیب بیان کے ساتھ کرتا تھا جنکی توضیح ہم دور اول مین کر چکے ہین، لیکن قوت مطالبہ مین ان مین کسی اسلوب کو دوسرے اسلوب پر ترجیح حاصل نہین ہے بلکہ اس مین سب کے سب برابر ہین، اس معاملے مین حدیث کا بھی یہی حال تھا لیکن فقہا کی نگاہ مین جب یہ مطالبے الگ الگ صورتون مین نمایان ہوے تو مجبوراً انھون نے ان پر دلالت کرنے کے لیے الگ الگ نام رکھے، مثلاً فرض، واجب، سنت، مندوب، مستحب،

فرض اور واجب ان چیزون کو کہتے ہین جن کا مطالبہ ضروری ہوتا ہے، البتہ حنفیہ کے نزدیک فرض وہ ہے جسکا مطالبہ ایسی دلیل کے ساتھ کیا جائے جو نزول و دلالت دونون مین قطعی ہو مثلاً آیات قرآنیہ اور وہ حدیثین جو نص ہونے کے ساتھ تواتر یا شہرت کے ذریعہ سے قطعی طور پر ثابت ہون، اور واجب وہ ہے جس کا مطالبہ ایسی دلیل کے ساتھ کیا جائے جو نزول، یا دلالت یا دونون طریقے سے ظنی ہو، مثلاً نماز کی دو رکعتون مین قرآن مجید

کی ممکن آیتوں کا پڑھنا اُن کے نزدیک فرض اور ان دونوں رکعتوں میں فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے، اور فرض کے چھوڑنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ نماز باطل ہو جائے گی اور سہواً واجب کے چھوڑنے سے سجدہ سہو لازم آئے گا اور قصداً واجب کے چھوڑنے پر اگر وقت باقی ہے تو نماز کا اعادہ واجب ہوگا لیکن اگر وقت نکل گیا تو وہ شخص گنہگار ہوگا، لیکن حنفیہ کے علاوہ اور لوگوں کے نزدیک فرض اور واجب میں کوئی فرق نہیں ہے، بلکہ جس چیز کا مطالبہ ضروری طور پر کیا جائے وہ فرض اور واجب ہے چاہے یہ مطالبہ قطعی دلیل کے ساتھ ہو یا ظنی کے ساتھ، البتہ یہ لوگ حج میں ان دونوں کے درمیان یہ فرق کرتے ہیں کہ شارع کے جس مطالبہ کی تلافی نہیں ہو سکتی، مثلاً عرفہ کا قیام اور رکن حج کا طواف وہ فرض ہے اور جس مطالبہ کے فوت ہو جانے کی قربانی سے تلافی ہو سکتی ہے مثلاً احرام وہ واجب ہے،

فقہاء کے نزدیک ایک اور فرض ہے جسکا نام فرض کفایہ ہے اور وہ شارع کے اس مطالبہ کا نام ہے جسمیں اس کا کرنے والا مقصود نہ ہو اس لیے اگر کسی مکلف نے اسکو کر دیا تو باقی لوگ گناہ سے سبکدوش ہو گئے، لیکن اگر سب نے اسکو چھوڑ دیا تو سب کے سب گنہگار ہوئے،

جس مامور بہ پر اس کا غیر موقوف ہو وہ اسکی حقیقت سے خارج ہے تو فقہاء اسکو شرط کہتے ہیں مثلاً نماز کیلئے قبلہ کی طرف رُخ کرنا، اور اس کا جزو ہو تو اس کا نام رُکن رکھتے ہیں مثلاً نماز میں رکوع،

حنفیہ کی اصطلاح میں سنت اس کو کہتے ہیں جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو، البتہ کبھی کبھی اسکو بلا عذر چھوڑ بھی دیا ہو اور مندوب و مستحب وہ ہے جس کو آپ نے ہمیشہ نہ کیا ہو اور باوجود اس کی ترغیب دینے کے اسکو نہ کیا ہو لیکن دوسری اصطلاح میں سنت، مندوب اور مستحب کے ایک ہی معنی ہیں یعنی وہ چیز جسکا مطالبہ

قطعی طور پر نہ کیا جائے، البتہ جسکو حنفیہ سنت کہتے ہین اسکو یہ لوگ سنت موکدہ اور جسکو وہ لوگ مندوب اور مستحب کہتے ہین اسکو یہ لوگ سنت غیر موکدہ کہتے ہین شارع نے جس چیز سے باز رہنے کا مطالبہ کیا ہے اس کو یہ لوگ اپنی اصطلاح مین حرام اور مکروہ کہتے ہین چنانچہ حنفیہ کے نزدیک حرام فرض کا مقابل مکروہ تحریمی واجب کا مقابل اور مکروہ تنزیہی سنت کا مقابل ہے، اور ان کے علاوہ اور لوگون کے نزدیک چونکہ واجب اور فرض دونون ہم معنی ہین اس لیے حرام بھی ان ہی دونون کا مقابل ہے اور مکروہ تحریمی سنت موکدہ کا اور مکروہ تنزیہی بھی سنت غیر موکدہ کا مقابل ہے؛

اور شارع نے جس چیز کے کرنے یا نہ کرنے کا مطالبہ نہین کیا ہے اُس کو یہ لوگ مباح کہتے ہین؛

فاسد اور باطل بھی فقہی اصطلاحات ہین، اور بعض فقہا کے نزدیک یہ دونون ایک ہی چیز کے نام ہین یعنی وہ چیز جس کا کرنا اس کے کرنے والے کے لیے کافی نہ ہو اور اس پر اس کا نتیجہ ظاہر نہو لیکن حنفیہ نے ان دونون مین فرق قائم کیا ہے اور باطل اُس چیز کو کہتے ہین جسکا کوئی اثر ظاہر نہو، اور فاسد پر اثر تو ظاہر ہوتا ہے، لیکن برائی کے ساتھ، ان کے علاوہ اور بھی بہت سی اصطلاحات ہین جو کتب فقہ سے معلوم ہوسکتی ہین لیکن ہم اس موقع پر صرف یہ بتانا چاہتے ہین کہ ان مین اکثر اصطلاحات نو پیدا ہین؛

۸ : اُن اکابر فقہا کا ظہور جنکی سیادت کو عام طور پر لوگون نے تسلیم کیا؛

دونون گذشتہ دورون مین اگرچہ بہت سے بڑے بڑے فقہا تھے، لیکن اُن کی شہرت اس سے زیادہ قائم نہین رہی کہ کتب خلافیہ مین اُن کے اقوال منقول ہوتے ہین؛

Marfat.com

مثلاً فقہ اسلامی مین فقہائے صحابہؓ اور فقہائے تابعینؒ کی عظیم الشان یادگارین موجود ہین کیونکہ یہی لوگ سلف صالح اور بعد کے آنے والون کیلئے مشعل ہدایت ہین لیکن تاہم ان کے نام تذکرے رکھدیے گئے اور ان مین کوئی شخص جمہور کا پیشوا نہین قرار دیا گیا جن کی تمام رایون مین وہ لوگ تقلید کرتے ہون لیکن اس دور مین ایسے ایسے مجتہدین پیدا ہوئے جنکو جمہور نے اپنا امام بنا لیا، اور ان کے نقش قدم پر چلنے لگے ان کی رایون پر عمل کرنے لگے، یہان تک کہ ان کو بمنزلہ نصوص کتاب و سنت کے بنا لیا جس سے تجاوز کرنا ان کے لیے جائز نہ تھا،

ان مجتہدین کو جن اسباب سے یہ امتیاز حاصل ہوا وہ حسب ذیل ہین،

(۱) ان کی تمام رائین مدون کر لی گئی تھین اور سلف مین کسی کو یہ بات حاصل نہ تھی،

(۲) ان کے تلامذہ نے ان کے اقوال کی اشاعت وحمایت کی اور انکو سوسائٹی مین ایسا درجہ حاصل تھا جس کی وجہ سے ان کی رائے قابل وقعت خیال کیجاتی تھی،

(۳) عام طور پر لوگون کے دلون مین یہ میلان پیدا ہو گیا تھا کہ قاضی کا جو مذہب ہو اس کا علم حاصل کرین تاکہ ان کی آزادی رائے سے یہ خیال نہ پیدا ہو کہ وہ قضایا کے متعلق خواہشات نفسانی کی پیروی کرتے ہین، اور یہ بات اس وقت تک نہین حاصل ہو سکتی جب تک اس کا مذہب مدون نہو،

اب ہم ان فقہاء کا جن کے مذاہب مدون کر لیے گئے تھے اور مختلف ممالک مین ان کے مقلد موجود تھے ان کی امتیازی خصوصیات کے ساتھ تذکرہ کرتے ہین

(۱) امام ابو حنیفہؒ یعنی نعمان بن ثابت زوطی ۸۰ھ مین بمقام کوفہ

پیدا ہوے اور جب جوان ہوے تو دوسری صدی کی ابتدا مین حماد بن ابی سلیمان سے فقہ حاصل کی اور بہت سے علماے تابعین مثلاً عطا ابن ابی رباح اور نافع تولی ابن عمرؓ سے حدیث سُنی امام ابو حنیفہؒ نے وہ زمانہ پایا جس مین خلافت بنو امیہ سے منتقل ہو کر بنو عباس مین آئی اور اس انتقال کے زمانہ مین کوفہ عظیم الشان حرکت کا مرکز تھا اور وہین ابو العباس سفاح کی بیعت کی تکمیل ہوئی لیکن اس حرکت کے زمانے مین ہم نے اُن کا کوئی ذکر نہین سُنا البتہ یہ کہا جاتا ہے کہ یزید بن ہبیرہ نے جو مروان بن محمد کی جانب سے عراق کا والی تھا اُن کے سامنے قضارت کا منصب پیش کیا جسکے قبول کرنے سے اُنھون نے انکار کیا اور امیر اُس نے اُن کو سزا دی گو ہم یہ آسانی کے ساتھ قبول کر لین کہ ایک شخص قضارت کے عہدے سے انکار کرتا ہے لیکن ہم یہ تسلیم نہین کر سکتے کہ اُسکو اُس پر سزا دی جا سکتی ہے کیونکہ کوڑا لگانا انتہائی ذلت ہے اور کوئی عقلمند قضارت جیسے منصب کے قبول کرلے کے لیے جو امارت کے بعد سب سے بڑا منصب ہے کسی کو یہ سزا نہین دے سکتا، اگر یہ مان لیا جاے کہ اُدھر انکار کے سوا اور کچھ نہ تھا تاہم ہم یہ نہین مان سکتے کہ اس سے امیر کے دل مین ایسا بغض پیدا ہو سکتا تھا جو اسکو اُس سزا کے دینے پر آمادہ کر سکتا تھا، بالخصوص ایسی حالت مین جبکہ کوفہ مین بہ کثرت فقہا موجود تھے اور ابن ہبیرہ آسانی کے ساتھ اُن مین سے کسی فقیہ کو اس منصب کیلیے منتخب کر سکتا تھا،

میرا خیال یہ ہے کہ اس منصب کے پیش کرنے سے اُن کا امتحان مقصود تھا تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ وہ حکومت سے کس قدر محبت رکھتے ہین کیونکہ علما جس حکومت کو پسند نہین کرتے تھے اُس کے کسی منصب کو بھی قبول نہین کرتے تھے، تاکہ اس طریقے سے اس حکومت کی تائید نہو

اسی زمانہ مین کوفہ مین دو انقلاب انگیز شخص پیدا ہوئے، ایک زید بن علی بن الحسین

Marfat.com

جنھوں نے ۱۲۲ھ میں ہشام بن عبداللہ کی خلافت اور یوسف بن عمر الثقفی کی امارت میں عراق میں بغاوت کی اور مقتول ہوئے، دوسرے عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر جنھوں نے ۱۲۷ھ میں جبکہ سلطنت کے کاروبار میں بدنظمی پیدا ہوگئی تھی بغاوت کی، امام ابوحنیفہؒ نے جیسا کہ اُن کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے زید کی تعریف کی تھی اور ممکن ہے کہ عبداللہ بن معاویہ کے زمانے میں بھی انھوں نے اسی قسم کے مدحیہ الفاظ کہے ہوں اس لیے ابن ہبیرہ نے بنوامیہ کے ساتھ اُن کی دوستی کے اندازہ لگانے کے لیے اُنکے سامنے قضارت کا عہدہ پیش کیا اور اُن کے نہ قبول کرنے پر اُن کو سزا دی، کیونکہ اُس کو محسوس ہوا کہ وہ بنوامیہ سے منحرف ہیں، نہ اس لیے کہ اُنھوں نے قضارت سے انکار کیا،

امام ابوحنیفہؒ کوفہ میں ریشمی کپڑوں کی تجارت کرتے تھے، اور معاملے کی سچائی میں مشہور تھے اور لین دین میں ٹال مٹول کرنے سے نفرت کرتے تھے، شگفتہ رو، پاکیزہ صحبت اور اپنے بھائیوں کے ہمدرد تھے، ان کا قد میانہ گفتگو کا طریقہ عمدہ اور لہجہ نہایت شیریں تھا، جعفر بن ربیع کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ کے یہاں پانچ سال تک قیام کیا لیکن میں نے اُن سے زیادہ خاموش آدمی نہیں دیکھا لیکن جب اُن سے فقہ کے متعلق سوال کیا جاتا تھا تو نالے کی طرح بہنے لگتے تھے، اور غلغلہ انگیز گفتگو کرتے تھے" وہ قیاس کے امام تھے"

عبداللہ بن مبارکؒ کہتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوریؒ سے پوچھا کہ امام ابوحنیفہؒ غیبت سے کیوں احتراز کرتے ہیں؟ میں نے اُن سے اُن کے دشمن کی غیبت بھی نہیں سُنی، بولے وہ عقلمند آدمی ہیں یہ نہیں چاہتے کہ اپنی نیکیوں پر ایسی چیز غالب کردیں جو اُن کا خاتمہ کردے،

بہت سے طلبا نے اُن سے تعلیم حاصل کی اور مسائل کے بنانے اور اُن کے جواب دینے میں

Marfat.com

ان کی مدد کی، اُنھون نے جو طریقہ استنباط اختیار کیا تھا اس کو خود اس طرح بیان کرتے ہین کہ جب مجھے کتاب اللہ ملجاتی ہے تو اُس کو لے لیتا ہون، لیکن جس مسئلہ کو کتاب اللہ مین نہین پاتا اُس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور آپ کے اُن آثار کو لیتا ہون جو ثقات مین شائع و ذائع ہین، لیکن جب مجھ کو کتاب وسنت مین بھی وہ مسئلہ نہین ملتا تو آپکے اصحابؓ کے قول کو لیتا ہون اور ان مین جسکو چاہتا ہون لیتا ہون اور جسکو چاہتا ہون چھوڑدیتا ہون اُن کے علاوہ اور کسی کے قول کو نہین لیتا لیکن جب ابراہیم، شعبی، حسن، ابن سیرین اور سعید بن المسیب وغیرہ اور بھی مجتہدین کے نام لیے ہین تک معاملہ ہوپہنچتا ہے تو مجھے یہ حق حاصل ہوجاتا ہے کہ جس طرح ان لوگون نے اجتہاد کیا ہے اسی طرح مین بھی کرون،

سہل بن مزاحم کہتے ہین کہ امام ابوحنیفہؒ کے کلام کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ثقہ کو لیتے ہین، برائی سے بھاگتے ہین، اور لوگون کے معاملات اور اُس چیز پر جسپر وہ استقامت کے ساتھ قائم ہین اور اس کی وجہ سے اُن کے معاملات ٹھیک ہوگئے ہین نظر ڈالتے ہین، وہ تمام مسائل کے متعلق قیاس کرتے ہین، لیکن جب قیاس ٹھیک نہین ہوتا تو جب تک استحسان سے کام چلتا ہے استحسان سے کام لیتے ہین، لیکن جب استحسان سے کام نہین چلتا تو مسلمانون کے عملدرآمد کی طرف رجوع کرتے ہین، پہلے وہ حدیث معروف و مجمع علیہ کی سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچاتے تھے پھر جب تک قیاس ہوسکتا تھا اس پر قیاس کرتے تھے، پھر استحسان کی طرف رجوع کرتے تھے اور ان دونون مین جو قابل اعتماد ہوتا تھا اُس پر عمل کرتے تھے،

محمد بن حسنؒ کہتے ہن کہ امام ابوحنیفہؒ اپنے اصحاب سے قیاسات مین مناظرہ کرتے تھے اور یہ لوگ اس مین اُن کا مقابلہ کرتے تھے، لیکن جب وہ یہ کہدیتے تھے کہ مین استحسان

کرتا ہوں تو ان میں کوئی ان کی گرد کو نہیں پہونچتا تھا، کیونکہ وہ استحسان میں بہ کثرت مسائل لاتے تھے، اس لیے وہ لوگ ان تمام مسائل کو چھوڑ کر اُن کے حوالے کر دیتے تھے، امام ابو حنیفہؒ اہل کوفہ کی حدیث و فقہ کے ماہر تھے، اور اُن کے اہل شہر کا جو مذہب تھا اُس کی شدت کے ساتھ تقلید کرتے تھے،

اُن کے زمانہ میں کوفہ میں تین بڑے بڑے فقیہ تھے،

(۱) سفیان بن سعید ثوری جو المحدیث کے ائمہ میں تھے، اُن کے دینداری ورع، زہد اور ثقات پر لوگوں کا اجماع ہے اور وہ اُن ائمہ مجتہدین میں ہیں جن کے مقلد موجود تھے، سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ میں نے حلال و حرام کا عالم ثوری سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا،،

(۲) شریک بن عبد اللہ النخعی ۹۵ھ میں بخارا میں پیدا ہوے اور وہ عالم فقیہ اور ذہین تھے، مہدی کی خلافت میں کوفہ کے قاضی رہے، پھر موسیٰ ہادی نے اُن کو معزول کر دیا، قضارت میں عادل، حاضر جواب اور کثیر الصواب تھے، ۱۷۷ھ میں کوفہ میں وفات پائی،

(۳) محمد بن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ ۷۴ھ میں پیدا ہوئے اور وہ اصحاب الرائے میں تھے، کوفہ میں قضارت کی خدمت انجام دی اور ۳۳ سال تک حاکم رہے، پہلے بنو امیہ کے عہد میں پھر بنو عباس کے زمانے میں حکومت کی اور فقیہ اور مفتی تھے، امام ثوری کہتے ہیں ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ ہمارے فقہا ہیں، ۱۴۸ھ میں وفات پائی،

ان تینوں فقہا اور امام ابو حنیفہؒ کے درمیان نوک جھوک رہتی تھی، سفیان بن سعید ثوری سے تو اس لیے کہ اہل حدیث اور اہل الرائے میں غلط فہمی پیدا ہو گئی تھی اور ابن ابی لیلیٰ سے اس لیے کہ وہ شہر کے قاضی تھے اور جس چیز کے متعلق وہ اپنا فیصلہ صادر

کرتے تھے، اکثر اوقات امام ابو حنیفہؒ سے اُس کے متعلق استفسار کیا جاتا تھا اور وہ اُنکے خلاف فتوے دیتے تھے جس کا اثر ابن ابی لیلیٰؒ پر پڑتا تھا، یہان تک کہ ان لوگون نے ایک بار امیر کو اسپر آمادہ کیا کہ وہ امام ابو حنیفہؒ کو فتویٰ دینے سے روک دے، اور شریکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے درمیان معاصرانہ چشمک تھی،

جب ابو جعفر منصور نے شہر بغداد کی نبیاد ڈالی تو وہان مختلف شہرون کے بہت سے اکابر علماء کو طلب کیا جن مین ایک امام ابو حنیفہ بھی تھے، لوگون کا خیال ہے کہ یہان بھی اُن کے سامنے قضاءت کا عہدہ دوبارہ پیش کیا گیا، اور اسکی وجہ سے اُن کو سزا دیگئی،

امام ابو حنیفہؒ نے ۱۵۰ھ مین وفات پائی،

جن تلامذہ نے اُن سے بحیثیت طالب العلم کے تعلیم پائی اور فروعات کی تفریع اور اُن کے جواب کے دینے مین اُن کو یدِ طولیٰ حاصل تھا ان مین سب سے زیادہ مشہور تلامذہ حسب ذیل ہین،

(۱) ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری ۱۱۳ھ مین پیدا ہوے اور جوان ہونیکے بعد روایتِ حدیث کرنے لگے، چنانچہ ہشام بن عروہ ابو اسحاق شیبانی عطاء بن السائب اور اُن کے طبقہ کے لوگون سے روایت کی، اُس کے بعد ابن ابی لیلیٰؒ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور اُن کے ساتھ ایک مدت تک قیام کیا، اُس کے بعد امام ابو حنیفہؒ کے حلقۂ درس مین آئے اور اُن کے اکابر تلامذہ اور بہترین مددگارون مین محسوب ہوئے، وہ پہلے شخص ہین جنھون نے امام ابو حنیفہؒ کے مذہب مین کتابین تصنیف کین، مسائل قلمبند کروائے، اُن کی اشاعت کی اور تمام روے زمین مین امام ابو حنیفہؒ کے علم کو پھیلایا، بہت سے اصحاب حدیث نے بھی امام ابو یوسفؒ کی تعریف کی ہے، حالانکہ وہ اصحاب الراے کی تعریف مین بہت کم

تعریفی الفاظ کہتے ہین، مثلاً یحییٰ بن معین کہتے ہین کہ "اصحاب الراے مین امام ابو یوسف سے زیادہ کثیر الحدیث اور صحیح الروایت کوئی شخص نہین" انھون نے ان کی نسبت یہ الفاظ بھی کہے ہین "ابو یوسف صاحب حدیث اور صاحب السنۃ" امام ابو یوسف نے ۱۸۲ھ مین وفات پائی،

(۲) زفر بن ہذیل بن قیس کوفی ۱۱۰ھ مین پیدا ہوے، پہلے اہل حدیث تھے پھر ان پر رائے کا غلبہ ہوگیا اور امام ابو حنیفہ کے تلامذہ مین سب سے زیادہ قیاس کرنے والے تھے، لوگ کہتے تھے کہ امام ابو یوسف ان لوگون مین سب سے زیادہ متبع حدیث، امام محمد سب سے زیادہ کثیر التفریع، اور زفر سب سے زیادہ قیاس کرنے والے ہین، وہ دنیوی کشمکش سے الگ رہ کر ہمیشہ تعلیم و تعلم مین مصروف رہے، یہان تک کہ ۱۵۸ھ مین وفات پائی، اور امام ابو حنیفہ کے شاگردون مین سب سے پہلے انھین نے انتقال کیا،

(۳) محمد بن حسن بن فرقد شیبانی جو اُن کے آزاد شدہ غلام تھے، اُن کے باپ دمشق کے صوبون مین سے ایک گانون حرستی نامی کے رہنے والے تھے، اس کے بعد عراق مین آئے، اور محمد واسط مین ۱۳۲ھ مین پیدا ہوے اور کوفہ مین نشو و نما پائی، اُس کے بعد عباسیون کے زیر سایہ بغداد مین اقامت اختیار کی، اور بچپن ہی سے علم حاصل کرنے لگے اور حدیث کی روایت کی اور امام ابو حنیفہ سے اہل عراق کا طریقہ سیکھا، لیکن چونکہ اُن کی کمسنی ہی مین امام ابو حنیفہ کا انتقال ہوگیا اس لیے اُن کے حلقۂ درس مین زیادہ نہ بیٹھ سکے اور امام ابو یوسف سے اس طریقہ کی تکمیل کی، چونکہ وہ عاقل اور ذہین تھے، اس لیے بہت زیادہ ترقی کی اور امام ابو یوسف کی زندگی ہی مین اہل الراے کا مرجع بن گئے، ان دونون مین باہم نوک جھوک ہوتی تھی جو ایک مدت تک قائم رہی یہان تک کہ امام ابو یوسف

نے وفات پائی،

امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کی تعلیم کا سلسلہ امام محمدؒ ہی کی ذات سے قائم ہوا کیونکہ جیسا کہ تم کو فصل تدوین میں معلوم ہوگا حنفیوں کے پاس صرف ان ہی کی کتابیں موجود ہیں امام شافعیؒ نے بغداد میں اُن سے ملاقات کی اور اُن کی کتابیں پڑھیں اور بہت سے مسائل میں اُن سے مناظرہ کیا، ان دونوں کے مناظرے مدون طور پر موجود ہیں اور اُن کا بیشتر حصہ ہم نے خود امام شافعی اور اُن کے تلامذہ کی روایت سے پڑھا ہے امام محمد نے مقام رے میں جبکہ وہ رشید کے ہمراہ تھے ۱۸۹ھ میں وفات پائی،

(۴) حسن بن زیاد لولوی کوفی جو انصار کے غلام تھے، وہ امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد ہیں اس کے بعد امام ابو یوسفؒ کے پھر امام محمدؒ کے شاگرد ہوئے اور امام ابو حنیفہؒ کے مذہب ہیں کتابیں تصنیف کیں لیکن امام محمد کی رایوں اور کتابوں کو جو اعتبار حاصل ہوا وہ اُن کی کتابوں کو حاصل نہیں ہے، اور اہلحدیث کے نزدیک اُن کا درجہ پست ہے انھوں نے ۲۰۴ھ میں وفات پائی، عراقیوں کا مذہب ان ہی چار بزرگوں سے پھیلا اور لوگوں نے ان ہی سے ان کی تعلیم پائی، اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کو عباسیوں کے دربار میں جو خصوصیت حاصل تھی اُس نے اُن کے علاوہ دوسرے اہلحدیث پر اُن کے اقوال کو مقدم کر دیا، فقہ کے مسائل کے بتانے اور اُن کے جواب دینے میں بھی اُن کو بہت بڑا شرف حاصل تھا اور امام ابو حنیفہؒ کی طرف جو نسبت تھی وہ تقلید کی نہ تھی بلکہ اُن کے درمیان تعلم و تعلیم کا تعلق تھا، اُس کے ساتھ یہ لوگ فتوی دینے میں بھی مستقل حیثیت رکھتے تھے اور صرف اپنے استاد کے فتوے پر قناعت نہیں کرتے تھے بلکہ اگر کوئی وجہ مخالفت معلوم ہوتی تھی تو اُن کی مخالفت کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ کتب حنفیہ میں ان چاروں

Marfat.com

اماموں کے اقوال مع دلیل کے نقل کیے جاتے ہیں اور بسا اوقات ایک ہی مسئلہ میں آثار و معانی کے لحاظ سے چار اقوال ہوتے ہیں ایک قول امام ابوحنیفہ کا ہوتا ہے دوسرا امام ابویوسفؒ کا، تیسرا امام محمد کا، اور چوتھا قول امام زفر کا ہوتا ہے بعض حنفیہ نے ان سب کے تمام مختلف اقوال کو امام ابوحنیفہؒ ہی کا قول ثابت کرنا چاہا ہے جن سے انھوں نے رجوع کیا ہے، لیکن یہ ان ائمہ کی تاریخ بلکہ خود ان کی کتابوں کی تصریحات سے غفلت کا نتیجہ ہے، کیونکہ امام ابویوسفؒ کتاب الخراج میں ابوحنیفہ کی رائے بیان کرتے ہیں، پھر یہ تصریح اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں کہ وہ اُن کے مخالف ہیں، اور وجہ اختلاف بھی بیان کردیتے ہیں، کتاب خلاف ابی حنیفہ و ابن ابی لیلی میں بھی ایسا ہی کرتے ہیں کیونکہ دونوں کی رائے کو بیان کرکے کبھی کبھی ابن ابی لیلی کی رائے اختیار کرلیتے ہیں، امام محمد بھی اپنی کتابوں میں امام ابوحنیفہؒ امام ابویوسفؒ اور اپنے اقوال کو اختلاف کی تصریح کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور اگر ان لوگوں کا یہ قول صحیح ہوتا کہ یہ وہ اقوال ہیں جن سے امام ابوحنیفہؒ نے رجوع کیا ہے تو یہ مسئلہ اختلاف روایت کا ہوتا اختلافِ رائے کا نہ ہوتا، حالانکہ یہ ثابت ہے کہ امام ابویوسفؒ اور امام محمد جب اہل حجاز کی حدیثوں سے واقف ہوئے تو امام ابوحنیفہ کی بہت سی رایوں سے رجوع کرگئے، اس لیے تاریخی طور پر یہ ثابت ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے بعد ہم نے جن ائمہ حنفیہ کا ذکر کیا ہے وہ اُن کے مقلد نہیں ہیں، کیونکہ اُس زمانے کے مسلمانوں میں تقلید نہیں پیدا ہوئی تھی بلکہ مفتی لوگ فتوے دینے میں مستقل حیثیت رکھتے تھے، اُن کو جیسی دلیلیں معلوم ہوتی تھیں ویسا ہی فتوے دیتے تھے اپنے اساتذہ کی مخالفت اور موافقت دونوں صورتوں میں اُن کا یہی حال تھا اور امام ابویوسفؒ اور امام محمد کو امام ابوحنیفہ کے ساتھ وہی نسبت تھی جو امام شافعیؒ کو امام مالکؒ کے ساتھ حاصل تھی،

Marfat.com

امام ابو حنیفہ کے شاگردون کے جن شاگردون نے اُن کی کتابین نقل کین ان کے نام حسب ذیل ہین،

(۱) ابراہیم بن رستم مروزی، امام محمدؒ سے فقہ کی تعلیم پائی، اور امام مالکؒ وغیرہ سے حدیثین سنین، اور اُن کے بہت سے نوادر مسائل ہین جنکو انھون نے امام محمدؒ سے سُنکر لکھا ہے، انھون نے ۲۱۱ھ مین وفات پائی،

(۲) احمد بن حفص جو ابو حفص الکبیر البخاری کے نام کے ساتھ مشہور ہین، امام محمدؒ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی، اور اُن سے اُن کی کتابون کی روایت کی، امام محمدؒ کی مبسوط کا جو نسخہ مین نے دیکھا ہے، وہ ان ہی کا لکھا ہوا ہے،

(۳) بشر بن غیاث المریسی، امام ابو یوسفؒ سے فقہ حاصل کی اور ان کے مخصوص تلامذہ مین داخل تھے، اگرچہ وہ زاہد اور متورع شخص تھے، لیکن چونکہ علم فلسفہ مین بھی مشہور تھے، اس لیے لوگون نے اُن سے اعراض کیا اور امام ابو یوسفؒ بھی اُن کو بُرا کہتے تھے اور اُن سے اعراض کرتے تھے، انھون نے ۲۲۸ھ مین وفات پائی، اُن کی بہت سی تصنیفات ہین اور انھون نے امام ابو یوسفؒ سے بہت سی روایتین کی ہین، مذہب کے متعلق اُن کے بہت سے غریب اقوال ہین جن مین ایک گدھے کے گوشت کھانے کا جواز ہے، ان مین، اور امام شافعیؒ مین بہت سے مناظرات ہوے اور ان کی طرف مرجئہ کا ایک فرقہ منسوب ہے، جسکو مریسیہ کہتے ہین،

(۴) بشر بن ولید کندی، امام ابو یوسفؒ سے فقہ حاصل کی اور ان کی کتب و امالی کی روایت کی اور معتصم کے زمانے مین بغداد کے قاضی مقرر ہوے اور ۲۳۸ھ مین وفات پائی، وہ امام محمدؒ سے بغض رکھتے تھے، اور حسن بن مالکؒ ان کو اُس سے

رد کئے تھے اور کہتے تھے کہ امام محمد نے یہ کتابیں تصنیف کیں تم صرف ایک ہی مسئلہ ایجاد کردو، وہ فقہ میں وسیع العلم اور عبادت گذار تھے،

(۵) عیسیٰ بن ابان بن صدقہ قاضی، امام محمد اور حسن بن زیاد سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور محدث تھے، بصرہ میں ۲۲۱ھ میں وفات پائی،

(۶) محمد بن سماعہ تمیمی، لیث بن سعد، ابو یوسف اور امام محمد سے روایت حدیث کی، اور امام ابو یوسف، امام محمد اور حسن بن زیاد سے فقہ کی تعلیم پائی اور امام ابو یوسف اور امام محمد سے نوادر مسائل لکھے ۱۳۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۳۳ھ میں وفات پائی اور ۱۹۲ھ بغداد میں مامون کے قاضی مقرر ہوئے، جب ان کا انتقال ہوا تو یحییٰ بن معین نے کہا کہ اہل الرائے میں ریحانۃ الفقہا، کا انتقال ہوا،

(۷) محمد بن شجاع الثلجی، حسن بن زیاد سے فقہ سیکھی اور علم میں کمال حاصل کیا، اپنے زمانہ میں عراق کے فقیہ تھے، اور زہد و عبادت کے ساتھ فقہ و حدیث میں مقدم خیال کیے جاتے تھے، ۲۶۶ھ میں وفات پائی، اور تصحیح الآثار، کتاب النوادر، اور کتاب المضاربہ وغیرہ اُن کی تصنیفات میں ہیں، وہ معتزلہ کے مذہب کی طرف میلان رکھتے تھے، اور اہلحدیث کے نزدیک ضعیف الروایہ تھے، چنانچہ اُنھوں نے ان پر بہت سی جرحیں کی ہیں،

(۸) ابو سلیمان موسی بن سلیمان الجوزجانی، امام محمد سے فقہ سیکھی اور اصول و امالی کے مسائل لکھے، دوسری صدی کے بعد وفات پائی،

(۹) ہلال بن یحییٰ بن مسلم الرائے البصری وسعت علم اور کثرت فہم کی بنا پر انکو رائے کہا گیا جسطرح ربیعۃ الرائے کہا جاتا ہے امام ابو یوسف اور زفر سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور شروط اور احکام الوقف میں اُن کی ایک تصنیف ہے ۲۴۵ھ میں وفات پائی

(۱۰) ابوجعفر احمد بن ابی عمران قاضی دیار مصریہ محمد بن سماعہؒ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور ابوجعفر طحاویؒ کے اُستاد ہین ۲۸۰ھ مین وفات پائی اور ایک کتاب تصنیف کی جسکا نام حجج ہے،

(۱۱) احمد بن عمر بن الشہیر بالخصافؒ انھون نے اپنے باپ سے اور انھون نے حسن بن زیاد سے تعلیم حاصل کی وہ فرائض کے عالم، حساب کے ماہر اور امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کے عالم تھے، اور مہدی باللہ کیلیے کتاب الخراج تصنیف کی اور کتاب الحیل کتاب الوصایا کتاب الشروط، اور کتاب الوقف وغیرہ اُن کی تصنیفات سے ہین انھون نے ۲۶۱ھ مین وفات پائی،

(۱۲) بکار بن قتیبہ بن اسد القاضی المصری ۱۸۲ھ مین بصرہ مین پیدا ہوے اور ہلال الرائے سے فقہ تعلیم حاصل کی اپنے زمانہ کے لوگون مین مذہب مین سب سے بڑے فقیہ تھے، کتاب الشروط، کتاب المحاضر والسجلات کتاب الوثائق والعہد لکھی اور امام شافعی نے امام ابوحنیفہ کا جو رد کیا ہے اس کی تردید مین ایک بڑی کتاب لکھی اُنھون نے ۲۷۰ھ مین وفات پائی،

(۱۳) قاضی ابوخازم عبد الحمید بن عبد العزیز عیسیٰ بن ابان اور ہلال سے فقہ کی تعلیم حاصل کی کتاب المحاضر والسجلات، کتاب ادب القاضی اور کتاب الفرائض انکی تصنیفات سے ہین ۲۹۲ھ مین وفات پائی،

(۱۴) ابوسعید احمد بن الحسین البردعیؒ انھون نے اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہؒ بواسطہ اپنے باپ دادا کے اور ابوعلی دقاق سے بواسطہ موسیٰ بن نصیر کے محمد سے فقہ کی تعلیم حاصل کی، اور ۳۱۷ھ مین حجاج کے ساتھ واقعہ قرامطہ مین مقتول ہوئے اُنھون نے اہل ظاہر کے

Marfat.com

امام داؤد بن علی کے ساتھ ایک مناظرہ کیا ہے،

(۵) ابوجعفر احمد بن محمد ابن سلامہ ازدی طحاوی اس دور مین متاخرین کے امام گذرے ہین، سنہ ۲۳۹ھ مین پیدا ہوئے اور پہلے امام شافعی کے شاگرد مزنی سے تعلیم حاصل کی جوان کے ماموں تھے، اس کے بعد قاضی ابوجعفر احمد بن ابی عمران کے حلقہ درس مین شامل ہوئے اور ان سے فقہ سیکھی، پھر شام مین قاضی القضاۃ ابوخازم کے پاس گئے اور ان سے علم حاصل کیا، وہ اخبار وحدیث کے امام تھے، اور اپنی تصانیف کے ذریعہ سے جن کا ذکر بعد کو کیا جائیگا اپنے معاصرین پر تفوق حاصل کیا،

دوسرے امام امام مالکؒ ہین

ان کا نام مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر ہے، ان کا سلسلہ نسب یمنی قبیلہ ذی اصبح تک منتہی ہوتا ہے، ان کے اجداد مین سے ایک شخص مدینہ مین آئے اور وہان آباد ہو گئے، ان کے دادا ابو عامرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ مین ہین اور بدر کے سوا تمام غزوات مین آپ کے ساتھ شریک ہوئے ہین امام مالک مدینہ مین سنہ ۹۳ھ مین پیدا ہوئے اور علماے مدینہ سے تحصیل علم کی، چنانچہ سب سے پہلے عبدالرحمٰن بن ہرمز کے شاگرد ہوئے اور ایک طویل مدت تک بلا شرکت غیرے ان سے علم حاصل کرتے رہے اور نافع مولی ابن عمر اور ابن شہاب زہری سے بھی تعلیم حاصل کی، فقہ مین ان کے شیخ ربیعہ بن عبدالرحمٰن المعروف بربیعۃ الراے ہین، جب ان کے شیوخ نے ان کو فقہ وحدیث کی اجازت دیدی تو روایت وفتوی کی مسند پر بیٹھے، وہ فرماتے ہین کہ جب تک ستر شیوخ نے یہ شہادت نہ دیدی کہ مین اس کا اہل ہون اس مسند پر نہ بیٹھا،

اس پر تمام لوگون کا اتفاق ہے کہ وہ علم حدیث کے امام ہین اور ان کی روایت

قابل اعتماد ہے اُن کے شیوخ، ہمسر، اور اُن کے بعد کے لوگ اسپر متفق ہین بیان تک کہ بعض لوگون کا قول ہے کہ صحیح ترین حدیث وہ ہے جو امام مالک حضرت ابن عمرؓ سے بواسطہ نافع کے روایت کرتے ہین اسکے بعد وہ سلسلۂ روایت ہے جو مالک سے شروع ہوکر بہ ترتیب زہری اور سالم کے واسطہ سے حضرت ابن عمر تک پہونچتا ہے پھر وہ سلسلہ ہے جسکی روایت امام مالک بہ ترتیب ابوالزناد اور اعرج کے ذریعہ سے حضرت ابوہریرہؓ سے کرتے ہین

واقدی وغیرہ کہتے ہین کہ امام مالک کی مجلس علم نہایت باوقار تھی اور وہ رعب داب کے آدمی تھے، ان کی مجلس مین مجادلہ اور شور وشغب نہین ہوتا تھا، جب اُن سے کوئی سوال کیا جاتا تھا اور وہ سائل کو کوئی جواب دیتے تھے تو وہ اُن سے یہ نہین پوچھتا تھا کہ تم نے اس سوال کا جواب کس ماخذ سے دیا، حبیب نامی ایک شخص اُن کا کاتب تھا جس نے ان کی کتابین لکھی تھین، وہ طلبار کی جماعت کے سامنے اُن کتابون کو پڑھتا تھا لیکن حضار مین نہ کوئی شخص اُن کے قریب جاسکتا تھا، نہ اُن کی کتابون کو دیکھ سکتا تھا اور نہ اُن سے پوچھ گچھ کرسکتا تھا اور یہ سب اُن کے ہیبت وجلال کا نتیجہ تھا، حبیب جب غلطی کرتا تھا تو امام مالکؒ اس کی تصحیح کردیتے تھے اور اُن کی عادت یہ تھی کہ اپنی کتابین کسی کو پڑھکر نہین سناتے تھے، لیکن یحییٰ بن بکیر کا بیان ہے کہ اُنھون نے امام مالک سے موطا چودہ بار سُنی اور زیادہ تر اُس کو امام مالک نے خود پڑھ کر سنایا اور بعض مرتبہ اُنھون نے خود پڑھا،

امام مالکؒ سے بہت سے اکابر محدثین نے حدیث کی تعلیم پائی اور بہت سے فقہائے اُن کی تقلید کی، کیونکہ امام مالک مین دو وصف جمع ہوگئے تھے ایک تو وہ محدث دوسرے مفتی

اور مستنبط تھے، اس لیے پہلے وصف کے لحاظ سے اُن کے اکابر شیوخ مثلاً ربیعہ، یحیی بن سعید اور موسیٰ بن عقبہ وغیرہ اور اُن کے ہمسرون مین سفیان ثوریؒ لیث بن سعد اوزاعیؒ، سفیان بن عیینہ اور امام ابی حنیفہؒ کے شاگرد امام ابو یوسفؒ اور اُن کے اکابر تلامذہ مین محمد بن ادریس شافعیؒ عبد اللہ بن مبارکؒ اور محمد بن حسن شیبانیؒ وغیرہ نے اُن سے روایت حدیث کی اور دوسری حیثیت سے اُن کے ائمہ مذاہب مین جن کا ذکر عنقریب آئیگا کبار علما نے اُن سے مسائل فقہ سیکھے،

امام مالک اپنے فتاوی مین اولاً کتاب اللہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُن حدیثون پر جو اُن کے نزدیک صحیح تھین اعتماد کرتے تھے، اور اس معاملہ مین اُن کا دار و مدار علماے حجاز مین سے کبار محدثین پر تھا، جس چیز پر اہل مدینہ عامل تھے، بالخصوص ائمہ کے عمل کو جن مین مقدم ترین شخص عمران تھے وہ نہایت اہمیت دیتے تھے، بلکہ حدیث کو بھی اس لیے رد کردیتے تھے کہ اہل مدینہ نے اس پر عمل نہین کیا، بلکہ مختلف ملکون کے علما نے اس بارے مین اُن سے مخالفت کی ہے، اور امام لیث بن سعد نے اس بارے مین اُن کو جو خط روانہ کیا ہے ہم اوپر اسکو نقل کر آئے ہین، اور کتاب الام مین امام شافعیؒ نے اور اسی طرح امام ابو یوسفؒ نے اُن کی تردید کی ہے، لیکن جب قرآن مجید کی نص یا حدیث نہین ملتی تھی تو وہ قیاس پر اعتماد کرتے تھے جس طرح حنفیہ کی طرف استحسان کی نسبت کی گئی ہے، اسی طرح اُن کی طرف عمل بالمصالح المرسلہ کی نسبت بھی کیگئی ہے، ان ہی مصالح کو استصلاح بھی کہتے ہین اور مصالح مرسلہ ان مصالح کو کہتے ہین جن کے بطلان اور اعتبار کی شہادت کسی نص معین نے نہین دی ہے، اور اُن پر عمل کرنے مین اختلاف اسوقت ہوتا ہے جب وہ کسی نص یا قیاس کے مخالف ہو، مثلاً چوری کے

اقرار کے لیے کسی شخص کو مارنا امام مالکؒ کے نزدیک جائز ہی، لیکن اور لوگ اس مسئلہ مین اُن کے مخالف ہین کیونکہ دوسری مصلحت اس مصلحت کے معارض ہے، اور وہ اُس شخص کی مصلحت ہے جسکو مارا گیا ہے، کیونکہ وہ بعض اوقات بری ہوتا ہے، اور مجرم کو سزا دینا ایک بری الذمہ شخص کے سزا دینے سے آسان ہے، اگر یہ کہا جاے کہ اس طریقہ سے مال کا برآمد کرنا دشوار ہو جائیگا، تو اس طریقہ سے ایک بری الذمہ شخص کے سزا دینے کا دروازہ کھل جائیگا اس کی ایک مثال وہ عورت بھی ہی جس کا شوہر غائب ہو گیا اور اس کے مرنے اور جینے کی خبر معلوم نہین ہوتی، اس نے چند سال انتظار بھی کر لیا، اور شوہر کی علحدگی سے نقصان اُٹھایا، نیز وہ عورت بھی ہے جسکو برسون سے حیض نہین آتا اور اس کی عدت رُک گئی، اور وہ نکاح نہ کر سکی، ان دونون عورتون کے متعلق امام مالکؒ نے عمر کا لحاظ کیا ہے، اور اُن کا قول یہ ہی کہ پہلی عورت خبر کے نہ آنے کے چار سال بعد نکاح کر سکتی ہے، اور دوسری عورت کو مدت حمل یعنی نو ماہ گذر جانے پر تین مہینہ تک عدت مین بیٹھنا چاہیے، اس لیے اس کا مجموعہ ایک سال ہوگا، پہلی صورت مین ان لوگون نے زوجہ کی مصلحت کا لحاظ رکھا ہے، اور غائب شدہ شوہر کی مصلحت کو نظر انداز کر دیا ہے، اور دوسری صورت مین بھی زوجہ کی مصلحت کا لحاظ رکھا ہے حالانکہ وہ اس نص صریح کے مخالف ہے،

والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلاثۃ قروء ﴿ اور مطلقہ عورتین تین حیض تک انتظار کرین،

اور وہ اب تک سن یاس کو نہین پہونچی ہی کہ مہینون کے حساب سے عدت گذارے،

خلاصہ یہ کہ مصلحت مرسلہ اس مصلحت کو کہتے ہین جس سے کسی ایسے مقصد شرعی کی حفاظت کی جاے، جس کا مقصد شرعی ہونا کتاب، یا سنت، یا اجماع سے معلوم ہو، البتہ

Marfat.com

اس کے قابل اعتبار ہونے کی شہادت کوئی اصل معین نہ دے سکے، بلکہ اس کا مقصود ہونا ایک دلیل سے نہین بلکہ دلائل کے مجموعہ حالات کے قرائن اور متفرق علامتون سے معلوم ہی یہی وجہ ہے کہ اسکو مصلحت مرسلہ (یعنی غیر معینہ) کہتے ہین، اس کی پیروی کرنے مین کوئی اختلاف نہین ہی، البتہ جب کوئی دوسری مصلحت اس کی معارض ہوتی ہی تو جیسا کہ ہم نے استحسان کے متعلق بیان کیا ہے' ان دونون مصلحتون کے ترجیح دینے مین اختلاف پیدا ہوجاتا ہے' (مستصفی غزالی مین دیکھو مصالح مرسلہ کی فصل کیونکہ وہ نہایت عمدہ ہی)

جب ہم امام مالکؒ کے مذہب کی کتابون پر بحث کرینگے توان کے بہت سے مسائل کا تذکرہ کرین گے۔

امام مالکؒ نے مدینہ ہی مین قیام کیا اور وہان سے کسی دوسرے شہر مین نہین گئے، یہی وجہ ہے کہ اُن کی بیشتر حدیثین اہل حجاز کی روایت کردہ ہین اور اُن کی موطا مین حجازیون کے سوا اور لوگون کا ذکر کم آتا ہی،

لوگ سفر کرکے اُن کے پاس آئے' اور اُن سے حدیث اور مسائل سیکھے یہان تک کہ اُنھون نے سنہ ۱۷۹ھ مین وفات پائی، زیادہ تر اُن کے پاس مصری اور مغربی یعنی اہل افریقہ اور اہل اندلس سفر کرکے آئے' اور ان ہی لوگون نے تمام شمالی افریقہ اور اندلس مین اُن کے مذہب کی اشاعت کی' اُس کے بعد اُن علماء کے ذریعہ سے جن کا تذکرہ ہم کرینگے بصرہ بغداد اور خراسان مین اُن کا مذہب پھیلا،

مصریون مین جو لوگ اُن کے پاس سفر کرکے آئے' اور وہی لوگ اُن کے مذہب کا ستون ہین اُن کے نام حسب ذیل ہین؛

(۱) ابو محمد عبد اللہ بن وہب بن مسلم قرشی جو اُن کے آزاد شدہ غلام تھے' امام مالکؒ

Marfat.com

لیث بن سعدؒ سفیان بن عیینہؒ سفیان ثوریؒ اور امام مالکؒ کے طبقہ مین ان کے علاوہ اور لوگون سے روایت حدیث کی اور امام مالکؒ اور امام لیثؒ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی، وہ سنہ ۱۴۸ھ مین امام مالکؒ کے پاس آئے، اور اُن کی وفات تک اُن کی خدمت مین رہے امام مالکؒ اُن کو خط مین عبد اللہ بن وہبؒ فقیہ مصر" اور "ابو محمد مفتی" لکھتے تھے، اور ان کے سوا یہ اور کسی کو نہین لکھتے تھے، اُن کے متعلق اُن کا یہ قول تھا کہ "ابن وہب عالم ہے" محمد بن عبد الحکم کہتے ہین کہ وہ امام مالکؒ کے بارے مین سب سے زیادہ ثقہ ہین، اور وہ ابن القاسمؒ سے بڑھ کر فقیہ ہین، البتہ تورع کی وجہ سے وہ فتوی نہین دیتے تھے، اصبغ بن وہب کہتے ہین کہ "تلامذہ امام مالکؒ مین وہ سنن و آثار کے سب سے بڑے عالم ہین، البتہ اُنھون نے ضعفار سے روایت کی ہے" وہ دیوان علم کہے جاتے تھے، اور اُن کے سوا کوئی شخص ایسا نہ تھا جسکو امام مالکؒ نے جھڑکی نہ دی ہو، کیونکہ وہ اُن کی تعظیم اور محبت کرتے تھے، ابن وہب کہتے ہین کہ "اگر خدا نے امام مالکؒ اور امام لیثؒ کے ذریعہ سے مجھے نہ بچایا ہوتا تو مین ہلاک ہو جاتا" لوگون نے کہا "کیونکر" بولے "مین نے اس کثرت سے حدیث کی روایت کی کہ اُس نے مجھے حیرت مین ڈالدیا لیکن مین ان کو امام مالکؒ اور امام لیثؒ کے سامنے پیش کرتا تھا تو وہ کہتے تھے کہ "اسکو لے لو اور کچھ چھوڑ دو" وہ سنہ ۱۲۵ھ مین پیدا ہوے اور ۱۹۷ھ مین بمقام مصر وفات پائی،

(۲) ابو عبد اللہ عبد الرحمن بن القاسم العتقی جو اُن کے آزاد کردہ غلام تھے، امام مالکؒ لیثؒ، ابن الماجشونؒ اور مسلم بن خالدؒ وغیرہ سے روایت حدیث کی تقریباً ابن وہبؒ کے دس سال بعد امام مالکؒ کی طرف سفر کیا اور بہت دنون تک اُن کی صحبت مین رہے اور مالک کے علم کو دوسرون کے علم کے اختلاط سے محفوظ رکھا، یہان تک کہ امام مالکؒ کے

Marfat.com

بارے مین سب سے زیادہ ثقہ ہو گئے، امام مالکؒ سے ان کے اور ابن وہب کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا کہ ابن وہب عالم اور ابن القاسم فقیہ ہین۔ خود ابن وہب نے ابو ثابت سے بیان کیا کہ اگر تم امام مالک کی فقہ چاہتے ہو تو ابن القاسم کی صحبت اختیار کرو، کیونکہ وہ صرف انھین کی صحبت مین رہے اور ہم نے دوسرون سے بھی فائدہ اُٹھایا، یحییٰ بن یحییٰ کہتے ہین کہ ابن القاسم علم مالک کے سب سے بڑے عالم اور اس بارے مین سب سے زیادہ قابل اعتماد تھے، انھون نے مصر مین سنہ ۱۹۱ھ مین وفات پائی،

(۳) اشہب بن عبد العزیز القیسی العامری الجعدی امام مالک اور امام لیث وغیرہ سے روایت حدیث کی اور امام مالک اور مدنی اور مصری علما، سے فقہ کی تعلیم پائی، امام شافعی فرماتے ہین کہ مین نے اشہب سے بڑا فقیہ نہین دیکھا اور ابن القاسم کے بعد وہی مصر کے پیشوا تسلیم کیے گئے، سحنون سے سوال کیا گیا کہ ابن القاسم اور اشہب مین زیادہ فقیہ کون ہے؟ تو بولے کہ وہ دونون گھوڑدوڑ کے دو گھوڑون کے مثل تھے، کبھی بازی لیجاتا تھا اور کبھی وہ، اشہب سنہ ۱۴۰ھ مین پیدا ہوے اور سنہ ۲۰۴ھ مین بمقام مصر وفات پائی،

(۴) ابو محمد عبد اللہ بن عبد الحکم بن اعین بن لیث، امام مالک، لیث بن سعد، ابن عیینہ اور ابن لہیعہ وغیرہ سے حدیث سُنی، وہ ایک صالح، ثقہ، امام مالک کے مذہب کے محقق، صادق، عاقل اور حلیم شخص تھے، اور اشہب کے بعد مصر کے پیشوا قرار پائے، مصر مین عبد الحکم کی اولاد نے وہ جاہ و ترقی حاصل کی جو کسی کو حاصل نہین ہوئی تھی، وہ امام شافعی کے دوست تھے، اور جب آئے تھے تو انھین کے یہان اُترے تھے، وہ اُن کے ساتھ نہایت لطف و مدارات سے پیش آئے تھے، اُنھون نے امام شافعیؒ ہی کے یہان وفات پائی، اور اپنے اور اپنے لڑکے کے لیے اُن کی کتابین لکھین اور اپنے فرزند

Marfat.com

محمد کو اُن کے ساتھ ملحق کردیا، ابن القاسمؒ ابن وہبؒ اور اشہبؒ نے ابن عبد الحکمؒ کو وصیت کی، وہ ۱۵۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۱۴ھ میں مصر میں وفات پائی،

(۵) اصبغ بن الفرج الاموی جو اُن کے آزاد کردہ غلام تھے، امام مالکؒ سے حدیث سننے کیلیے مدینہ کا سفر کیا، لیکن اُن کے عین وفات کے دن مدینہ میں پہونچے، اس لیے ابن القاسمؒ ابن وہبؒ اور اشہبؒ سے تعلیم حاصل کی، اُن سے حدیث سُنی اور ان کے ساتھ فقہ سیکھی، وہ ابن وہبؒ کے بزرگ ترین شاگرد اور اُن کے منشی اور مخصوص لوگوں میں تھے، اشہبؒ سے پوچھا گیا کہ آپ کے بعد ہمارا پیشوا کون ہوگا؟ بولے اصبغ بن الفرج ابن اللباد کہتے ہیں کہ مجھ کو فقہ کا جو طریقہ بھی معلوم ہوا وہ اصبغ ہی کے اصول سے معلوم ہوا، اشہبؒ اور اُن کے علاوہ اُن کے اور شیوخ کے ساتھ اُن سے بھی فتوی پوچھا جاتا تھا، ابن معینؒ کا قول ہے کہ تمام خلق اللہ میں ابن اصبغ امام مالکؒ کی رائے کے سب سے بڑے عالم تھے، ایک ایک مسئلہ کرکے اُس کو جانتے تھے،

(۶) محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم اپنے باپ، اور ابن وہبؒ اور اشہبؒ اور ابن قاسمؒ وغیرہ تلامذہ مالکؒ سے حدیث سُنی اور امام شافعیؒ کی صحبت میں رہے، اُن سے تعلیم حاصل کی اور اُن کی کتابیں لکھیں، اُن کے باپ نے اُن کو امام شافعی کے ساتھ ملحق کردیا تھا اور حکم دیا تھا کہ اُن سے اور اشہبؒ سے پڑھیں اور وہ اور لوگوں سے زیادہ ان کی فقہ سے واقف تھے، ابن حارثؒ کہتے ہیں وہ علماے فقہ میں کامل، اور اہل نظر تھے، اور جب کچھ کہتے تھے اور جس مذہب کے مقلد تھے اس پر مناظرہ کرتے تھے اور حجت لاتے تھے، علم فقہ حاصل کرنے کیلیے لوگ مغرب اور اندلس سے اُن کے پاس سفر کرکے آتے تھے اور مصر کے پیشوا تسلیم کیے جاتے تھے، ۱۸۲ھ میں پیدا ہوے اور ۲۶۸ھ میں وفات پائی،

Marfat.com

(۷) محمد بن ابراہیم بن زیاد الاسکندری المعروف با بن المواز، ابن الماجشون اور ابن عبد الحکم سے فقہ کی تعلیم پائی اور اصبغ پر اعتماد کیا اور بحیین میں ابن قاسم سے روایت کی مصر میں اُن کے قول پر اعتماد کیا جاتا ہے اور فقہ اور فتوی میں وہ ایک عالم راسخ تھے ۱۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور دمشق میں ۲۶۹ھ میں وفات پائی،

اہل افریقہ اور اہل اندلس میں امام مالک کے تلامذہ حسب ذیل تھے:

(۱) ابو عبد اللہ زیاد بن عبد الرحمن القرطبی الملقب بشبطون امام مالک سے موطا سنی، اور فتاوی کے متعلق بھی اُنھوں نے اُن سے سُنکر ایک کتاب مرتب کی جو سماع زیاد کے نام سے مشہور ہے، وہ ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں جن میں لیث بن سعد اور ابن عیینہ شامل ہیں، زیاد پہلے شخص ہیں جنھوں نے فقیہانہ حیثیت سے موطا کو امام مالک سے سُنکر اندلس میں داخل کیا، اسکے بعد یحیی بن یحیی نے اُن کی تقلید کی، اہل مدینہ زیاد کو فقیہ اندلس کہتے تھے اور اُنھوں نے امام مالک کی طرف دو سفر کیے تھے، ۱۹۳ھ میں وفات پائی،

(۲) عیسیٰ بن دینار اندلسی سفر کرکے آئے اور ابن قاسم سے سنا اور ان پر اعتماد کیا، اور اندلس کو واپس گئے، قرطبہ میں فتاوے اُنھیں کے پاس آتے تھے، اور اُن کے زمانے میں کوئی شخص اُن پر ترجیح نہیں رکھتا تھا، اور مشرق سے واپس آنے کے بعد وہی قرطبہ کے پیشوا تسلیم کیے جاتے تھے، ابن قاسم اُن کی تعظیم کرتے تھے، اور فقہ و ورع میں اُن کے مداح تھے، اُن کے ہمسروں میں کوئی شخص اندلس میں اُن سے زیادہ فقیہ نہیں خیال کیا جاتا تھا، ابن یمین کہتے ہیں کہ ہمارے اہل مصر کو انھی نے مسائل سکھائے، یحیی بن یحیی کی جلالت شان کے باوجود وہ اُن سے زیادہ فقیہ تھے، جب وہ ابن القاسم سے رخصت ہوئے

تو اُنھون نے تین کوس تک اُن کی مشایعت کی، لوگون نے اسپر اعتراض کئے تو بولے کہ تم اسپر مجھے ملامت کرتے ہو کہ مین نے ایک ایسے شخص کی مشایعت کی جس نے اپنے بعد اپنے سے زیادہ فقیہ اور زاہد شخص کو اپنا قائم مقام نہین چھوڑا، انھون نے ۲۱۲ھ مین بمقام طلیطلہ وفات پائی،

(۳) یحییٰ بن یحییٰ کثیر اللیثی جو اُن کے آزاد کردہ غلام تھے، ابتدا مین زیاد بن عبد الرحمن سے موطاء امام مالکؒ سُنی اُس کے بعد ۲۸ سال کے سن مین سفر کیا، اور امام مالکؒ سے موطا سنی البتہ کتاب الاعتکاف کے چند ابواب مین اُن کو شک پیدا ہوا، تو زیاد سے اُن کی روایت کی، وہ ۱۷۹ھ مین امام مالکؒ سے ملے تھے، اور اسی سن مین انھون نے وفات پائی، انھون نے ایک دوسرا سفر بھی کیا ہے جس مین صرف ابن القاسم سے فقہ سیکھی، وہ اندلس مین بہت سا علم لیکر واپس آئے، اور عیسیٰ بن دینار کے بعد اندلس کے فتاوی کا مرجع اُن کی راے رہ گئی، اندلس مین امام مالکؒ کا مذہب صرف یحییٰ ؒ اور عیسیٰؒ کے ذریعہ سے پھیلا، یحییٰ کو علمی حیثیت سے اُن کے علم پر ترجیح حاصل تھی، ابن سابہ کہتے ہین عیسیٰ بن دینار، اندلس کے فقیہ اور اس کے عالم ابن حبیب اور اس کے عاقل یحییٰ تھے، اندلس کی علمی ریاست اُن ہی کے حصے مین آئی، اور اُنھون نے ۲۳۴ھ مین وفات پائی،

(۴) عبد الملک بن حبیب بن سلیمان السلمی، ان کا خاندان طلیطلہ کا باشندہ تھا، پہلے اُن کے دادا سلیمان قرطبہ مین آئے پھر اُن کے باپ فتنۃ الربض مین بیرہ آئے، اُنھون نے اندلس مین تعلیم حاصل کی پھر ۲۰۸ھ مین سفر کیا اور ابن ماجشون، مطرف، عبد اللہ بن عبد الحکم اور اسد بن موسیٰ وغیرہ سے حدیث سنی اور بہت سا علم حاصل کر کے ۲۱۶ھ مین

Marfat.com

اندلس واپس آئے اور ریرہ مین قیام کیا، اُن کے علم و روایت کا شہرہ ہوا تو امیر عبدالرحمن بن عبدالحکم نے ان کو قرطبہ مین بلالیا اور وہان کے مفتیون کے طبقہ مین جگہ دی اور وہ یحییٰ بن یحییٰ کے ساتھ جو وہان کے مشاورہ و مناظرہ کے سردار تھے مقیم رہے اور ان دونون مین سخت تعلقات قائم ہوگئے، یحییٰ نے اُن سے پہلے وفات پائی، اور اُن کے بعد تنہا پیشوا ہوگئے، عبدالملک امام مالک کے مذہب پر فقہ کے حافظ تھے لیکن حدیث کے عالم اور اس کے صحیح و ضعیف کے ماہر نہ تھے، امامت فقہ کے ساتھ وہ ادیب بھی تھے، اور ابن موازنے اُن کے علم و فقہ کی تعریف کی ہے، سنن و فقہ مین وہ کتاب الواضحہ کے مؤلف ہین اور اس کے علاوہ اُن کی مختلف تصنیفات ہین، اُنھون نے ۲۳۸ھ مین وفات پائی،

(۵) ابوالحسن بن زیاد تونسی، مالک الثوری، اور لیث بن سعد وغیرہ سے حدیث سُنی، اور اُن کے زمانے مین افریقہ مین ان کا مثل نہ تھا، ان سے اسد بن الفرات اور سحنون وغیرہ نے حدیث سُنی، اور انھون نے امام مالک سے موطا اور دوسری کتابونکی روایت کی، اور فقہ مین وہ سحنون کے اُستاد تھے، اور سحنون اہل افریقہ مین کسی کو ان پر ترجیح نہین دیتے تھے، قیروان کے اہل علم جب کسی مسئلہ مین اختلاف کرتے تھے تو اسکو علی بن زیاد کی خدمت مین لکھ کر بھیجدیتے تھے کہ وہ ان کو صحیح بات بتائین، سحنون کہتے ہین کہ اگر مصریون کی طرح علی بن زیاد کو طلب علم کا شوق ہوتا تو اُن مین سے کوئی ان سے نہ چھوٹتا اور اُن مین سے کوئی اُن کے ساتھ نہ رہتا، اُنھون نے ۱۸۳ھ مین وفات پائی،

(۶) اسد بن فرات، ان کا خاندان نیشاپور کا رہنے والا تھا اور وہ دیار بکر مین حران مین پیدا ہوئے، تونس مین نشو و نما پائی، اور علی بن زیاد سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اسکے بعد

مشرق کا رخ کیا اور امام مالکؒ سے موطا وغیرہ کو سنا، اس کے بعد عراق گئے، اور ابو یوسفؒ، محمد بن حسنؒ، اسد بن عمرؒ اور اصحاب ابو حنیفہؒ سے فقہ کی تعلیم پائی، امام ابو یوسف نے موطائے امام مالک انھین سے پڑھی اور مدونہ کو جسکا ذکر عنقریب آئے گا انھین نے تالیف کیا، انھون نے ۲۱۳ھ مین محاصرۂ سرقوسہ مین وفات پائی، جبکہ وہ اُسکے سپہ سالار اور قاضی تھے،

(۷) عبد السلام بن سعید التنوخی الملقب بسحنون وہ خاندانی طور پر شامی یعنی حمص کے رہنے والے تھے، اُن کے باپ حمص کی فوج کے ساتھ آئے، اور قیروان کے شائخ بالخصوص تونس کا سفر کرکے علی بن زیادؒ سے علم حاصل کیا، اُس کے بعد مصر آئے اور مصری علما مین جو لوگ امام مالکؒ اور بلاد مغرب کے طالب العلمون کے درمیان واسطہ تھے، مثلاً ابن قاسمؒ اور ابن وہب وغیرہ سے حدیث سنی پھر مدینہ مین آئے، اور امام مالکؒ کی وفات کے بعد وہان کے علما سے ملاقات کی اور ۱۹۱ھ مین افریقہ واپس ہوئے،

ابو العرب کہتے ہین کہ سحنونؒ ثقہ، حافظ علم اور فقیہ تھے، ان مین چند فضائل ایسے مجتمع تھے جو اُن کے سوا اور کسی مین نہین پائے جاتے تھے، یعنی، فقہ، پرہیزگاری کامل، حق گوئی، زہد فی الدنیا، موٹا جھوٹا کھانا پہننا اور فیاضی وہ کسی قسم کا شاہی عطیہ قبول نہین کرتے تھے، اور بسا اوقات اپنے تلامذہ کو ۳۰ دینار یا اس کے مثل دیتے تھے،

ابن قاسمؒ کا قول ہے کہ افریقہ سے ہمارے یہان سحنونؒ جیسا شخص کوئی نہین آیا، وہ افریقہ مین آئے تو لوگ اُن کے گرویدہ ہوگئے، اور نئے زمانے کا آغاز ہوا جس نے اس کے پہلے کی باتین مٹا دین اُن کے تلامذہ اہل قیروان کا چراغ تھے، مدونہ کی تصنیف انھین نے کی اور اہل قیروان اسپر اعتماد رکھتے ہین، وہ ۲۳۴ھ مین جب کہ ان کا سن ۷۴ سال کا تھا افریقہ کے قاضی ہوئے اور مرتے دم تک اس عہدے پر ممتاز رہے، وہ قضارت کے زمانے

میں اپنے لیے بادشاہ سے وظیفہ اور صلہ نہیں لیتے تھے، البتہ اپنے عملہ کیلئے اہل کتاب کے جزیے سے لیتے تھے، جب فریق مقدمہ باہم سخت کلامی یا گواہوں سے چھیڑ چھاڑ کرتے تھے تو اُن کو سزا دیتے تھے اور کہتے رہتے کہ جب گواہوں سے چھیڑ چھاڑ کی جائے گی تو وہ کیونکر شہادت دینگے، اگر فریق مقدمہ گواہ پر کسی عیب یا جرح کا الزام لگاتا تھا، یا کہتا تھا کہ مجھ سے گواہوں کے بارے میں پوچھیے کیونکہ وہ ایسے ہیں تاکہ وہ اُن کے مجروح ہونے کا سوال کر سکیں تو وہ اس کی تادیب کرتے تھے اور اُس سے کہتے تھے کہ میں اس بارے میں تجھ سے بے نیاز ہوں اور یہ میرا کام ہے، تیرا نہیں، وہ طلاق وعتاق کی ناجائز قسموں پر لوگوں کی تادیب کرتے تھے تاکہ وہ خدا کے سوا کسی اور کی قسم نہ کھائیں، وہ فسق پر تادیب کرتے تھے، اور جو شخص اس کا مستحق ہوتا تھا اسکو بازار سے نکلوا دیتے تھے، لوگ اپنے اپنے نام رقعوں میں لکھ کر دیتے تھے جو اُن کے سامنے پیش کیے جاتے تھے، اور وہ اُن میں سے ایک ایک کو الگ الگ بلاتے تھے، البتہ اگر کوئی مجبور یا ستم رسیدہ شخص آتا تھا تو اس کے لیے ایسا کرنے کی ضرورت نہ تھی، انھوں نے ۲۴۰ھ میں وفات پائی،

یہ لوگ اکابر علماء میں ہیں جنھوں نے مغربی ممالک میں امام مالکؒ کے مذہب کی اشاعت کی، لیکن مشرقی ممالک میں کوئی شخص ایسا نہیں پیدا ہوا جس نے امام مالکؒ کو دیکھا ہو اور اُن سے فقہ پڑھی ہو، البتہ ایسے لوگ مشرق میں بھی پیدا ہوئے جنھوں نے نہ امام مالکؒ کو دیکھا تھا نہ اُن سے سُنا تھا، مثلاً

(۱) احمد بن معدل بن غیلان العبدی الفقیہ المتکلم، وہ عبد الملک بن ماجشونؒ اور محمد بن مسلمہؒ کے تلامذہ میں تھے اور ادیب، فصیح مذہب مالکؒ کے فقیہ، زاہد، دیندار اور عبادت گذار تھے، عراق میں امام مالکؒ کیلئے اُن سے بلند رتبہ اور اہل حجاز کے مذہب کا ماہر اُن سے

Marfat.com

بڑھ کر کوئی نہ تھا اور مشرقی شہروں میں ان ہی کے ذریعہ سے امام مالک کا مذہب پھیلا،

(۴) قاضی ابو اسحاق اسمٰعیل بن اسحاق بن اسمٰعیل بن حماد بن زید، بصرہ میں پیدا ہوئے، بغداد میں توطن اختیار کیا اور وہیں حدیث سُنی اور ابن المعدل سے فقہ کی تعلیم حاصل کی، وہ کہتے تھے کہ میں لوگوں پر دو آدمیوں کے ذریعہ سے فخر کرتا ہوں، ایک ابن معدل جو مجھ کو فقہ کی تعلیم دیتے ہیں، دوسرے ابن المدینی جو مجھے حدیث پڑھاتے ہیں، عراق کے مالکیوں نے اُن ہی سے فقہ کی تعلیم پائی، ابو بکر بن خطیب کہتے ہیں کہ اسمٰعیل فاضل، عالم اور امام مالک کے مذہب کے فقیہ تھے، اُن کے مذہب کی شرح و تلخیص کی اور اُن کے لیے حجت لائے اور مسند اور علوم قرآن کے متعلق متعدد کتابیں لکھیں، اور امام مالک یحییٰ بن سعید الانصاری اور ایوب سختیانی کی حدیثیں جمع کیں، ابو الولید الباجی نے ان لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے جو درجۂ اجتہاد کو پہونچے، اور اُن میں بہت سے علوم جمع ہو گئے، بیان کیا ہے، کہ امام مالک کے بعد یہ درجہ صرف قاضی اسمٰعیل کو حاصل ہوا، وہ بغداد کے قاضی مقرر ہوئے، اور ایک ہی وقت میں اُن کی ذات میں تمام علوم جمع ہو گئے، اور اُن سے پہلے وہ کسی کی ذات میں جمع نہ ہوئے، ماتن نہر اور اناستہ کے وہ قاضی مقرر ہوئے، اور اخیر میں قاضی القضاۃ کا منصب حاصل کیا، ابو عمرو الدانی کہتے ہیں کہ اسمٰعیل ۲۲ سال تک اور دوسرے لوگوں کا قول ہے کہ وہ کچھ اوپر پچاس سال تک قاضی رہے، اُن کی متعدد تالیفات ہیں جن میں عنقریب بعض کا ذکر آئے گا، وہ ۲۰۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۸۲ھ میں وفات پائی،

اور اہل مدینہ میں امام مالک کے سب سے بڑے شاگرد ابو مروان عبد الملک بن عبد العزیز بن عبد اللہ بن ابی سلمۃ الماجشون ہیں، جو قریش میں بنو تیم کے آزاد شدہ غلام تھے، ماجشون

فارسی لفظ ہے جسکے معنی گلابی کے ہین' چونکہ اُن کے چہرے پر سُرخی تھی' اس لیے ان کا یہ نام رکھا گیا، عبد الملکؒ فقیہ و فصیح تھے' اُن سے پہلے فتوی کا دار و مدار اُن کے باپ پر تھا، اور اُن کے بعد تا وفات اُن پر رہا' وہ اپنے زمانے مین اہل مدینہ کے مفتی تھے' اپنے باپ اور امام مالکؒ وغیرہ سے فقہ کی تعلیم پائی' جب امام شافعیؒ اُن سے مذاکرہ کرتے تھے تو لوگ اکثر اُن کی گفتگو نہین سمجھتے تھے' کیونکہ امام شافعی نے بدوؤن مین ہذیل سے اور عبد الملکؒ نے بدوؤن کے قبیلۂ کلب مین اپنے ماموؤن سے ادب سیکھا تھا، قاضی یحیی بن اکثم کہتے ہین کہ" عبد الملک ایک ایسا دریا ہے' مین جسکو ڈول گدلا نہین کرتے" سحنونؒ نے اُن کی تعریف کی ہے اور اُن کو ترجیح دی ہی، اور وہ کہتے ہین کہ مین نے ان کی طرف سفر کرنے کا ارادہ کیا اور ان کتابون کو ان پر پیش کرنا چاہا تاکہ وہ اُن مین سے جس کی اجازت دین اُس کو جائز رکھون اور جسکو رد کردین اسکو رد کردون' ابن حبیب نے ان کی بہت تعریف کی ہے اور اکثر تلامذۂ مالک پر اُن کو سمجھ مین بلند خیال کرتے تھے، اُن سے بہت سے لوگون اور بڑے بڑے ائمہ مثلاً احمد بن المعدل' ابن حبیب اور سحنون نے فقہ کی تعلیم حاصل کی ہی، اور اُنھون نے ۲۱۳ھ مین وفات پائی،

یہ لوگ اکابر تلامذۂ مالکؒ ہین' اور ان کے مذہب کے شائع کرنے والون مین ہین' اور اُن کو امام مالک سے وہی نسبت ہے جو ایک شاگرد کو اُستاد سے اور ایک راوی کو مستنبط سے ہوتی ہے' لیکن یہ لوگ امام مالکؒ سے بہت کم اختلاف رکھتے ہین اور اگر کہین اختلاف پایا جاتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ خود اس مسئلہ کی روایت مین امام مالکؒ سے اختلاف ہوتا ہے' یا جو نصوص اُن سے مروی ہیں اُن کے سمجھنے مین اختلاف پیدا ہو جاتا ہے' کبھی کبھی ابن وہب اور ابن القاسمؒ اُن سے اختلاف کرتے ہین' اور یہ جیسا کہ

ہم نے بیان کیا ہے بہت کم ہے،

تیسرے امام، امام شافعیؒ ہین،

اُن کا نام و نسب ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان بن شافع الشافعی المطلبی ہے جو بنو المطلب مین عبد مناف سے تھے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چوتھی اور امام شافعیؒ کی نوین پشت مین تھے، اُن کی ماں یمنی او رقبیلہ ازد سے تھین جو نہایت ذہین تھین،

امام شافعیؒ عسقلان کے صوبے مین بہ مقام غزہ ۱۵۰ھ مین پیدا ہوئے غزہ اُنکے آبا و اجداد کا وطن نہ تھا، بلکہ اُن کے باپ ادریس وہان کسی ضرورت سے آئے تھے اور وہین انکا انتقال ہو گیا اور اُن کے فرزند محمد وہین پیدا ہوئے پیدائش کے دو سال بعد اُن کی والدہ اُن کے آبائی وطن مکہ مین اُن کو لے آئین اور وہین بحالت یتیمی اُنھون نے اپنی ماں کی سرپرستی مین نشو و نما پائی اور بچپن ہی مین قرآن مجید حفظ کر لیا، پھر بادیہ مین ہذیل کے یہان جو افصح العرب تھے گئے اور اُن کے بہت سے اشعار یاد کئے، اُس کے بعد ادب و فصاحت سیکھ کر واپس آئے اور شیخ الحرم و مفتی الحرم مسلم بن خالد الزنجی کی شاگردی کی اور وہان سے فارغ التحصیل ہو کر نکلے یہانتک کہ اُنھون نے ان کو فتوے دینے کی اجازت دی، اس کے بعد اُنھون نے امام مالک بن انسؒ امام دار الہجرت کے پاس ان سے ایک سفارشی خط لینے کی درخواست کی، اُنھون نے خط لکھ دیا تو اُنھون نے مدینہ کا سفر کیا، اور امام مالکؒ کے پاس آئے، وہ موطا یاد کر چکے تھے اور اسکو امام مالک کے سامنے پڑھا، اور اُن کی قرأت ان کو بہت پسند آئی،

امام شافعی نے اُس زمانے مین مسلم بن خالد کی فقہ اور دو بلند رتبہ اشخاص یعنی سفیان ابن عیینہ محدث مکہ اور امام مالک بن انس محدث مدینہ کی حدیثین حاصل کین اہل حجاز کی

حدیث کا سلسلہ انہی دونون بزرگون پر منتہی ہوتا ہے اور یہی دونون اُن کے سب سے بڑے شیوخ ہین ہین لیکن ان کے علاوہ انھون نے اور لوگون سے بھی روایتین کی ہین،

امام شافعیؒ دولت مند شخص نہ تھے اس لیے انھون نے مجبوراً حصول معاش کیلیے کوئی کام تلاش کیا مصعب بن عبد اللہ القرشی قاضی یمن کی مدد سے ان کو یمن مین ایک کام مل گیا اور وہ اُسپر مقرر ہو گئے، اور اُس سے مدتون تک نان حاصل کرتے رہے، اُسوقت ہارون رشید خلیفہ تھا اور آل عباسؓ اور آل علیؓ مین سخت عداوت قائم تھی اور ہارون رشید علویون اور ان کے معاونین کی حرکات سے سخت خائف اور جوکنا رہتا تھا اور صرف تہمت وشبہ سے اُس پر مواخذہ کرتا تھا امام شافعی پر بھی تشیع کا الزام تھا اور بلاد یمن بہت سے شیعون کا مرکز تھا، جو بنو عباس کی گھات مین رہتے اور قوم کے افراد مین شیعی پروپگنڈا پھیلاتے تھے، چنانچہ ہارون [illegible] کو ان شیعون کا جن کے ساتھ امام شافعی بھی تھے معاملہ پہونچایا گیا اور اس [illegible] مین طلب کرلیا، کہا جاتا ہے کہ مطرف بن مازن قاضی صنعا نے امام شافعی کو اس الزام مین شامل کیا اور حماد بربری ان لوگون کو عراق مین لایا اور یہ لوگ رشید کے پاس شہر رقہ مین حاضر ہوئے،

اگر رشید کے حاجب فضل بن ربیع کی مدافعت سے امام شافعی کی برأت نہ ثابت ہوئی ہوتی تو وہ اُس الزام کی وجہ سے بڑے خطرے مین پڑجاتے امام شافعی نے اس الزام سے بچنے کے لیے جو فقرے کہے وہ یہ ہین کہ کیا مین اُس شخص کو چھوڑ سکتا ہون جو یہ کہتا ہے کہ مین اس کے چچا کا لڑکا ہون (رشید) اور اس شخص کی طرف رجوع کرسکتا ہون جو یہ کہتا ہے کہ مین اس کا غلام ہون (امام شیعہ) رشید پر اس فقرہ کا سخت اثر ہوا اور اُسنے ان کی رہائی کا حکم دیا اور اُن کو صلہ عطا کیا،

Marfat.com

اسی موقع پر امام شافعیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد، امام محمد بن الحسن الشیبانی سے
میل جول پیدا کیا اور فقہاے عراق کی کتابون سے واقفیت حاصل کی اور طریقۂ المحدثین
پران معلومات کا اضافہ کیا، انھون نے امام محمد بن الحسنؒ سے مناظرات بھی کئے، جن کی
خبر رشید کو ملی تو اُن سے بہت خوش ہوا اور امام شافعیؒ کی کتابین ان مناظرات سے بھری ہوئی ہین
امام شافعیؒ عراق سے حجاز کو واپس آئے اور ایک مدت تک مکہ مین رہ کر افادہ و استفادہ
کرتے رہے، اسوقت مکہ ایک ایسی جگہ تھی جہان تمام ملکون کے علما آتے رہتے تھے اور
امام شافعی اُن سے ملتے تھے اُن سے مناظرہ کرتے تھے، اُن سے یہ اور ان سے وہ اخذ
کرتے تھے، یہان تک کہ وہ ۱۹۵ھ مین رشید کی وفات اور عبداللہ الامین کے خلیفہ ہونے
کے بعد دوبارہ عراق مین آئے، اور اس آمد مین علماے عراق کی ایک جماعت نے انکی شاگردی
اختیار کی اور اُن سے کسب علم کیا اور یہین انھون نے اُن کو وہ کتابین املا کرائین جو انھون نے
اپنے مذہب عراقی یا مذہب قدیم پر لکھی تھین، اس آمد مین وہ محمد بن ابی حسان الزبادی کے یہان
اُترے تھے، اور دو سال تک قیام کیا تھا، امام محمد بن حسنؒ کا انتقال ہو چکا تھا اور عراق مین
تلامذۂ امام ابوحنیفہؒ مین اسوقت حسن بن زیاد لولوی تھے، لیکن امام شافعیؒ جسطرح امام محمد
بن الحسنؒ کے ساتھ معروف مناظر تھے اُن سے مناظرہ نہین کرتے تھے، اس کے بعد وہ
حجاز کو جبکہ بغداد مین اُن کو کافی شہرت حاصل ہو چکی تھی اور بہت سے علما اُن کے
طریقہ کو قبول کر چکے تھے واپس آئے، پھر ۱۹۸ھ مین وہ تیسری بار عراق مین آئے اور وہان
چند مہینے قیام کر کے مصر کا سفر کیا اور فسطاط مین بطور ایک معزز مہمان کے عبداللہ بن عبدالحکم
یہان اُترے اُس وقت مصریون مین امام مالکؒ کا مذہب پھیلا ہوا تھا، اور اکثر علماے مصر کا
یہی مذہب تھا، اور تلامذۂ مالک مین جن لوگون نے اُن کا کلام سنا اور اُن سے روایت کی تھی

عبداللہ بن عبدالحکم اور اشہب باقی رہ گئے تھے،

مصر مین امام شافعی کی قابلیت اور اُن کی کلامی مقدرت کا اظہار ہوا اور انھون نے اپنے مصری تلامذہ کو اپنی جدید کتابین املا کرائین اور یہی اُن کا مصری یا جدید مذہب ہے، وہ مصر مین برابر مقیم رہے، یہان تک کہ ۲۰۴ھ مین وفات پائی اور مقبرہ بنی عبدالحکم مین مدفون ہوے اور موت وحیات دونون مین مصری اُن کو بزرگ سمجھتے رہے، یہان تک کہ وہ پہلے حجازی تھے اور اب مصری ہوگئے، امام شافعیؒ پہلے امام ہین جنھون نے متصل سفر کرکے بذات خود اپنے مذہب کی اشاعت کی اور خود اپنے تلامذہ کو اپنی کتابین املا کرائین، اُن کے علاوہ دوسری کبار ائمہ کو یہ بات حاصل نہین ہوئی، امام شافعی کے مذہب کی بنیاد اُن کے رسالۂ اصولیہ مین مدون کی گئی ہے، وہ ظواہر قرآن سے استدلال کرتے ہین یہان تک کہ کسی دلیل سے یہ ثابت ہوجائے کہ ظاہر قرآن مراد نہین، اُس کے بعد حدیث کو لیتے ہین اور خبر واحد پر عمل کرنے کی جب اُس کا راوی ثقہ ہو سخت حمایت کرتے ہین اور جب حدیث کا سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک بہ سند متصل پہونچ جائے، تو امام مالکؒ کی طرح اُس کے بعد وہ کسی عمل کی جو حدیث کی تائید کرتا ہو، اور اہل عراق کی طرح شہرت حدیث کی شرط نہین لگاتے، حدیث کی اس تائید کی بنا پر ان کو اہل حدیث مین نہایت حسن قبول حاصل ہوا، یہان تک کہ اہل بغداد اُن کو ناصر السنت کہتے تھے، وہ احادیث صحیحہ کو اسی نگاہ سے دیکھتے ہین جس نگاہ سے قرآن مجید کو دیکھتے ہین اور دونون کو واجب الاتباع سمجھتے ہین، حدیث کے بعد وہ اجماع پر عمل کرتے ہین اور اُن کے نزدیک اجماع کے معنی یہ ہین کہ اُس کے خلاف کا علم نہ ہو، کیونکہ جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے اُن کے نزدیک اجماع کا علم ناممکن ہے، لیکن جب کوئی دلیل منصوص موجود نہین ہوتی تو وہ قیاس پر بس

شرط کے ساتھ عمل کرتے ہین کہ اُس کیلئے کوئی اصل معین موجود ہو، اور اہل عراق جس چیز کو استحسان اور مالکی جس چیز کو استصلاح کہتے ہین اُنھون نے اُس کی شدت کے ساتھ تردید کی ہے، البتہ وہ استدلال پر عمل کرتے ہین جو اس کے قریب قریب ہے،

امام شافعی کی ذات چونکہ حجازیون اور عراقیون کی فقہ اور بدؤن کی فصاحت کا مجموعہ تھی اس لیے وہ مناظرہ اور خوبی تحریر مین یکتا تھے اور اُن کی تحریر اس زمانے کے بلیغ ترین انشاپردازون شلاً جاحظ وغیرہ سے کم درجہ نہین رکھتی تھی،

تلامذۂ شافعی و رواۃ مذہب شافعی

امام شافعی کے تلامذہ عراق اور مصر دونون مین موجود تھے، چنانچہ اُن کے عراقی شاگردون کے نام حسب ذیل ہین،

(۱) ابوثور ابراہیم بن خالد بن الیمان الکلبی البغدادی، اُن کی فقہ کا دارومدار رائے پر تھا، اور اہل عراق کے قول کو لیتے تھے، لیکن جب امام شافعی بغداد مین آئے تو اُن سے تعلیم حاصل کی، وہ اگرچہ امام شافعی کے مقلد نہین ہین بلکہ جب ان کو کوئی دلیل ملجاتی ہے تو اُن کی مخالفت کرتے ہین لیکن اُن کا شمار ائمہ فقہاے شافعیہ مین ہے، اُن کی چند مخصوص رائین ہین، ان کا ایک خاص مذہب ہے اور اُن کے پیرو بھی ہین، لیکن اُن کا مذہب بہت دنون تک قائم نہ رہ سکا، ابوعمر بن عبدالبر کہتے ہین کہ "وہ اپنی مرویات مین ثقہ اور حسن النظر ہین، لیکن اُن کے چند شاذ مسائل ہین جن مین اُنھون نے جمہور سے اختلاف کیا ہے اور لوگون نے اُن کو ائمہ فقہا مین شمار کیا ہے" اُنھون نے جن مسائل مین جمہور یا امام شافعیؒ سے علحدگی اختیار کی ہے وہ حسب ذیل ہین،

(۱) تمام فقہاء کے نزدیک قرض وصیت پر مقدم ہی لیکن ابو ثور نے خدا کے ظاہر قول کی بنا پر وصیت کو مقدم کیا ہی۔

من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین   وصیت یا قرض کے بعد

(۲) کسی خریدے ہوئے مال میں عیب نکل آنے پر واپس کرنے کا اختیار رضا مندی کے ساتھ صرف گفتگو سے حاصل ہوسکتا ہی یا ایسے فعل سے جس سے یہ سمجھا جائے کہ وہ رضامندی ہے، لیکن امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ یہ اختیار فوراً حاصل ہوتا ہے۔

(۳) جب دو آدمی قبلہ کے رخ میں اجتہاد کریں اور دونوں کے اجتہاد کا نتیجہ ایک دوسرے سے مختلف ہو تو ان میں سے ہر ایک دوسرے کی اقتدا کرسکتا ہی اور ہر ایک اپنی جہت کی طرف نماز پڑھ سکتا ہے، لیکن یہ ان کے علاوہ اور لوگوں کے قول کے مخالف ہی اور یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے۔

ابن ثور نے سنہ ۲۴۰ھ میں اور ابن خلکان کے قول کے مطابق سنہ ۲۴۶ھ میں وفات پائی۔

(۲) احمد بن حنبل اور ان کا حال مستقلاً آگے آئے گا۔

(۳) حسن بن محمد بن الصباح الزعفرانی البغدادی، وہ مذہب قدیم کے سب سے زیادہ ثقہ راوی ہیں اور کتاب عراقیین انھیں کی طرف منسوب ہے، امام شافعیؒ کی مجلس میں وہی قرات کرتے تھے اور ان کی قرات کے ذریعہ سے احمد، ابو ثور، اور کرابیسی نے سماعت کی ہے وہ سواد کے ایک گاؤں زعفرانیہ کی طرف منسوب ہیں اس کے بعد بغداد کے بعض دروب میں قیام کیا اور وہ ان کی طرف منسوب ہوگیا، زعفرانی نے سفیان بن عیینہ اور امام شافعی وغیرہ سے حدیث سنی اور مسلمؒ کے علاوہ امام بخاریؒ وغیرہ

Marfat.com

ائمہ حدیث نے اُن سے روایت کی، امام شافعی کو ان کی فصاحت بہت پسند تھی یہاں تک کہ اُن کے متعلق فرماتے تھے کہ "مین نے بغداد مین ایک ایسے نبطی کو دیکھا جو عربی معلوم ہوتا ہے اور اُس کے مقابل مین مین نبطی نظر آتا ہون" انھون نے ۲۷۰ھ مین وفات پائی،

(۴) ابو علی الحسین بن علی الکرابیسی، انھون نے پہلے عراقیون کے مذہب کے مطابق فقہ کی تعلیم حاصل کی، پھر امام شافعیؒ سے فقہ سیکھی اور اُن سے اور اُن کے علاوہ اور لوگون سے حدیث سُنی، امام شافعیؒ نے اُن کو زعفرانی کی کتابون کی اجازت دی، لوگون نے ان سے روایت کرنے مین اجتناب کیا ہے، کیونکہ مسئلہ لفظ یعنی اس کہنے کی وجہ سے کہ "میرا قرآن کے الفاظ کو پڑھنا مخلوق ہے" امام احمد بن حنبل نے ان کو مطعون کیا ہے، اور یہ ایک عجیب بات ہے، محمد بن عبداللہ الصیرفی الشافعی کہتے ہین کہ حسین کرابیسی اور ابو ثور سے عبرت حاصل کرو، کیونکہ حسین علم و حفظ مین ممتاز ہین اور ابو ثور علم مین اُن کے عشر عشیر بھی نہین، لیکن مسئلہ لفظ کی وجہ سے امام احمد بن حنبل نے اُن کے بارے مین کلام کیا اور وہ پست ہو گئے، لیکن ابو ثور کی تعریف کی تو وہ بلند رتبہ ہو گئے،

(۵) احمد بن یحییٰ بن عبدالعزیز البغدادی المتکلم، وہ بغداد مین امام شافعی کے کبار تلامذہ مین تھے، پھر احمد ابن ابی داؤد کے شاگرد ہو گئے، اور ان کی رائے کا اتباع کیا، ابو عاصم کہتے ہین کہ وہ حافظون، زاہدون اور مفتیون مین سے ایک ہین، چونکہ اُنکی آنکھ مین خرابی تھی اس لیے امام شافعیؒ نے اپنی کتابون کی قرأت سے اُن کو منع کیا، معتزلہ کے خیالات کی پیروی نے ان کو اپنے درجہ سے گرا دیا تھا، ابن سبکی کہتے ہین کہ وہ بہت سے قابل اعتراض مسائل کے قائل تھے، مثلاً ان کے نزدیک طلاق بالصفات

Marfat.com

جائز نہین کیونکہ جب نکاح متعہ اس لیے جائز نہین کہ وہ ایک ایسا عقد ہی جو ایک صفت کے ساتھ معلق ہے، اسی طرح طلاق بالصفت بھی عقد معلق ہے۔ ابن سبکی کہتے ہین کہ یہ ایک باطل قول ہی اور اُس سے خرق اجماع ہوتا ہی اور یہ ظاہریہ کے اُس قول کے مثل ہے جسکی ابن حزم نے محلی وغیرہ مین تصریح کی ہے کہ جس شخص نے اپنی بی بی سے کہا کہ جب مہینہ کی ابتدا ہوگی تو تجھ کو طلاق ہے، یا اُس نے اور کسی وقت کا ذکر کیا تو اس قول سے نہ سردست طلاق واقع ہوگی اور نہ اُس وقت جب مہینہ کا آغاز ہوگا اور غالباً اس مسئلہ مین ظاہریہ سب سے الگ ہین۔

امام شافعیؒ کے عراقی تلامذہ سے جن لوگون نے فقہ کی تعلیم پائی اُن کے نام حسب ذیل ہین۔

(۶) داؤد بن علی امام اہل الظاہر ہی ہم ان کا تذکرہ خاص طور پر کرینگے۔

(۷) ابو عثمان بن سعید الانماطی، انھون نے مزنی اور ربیع سے علم حاصل کیا، اور بغداد مین ان ہی کے ذریعہ سے امام شافعیؒ کی کتابین مشہور ہوئین اور ابن سریج نے ان ہی سے فقہ سیکھی، انھون نے ۲۸۸ھ وفات پائی۔

(۸) ابو العباس احمد بن عمر بن سریج، حسن زعفرانی وغیرہ سے حدیث سنی، اور ابو القاسم الانماطی سے فقہ سیکھی اور تمام تلامذہ شافعیؒ یہان تک کہ مزنی پر بھی اُن کو ترجیح دیجاتی تھی، شیخ ابو حامد اسفرائنی کہتے ہین کہ "ہم ابو العباس کے ساتھ ظواہر فقہ مین چلتے ہین، دقائق فقہ مین نہین چلتے" وہ پہلے شخص ہین جنھون نے مناظرہ کی ابتدا کی اور لوگون کو جدل کا طریقہ سکھایا، ان کی بہت سی تصنیفات ہین جنکی تعداد چار سو بیان کی جاتی ہے، ان مین اور داؤد بن علی ظاہری اور اُن کے بیٹے محمد کے درمیان

Marfat.com

نہایت مشہور مناظرے ہوے اور انھون نے ۳۰۶ھ مین وفات پائی،

(۹) ابو العباس احمد بن ابی احمد الطبری الشہیر بابن القاص ابن سریج سے فقہ سیکھی اور وہ مشہور کتابون مثلاً تلخیص، مفتاح، اور ادب القاضی وغیرہ کے مصنف ہین، اور اصول فقہ مین اُن کی ایک کتاب ہے، وہ بہت بڑے امام تھے، ۳۳۵ھ مین وفات پائی،

(۱۰) ابو جعفر محمد بن جریر الطبری، ہم اِن کا تذکرہ خاص طور پر کرینگے،

امام شافعی کے مصری تلامذہ حسب ذیل ہین،

(۱) یوسف بن یحییٰ البویطی المصری، وہ امام شافعیؒ کے مصری تلامذہ مین سب سے بڑے تھے، امام شافعیؒ سے فقہ پڑھی، اور اُن سے اور عبد اللہ بن وہبؒ وغیرہ سے حدیث کی روایت کی، اُن کی ایک مشہور مختصر ہے جس کا اختصار انھون نے امام شافعی کے کلام سے کیا ہے، امام شافعی فتوی مین اُن پر اعتماد کرتے تھے، اور جب اُن کے پاس کوئی مسئلہ آتا تھا تو اُن کے حوالے کردیتے تھے، اور اپنی موت کے بعد اُن کو اپنے تمام تلامذہ کا خلیفہ بنایا اور اُن کے حلقۂ درس سے بہت سے ائمہ نکلے، اور مختلف شہرون مین جاکر تمام ملک مین امام شافعیؒ کے علم کی اشاعت کی، انھون نے فتنۂ خلقِ قرآن مین قید ہوکر بغداد مین ۲۳۱ھ مین وفات پائی،

(۲) ابو ابراہیم اسمعیل بن یحییٰ المزنی المصری وہ ۱۷۵ھ مین پیدا ہوے، اور جوان ہوکر تحصیل علم مین مصروف ہوے، اور حدیث کی روایت کی، یہان تک کہ سنہ ۱۹۹ھ مین جب امام شافعی مصر مین آئے، تو اُن سے فقہ کی تعلیم حاصل کی، ابو اسحق شیرازی کہتے ہین کہ "وہ زاہد، عالم، مجتہد، مناظر، اور معانی دقیقہ کی تہ مین ڈوبنے والے تھے" امام شافعیؒ نے

Marfat.com

اُن کی نسبت فرمایا کہ مزنی میرے مذہب کا حامی ہے، جن کتابون پر امام شافعی کے مذہب کا دارومدار ہے وہ انھی کی لکھی ہوئی ہین اور خراسان عراق اور شام کے بہت سے علما نے اُن سے علم حاصل کیا، اور انھون نے ۲۶۴ھ مین وفات پائی،

مزنی کبھی کبھی اپنے استاد کے مذہب کی مخالفت کرتے ہین اور اپنے لیے نئی راہین اختیار کرتے ہین، لیکن شافعیہ ان اختیارات کو مذہب مین نئے اقوال نہین خیال کرتے اور وہ زیادہ بھی نہین ہین،

(۳) ربیع بن سلیمان بن عبد الجبار المرادی جو اُن کے آزاد کردہ غلام اور جامع عتیق مین موذن تھے، ۱۷۴ھ مین پیدا ہوئے اور امام شافعیؒ کی خدمت مین حاضر ہو کر اُن سے بکثرت روایتین کین، وہ اُن کی کتابون کے راوی ہین اور اپنی روایت مین نہایت ثقہ خیال کیے جاتے ہین، یہان تک کہ مزنی اگرچہ علم دین اور بزرگی مین نہایت بلند رتبہ ہین اور جو روایت کرتے ہین وہ قواعد کے مطابق ہوتی ہے تاہم جب ربیع اور مزنی کا کسی روایت مین تعارض ہوتا ہے تو امام شافعی کے تلامذہ ربیع ہی کی روایت کو مقدم سمجھتے ہین لوگ امام شافعی کی کتابون کے پڑھنے کے لیے اطراف ملک سے اُن کے پاس سفر کرکے آتے تھے، انھون نے ۲۷۰ھ مین وفات پائی،

(۴) حرملہ بن یحیٰی بن عبد اللہ التجیبی ۱۶۶ھ مین پیدا ہوئے وہ بہت بڑے امام تھے، ابن وہب سے بہت زیادہ حدیثین روایت کین اور امام شافعیؒ سے فقہ سیکھی اور اُن کے مذہب مین کتابین تصنیف کین، اُن کے متعلق اشہب کا قول ہے کہ وہ اہل مسجد مین بہترین شخص ہین، انھون نے ۲۴۳ھ مین وفات پائی،

(۵) یونس بن عبد الاعلی الصدفی المصری ۱۷۰ھ مین پیدا ہوئے اور سفیان

Marfat.com

بن عیینہ اور ابن وہب وغیرہ سے حدیث سُنی اور امام شافعیؒ سے فقہ حاصل کی مصر مین ان پر علمی ریاست کی انتہا ہوئی، اور امام شافعیؒ سے روایت ہے کہ اُنھون نے کہا کہ مین نے مصر مین یونس بن عبد الاعلی سے زیادہ عاقل کسی کو نہین دیکھا" اُنھون نے ۲۶۴ھ مین وفات پائی،

(۶) ابو بکر محمد بن احمد المعروف با بن الحداد مزنی کے وفات کے دن پیدا ہوے وہ حفظ قرآن مین یکتا تھے، فقہ مین امام زمانہ اور لغت مین ایک وسیع دریا تھے، معانی دقیقہ کی تہ تک پہونچنے، اور فروع مولدہ کے استخراج مین لوگون کا اجماع ہے کہ وہ یکتا تھے، اور اس مین کوئی شخص اُن کی گرد تک کو نہین پہونچا، فقہ مین کتاب الباہر اور کتاب ادب القضاۃ وغیرہ اُن کی تصنیفات مین ہین، وہ مصر کی زینت اور علم قضا کے بہت بڑے ماہر تھے، اُنھون نے ۳۴۵ھ مین وفات پائی،

تلامذۂ شافعیؒ مین یہی لوگ مشہور ترین ہین، اور اُن کی تصنیفات کے ذریعہ سے لوگون نے انھین کے ذریعہ سے امام شافعیؒ کا علم حاصل کیا، ان کے علاوہ اور بھی بکثرت لوگ ہین، اور تلامذۂ مالکؒ کی طرح ان لوگون نے بھی امام شافعی سے بہت کم اختلاف کیا ہے، چوتھے امام احمد بن حنبل بن ہلال الذہلی الشیبانی المروزی ثم البغدادی ہین ۱۶۴ھ مین پیدا ہوے اور ہشیم، اور سفیان بن عیینہ وغیرہ کے طبقہ مین اکابر محدثین سے حدیث سُنی اور امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ اور اُن کے طبقہ کے لوگون نے اُن سے امام روایت کی چونکہ اُنھون نے نہایت کثرت سے حدیثین حفظ کین، اس لیے اپنے زمانہ مین اہلحدیث کے امام ہوگئے، امام شافعی کہتے ہین کہ "مین بغداد سے نکلا تو وہان احمد بن حنبل سے زیادہ افضل زیادہ عالم اور زیادہ فقیہ کسی شخص کو نہین چھوڑا، امام شافعیؒ جب بغداد مین آئے تو امام احمد

Marfat.com

بن حنبل نے اُن سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور وہ اُن کے بغدادی شاگردون مین سب سے بڑے ہین اُس کے بعد خود اجتہاد کیا اور وہ اُن اہل حدیث مجتہدین مین ہین جو امام شافعیؒ کی طرح صحیح السند ہونے کی حالت مین خبر واحد پر بلا شرط عمل کرتے ہین اور اقوال صحابہؓ کو قیاس پر مقدم کرتے ہین امام احمدؒ کا شمار فقہا سے زیادہ اہل حدیث مین ہے اُنھون نے مسند تصنیف کی ہے جو چالیس ہزار سے زیادہ حدیثون پر مشتمل ہے اور اُن کے بیٹے عبداللہ نے ان سے اسکی روایت کی ہے اور اصول مین اُن کی کتاب طاعۃ الرسول کتاب الناسخ والمنسوخ اور کتاب العلل ہے؛

امام احمد بن حنبل سے لوگون نے اُن کے مذہب کی روایت کی ہے اُن مین مشہور ترین لوگ حسب ذیل ہین؛

(۱) ابو بکر احمد بن محمد بن ہانی المعروف بالاثرم اُنھون نے فقہ مین اپنی کتاب السنن امام احمد کے مذہب پر تصنیف کی ہے اور اُسپر حدیث سے بھی شواہد لائے ہین؛

(۲) احمد بن محمد بن الحجاج المروزی، اُنھون نے بھی شواہد حدیث کے ساتھ کتاب السنن تصنیف کی ہے؛

(۳) اسحاق بن ابراہیم المعروف بابن راہویہ المروزی، وہ امام احمدؒ کے بہت بڑے شاگرد ہین، اور اُنھون نے بھی فقہ مین کتاب السنن تصنیف کی ہے؛

مسئلہ خلق قرآن کی آزمایش مین صرف امام احمد بن حنبلؒ ہی نے ثابت قدمی ظاہر کی؛ کیونکہ مامون نے مسئلہ خلق قرآن کی جو دعوت دی اسکو بہت سے اہلحدیث نے قبول کرلیا، لیکن ۲۱۸ھ سے جس مین مامون کی دعوت شروع ہوئی ۲۳۳ھ تک جبمین متوکل نے اس دعوت کو چھوڑدیا، اور لوگون کو عقائد و راے مین آزادی دی، امام

امام احمد بن حنبل بالکل ثابت قدم رہے، اور رائے کی صحت اور غلطی سے قطع نظر کر کے اس استقلال سے اُن کو امام العلیا کا شرف اور درجہ حاصل ہوا، کیونکہ معتقدات کی حفاظت کے لیے تکلیف برداشت کرنا انسان کے لیے شرف کا بہترین زیور ہے، امام احمد بن حنبل نے ۲۴۱ھ میں وفات پائی۔

یہ چاروں ائمہ جمہور اہل اسلام کے وہ ائمہ ہیں، جن کے مذاہب نے شہرت حاصل کی اُنکی تدوین کی گئی اور وہ باقی رہے،

ائمہ شیعہ

اس دور میں شیعوں کے دو مذہبوں نے شہرت حاصل کی یعنی شیعہ زیدیہ اور شیعہ امامیہ،

زیدیہ زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالبؓ کی طرف منسوب ہیں جنھوں نے کوفہ میں ہشام بن عبدالملک کے مقابلہ میں بغاوت کی، اور اُن میں سے بہت سے لوگوں نے خلافت کے لیے بنو امیہ اور بنو عباس کے مقابلہ میں علم بغاوت بلند کیا اور بلاد طبرستان اور بلاد یمن میں بعض کامیابیان بھی حاصل کیں

اس مذہب کے اصول کی رُو سے اُن کے ائمہ میں اجتہاد کی شرط ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ ان میں بہ کثرت ائمہ پیدا ہوئے جو فقہ میں اصحاب الرائے تھے، اور اس دور میں اُنکے سب سے بڑے امام الداعی الی اللہ الامام الناصر للحق الحسن بن علی بن الحسن بن زید بن عمر بن علی بن الحسنؓ بن علیؓ تھے، جنھوں نے مذہب زیدیہ کے متعلق بہت سی کتابیں تصنیف کیں، جن کی ترتیب کتب فقہ کے مطابق دی گئی تھی، مثلاً کتاب الطہارۃ اور

کتاب الاذان الخ

ان ہی ائمہ مین امام الداعی الی الحق الحسن بن زید بن محمد بن اسمعیل بن الحسن بن زید بن الحسن بن علیؓ تھے جو بہت بڑے عالم تھے اور بلادِ طبرستان پر حملہ کیا اور ٢٥٠ھ مین اُسپر قابض ہوگئے اور اس پر برابر قابض رہے یہان تک کہ ٢٧٠ھ مین وفات پائی انھون نے فقہ مین کتاب الجامع اور کتاب البیان وغیرہ تصنیف کی ان ائمہ مین ایک قاسم بن ابراہیم العلوی الرسی بلادِ یمن مین صاحب صعدہ تھے، ١٦٩ھ – ٢٤٦ھ زیدیہ قاسمیہ اُن ہی کی طرف منسوب ہین اور کتاب الاشربہ اور کتاب الایمان والنذور اُن کی تصنیفات مین ہین

ان ہی ائمہ مین سے ہادی یحییٰ بن الحسن بن القاسم بن ابراہیم امام صعدہ ٢٤٥ھ – ٢٩٨ھ ہین اور زیدیہ ہادویہ ان ہی کی طرف منسوب ہین اور فقہ مین ان کی ایک جامع کتاب ہے

اس دور کے بہت سے علماء و محدثین امامت کے متعلق مذہبِ زیدیہ رکھتے تھے، اور بلادِ یمن کا بڑا حصہ زیدیہ شیعہ ہے اور شیعون کے مذاہب مین یہ مذہب جمہور کے مذاہب سے بہت زیادہ قریب ہے، کیونکہ زیدیہ اگرچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو شیخین سے زیادہ امامت کا مستحق سمجھتے ہین لیکن وہ شیخین کی تنقیص نہین کرتے،

شیعہ امامیہ اثنا عشریہ کے سب سے بڑے امام اُس دور مین امام ابوعبداللہ جعفر الصادق تھے جو ساداتِ اہلبیت سے تھے، اور اپنی حق گوئی کی وجہ سے صادق کا لقب پایا تھا وہ ٨٠ھ مین پیدا ہوے اور امام مالک بن انس امام ابوحنیفہ اور بہت سے علماے مدینہ نے اُن سے روایت کی، البتہ امام بخاری نے اُن کی حدیث کی تخریج نہین کی اُن کے باپ ابوجعفر محمد باقر کا ذکر

Marfat.com

اوپر گذر چکا ہے اور شیعہ امامیہ کی فقہ کا دارومدار ان ہی دونوں بزرگوں پر ہے، اس دور مین اِن کے سب سے بڑے مؤلف ابوالنضر محمد بن مسعود العیاشی اور ابوعلی محمد بن احمد بن الجنید ہین، اور زرارہ بن اعین کو بھی جو فقہ، حدیث، کلام اور تشیع مین شیعون کے بہت بڑے شخص ہین شیعون مین بہت بڑی شہرت حاصل ہے وہ ابوجعفر باقرؑ کے شاگرد تھے، اور اُن کے لڑکے حسین بن زرارہؒ اور حسن بن زرارہؒ ابوعبداللہ جعفر صادقؑ کے شاگرد ہین،

اس مذہب کی بنیاد یہ ہے کہ ائمہ معصوم ہین، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلعم کے وصی ہین آپ نے اُن کو شریعت کے ظاہر و باطن کی تعلیم دی، اور انھون نے جس شخص کو امامت مین اپنا خلیفہ بنایا اُسکو اس کی تعلیم دی، یہی وجہ ہے کہ اُن کے نزدیک ائمہ کے اقوال خود شارع کی نصوص کے مثل ہین، اور احکام اجتہاد اور رائے سے نہین معلوم ہوسکتے صرف امام معصوم کے ذریعہ سے معلوم ہوسکتے ہین، اور یہی وجہ ہے کہ اجماع عام اور قیاس کو یہ لوگ شرعی اصول نہین سمجھتے، اجماع کو تو اس لیے کہ جو شخص ائمہ مین سے نہین ہے اُسکے قول کا کوئی اثر نہین، اور قیاس ایک رائے ہے، اور دین رائے سے حاصل نہین ہوسکتا، یہ لوگ تقیہ کے بھی قائل ہین یعنی مخالفین کے شر سے بچنے کیلیے انسان اپنے عقیدہ کے خلاف دوسرے عقیدہ کا بھی اظہار کرسکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب ان کے ائمہ سے روایتین مختلف ہوتی ہین تو وہ اپنی کتابون مین اس روایت کو جو جمہور کی رائے کے مطابق ہوتی ہین تقیہ پر محمول کرتے ہین، اور یہ اُس صورت مین ہوتا ہے، جب اُن پر اعتراض کیا جاتا ہے، استنباط احکام پر سیاست کا جو اثر پڑا ہے اُس کا ثبوت یہ ہے کہ شیعہ امامیہ کا اسپر اتفاق ہے کہ میراث مین حقیقی چچا زاد بھائی علاتی چچا پر مقدم ہے، حالانکہ ان سب کا قول یہ ہے کہ وراثت کا

تقیہ

دارومدار قربیت پر ہے اس لیے انسان جسقدر میت سے قریب تر ہوگا وہ اُس کے دور کے قرابتدار سے اُس کی وراثت کا زیادہ مستحق ہوگا یہی وجہ ہے کہ اُن کے نزدیک حقیقی چچازاد بھائی وراثت مین ماموں سے مؤخر ہے لیکن وہ اسکو چچا پر اس لیے مقدم کہتے ہین کہ حضرت علی بن ابی طالب رض رسول اللہ صلعم کی وراثت مین حضرت عباس رض پر مقدم قرار پائین؛

اُن کی جو رائین جمہور کی رایون کی مخالف ہین وہ حسب ذیل ہین؛

(۱) بھانجی کا نکاح خالہ کے نکاح کی حالت مین اس کے اذن کے بغیر نہین ہو سکتا؛ اور بھانجی کے نکاح کی حالت مین خالہ کا نکاح اس کے اذن کے بغیر جائز ہے؛ اور یہی حال پھوپھی اور بھتیجی کا بھی ہے؛

(۲) یہ لوگ نصرانیہ اور یہودیہ کے نکاح کو حرام سمجھتے ہین اور جس آیت سے اسکی حلت ثابت ہے اُس کو خداوند تعالی کے اس قول سے منسوخ سمجھتے ہین؛ وَلَا تُمسِکُوا بِعِصَمِ الکَوَافِرِ

(۳) مریض طلاق نہین دے سکتا؛ البتہ نکاح کر سکتا ہے؛ اس لیے اگر اس نے نکاح کر کے بی بی کے ساتھ مباشرت کی تو یہ جائز ہے اور اگر مباشرت نہ کی اور اسی مرض مین مر گیا تو اس کا نکاح باطل ہے؛ اور عورت کو نہ مہر ملیگی نہ میراث؛

(۴) رضاعت سے نکاح کی حرمت صرف ان شرائط کے ساتھ ثابت ہوتی ہے؛ کہ ایک عورت کا جس نے ایک ہی مرد کے نطفہ سے بچہ جنا ہو پورے ایک دن اور ایک رات یا متصل پندرہ بار دودھ پیا ہو؛ اور اُن کے درمیان کسی دوسری عورت کا دودھ نہ پیا ہو؛

(۵) کتاب و سنت مین جس طلاق کا حکم ہے اس کی صورت صرف یہ ہے کہ جب عورت حائضہ ہو کر پاک ہو جائے تو مرد اس کے جماع کرنے سے پہلے دو عادل گواہون کے سامنے ایک طلاق دے پھر جب تک اسکو تین حیض نہ آجائین وہ اُس سے رجعت کر سکتا ہے اور اگر

Marfat.com

اس نے رجعت کر لی تو وہ اُس کے پاس رہیگی اور اُس کے بعد اسکو دو طلاقون کا حق حاصل ہوگا اور اگر رجعت سے پہلے تین حیض گذر گئے تو اسکو اپنے اوپر اختیار حاصل ہوگا اور شوہر اگر منگنی کرنے والون کے ساتھ چاہے تو اُس سے منگنی کر سکتا ہو، اور اب اگر اُس نے نکاح کر لیا تو وہ اُس کے پاس رہیگی اور اس کو دو طلاقون کا حق حاصل ہوگا اور اُس کے علاوہ جو تھا وہ طلاق نہ تھا،

(۶) اگر کسی شخص نے اپنی بی بی سے کہا کہ "تو مجھپر حرام ہے" یا اسکو طلاق بائن یا طلاق بتہ دی یا بریہ یا خلیہ کہا تو یہ کچھ نہین، طلاق صرف یہ ہے کہ عدت سے پہلے جب عورت حیض سے پاک ہو جائے تو اُس کے ساتھ جماع کرنے سے پہلے کہے کہ "تجھ کو طلاق ہے" یا تو عدت مین مجھے اور اس سے طلاق مراد لے اور اُسپر دو عادل آدمی گواہی دین،

(۷) ایک مجلس مین تین طلاق صرف ایک طلاق خیال کیے جائین گے،

اس کے علاوہ اور بہت سی رائین ہین جنکو وہ اپنے اقوال کی طرف منسوب کرتے ہین،

فنا شدہ مذاہب

فقہا کے مذاہب مین بعض فقہا ایسے ہین جن کے مذہب کے پیرو موجود تھے اور اُنھون نے ایک زمانے تک اُن کے مذہب کی پابندی کی پھر اس کے بعد جو دوسرے مذاہب پیدا ہوے وہ اس پر غالب ہوگئے اور اُس کے پیرو دن کا خاتمہ ہوگیا، چنانچہ ان مذاہب کے مشہور ائمہ حسب ذیل ہین،

(۱) ابو عبد الرحمن بن محمد الاوزاعی، اوزاع یمنی قبیلہ ذی الکلاع کی ایک شاخ یا دمشق مین باب الفرادیس کے رستے پر ایک گانون ہے، ابو عمرو نے ان لوگون مین قیام کیا،

تو اُن ہی کی طرف منسوب ہو گئے، ورنہ اُن کا اصل خاندان سبی عین التمر سے تعلق رکھتا ہی
لیکن خود اوزاعی بعلبک مین ۸۸ھ مین پیدا ہوے اور جوان ہونے کے بعد علم حدیث
کی تحصیل مین مصروف ہوئے اور عطاء بن ابی رباح اور زہری اور اُن کے طبقہ کے
لوگون سے روایت کی اور خود اُن سے اکابر محدثین نے روایت کی، امام اوزاعی بہت
بڑے ادیب اور انشا پرداز تھے، اور اُن کے رسائل مشہور ہین، ولید بن مزید کہتے ہین
کہ "مین نے ان سے کوئی بہترین کلمہ ایسا نہین سُنا جسکے سننے والے کو اس کی ضرورت
پیش نہ آئے کہ وہ اُن کی سند سے اسکو لکھ لے اور مین نے اُن کو کبھی قہقہہ مارکر ہنستے
ہوے نہین دیکھا" ان کا ایک قول یہ ہے کہ "جب خدا کسی قوم کے ساتھ برائی کرنا
چاہتا ہے تو اُن پر مناظرہ کا دروازہ کھول دیتا ہے اور اُن کو عمل سے روک دیتا ہے"
اُن کا قول ہے کہ "اُن فقہا پر افسوس ہی جو عبادت کے علاوہ کسی اور چیز کے لیے تفقہ
سیکھتے ہین اور جو چیزین شبہ کی وجہ سے حرام ہین اُن کو حلال کر لیتے ہین" اُن کے استقلال
کے مشہور مقامات مین وہ گفتگو ہے جو اُنھون نے عبداللہ بن علی کے ساتھ اسوقت
کی جب وہ شام مین آئے اور بنوامیہ کو قتل کیا، چنانچہ جب وہ اپنی فوج مین جنگی تلوارین
کھنچی ہوئی تھین موجود تھے تو انھون نے اوزاعی کو بلایا اور اُن سے پوچھا کہ بنو اُمیہ کے
خون کے بارے مین تم کیا کہتے ہو؟ اُنھون نے کہا "تم مین اور اُن مین معاہدے تھے،
اور تمھین اُن کو پورا کرنا چاہیے تھا" اُس نے کہا کہ "یہ فرض کرو کہ ہمارے درمیان معاہدہ
نہین ہے" وہ کہتے ہین کہ مین گھبرایا اور کشت وخون کو گوارا نہ کیا اور یہ خیال کیا کہ مین
خدا کے سامنے کھڑا ہون، اب مین نے اُس سے کہا کہ "اُن کا خون تجھپر حرام ہے" وہ برہم
ہوا اور غصہ سے اُس کی آنکھین نکل آئین اور گردن کی رگین پھول گئین اور اُس نے

کہا "کیون؟" مین نے کہا کہ "رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ بجز تین صورتون کے مسلمانون کا خون حلال نہین ہے، ایک تو یہ کہ بیاہا آدمی زنا کرے، دوسرے یہ کہ جان کے بدلے مین جان لی جائے، تیسرے یہ کہ ایک شخص دین کو چھوڑ دے" اُس نے کہا کہ "کیا ہماری حکومت دینی نہین ہے؟" مین نے کہا "کیونکر؟" اُس نے کہا "کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کے لیے وصیت نہین کی تھی؟" مین نے کہا "اگر آپ اُن کے لیے وصیت کرتے تو وہ دو حکم نہ مقرر کرتے" اب وہ چُپ ہو گیا اور غصے مین بھر گیا، اُس پر مجھے خیال ہوا کہ میرا سر میرے آگے گرے گا، لیکن اُس نے ہاتھ کے اشارے سے کہا کہ "اس کو نکالو" اور مین نکل آیا،

امام اوزاعیؒ اُن محدثین مین سے تھے جو قیاس کو پسند نہین کرتے، اور اہل شام کا عمل اُن کے مذہب پر تھا، اور وہ شام کے قاضی تھے، پھر بنو اُمیہ کی اولاد مین جو لوگ اندلس گئے، اُن کے ساتھ امام اوزاعی کا مذہب بھی اندلس مین گیا، پھر تیسری صدی کے نصف حصے مین امام شافعیؒ کے مذہب کے مقابلے مین شام مین اور امام مالکؒ کے مذہب کے مقابلہ مین اندلس مین اس مذہب کا چراغ بجھ گیا، امام اوزاعی نے ۱۵۷ھ مین وفات پائی،

(۲) ابو سلیمان داؤد بن علی بن خلف الاصبہانی المعروف بالظاہری ۲۰۲ھ مین کوفہ مین پیدا ہوئے اور اسحاق بن راہویہ اور ابو ثورؒ وغیرہ سے علم حاصل کیا، وہ امام شافعیؒ کے سخت حامی تھے، اور اُن کی مدح و فضائل مین دو کتابین لکھین، اور بغداد مین اُنپر علمی ریاست کا خاتمہ ہو گیا، اُس کے بعد اُنھون نے خود اپنا ایک نیا مذہب ایجاد کیا، جسکی بنیاد یہ ہے کہ وہ ظاہر کتاب و سنت پر عمل کرتے ہین، جب تک کتاب و سنت کی کسی دلیل یا اجماع سے یہ نہ ثابت ہو کہ ظاہر کتاب و سنت مراد نہین لیکن اگر کوئی نص نہ ملے تو ان کا

عمل اجماع پر ہوتا ہے، اور قیاس کو بالکل چھوڑ دیتے ہین اُن کا قول ہے کہ خود عموم کتاب وسنت سے ہر مسئلہ کا جواب نکل آتا ہے،

امام داؤد ظاہری نے بہت سی کتابین تصنیف کین جن مین بہت سی ابواب فقہ ہین ہین اور بہت سی اصول مین مثلاً کتاب ابطال التقلید، کتاب ابطال القیاس، کتاب خبر الواحد، کتاب الخبر الموجب للعلم، کتاب الحجۃ، کتاب الخصوص والعموم، کتاب المفسر والمجمل وغیرہ،

اُن کے بیٹے محمد نے اُن سے علم حاصل کیا اور اُن کے مذہب پر چلے، وہ فاضل ادیب، شاعر، اخباری اور ظرفاء دستوریین مین سے تھے، اور بہت سی کتابین تصنیف کین،

امام داؤد کے مقلد اور اُن کے مذہب پر کتابین لکھنے والے ابوالحسن عبداللہ بن احمد بن محمد بن المغلس ہین، اور اُن کے وقت مین داؤدیون کی ریاست کا اُن پر خاتمہ ہوگیا اور بعد کو بھی کوئی شخص اُن کا مثل نظر نہ آیا، وہ تمام لوگون کے نزدیک فاضل عالم صادق ثقہ اور مقدم تھے، اُنھون نے ٣٢٤ھ مین وفات پائی،

لوگ پانچوین صدی کے نصف حصے تک امام داؤد کے مذہب کا اتباع کرتے رہے اُس کے بعد اُس کا چراغ گل ہوگیا، انھون نے بہت سی رایون مین جمہور کی مخالفت کی ہے اور یہ اختلاف قیاس ورائے کے چھوڑنے اور ظاہر کتاب وسنت پر عمل کرنیکا نتیجہ ہے، یعنی ابومحمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الاندلسی المتوفی ٤٥٦ھ کی کتاب المحلی مین اس قسم کے بہت سے مسائل دیکھے ہین جن مین بعض یہ ہین،

(١) طلاق صرف تین الفاظ اور اُن کے مشتقات سے واقع ہوتی ہے طلاق، تسریح، اور فراق، بشرطیکہ ان الفاظ سے کوئی شخص طلاق کی نیت کرے، لیکن اگر ان الفاظ کے متعلق کوئی شخص یہ کہے کہ مین نے طلاق مراد نہین لی تو فتوی مین اسکی تصدیق کیجائیگی،

لیکن طلاق اور مشتقات طلاق کے متعلق قضاءت میں تصدیق نہیں کی جائے گی اور طلاق کے علاوہ بقیہ الفاظ کے متعلق قضاءت میں بھی تصدیق کی جائے گی ان الفاظ کے علاوہ جو الفاظ ہیں مثلاً "خلیہ" "بریہ" "تو بری ہے" "میں نے تجھ کو بری کیا" "تیری رسی تیری گردن پر ہے" "میں نے تیرے خاندان پر یا خاندان کے علاوہ کسی اور پر ہبہ کیا" اور تحریم تخئیر اور تملیک اُن کے ذریعہ سے طلاق نہ فتوی میں واقع ہوگی نہ قضاءت میں خواہ طلاق کی نیت کرے یا نہ کرے

(۲) طلاق میں وکالت جائز نہیں

(۳) اگر ایک غائب شخص اپنی بی بی کو طلاق دے تو یہ طلاق نہ ہوگی اور وہ بطرح پہلے اس کی بی بی تھی اسیطرح اُسکی بی بی رہے گی اگر ان میں سے ایک مرگیا تو دونوں میں وراثت جاری ہوگی اور زوجیت کے تمام حقوق دونوں کے درمیان قائم رہیں گے چاہے وہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ تین طلاق ہو یا اس سے کم البتہ جب وہ اسکو طلاق کا پیغام روانہ کرے اور عورت اُس کے بھیجے ہوئے شخص کی خبر کی تصدیق کرے یا اسکی شہادت فیصلہ میں قبول کرلی جائے تو اگر عورت حاملہ ہوگی تو ایسے طہر کے ساتھ پاک ہوگی کہ اس نے اُس میں اُن کے ساتھ جماع نہیں کیا ہے تو اس پر طلاق پڑ جائے گی

(۴) اگر ایک شخص نے بغیر قصد طلاق محض زبان کی لغزش سے طلاق دیدی اور اُسپر گواہ قائم ہوگئے تو اُس کے متعلق طلاق کا فیصلہ کردیا جائیگا لیکن اگر گواہ نہ قائم ہوئے بلکہ وہ فتوی حاصل کرنے کے لیے آیا تو اس کے لیے طلاق لازم نہ ہوگی

(۵) طلاق کی قسم لازم نہیں ہے چاہے اس قسم کو پورا کرے چاہے نہ کرے اس کے ذریعہ سے طلاق واقع نہ ہوگی، طلاق وہی ہوگی جسکا حکم خداوند تعالی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے دیا ہے اور قسم بھی وہی ہے جس کا حکم خداوند تعالی نے رسول اللہ

Marfat.com

ذریعہ سے دیا ہے

(۶) قسم ہی کا حال طلاق بالصفۃ کا بھی ہے اور ان سب سے طلاق واقع نہ ہوگی، طلاق صرف وہی ہے جسکو خداوند تعالیٰ نے حکم دیا، اور اُس کی تعلیم دی اور وہ حکم یہ ہے کہ طلاق کا ارادہ کیا جائے، اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ باطل اور تجاوز عن حدود اللہ ہے

(۷) اگر ایک شخص نے کہا کہ جب مہینہ شروع ہوگا تو تجھ کو طلاق ہے، یا اور کسی وقت کا ذکر کیا تو اس سے طلاق نہ ہوگی نہ اب نہ اُس وقت جب مہینے کا آغاز ہوگا،

(۸) اگر ایک شخص نے اپنی بی بی کو طلاق کا اختیار دیدیا تو چاہے وہ طلاق لیلے یا نہ لے اس کو طلاق نہ ہوگی،

(۹) اگر ایک عورت نے اپنے شوہر کو ناپسند کیا اور اس کے دل مین خوف پیدا ہوا کہ وہ اس کا حق نہ ادا کر سکے گی یا یہ کہ شوہر اُس سے بغض رکھے گا اور اس کا حق نہ ادا کریگا، تو وہ اس کو فدیہ دیکر اُس سے الگ ہو سکتی ہے اور اگر شوہر راضی ہو گیا تو وہ اس کو طلاق دے سکتا ہے، ورنہ میان بی بی کو اسپر مجبور نہین کیا جا سکتا، صرف اُن کی رضامندی سے یہ معاملہ ہو سکتا ہے اور فدیہ بجز دونوں مذکورہ وجہوں مین سے ایک یا دونوں کے اجتماع کے بغیر جائز نہین اور اگر ان دونوں کے علاوہ فدیہ دیا گیا تو وہ باطل ہے اور مرد نے عورت سے جو رقم لی ہے وہ اسکو واپس کردی جائے گی اور وہ پہلے ہی کی طرح اسکی بی بی رہے گی اور صرف شوہر اس پر ظلم کرنے سے روکا جائیگا، اور عورت اپنی تمام مملوکات کو فدیہ مین دے سکتی ہے اور وہ طلاق رجعی ہوگی بجز اس صورت کے کہ وہ اسکو تین طلاق دے یا تین طلاق کے آخر تک طلاق دے، یا وہ غیر موطوءہ ہو اور اگر اس نے عدت کے زمانے مین رجعت کرلی تو یہ جائز ہے عورت پسند کرے یا نہ کرے، اور عورت سے شوہر نے جو

رقم لی ہے وہ واپس کردیگا،

(۱۰) طلاق اور رجعت دو عادل گواہون کے بغیر جائز نہین،

معلوم ہوتا ہے کہ بغداد مین علمار کو رائے اور استنباط کی عام آزادی حاصل تھی اور وہ اُس سے پورا فائدہ اُٹھاتے تھے، اور دوسرے فقہار کی مخالفت سے ان کو کوئی صدمہ نہین پہونچتا تھا، لیکن اندلس مین علمار کو یہ آزادی حاصل نہ تھی کیونکہ وہان کے علمار نے ابن حزم کو ان رایون کی بنار پر جو اُنھون نے اپنے مذہب کے خلاف اختیار کی تھین اپنا آماجگاہ بنالیا اور امرار کے دلون مین اُن کے خلاف شورش پیدا کی اور اُن کو اُن سے ڈرا کر اُن کو خوف زدہ کرنا چاہا، لیکن وہ خوف زدہ نہ ہوئے، اور اپنی رائے سے باز نہ آئے، کیونکہ وہ ایک بہت بڑے شخص تھے اور ہر بڑا شخص اپنے عقیدہ کے لیے تکلیف اُٹھاتا ہے لیکن ہم اسوقت ان کی رائے کی صحت اور غلطی سے بحث کرنا نہین چاہتے، صرف گذشتہ زمانے کی ایک حالت بیان کرنا چاہتے ہین،

مین نے طبقات الشافعیہ سبکی مین ظاہریہ کی رائے کے متعلق ایک فصل اس بحث پر دیکھی ہے کہ فروعات مین اُن کی رائے کا اعتبار ہوسکتا ہے یا نہین؟ اُنھون نے اس کے متعلق تین قول بیان کیے ہین،

(۱) عموماً اُن کا اعتبار ہے اور یہی قول صحیح ہے،

(۲) عموماً ان کا اعتبار نہین اور استاد ابو اسحاق نے اس رائے کو جمہور کی طرف منسوب کیا ہے،

(۳) قیاس جلی کی مخالف رایون کے سوا ان کی اور رایون کا اعتبار ہے،

ابن سبکی نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ امام داؤد ظاہری قیاس جلی کے منکر نہین

صرف قیاس خفی کے منکر ہین، اور ابن سبکی نے اُن کے ایک رسالہ کی جس کا نام مصُول ہے ایک عبارت بھی نقل کی ہو جسکے الفاظ یہ ہین کہ "قیاس کے ساتھ حکم کرنا ضروری نہین ہے اور استحسان ناجائز ہو" اس کے بعد وہ فرماتے ہین کہ یہ جائز نہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چیز کو حرام کر دین، پھر اسکے علاوہ دوسری چیز کو ایک شخص اس لیے حرام کرے کہ وہ اس کے مشابہ ہے، البتہ اگر آپ اس علت کو بتا دین جسکی وجہ سے حرمت ہوئی ہے تو ہوسکتا ہے، مثلاً آپ یہ کہین کہ گیہون کے بدلے مین گیہون اس لیے حرام کیا گیا کہ وہ ناپ کر فروخت ہوتا ہے، اور اُس کپڑے کو دھو ڈالو کیونکہ اس مین خون لگا ہوا ہے، اور اُس کو مار ڈالو کیونکہ وہ سانپ ہے، کیونکہ اُس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ آپ نے جس وجہ سے حکم دیا تھا اُسکو بتا بھی دیا تھا، اور جو حکم ایسا ہو اسکو بلا چون وچرا مان لینا چاہیے، اور اُس کے علاوہ جو ہے اُس سے خاموشی اختیار کی ہے، اور وہ اُن چیزون مین داخل ہے جو معاف کردی گئی ہین، گویا جس حکم کی علت بتصریح بیان کر دی گئی ہے اسکو وہ قیاس نہین کہتے،

(۳) ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید طبری،

۲۲۴ھ مین آمل طبرستان مین پیدا ہوئے، اور تحصیل علم اور تمام شہرون کی سیاحت کی اور اس قدر علم حاصل کیا کہ اُن کے معاصرین مین کوئی ان کا شریک فن نہ تھا، وہ کتاب اللہ کے حافظ، اصول صحابہؓ وتابعینؒ کے ماہر، ایام الناس اور ان کی تاریخ کے عالم تھے اُن کی تصنیفات مین وہ مشہور تاریخ ہے کہ عربی تاریخون مین کوئی تاریخ اس سے زیادہ قابل اعتماد نہین، نیز وہ تفسیر ہے کہ اب تک اس کے مثل دوسری تفسیر نہین لکھی گئی، کتاب تہذیب الآثار بھی ان ہی کی تصنیف ہے لیکن انھون نے اسکو پورا نہین کیا، اُن کی ایک کتاب اختلاف الفقہاء بھی ہے، مین نے مصر کے کتبخانہ مین اس کا ایک قلمی ٹکڑا دیکھا تھا جو سیع علم

اور بہت بڑی عقل پر دلالت کرتا تھا،

اُنھون نے ابتدا مین ربیع بن سلیمانؒ سے مصر مین فقہ شافعیؒ پڑھی، اور یونس بن عبدالاعلیؒ اور بنی عبدالحکم سے فقہ مالکؒ حاصل کیا، اور ابو مقاتل سے رے مین اہل عراق کی فقہ سیکھی، اسکے بعد اُن کا علم وسیع ہوگیا اور اُن کا اجتہاد اس درجہ کو پہونچ گیا کہ اپنی فقہی کتابون مین اُنھون نے اپنا ایک خاص مذہب اختیار کرلیا، اِن کتابون مین ایک کا نام لطیف القول ہے اور یہ وہ اقوال ہین جنکو اُنھون نے منتخب کیا ہے، اُن کی ایک کتاب کا نام خفیف ہے جسکو اُنھون نے وزیر مکتفی کی فرمائش سے لکھا ہے، اُس کے بعد کتاب البسیط شروع کی، اور اس مین کتاب الطہارۃ کو لکھا، اور اکثر صلاۃ کی اُس سے تخریج کی اور کتاب الحکام والمحاضر والسجلات کی اُس سے تخریج کی،

اُن کے وہ تلامذہ جنھون نے اُن کے مذہب کے موافق فقہ کی تعلیم پائی حسب ذیل ہین،

(۱) علی بن عبد العزیز بن محمد دولابی، اُنھون نے تلامذہ داؤد بن مغلس متقدم الذکر کے رد مین ایک کتاب لکھی ہے، اور کتاب افعال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُن کی تصنیف ہے،

(۲) ابو بکر محمد بن احمد بن محمد بن ابی الثلج الکاتب،

(۳) ابو الحسن احمد بن یحیی المنجم المتکلم، کتاب المدخل الی مذہب الطبری ونصرۃ مذہبہ، کتاب الاجماع فی الفقہ علی مذہب الطبری اور کتاب الرد علی المخالفین ان کی تصنیفات سے ہین،

(۴) ابو الحسن الدقیقی الحلوانی،

(۵) ابو الفرج المعافی بن زکریا النہروانی، وہ امام ابو جعفر طبری کے مذہب، اور اُنکی

کتابون کے حفظ مین یکتا ہین اس کے ساتھ بہت سے علوم کے ماہر اور ذکاوت، حافظہ اور حاضر جوابی مین معروف ہین امام طبری کے مذہب کے مطابق فقہ مین بہت سی کتابین تصنیف کی ہین۔

یہ مذہب پانچوین صدی کے نصف حصہ تک مشہور اور معمول بہ رہا ہے۔

یہ وہ مشہور مذاہب ہین جنپر ایک زمانہ تک عمل کیا گیا اُس کے بعد اُن کے جاننے والون کا خاتمہ ہوگیا اور اُن کے آثار صرف کتابون مین محفوظ رہ گئے ان کے علاوہ اور بھی بیشمار ائمہ ہین جو خود اجتہاد کرتے تھے لیکن اُن کے مذہب کی اشاعت کے لیے اُن کو مقلد میسر نہین ہوئے مثلاً اہل مصر کے امام اور امام مالکؒ کے دوست لیث بن سعد جن کی نسبت امام شافعیؒ کا قول ہے کہ وہ امام مالکؒ سے زیادہ فقیہ ہین لیکن اُن کے تلامذہ نے اُن کا نام اونچا نہین کیا، اور بھی بہت سے ائمہ ہین جن کی تاریخ کے استقصا کی گنجائش صفحات کاغذ مین نہین۔

خلاصہ یہ کہ یہ دور اجتہاد کا دور تھا، اس مین تقلید کا اثر نہ تھا، بالخصوص ائمہ کے طبقۂ اولیٰ کے تلامذہ مین تو تقلید کا شائبہ تک نہین پایا جاتا تھا اس کے بعد کے طبقات مین بے شبہہ تقلید کی تھوڑی سی خوشبو پائی جاتی ہے لیکن اُن مین سے جب کوئی شخص اجتہاد اور استنباط کی قدرت پاتا ہے تو وہ فوراً زائل ہوجاتی ہے، اور آزادی رائے نہایت وسعت کے ساتھ پائی جاتی تھی اُس کے بعد ہم ایک فصل مین مذاہب اربعہ کی اشاعت اور جمہور اہل اسلام کے لیے اُن کی پابندی کا سبب بیان کرین گے۔

(۹) تفریع مسائل

اس دور سے پہلے فقہ نہایت سادہ تھی، کیونکہ جو واقعات پیش آتے تھے وہ اُن کے

Marfat.com

متعلق حکم کے اظہار تک محدود تھی اور فقہا فرضی مسائل پر کوئی حکم صادر نہین کرتے تھے،
لیکن اس دور مین فقہا نے نہایت وسعت کے ساتھ مسائل ایجاد کیے، اور اُن کے احکام
مستنبط کیے، جن مین اہلِ عراق کو سب پر تفوق حاصل تھا، ان لوگون نے قوتِ تخئیل پر
اعتماد کیا اور لوگون کے لیے ہزارون ایسے مسائل نکالے جن مین بعض کا وجود ممکن ہے
اور بعض ایسے ہین کہ نسلین گذر جائین گی لیکن کوئی شخص اُن کے وجود کو محسوس کر سکے گا
اور مختلف ممالک کے وہ فقہا جو قیاس کو فقہ کا ایک اصول سمجھتے تھے، اس معاملہ مین فقہائے
عراق کے دست نگر تھے،

ایک عجیب بات یہ ہے کہ اُنھون نے تین جزون کو سیکڑون مسائل کی بنیاد قرار
دیا ہے، اور اُن کے جواب دینے مین نہایت مشقت کی ہے، یعنی غلام اور اُن کے تصرفات
بی بی اور اس کی طلاق، قسم اور قسم شکنی، غلامون کے بارے مین بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ
وہ بہ کثرت اُن کے قبضہ مین تھے، اور اسی کثرت نے اُن کے خیالات کو اُن کی طرف مبذول
کرایا، یہی وجہ ہے کہ معاملات کا کوئی باب ایسا نہین ہے جس کے اکثر مسائل کی بنیاد لونڈی
اور غلام پر نہو، بیع، اجارہ، شرکت، رہن، وصیت اور عتق وغیرہ سب مین ان ہی کے متعلق
مسائل نظر آئین گے،

لیکن عورت اور اُس کے طلاق کے متعلق مین نے اُس اصل پر غور کیا جس نے
طلاق کے اُن مسائل کی طرف فقہا کو توجہ دلائی تو مجھے اس کے معلوم کرنے مین کامیابی ہوئی،
اگر ایک ہذیانی آدمی سے بھی مسائل کے وقوع کا تصور ہو سکے تو اُنھون نے
اس کا جواب تیار کر لیا ہے اور اگر مفتی یا قاضی سے اُن کا سوال کیا جائے تو اُن کو جواب
دینے مین کوئی توقف نہ ہوگا، رہی یہ بات کہ ان مسائل کے وجود کا تصور مشکل ہے تو اس سے

تعجب اور بڑھ جاتا ہے، اور اُن پر جو وقت صرف کیا گیا اس پر سخت افسوس ہوتا ہے، میں نے امام محمد بن حسن کی کتاب جامع الکبیر میں پڑھا ہے کہ اگر ایک شخص کے تین بی بیاں ہوں جن میں ایک کا نام زینب، دوسری کا عمرہ، اور تیسری کا حمادہ ہو اور اس نے کسی کے ساتھ مباشرت نہ کی ہو اور وہ زینب سے کہے کہ اگر میں تجھ کو طلاق دوں تو عمرہ کو طلاق ہو جائے گی پھر اُس نے عمرہ سے کہا کہ اگر میں تجھ کو طلاق دوں تو حمادہ کو طلاق ہو جائیگی پھر اُس نے حمادہ سے کہا کہ اگر میں تجھ کو طلاق دوں تو زینب کو طلاق ہو جائے گی اس کے بعد اس نے زینب کو طلاق دی تو اُس کو یہ طلاق ہو جائے گی اور عمرہ کو قسم شکنی سے طلاق واقع ہو گی لیکن اِن دونوں کے علاوہ اور کسی عورت کو طلاق نہ ہو گی اور اگر اُس نے زینب کو طلاق نہ دی بلکہ عمرہ کو طلاق دی تو عمرہ کو یہ طلاق ہو جائے گی اور حمادہ قسم شکنی سے مطلقہ ہو گی اور زینب پر کوئی طلاق نہ پڑے گی اور اگر اُس نے عمرہ کو طلاق نہ دی بلکہ حمادہ کو طلاق دی تو حمادہ پر یہ طلاق پڑے گی اور زینب قسم شکنی سے مطلقہ ہو گی اور عمرہ پر قسم شکنی کی وجہ سے دوسری طلاق پڑ جائیگی کیونکہ اُسنے زینب کے متعلق قسم شکنی کی اسلیئے اس قسم شکنی کی وجہ سے مطلقہ ہو جائے گی لیکن اگر اس نے کسی عورت کو کوئی طلاق نہ دی بلکہ کہا کہ "تم میں سے کسیکو طلاق ہے" پھر قبل اس کے کہ وہ بیان کرے کہ اس نے کس عورت کو طلاق دی وہ مر گیا تو عمرہ کو نصف مہر ملے گا، وراثت نہ ملے گی اور زینب اور حمادہ کو ایک پورا مہر اور ایک چوتھائی مہر ملے گا جو اُن کے درمیان نصف نصف تقسیم ہو جائے گا، میراث بھی اُن کو نصف ملے گی جو اُن کے درمیان نصف نصف تقسیم ہو جائے گی اور نصف وراثت دوسرا کو ملے گی کیونکہ عمرہ ہر حالت میں مطلقہ ہو گی اور ایک حالت میں زینب اور حمادہ دونوں پر طلاق پڑے گی اور ایک حالت میں صرف ان میں سے ایک مطلقہ ہو گی اس لیے ایک

حالت مین ان کو ایک مہر اور دوسری حالت مین ڈیڑھ مہر ملیگا، اس لیے اُن کو ایک مہر اور اس کا چوتھائی حصہ ملے گا، لیکن وراثت تو ایک حالت مین ایک کو ملیگی اور ایک حالت مین ان دونون مین سے کسی کو نہ ملے گی، اس لیے نصف میراث دونون مین نصف نصف تقسیم ہو جائے گی؛

اس کے بعد دوسرے مسئلہ مین اُن بی بیون کو جن کے ساتھ اُس نے مباشرت نہین کی ہے، چار فرض کیا ہے، اور حساب اور کسور کو زیادہ کر دیا ہے،

اور مین نے امام محمد بن ادریس شافعیؒ کی کتاب الام مین پڑھا ہے،

طلاق بالحساب

امام شافعیؒ فرماتے ہین کہ اگر ایک شخص نے اپنی بی بی سے کہا کہ تجھ کو ایک طلاق ہر جسکے قبل یا جس کے بعد ایک ہے تو اسپر دو طلاق پڑ جاے گی، لیکن اگر اُس نے کہا کہ مین نے ایک طلاق مراد لی ہے، اور اُسکے پہلے اور بعد سے طلاق مراد نہین لی ہے تو فیصلہ مین اُسکا اعتبار نہین کیا جائیگا، لیکن فیما بینہ و بین اللہ اعتبار کیا جائیگا، اور اگر اُس نے بی بی کو ایک طلاق دیکر پھر رجعت کر لی اسکے بعد کہا کہ تجھ کو ایک طلاق ہے جسکے پہلے ایک ہے، اور اُس نے کہا کہ میرا مقصد یہ تھا کہ اُس کے پہلے مین اس کو ایک طلاق دے چکا تھا تو قسم لینے کے بعد فیصلہ مین بھی اس کی بات مان لیجائے گی، اور اگر کہا کہ تجھ کو ایک طلاق ہے جس کے بعد ایک ہے پھر خاموشی اختیار کر لی اور کہا کہ میرا مقصد یہ تھا کہ اس طلاق کے بعد تجھ کو ایک وقت کے بعد ایک طلاق دون گا یا تجھ کو صرف اُسی وقت کے بعد وہ طلاق دون گا تو فیصلہ مین اُس کا اعتبار نہین کیا جائیگا، اور فیما بینہ و بین اللہ کیا جائیگا، اگر کسی شخص نے

اپنی بی بی سے کہا کہ تیرا بدن، یا تیرا سر یا تیرا بافون یا تیرا ہاتھ یا اس کے کسی اور عضو یا اسکی انگلی یا اُس کے کسی پور کا نام لیا تو عورت کو طلاق پڑجائے گی اور اگر اس سے کہا کہ تیرے بعض کو طلاق ہے، یا تیرے کسی جزو کو طلاق ہے، یا ہزار جزو مین سے کسی جزو کا نام لیا تو اسکو طلاق پڑجائے گی، کیونکہ طلاق کے اجزا نہین کیئے جاتے، اور اگر اُس سے کہا کہ تجھ کو ایک طلاق کے دو نصف حصہ کے برابر طلاق ہے تو اسپر صرف ایک طلاق پڑے گی، البتہ اگر وہ دو طلاق مرادلے، یا یہ کہے کہ میرا مقصد یہ تھا کہ نصف اُس کے حکم سے جو تھا واقع ہو اور نصف اسکے حکم سے جو تھا ئے سرے سے دیجائے گی تو دو طلاق پڑجائے گی، اسی طرح اگر اس سے کہا کہ تجھ کو ایک طلاق کی تین تہائی یا چار تہائی طلاق ہے ان مین سے ہر ایک ایک طلاق بھی جائیگی کیونکہ ہر طلاق دو نصف یا تین تہائی، یا چار چوتھائی کا مجموعہ ہوتی ہے، البتہ اگر وہ اُس سے زیادہ کی نیت کرلے تو وہ لفظ کے ساتھ نیت کرنے سے واقع ہوجاے گی، اگر ایک شخص نے اپنی بی بی کی طرف دیکھا اور اُس کے ساتھ ایک ایسی عورت ہے جو اس کی بی بی نہین ہے، پھر کہا کہ تم مین سے ایک کو طلاق ہے، تو شوہر ہی کے قول کا اعتبار کیا جائیگا، اگر اس نے کہا کہ اُس نے اپنی بی بی کو مراد لیا تھا تو اسپر طلاق پڑجائیگی، اور اگر اُس نے اجنبیہ کو مراد لیا تھا تو اس کی بی بی کو طلاق نہ ہوگی اور اگر اس نے کہا کہ اُس نے اجنبیہ کو مراد لیا تھا تو اس سے قسم لی جائے گی، اور اسکی عورت ایسی حالت مین ہوگی کہ اُس پر طلاق واقع نہ ہوگی، اور اگر اُس نے اپنی بی بی سے کہا کہ تجھ کو ایک طلاق دو مین ہے تو اسکو ایک طلاق ہوجائے گی، اور اُس کے قول "دو مین" کے متعلق سوال کیا جائیگا، اور اگر اس نے کہا کہ مین نے کوئی نیت نہین کی تھی تو اسکو صرف ایک طلاق ہوگی، الخ

اسی طرح اُنھون نے اور بھی خیالی اور عجیب صورتین بیان کی ہین حالانکہ کتاب الام کا

اکثر حصّہ خیالی مسائل سے الگ ہی،

کتاب المدونہ بھی جو امام مالکؒ سے منقول ہے طلاق کے متعلق بہت سے مسائل مین اس سے کم نہین ہے کیونکہ امام محمد بن الحسن کی کتابین اسکی اصل ہین؛ رہے نذر و قسم تو وہ ایک دریاے ناپیدا کنار ہے تم کو اُس مین حیرت انگیز تنوع نظر آئے گا گویا قسم کی جسقدر خیالی صورتین ہو سکتی تھین اُن فقہا نے اُن کو سامنے رکھ لیا ہے اور اُس کے جواب دیے ہین حالانکہ اُس مین یقیناً بہت سی چیزین ایسی ہین جن کے رسم و رواج مین مختلف ممالک کے لحاظ سے اختلاف ہو جاتا ہو کاش قسم غلامون کی آزادی اور طلاق کے مسائل مین اس درازنفسی کا سبب مجھ کو معلوم ہو سکتا، البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ پہلی صدی کے اواخر مین بیعت پر قسم لینے کا جو طریقہ پیدا ہوا اُس نے اُس پر اثر ڈالا ہو گا چنانچہ ایک معاہدے مین جو دوسری صدی مین کیا گیا ہے یہ الفاظ مذکور ہین،

اگر تم نے اس مین کسی چیز کو بدلا، یا معاہدہ شکنی کی یا اُس چیز کی مخالفت کی جس کا تم کو امیرالمومنین نے حکم دیا، اور اس کتاب مین تم کو اس کا پابند بنایا تو تم خدا، رسول اور تمام مسلمانون کی ذمہ داری سے بری ہو گئے اور تم مین سے آج ہر شخص کے پاس جو مال ہے یا پچاس سال تک وہ اُس سے فائدہ اٹھائے گا وہ مسکینون پر صدقہ ہے اور تم مین سے ہر ایک کیلیے پچاس سال تک مکہ کے بیت الحرام کی طرف بطور نذر واجب کے چلنا ہو گا، خدا صرف اُس کے پورے کرنے کو قبول کرے گا، اور تمھارا ہر غلام یا تم مین سے ہر شخص پچاس سال تک جس غلام کا مالک ہو گا وہ آزاد ہے اور اسکی ہر عورت کو تین طلاقین قطعی طور پر پڑ جاینگی اس مین کسی قسم کی استثنا نہین ہے،

اور دوسرے معاہدے کے یہ الفاظ ہین،

اگر ان نے تبدیلی پیدا کی الخ تو خدا سے اس کی ولایت سے اُس کے دین سے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بری ہو گیا اور قیامت کے دن خدا سے کافر مشرک ہو کر ملوں گا، اور آج میرے پاس جو عورت ہے یا تیس سال تک میں اُس سے نکاح کروں گا اس کو تین قطعی طلاقیں ہو جائیں گی الخ

کیا بیعت کے ان معاہدوں میں بی بی غلام اور نذر شدہ مال کے داخل کرنے کا اثر اُن ابواب کے مسائل کی کثرتِ تفریع پر نہیں پڑ سکتا؟

جو لوگ اس قسم کی قسمیں لیتے تھے، تمام ائمہ نے اُن کے اغراض کی تائید نہیں کی، امام مالک بن انسؒ اور اہل حجاز نے اس قول کے ساتھ کہ "مجبور کردہ شخص پر قسم نہیں ہے" اُن کی مخالفت کی، گو ابو جعفر منصور کے عہد میں ان کو اسیر سزا دی گئی اور یہ یقینی ہے کہ یہی اسکا سبب تھا۔ امام شافعیؒ نے بھی اس قول کے ساتھ کہ "جو عورت نکاح میں نہیں آئی، اُس کے طلاق کی قسم کھانا بالکل بے اثر ہے" اُن سے اختلاف کیا، اور ہم کو یہ معلوم نہیں کہ اس کی وجہ سے اُن کو کوئی صدمہ پہونچا، کیونکہ وہ ابو جعفر جیسے مستبد شخص کے زمانے میں نہ تھے، امام داؤدؒ نے بھی اس قول کے ساتھ کہ "غیر خدا کی قسم بالکل بے قیمت و بے اثر ہے" ان کی مخالفت کی، اور دوسرے لوگوں نے بھی اس قول کے ساتھ کہ "قسم میں استثنا جائز ہے گو وہ چند دنوں کے بعد ہو" اُن سے اختلاف کیا جسکے معنی یہ ہیں کہ قسم کھانے کے بعد اگر وہ "انشاء اللہ" کا لفظ کہدے تو قسم کی کوئی قیمت باقی نہ رہ جائے گی ایک بار منصور سے کہا گیا کہ استثنا فی الیمین کے جواز میں امام ابو حنیفہ تمہارے دادا ابن عباس سے اختلاف کرتے ہیں، چنانچہ ابو جعفر نے اُس کے بارے میں اُن سے پوچھا تو اُنھوں نے کہا کہ جو شخص اس استثنا کو جائز رکھتا ہے وہ یہ کہتا ہے کہ تیرے سپہ سالاروں پر تیری بحث کی پابندی لازم

Marfat.com

نہین، کیونکہ وہ تیری بیعت پر قسم کھائین گے، پھر نکل کر استثنا کر لین گے، اس لیے یہ قسم اُن کے لیے لازم نہ ہوگی، اسیر ابوجعفر امام ابوحنیفہؒ سے خوش ہوا،

رسول اللہ صلعم اور آپ کے اصحابؓ کی بیعت کو دیکھو اور اس کلام سے جس کا نام ان لوگون نے مبایعہ رکھا ہے اس کا مقابلہ کرو تو تم کو دونون زمانون مین قوم کی روح مین عظیم الشان فرق نظر آئے گا، کیونکہ پہلے زمانہ مین یہ لفظ کہ "مین تم سے بیعت کرتا ہون" ہر چیز کو شامل ہوجاتا تھا، اس لیے بیعت کرنے والا نقض بیعت یا اس کی خلاف ورزی کی کوئی گنجائش نہین پاتا تھا کیونکہ وہ شریف تھا اور اُس نے وفا پر اپنے شرف کو رہن کردیا تھا اور اصحاب بیعت حجاجیہ اور منصوریہ ایسے لوگ تھے جن کے معاہدے پر صرف اسوقت اعتماد کیا جاسکتا تھا جب اسیر مال کے ضائع، عورتون کے مطلقہ اور غلامون کے آزاد ہونے سے مدد لی جائے، اور اُن سب کو دین کا پابند کیا جائے لیکن اس کے ساتھ یہ ایک عجیب بات ہے کہ جن بیعتون مین ان ذرائع سے کام لیا گیا اُن مین اکثر بیعتون کے کرنے والون نے اُن کو پورا نہین کیا اور اصحاب شروط کے ایسے حیلے اُن کے پاس موجود تھے جنھون نے اُن کو اس تنگ دائرے سے باہر نکال دیا،

ان تفریعات کا سلسلہ ابواب عبادات تک بھی پہونچا اور تم کو عبادات کے متعلق بھی بہت سی ایسی صورتین ملسکتی ہین جن کا عقل انکار کرتی ہے اور اُن کے وجود کی تصدیق نہین کرتی، لیکن ان بزرگون نے اپنے بعد کے لوگون کو غور و فکر کرنے سے نجات دیدی اور ان کے لیے مسائل کی صورتین وضع کین اور اُن کے جواب تحریر کیے،

امام محمدؒ کی کتاب المبسوط بہت بڑی کتاب ہے جو چھ ضخیم حصون مین لکھی ہوئی ہے اور ہر جلد کے اوراق کی تعداد بہ تقطیع کامل پانچسو ہے، اور ان سب مین مسائل کی تفصیل ہے

تو اب تم خود غور کرو کہ اُس کے مسائل کی تعداد کیا ہو گی؟ جبکہ مختصر قدوری مین صدہا کہ لوگون کا بیان ہی بارہ ہزار مسئلے ہین تو مبسوط مین کس قدر مسائل ہونگے، حالانکہ مختصر قدوری اسکے دسوین حصے کے برابر بھی نہین ہے بے شبہ یہ بہت بڑا سرمایہ ہے اور اُس سے اِن بزرگون کی جد وجہد کی مقدار کا پتہ چلتا ہی،

مین نے اپنے سامنے امام محمدؒ کی مبسوط اور امام شافعیؒ کی کتاب الام کی ایک ایک جلد ایک ہی موضوع کے متعلق رکھین اور ایک بار اس کو اور ایک بار اسکو دیکھنا شروع کیا تو نتیجہ یہ نکلا کہ امام شافعیؒ لکھتے ہین تو پڑھنے والون سے یہ چاہتے ہین کہ وہ اُس اصول کو سیکھے اور جانے جس سے استنباط کیا گیا ہی، اور مجتہد اپنے اجتہاد سے جس نتیجہ تک پہونچا ہے، اس پر جو اعتراضات ہوتے ہین وہ اُن کے جواب دینے کے طریقے بیان کرتے ہین اس لیے اگر پڑھنے والے کا مقصد جواب مسئلہ کا معلوم کرنا نہ ہو تو وہ بکثرت اُس کے مطالعہ کرنے کی ترغیب دیتے ہین اور اس غرض کو اُنھون نے پورا کر دیا ہے، لیکن امام محمدؒ شاگرد کے لیے لکھتے ہین اور اس کو مسائل کے جواب سکھاتے ہین اس لیے وہ فروعات کا ماہر ہو کر نکلتا ہے اور اُس کے دل مین کسی فرع کا تصور نہین آتا جسکو وہ لکھا ہوا نہ پائے اور اس کا جواب اُس کی نظر سے نہ گذرے یہی وجہ ہے کہ پڑھنے والے کا وقت اُس مین اُسی قدر صرف ہوتا ہے کہ اسکو اپنے مسئلہ کا جواب مل جائے مین اس وقت یہ فیصلہ کرنا نہین چاہتا کہ کہ اس قدر فروعات فقہیہ کی کثرت صحیح ہے یا غلط؟ مین تم کو صرف یہ سمجھانا چاہتا ہون کہ تفریع مسائل اس دور کا ایک خاصہ ہے، اور صحابہؓ و تابعینؒ کا یہ طریقہ نہ تھا بلکہ جو مسئلہ پیدا نہین ہوتا تھا اُس کے جواب دینے کو وہ لوگ بُرا سمجھتے تھے اور آئندہ کے دونون دورون مین تم کو اُس کا نتیجہ معلوم ہوگا،

Marfat.com

مسائل الحیل

تاریخی واقعات مین سب سے عجیب وغریب واقعہ یہ ہے کہ ایک مذہبی مقنن ایسے مسائل فرض کرے اور لوگون کوان کی تعلیم اس غرض سے دے کہ وہ احکام شرعیہ سے کیونکر نجات حاصل کر سکتے ہین؟ ایک وکیل کے متعلق جو لوگون کے بنائے ہوے قانون کا پابند ہے یہ بات سمجھ مین آسکتی ہے کیونکہ وہ قانونی حیلون کے ذریعہ سے ایک مجرم کی رہائی کی تدبیر کرتا ہے اور کبھی کبھی اُس کو اس کا کمال بھی خیال کیا جاتا ہے لیکن اگر وہ اُس کو بہت زیادہ وسعت دے اور لوگون کے لیے قانونی حیلون کے ذریعہ سے دوسرون کے حقوق کا باطل کرنا آسان کردے تو یہ اس کی ذمہ داری کے ضعف کی دلیل خیال کی جائے گی اور وہ بھی جس چیز کو دینی خیال کرتا ہے اُس کے ابطال کے لیے ایسے حیلے نہ کریگا' ایسی حالت مین اگر ہم ایک مذہبی آدمی کو دینی احکام کے ساتھ ایسا کرتے ہوے پائین تو ہم پر کیا اثر پڑیگا؟ لیکن ہم کو اس دور مین ایک ایسا شخص ملتا ہے جس نے لوگون کے لیے ایک کتاب تصنیف کی جسکا نام کتاب الحیل رکھا اور اہل حدیث نے نہایت سختی کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا، یہان تک کہ اُس کے مصنف کو شیطان کہا اور اسپر فسق وفجور کے داغ کا نشان لگایا لیکن اُس کے مصنف کا نام نہ معلوم ہوسکا۔ لوگون نے اہل عراق مین سے بعض اصحاب الرای پر اس کا الزام لگایا لیکن یہ تعیین نہ کرسکے کہ وہ کون ہے؟ اس کے بعض مسائل سے اُس کے مصنف کی بھی کمزوری کا پتہ چلتا ہے' کیونکہ جو شخص ایک مسلمان کیلیے فریضہ زکوٰۃ کے چھوڑدینے مین آسانی پیدا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جب سال قریب ختم کے ہو تو تھوڑی دیر کے لیے اپنا مال اپنے لڑکے یا بی بی پر ہبہ کردو' پھر اُس سے اپنے اوپر ہبہ کرالو

کیونکہ اب نیا سال شروع ہو جائے گا اور زکوٰۃ واجب نہ ہوگی' اس کی نسبت تمھارا کیا خیال قائم ہو سکتا ہے؟ مسائل حیل مین جرم کے لحاظ سے یہ ایک چھوٹی سی مثال ہے' ورنہ اس مین اسقاطِ شفعہ کے متعلق بہت سے مسائل ہین' اور پابندیِ قسم سے آزاد ہونے کی مثالین تو اور بھی زیادہ ہین' اضداد کی قسم ایک ایسا مذہب جو اُس مطلقہ عورت کو وراثت دلواتا ہے' جس کا شوہر حالتِ مرض مین اس غرض سے طلاق دیتا ہے کہ اُسکو وراثت نہ ملے حیلۂ و فریب سے بالکل الگ ہے۔ البتہ ہم یہ کہہ سکتے ہین کہ مسائل کی جو کثرت ہوئی' اور طرح طرح کے جو مسائل وضع کیے گئے اُس نے کمزور مذہب کے لوگون کو اسپر آمادہ کیا کہ کلام اللہ کی مدد سے حیلے تراشین' لیکن اُن کے دل مین یہ بات نہ تھی کہ اس غرض کے لیے اُن کے مسائل استعمال کیے جائین گے' غالباً ہم اپنے اصل مقصد یعنی تاریخ سے الگ ہو گئے' کیونکہ یہ ایک عجیب چیز تھی جو روایت کی گئی ہے' اسلیے ہم اس سے بالکل گذر نہین جا سکتے تھے' علامہ ابن قیم جوزی نے اپنی کتاب اعلام الموقعین مین اس موضوع پر تفصیل سے بحث کی ہے' اگر تم چاہو تو اُس کو دیکھ سکتے ہو'

(۱۰) احکام مین کتابون کی تدوین'

ہم نے جن ائمہ کا تذکرہ کیا' اُن سب کے لیے کتابین مدون کی گئین جن سے وہ احکام معلوم ہوتے ہین جن کو اُنھون نے مستنبط کیا' اکثر تو ان کتابون کو اُن کے تلامذہ نے مدون کیا ہے اور بعض کتابون کو خود اُن ائمہ نے مدون کیا اور اپنے تلامذہ کو املا کرایا ہے' چنانچہ ہم ان کتابون کا تذکرہ کرتے ہین جو اُن مذاہب کی بنیاد خیال کی جاتی ہین'

امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کے متعلق کتابین

امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ مین سب سے پہلے اُن کے سب سے بڑے شاگرد امام ابویوسفؒ
نے کتابین تصنیف کین ابن ندیم نے کتاب الفہرست مین لکھا ہے کہ اُن کی اصول واما لی
کی کتابون مین کتاب الصلاۃ اور کتاب الزکاۃ آخر کتب فقہ تک ہین'

ان کے علاوہ اُن کی حسب ذیل کتابین ہین'

(۱) املا' قاضی بشر بن ولید نے اس کی روایت کی ہے اور امام ابویوسفؒ
کی تفریعات ۳۶ کتابون پر مشتمل ہے'

(۲) کتاب اختلاف الامصار'

(۳) کتاب الرد علی مالک بن انسؒ

(۴) کتاب الخراج' اسکو انھون نے ہارون رشید کے نام بطور ایک خط کے
لکھا ہے'

(۵) کتاب الجوامع' اسکو انھون نے یحیٰی بن خالد کے لیے تالیف کیا ہے جو
چالیس کتابون پر مشتمل ہے' اور اس مین لوگون کے لیے اختلاف اور معمول بہ رائے کا
تذکرہ کیا ہے'

لیکن اُن کی کتابون مین ہم کو صرف کتاب الخراج مل سکی ہے' جو مصر مین چھاپی گئی
ہے' وہ اُس کی ابتدا مین فرماتے ہین'

امیر المومنین نے مجھ سے خواہش کی ہے کہ اس کے لیے ایک ایسی جامع کتاب لکھون جسپر خراج'
عشور' صدقات اور جزیہ وغیرہ کے متعلق جن پر غور کرنا اور عمل کرنا ضروری ہے عمل کیا جائے'

Marfat.com

اور اس سے امیرالمومنین کا مقصد یہ ہے کہ ان کی رعایا سے ظلم دور کیا جائے اور ان کے معاملے کی اصلاح ہو، خداوند تعالیٰ امیرالمومنین کو توفیق دے ٹھیک راستے پر چلائے اور اس کی مدد کرے اور جس چیز سے وہ ڈرتا ہو اس سے اُن کو محفوظ رکھے، امیرالمومنین نے مجھ سے یہ چاہا ہے کہ وہ جس چیز پر عمل کرنا چاہتا ہے اُس کے متعلق مجھ سے جس چیز کا سوال کیا ہے اُس کی تفسیر و تشریح کروں، چنانچہ میں نے اسکی تفسیر و تشریح کی،

یہ کتاب نہایت عمدہ اور اُس زمانہ کا ایک سرمایہ ہے،

اُن کی تصنیفات میں ہم کو کتاب اختلاف ابی حنیفہ و ابن ابی لیلیٰ بھی ملی ہے جسمیں اُنھوں نے اپنے ان دونوں استادوں کے بہت سے اختلافی مسائل بیان کیئے ہیں اور وہ خود کبھی امام ابوحنیفہؒ سے اتفاق کرتے ہیں اور کبھی ابن ابی لیلیٰ کی رائے لیتے ہیں، امام شافعیؒ نے اس کتاب کو لیا ہے، اور ان تینوں اماموں (ابوحنیفہؒ، ابن ابی لیلیٰ ابویوسفؒ) کی رائے کی روایت کرنے کے بعد ان کے متعلق اپنی ترجیحی رائے کو ذکر کرتے ہیں، اور بسا اوقات اُن کی رایوں کے مخالف خود اپنی ذاتی رائے اختیار کرتے ہیں،

اس کتاب کے یہ چند مسائل ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس استنباط کا دارمدار رائے پر ہے اس کا کیا طریقہ ہے؟

صناع کا تاوان

(۱) ایک آدمی نے درزی کو کپڑا دیا اور اُس نے اُس کی قبا سی دی لیکن کپڑے کے مالک نے کہا کہ میں نے تجھ کو قمیص کا حکم دیا تھا، اور درزی نے کہا کہ تم نے مجھ سے قبا کی فرمائش کی تھی، امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ کپڑے کے مالک کا قول قبول کیا جائیگا،

اور درزی کپڑے کی قیمت دیگا اور امام ابو یوسفؒ بھی اسی رائے کو لیتے ہین لیکن ابن ابی لیلیٰ کے نزدیک درزی کا قول قبول کیا جائیگا، اور اگر درزی کے پاس سے کپڑا ضائع ہوگیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس پر اور اسی طرح دھوبی اور رنگریز وغیرہ پر بجز اس صورت کے کہ اُنھون نے خود ضائع کیا ہو کوئی تاوان نہین ہی لیکن ابن ابی لیلیٰ کہتے ہین کہ گو انھون نے بذات خود ضایع نہ کیا ہو لیکن جو چیز اُنکے پاس ضائع ہوئی وہ اس کا تاوان دینگے امام ابو یوسف کہتے ہین کہ وہ تاوان دین گے مگر کسی اتفاقی حادثہ کی صورت مین نہین۔

امام شافعیؒ کہتے ہین کہ جو شخص اجیرون سے تاوان دلواتا ہے، وہ اسکو عاریت پر قیاس کرتا ہی جس کا تاوان لیا جاتا ہی، وہ کہتے ہین کہ عاریت کا تاوان اس لیے لیا جاتا ہی کہ عاریت لینے والے کا فائدہ ہوتا ہے اس لیے جب تک وہ اسکو محفوظ طریقہ پر واپس نہ کردے وہ اس کا تاوان دیگا اور وہ مثل سلف کے ہے، قاضی شریحؒ بھی دھوبی سے تاوان لینے کی طرف گئے ہین چنانچہ انھون نے ایک ایسے دھوبی سے تاوان دلوایا جس کا گھر جل گیا تھا اُس نے کہا کہ آپ مجھ سے تاوان دلواتے ہین حالانکہ میرا گھر جل گیا ہے، بولے اگر کپڑے والے کا گھر جل جاتا تو کیا اُس سے اپنی اجرت نہ لیتا لیکن جو لوگ ان سے تاوان نہین دلواتے وہ اسکو ودیعت پر قیاس کرتے ہین عطاؒ سے یہ روایت ثابت ہے کہ اُنھون نے کہا کہ کاریگر اور اجیر پر ضمانت نہین ہے البتہ اجیرون اور کاریگرون نے جس چیز کو خود ضائع کردیا ہو اُس کے متعلق کوئی سوال نہین ہے، اور جس طرح ایک امانتدار آدمی اس امانت کی ضمانت دیتا ہی جسکو اُس نے خود ضائع کردیا ہو، اسی طرح یہ لوگ بھی ضامن بن گے اور ضائع کرنے کا جرم کسی سے معاف نہو گا اسی طرح اگر انھون نے زبردستی سے ضائع کیا ہو تو وہ تاوان دین گے ربیعؒ کہتے ہین

کہ میرے خیال میں امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ کاریگر پر بجز اس صورت کے کہ اس نے خود ضائع کیا ہو تاوان نہیں ہے، لیکن کاریگروں کے خوف سے وہ اس کا اظہار نہیں کرتے تھے

مشتری کے پاس زمانۂ خیار میں فروخت شدہ چیز کا ضائع ہو جانا

اگر کسی شخص نے ایک چیز اس شرط پر خریدی کہ بائع کو ایک دن تک واپس لینے کا اختیار ہوگا اور خریدار نے اس پر قبضہ کر لیا اور وہ اُس کے پاس ضائع ہو گئی تو امام ابو حنیفہ کا قول یہ ہے کہ خریدار کو قیمت[1] کا تاوان برداشت کرنا پڑیگا، کیونکہ اُس نے بیع کی شرط پر اسکو لیا ہے اور یہی امام ابو یوسف کی بھی رائے ہے لیکن ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ وہ اس صورت میں امین ہے، لیکن اگر خریدار کو واپس کرنے کا اختیار ہو اور وہ اسکے پاس ضائع ہو جائے تو دونوں کے قول میں جس ثمن[2] پر اُس نے خریدا ہے وہ اس پر بطور تاوان کے پڑیگی اور امام شافعی کہتے ہیں کہ وہ اُس کی قیمت کو تاوان میں دیگا، ہم ثمن کو بطور تاوان کے اس لیے نہیں دلواتے کہ اس میں بیع مکمل نہیں ہوئی ہے، اور تاوان سے اسکو بری اس لیے نہیں کرتے کہ اُس نے اسکو بیع پر لیا ہے جس کا عوض خریدار سے لیگا، اس لیے ہم فروخت شدہ چیز کا تاوان دلوائیں گے، وہ اس کا امین نہیں ہو سکتا کیونکہ آدمی اُس چیز کا امین ہوتا ہے جس کا وہ نہ مالک ہوا ورنہ اُس سے کوئی نفع عاجل و آجل اٹھائے صرف اُس کو اصل مالک کے فائدے کے لیے نہ کہ اپنے فائدے کے لیے اپنے پاس روک رکھے، چاہے واپسی کا اختیار بائع کو ہو یا مشتری کو اس میں دونوں برابر ہیں، کیونکہ بیع کے مکمل ہونے سے پہلے وہ چیز تلف ہو گئی،

---

[1] قیمت مال کی اصل قیمت کو کہتے ہیں [2] اور ثمن وہ ہے جو بائع و مشتری میں طے ہو جائے،

Marfat.com

(شفعہ)

ایک شخص نے ایک مکان خریدا اور اس مین ایک عمارت تعمیر کی، اس کے بعد شفیع نے بذریعہ شفعہ کے اس کا مطالبہ کیا، امام ابو حنیفہؒ کہتے ہین کہ شفیع مکان لے لیگا، اور عمارت بنانے والا کھنڈر لے گا، اور امام ابو یوسفؒ کی بھی یہی راے ہے، لیکن ابن ابی لیلیٰ مکان اور تعمیر عمارت دونون شفیع کو دلواتے ہین، اور اس کو تعمیر عمارت کی قیمت اور مکان کا ثمن ادا کرنا ہوگا، ورنہ اسکو شفعہ کا حق حاصل نہ ہوگا، اور امام شافعیؒ کہتے ہین کہ اگر کسی شخص نے کسی مکان کا ایک حصہ خریدا، پھر اس کی تقسیم کی، اور نئی عمارت بنائی، اب شفیع نے بذریعہ شفعہ کے اس کا مطالبہ کیا تو اس سے کہا جائیگا کہ اگر تم چاہو تو مکان کا ثمن اور نئی عمارت کی جو قیمت آج ہے ادا کردو، ورنہ شفعہ سے باز آؤ، اس کے سوا کوئی صورت نہین ہے، کیونکہ اس نے عمارت زبردستی نہین بنائی ہے، اس لیے اس پر اس کا انہدام فرض نہین ہے۔

(ہمسایہ کا شفعہ)

امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے کہ شفعہ کا حق پہلے اس شریک کو حاصل ہے جس نے تقسیم نہین کی ہے، اس کے بعد اس شریک کو جس نے تقسیم کرلی ہے اور دونون کا راستہ ایک ہے پھر متصل کے ہمسائے کو حق شفعہ حاصل ہے، اور جب بہت سے ہمسائے ہون اور ان سب کا اتصال برابر درجہ کا ہو تو وہ شفعہ مین شریک ہین، ابن ابی لیلیٰ بھی امام ابو حنیفہؒ ہی کے قول کے قائل تھے، لیکن جب امیر المومنین ابو العباس نے ان کو تحریری حکم بھیجا کہ شفعہ کا

فیصلہ صرف اُس شریک کے حق مین کرین جس نے تقسیم نہین کی ہے تو انھون نے اس حکم کو قبول کر لیا اور صرف اُس شریک کے حق مین فیصلہ کرنے لگے جس نے تقسیم نہین کی تھی، یہی قول اہل حجاز کا ہے اور یہی راے امام شافعی کی ہے[1]

پوری کتاب اسی پسندیدہ روش پر لکھی گئی ہے، جس سے وہ طریقے نہایت واضح طور پر معلوم ہوتے ہین جن کو ان ائمہ نے استنباط و انتقاد مین اختیار کیا ہے لیکن امام ابو حنیفہ کے اور اُن کے تلامذہ کے مذہب کے متعلق جس شخص کی کتابین ہمارے لیے محفوظ رہین وہ امام محمد بن حسن ہین جن کو ان مذاہب کی روایت کے ساتھ دوسرون پر امتیاز حاصل ہے اُن کی کتابون کی دو قسمین ہین ایک تو وہ جن کی اُن سے روایت کی گئی اور وہ اسقدر مشہور ہوئین کہ قلوب پر اُن کو اطمینان حاصل ہو گیا اور یہ کتابین ظاہر الروایۃ کے نام سے مشہور ہین اور دوسری وہ کتابین ہین جنھون نے یہ درجہ نہین حاصل کیا اور ہم ان دونون قسم کی کتابون پر بحث کرتے ہین

کتب ظاہر الروایۃ

مین پہلی کتاب جامع الصغیر ہے جس مین وہ مسائل جمع کیے گئے ہین جن کو امام محمد سے اُن کے دو شاگردون یعنی عیسیٰ بن ابان اور محمد بن سماعہ نے روایت کیا ہے یہ مسائل کتب فقہ کی چالیس کتابون مین ہین جن مین پہلی کتاب کتاب الصلاۃ ہے لیکن اُسکی ہر کتاب مین ابواب نہین قائم کئے گئے تھے اس لیے قاضی ابو طاہر محمد بن محمد الدباس نے اسکی تبویب

[1] مصنف نے کئی ورق مین اس قسم کے مسائل لکھے ہین لیکن ہم نے طوالت اور غیر دلچسپی کے خیال سے اُن کو قلم انداز کر دیا ہے

Marfat.com

ترتیب کی تاکہ طلبا پر اس کا یاد کرنا اور پڑھنا آسان ہو جائے، امام محمد اس کتاب کے مسائل کی روایت امام ابو یوسف سے اور وہ امام ابو حنیفہ سے کرتے ہین، اور اس کتاب مین استدلال موجود نہین ہے،

دوسری کتاب جامع الکبیر ہے جو جامع صغیر ہی کے مثل ہے، البتہ وہ اُس سے بڑی ہے،

تیسری کتاب مبسوط ہے جو اصل کے نام سے مشہور ہے، امام محمد کی تصنیفات مین یہ سب سے بڑی کتاب ہے، جسمین اُنھون نے اس قسم کے ہزارون مسائل جمع کیے ہین، جن کے جوابات امام ابو حنیفہ نے مستنبط کئے ہین اور ان مین بعض وہ مسائل بھی ہین جنمین امام ابو یوسف اور امام محمد نے اُن سے اختلاف کیا ہے، اس کتاب مین اُن کی عادت یہ ہے کہ اسکو وہ اُن آثار سے شروع کرتے ہین جو اُن کے پاس موجود ہوتے ہین، پھر اُس کے مسائل بیان کرتے ہین اور اکثر اُن مسائل پر خاتمہ کرتے ہین جن مین امام ابو حنیفہ اور ابن ابی لیلی نے اس باب کے مسائل مین اختلاف کیا ہے، یہ اُن کے ایک شاگرد احمد بن حفص نے اُن سے اس کتاب کی روایت کی ہے، اور وہ احکام کی علت سے خالی ہے،

چوتھی کتاب سیر الصغیر ہے جسمین کتاب الجہاد کے مسائل ہین،

پانچوین کتاب سیر الکبیر ہے، اور وہ فقہ مین اُن کی آخری تصنیف ہے، اور یہی وجہ ہے کہ اُن کی کتابون کے راوی ابو حفص احمد بن حفص نے اُن سے اس کی روایت نہین کی ہے، کیونکہ ابو حفص کے عراق سے واپس آنے کے بعد اُنھون نے اُس کو تصنیف کیا ہے، اس لیے اُس کے کسی مسئلہ مین اُنھون نے امام ابو یوسف کا نام نہین لیا ہے، کیونکہ جب ان دونون کے درمیان سخت عداوت قائم ہو گئی ہے، اُس کے بعد اُنھون نے اس کتاب کو لکھا ہے،

Marfat.com

اور جب وہ امام ابو یوسف سے کسی حدیث کی روایت کرنا چاہتے ہین تو کہتے ہین کہ "ثقہ نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی" اور رھبان کہین یہ لفظ بولتے ہین اس سے امام ابو یوسفؒ کی ذات مراد لیتے ہین

امام محمد سے ابو سلیمان جوزجانی اور اسمعیل بن توابہ نے اس کتاب کی روایت کی ہے چوتھی صدی کے آغاز مین ابو الفضل محمد بن احمد المروزی المعروف بالحاکم الشہید نے کافی کے نام سے ایک کتاب لکھی جس مین امام محمد کی مبسوط کتابون کے مطالب بیان کیے، اُن کے مکرر مسائل کو حذف کر دیا، یہ ایک عمدہ قلمی کتاب ہے جو مصر کے کتبخانہ مین موجود ہے،

امام محمد بن حسن کی کتابون مین ہم کو ایک اور کتاب ملی ہے جسمین اُنھون نے اہل مدینہ پر رد کیا ہے اور امام شافعی نے کتاب الام مین اس کی روایت کی ہے اور اُسکے ہر مسئلہ پر یا تو اہل مدینہ کی تائید کے لیے یا امام ابو حنیفہ کی موافقت کے لیے اعتراضات کئے ہین،

اس کتاب مین صرف وہ مسائل مذکور ہین جن مین امام ابو حنیفہ نے اہل مدینہ سے اختلاف کیا ہے اور اُن مین سے ایک مسئلہ یہ ہے،

باب اُس شخص کا جو ایک شخص کو کسی دوسرے شخص کیلئے اس غرض سے پکڑ رکھتا ہے کہ وہ اُسکو قتل کر دے

اس شخص کے بارے مین جو ایک شخص کو کسی دوسرے شخص کے لیے پکڑ رکھتا ہے اور وہ ہتھیار کے ضرب سے اس کو اسی جگہ مار ڈالتا ہے امام ابو حنیفہ کا قول یہ ہے کہ

کہ پکڑ رکھنے والے پر قصاص نہین ہے، قصاص صرف قاتل پر ہے، البتہ پکڑ لینے والے کو سزا دیجائے گی اور وہ قید خانہ مین بھیجدیا جائے گا لیکن اہل مدینہ کہتے ہین کہ اگر اُس نے اُس کو پکڑ لیا اور اس کا خیال ہے کہ وہ اسکو قتل کرنا چاہتا ہے تو اس کے بدلے مین دونون قتل کیے جائین گے لیکن امام محمد بن حسن کہتے ہین کہ پکڑ لینے والا کیونکر قتل کیا جا سکتا ہے؟ حالانکہ اُس نے قتل نہین کیا ہے۔ اگر اُس نے اُس شخص کو پکڑ لیا اور اس کا خیال ہے کہ وہ اسکو قتل کرنا نہین چاہتا تو کیا تم لوگ پکڑ لینے والے کو قتل کردوگے؟ اگر وہ لوگ کہین کہ "نہین" ہم اُس کو صرف اس وقت قتل کرین گے جب وہ یہ گمان کرے کہ وہ اُس کو قتل کرنا چاہتا ہے۔" تو ہم اُن سے کہین گے کہ ہمارے خیال مین تمہارے نزدیک پکڑ لینے والے پر قصاص اُس کے گمان کی بنا پر واجب ہے، اور گمان غلط بھی ہوتا ہے اور صحیح بھی؛ کیا تمہارے خیال مین ایک شخص نے ایک شخص کا پتہ دیا اور اُس نے اُس کو قتل کردیا اور جس نے پتہ دیا ہے اس کا خیال ہے کہ اگر وہ اسپر قدرت پائیگا تو اُس کو قتل کردیگا تو کیا تم جس طرح پکڑنے والے کو قتل کرتے ہو پتہ دینے والے کو بھی قتل کروگے؟ کیا تمہارے خیال مین اگر ایک آدمی نے ایک شخص کو ایک آدمی کے قتل کرنے کا حکم دیا اور اس نے اس کو قتل کردیا تو کیا قاتل اور حکم دینے والا دونون قتل کیے جائین گے؟ کیا تمہارے خیال مین اگر ایک آدمی نے ایک عورت کو ایک شخص کے لیے روک رکھا، یہان تک کہ اس نے اس کے ساتھ زنا کیا تو کیا اُن دونون پر حد جاری کی جائے گی؛ یا صرف اُس شخص پر حد جاری ہوگی جس نے زنا کیا ہے؟ اور اگر وہ دونون محصن ہون تو کیا دونون سنگسار کیے جائین گے؟ جو شخص یہ کہتا ہے کہ پکڑ لینے والا قتل کیا جائے گا اُس کو چاہیئے کہ یہ کہے کہ ان دونون پر حد جاری کی جائے گی کیا تمہارے

خیال مین اگر ایک آدمی نے ایک آدمی کو شراب بلائی تو کیا دونون پر حدِ خمر جاری ہوگی، یا صرف پینے والے پر؟ کیا تمھارے خیال مین اگر ایک آدمی نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ کر ایک شخص پر تہمت لگائے اور اُس نے اسپر تہمت لگا دی کیا دونون پر حد جاری ہوگی، یا صرف تہمت لگانے والے پر؟ تمھارے قول کے مطابق چاہیے کہ دونون پر حد جاری ہو، حضرت علی بن ابی طالب رضؓ سے مروی ہے کہ اُنھون نے اُس شخص کے بارے مین جس نے ایک شخص کو قصداً قتل کردیا اور دوسرے نے اُس کو روک رکھا فرمایا کہ قاتل قتل کیا جائیگا اور دوسرا قید رکھا جائے گا یہان تک کہ مرجائے،

امام شافعیؒ فرماتے ہین کہ خدا نے لوگون کو نفس فعل پر سزا دی ہے، اور اُسی کے لیے قصاص مقرر کیا ہے چنانچہ وہ فرماتا ہے،

کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ	مقتولین کے بارے مین تم پر قصاص فرض کیا گیا،
ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا	اور جو شخص مظلوم قتل کیا گیا ہم نے اس کے ولی کو اقتدار عطا فرمایا،

اور جو لوگ اس آیت کے مخاطب ہین اُن کے نزدیک یہ عام طور پر معلوم تھا کہ مقتول کے ولی کا اقتدار نفس قاتل پر ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جس شخص نے قتل کے ذریعہ سے کسی مسلمان کا خون گرایا اس کا قصاص اس کے ہاتھ مین ہے، اور خداوند تعالیٰ فرماتا ہے،

الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ	زانیہ اور زانی مین سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو،

اور فرمایا،

والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعة شہداء فاجلدوھم ثمانین جلدة
جو لوگ پاکباز عورتون پر تہمت لگاتے ہین، پھر چار گواہ نہین پیش کرتے، اُن کو اسّی کوڑا مارو،

لیکن مجھے کوئی ایسا پیشوا نہین ملتا جس نے کسی کو ایسے فعل یا ایسے قول پر حد دی ہو جسکو نہ اُس نے کیا ہے، نہ کہا ہے، اس لیے اگر کسی نے کسی کو کسی شخص کے لیے پکڑا اور اس نے اسکو قتل کر دیا تو اس کے بدلے مین قاتل قتل کیا جائے گا اور پکڑنے والے کو سزا دی جائے گی، اور خدا کے فیصلے مین یہ جائز نہین کہ جب مین نے قاتل کو قتل کے بدلے مین قتل کر دیا تو پکڑنے والے کو پکڑنے کے بدلے مین قتل کرون، حالانکہ پکڑنا اور قتل کرنا دو مختلف چیزین ہین اور جس شخص نے اسکو قتل کیا، اس نے خداوند تعالےٰ کے حکم کو بدل دیا کیونکہ خداوند تعالیٰ نے جب یہ فرمایا کہ

کتب علیکم القصاص فی القتلی
مقتولین کے بارے مین تم پر قصاص فرض ہے،

تو قصاص یہی ہے کہ آدمی کے ساتھ اسی کے مثل کام کیا جاوے جو اس نے کیا ہے، کیا یہان قتل واقع ہے جسکے بدلے مین قتل کیا جائے؟ یہان صرف پکڑ رکھنا ہے، اور پکڑ رکھنا ایک گناہ ہے جسمین قصاص نہین ہے اس لیے اُس مین سزا دی جائے گی، خواہ اُس نے اس لیے روک رکھا کہ وہ اسکو قتل کر دے یا قتل نہ کرے، اور اگر پکڑ رکھنا قتل کے قائم مقام ہوتا، جبکہ پکڑ لینے والا یہ نیت کرتا کہ محبوس قتل کر دیا جائے گا تو ایسی حالت مین یہ چاہیے کہ گو وہ قتل نہ کیا جائے لیکن پکڑ لینے والا قتل کر دیا جائے کیونکہ اس نے نیت کے ساتھ ایک ایسا کام کیا جسکو وہ قتل کے قائم مقام سمجھتا تھا لیکن یہ امام مالک بن انس اور امام محمد بن حسن کے قول کے خلاف ہے، اور امام محمد بن حسن امام مالک کے

جو اعتراضات کرتے ہین وہ سب بلکہ اُن سے زیادہ اُن پر وارد ہوتے ہین لیکن امام محمدؒ بھی دوسرے مواقع پر غفلت سے نہین بچتے اس لیے اُن پر بھی وہی اعتراضات ہوتے ہین جو انھون نے امام مالکؒ پر کیے ہین اس لیے وہ تمام دلائل جو انھون نے امام مالکؒ کے خلاف قائم کیے ہین اُن کے خلاف قائم ہو جاتے ہین اگر کوئی کہے کہ اس کی مثال کیا ہے تو کہا جائیگا کہ امام محمدؒ کا قول ہے کہ اگر ایک جماعت نے ڈاکہ مارا اور قتل کیا اور اُن کی مددگار ایک ایسی جماعت ہے جو آواز تو سنتی ہے لیکن جن لوگون نے قتل کیا ہے ان کو نہین دیکھتی تو قاتلون کو تو قتل کے بدلے مین قتل کیا جائیگا اور مددگارون کو اس لیے قتل کیا جائیگا کہ اُن لوگون نے اُن کی قوت سے قتل کیا، امام شافعیؒ فرماتے ہین کہ مین نے امام محمدؒ سے پوچھا کہ آپ کو اس کے بارے مین کوئی روایت بھی ملی ہو؟ تو انھون نے کوئی روایت بیان نہین کی، تو مین نے اُن سے کہا کہ کیا ایک ضعیف آدمی نے ایک طاقتور آدمی قتل کرنا چاہا اور دوسرے طاقتور آدمی سے کہا کہ اگر مین ضعیف نہ ہوتا تو فلان کو قتل کر دیتا تو اس نے کہا کہ مین تمھارے لیے اُس کی مشکین باندھ دونگا چنانچہ اُس نے اس کی مشکین کسین، اس کے سینے پر بیٹھا اور اس کا گلا اُبھارا تا کہ اس کا حلق نمایان ہو جائے، پھر ضعیف کو چھری دیدی اور اُس نے اسکو ذبح کر دیا تو کیا تم صرف ذبح کرنیوالے کو قتل کروگے کیونکہ وہی قاتل ہے، اور اُس شخص کی مدد کی طرف جو قتل کا سبب تھا ملتفت نہ ہوگے کیونکہ سبب فعل سے مختلف ہے اور خدا صرف فعل پر مواخذہ کرتا ہے"؛ کیا اُس شخص نے اس کے قتل پر زیادہ مدد کی ہے، یا اُن مددگارون نے ان لوگون کے قتل پر جو راستے سے گذرہے تھے؟ پھر اُن مددگارون کے متعلق تم کہتے ہو کہ اگر ایسی جگہ ہون جہان سے آواز نہ سُن سکتے ہون اور گو اُس جماعت کو دیکھتے ہون انکو وقت پہونچاتے ہون

تاہم اُن کو صرف سزا دیجائے گی، پھر جہان سے آواز سنتے ہون اُن پر کیون حد جاری ہو گی؟

امام محمدؒ نے جواب دیا کہ امام مالکؒ بھی مجھ سے متفق ہین اور اسی طرح وہ بھی کہتے ہین کہ دو گواہ قتل کیے جائین گے، مین نے کہا تو کیا ان سے تھارے لیے تھارے غیر پر حجت قائم ہو جائیگی؟ اگر تھارا قول حجت نہین ہے، تو کیا ہمارے استاد امام مالکؒ کا اسی قسم کا قول جس پر تم اعتراض کرتے ہو حجت ہو گا؟ اُنھون نے کہا تو کیا تھارا یہ قول نہین ہے؟ مین نے کہا نہین اور مین کسی عقلمند آدمی کو نہین پاتا، جس کا یہ قول ہو اور جو شخص اس کا قائل ہوا وہ کتاب اور قیاس معقول کے حکم سے نکل گیا اور تم نے جس چیز سے استدلال کیا ہے اس کا اکثر حصہ اُس کے لیے لازم ہو گا، تو اگر تم نے کسی چیز مین استدلال کیا یا اُن پر نکتہ چینی کی اور خود اُس سے بچ گئے تو یہ ہو سکتا ہی؛

امام شافعیؒ فرماتے ہین کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ اُنھون نے فرمایا کہ قاتل قتل کیا جائیگا اور پکڑنے والے کو حبس دوام کی سزا دیجائے گی، لیکن امام محمدؒ حبس دوام کی سزا نہین دیتے، اس لیے اُنھون نے جس چیز سے استدلال کیا ہے اُسی کی مخالفت کرتے ہین؛

پوری کتاب اسی طریقہ پر فریقین کی قوت استدلال کا نمونہ ہی، اور قانون کے طلبا کے پڑھنے کے قابل ہے؛

امام محمدؒ کی ایک کتاب کتاب الآثار ہے، جس کا ذکر ابن ندیم نے نہین کیا ہی، لیکن ہم نے اُس کا قلمی نسخہ مصر کے کتبخانہ مین دیکھا ہے، اُنھون نے اس مین وہ آثار جمع کیے ہین جن سے ائمہ احناف استدلال کرتے ہین اور اُن کی اور بھی بہت سی کتابین ہین جو نوادر کے نام سے مشہور رہین، اور یہ وہ کتابین ہین جو اُن سے قابل اطمینان طریقہ

مروی نہیں ہیں، چنانچہ اُن کے نام یہ ہیں،

(۱) امالی محمد فی الفقہ اور وہ کیسانیات کے نام سے مشہور ہے،

(۲) کتاب الزیادات،

(۳) کتاب زیادۃ الزیادات،

(۴) کتاب النوادر ابن رستم کی روایت سے،

امام محمد رحمہ اللہ ان اشخاص مین سے ہین جنھون نے موطا امام مالکؒ کی روایت امام مالکؒ سے کی ہے، وہ اس کی حدیثون کے بعد موافق یا مخالف امام ابوحنیفہؒ کے معمولات کو بتاتے ہین، اور اس سبب کو بیان کرتے ہین جسکی وجہ سے اختلاف پیدا ہوا،

امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ مین ایک مصنف حسن بن زیاد لولوی ہین جنھون نے کتاب المجرد لابی حنیفہ روایۃ، کتاب ادب القاضی، کتاب الخصال، کتاب النفقات، کتاب الخراج، کتاب الفرائض اور کتاب الوصایا تصنیف کی ہے، لیکن حسن بن زیادؒ کی روایتون کا درجہ اعتبار امام محمد بن حسنؒ کی روایتون کے بعد ہے، کیونکہ امام محمدؒ پر پورا اعتماد کیا جاتا ہے،

ائمہ حنفیہ مین ایک مصنف عیسیٰ بن ابانؒ شاگرد امام محمد بن حسنؒ ہین جنھون نے کتاب الحج، کتاب خبر الواحد، کتاب الجامع، کتاب اثبات القیاس اور کتاب اجتہاد الرائے لکھی ہے،

ان ہی مین ہلال بن یحییٰ المعروف بہلال الرائےؒ اور ابو عبد اللہ محمد بن سماعہؒ ہین، اور محمد بن سماعہؒ ان لوگون مین ہین جنھون نے امام محمد بن حسنؒ سے ان کی کتابون کی روایت کی ہے،

ان ہی مین ایک بزرگ احمد بن عمرو بن مہیر المشہور بالخصاف ہین جنھون نے بہت سی کتابین تصنیف کین اور اُن کی سب سے بہترین کتاب وہ ہے جو اُنھون نے اوقاف کے متعلق لکھی ہے اور وہ مشہور و متداول ہے،

اس دور کا خاتمہ ایک عظیم الشان امام اور عظیم الشان مصنف امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلمۃ الازدی الطحاوی المصری پر ہوا جنھون نے حسب ذیل کتابین تصنیف کین،

(۱) کتاب اختلاف الفقہا، یہ ایک بہت بڑی کتاب ہے جسکو وہ مکمل نہ کر سکے،

(۲) کتاب شرح مشکل احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو تقریباً ہزار ورق میں ہے،

(۳) کتاب شرح معانی الآثار، ہم کو اس کتاب سے واقفیت حاصل ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ ایک ایسے شخص کی تصنیف ہے جو علم سے لبریز ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثین اس کو خوب یاد ہین اور اسی کے ساتھ فقہا نے جو مذاہب اختیار کیے ہین اُن کے متعلق اُن کے اقوال و مستندات سے اُس کو پوری واقفیت حاصل ہے،

اُن کی اور کتابین بھی ہین جن کا ذکر ابن ندیم نے فہرست مین کیا ہے،

اس دور مین بھی کتابین تصنیف کی گئین لیکن ان مین سب سے مقدم امام محمدؒ کی کتابین ہین، اور امام ابو حنیفہؒ اور اُن کے تلامذہ کے مذہب کی بنیاد ان ہی کتابون پر قائم ہے اور آئندہ دور مین علما حنفیہ نے اُنھین کی شرح و توضیح کی ہے اور ان ہی پر اعتماد کیا ہے اور اُن ہی سے فیضیاب ہوے ہین،

امام مالک بن انس امام مدینہ کے مذہب کے متعلق کتابین

امام مالکؒ نے اپنی کتاب موطا لکھی، اور اُن کے بہت سے تلامذہ نے اُن سے اُسکی

Marfat.com

روایت کی لیکن اُن کی روایتون مین اختلاف ہے کسی مین کمی ہے اور کسی مین زیادتی ہے، البتہ موطا کی مشہور ترین روایت یحییٰ بن یحییٰ اللیثیؒ کی روایت ہے اور ہم اسی نسخہ کو پڑھتے ہین اور مصر بن یہی چھاپا گیا ہے ایک اور موطا ہے جسکی روایت امام محمد بن حسنؒ کی ہے اور وہ ہندوستان مین طبع ہوئی ہے،

اس کتاب مین امام مالکؒ کی عادت یہ ہے کہ موضوع کے مقدمہ مین ان احادیث کو ذکر کرتے ہین جو اُس سے متعلق ہوتی ہین پھر اُس کے متعلق اُن صحابہؓ یا تابعینؒ کے آثار لاتے ہین، جن مین بہت کم مدینہ کے علاوہ اور کہین کے ہوتے ہین. کبھی کبھی اہل مدینہ کے عمل یا اُن کے امر متفق علیہ کو بھی بیان کرتے ہین، چنانچہ اُن کی طرز تحریر کا نمونہ یہ ہے،

مریض کا طلاق

امام مالک ابن شہابؒ سے، وہ طلحہ بن عبداللہ بن عوفؓ سے روایت کرتے ہین جو اس مسئلہ کے سب سے بڑے عالم تھے، اور ابو سلمہ بن عبدالرحمن بن عوفؓ سے کہ عبدالرحمن بن عوف نے جبکہ وہ مریض تھے اپنی بی بی کو طلاق بتہ دی تو ان کی انقضاے عدت کے بعد حضرت عثمان بن عفانؓ نے اُن کو اُن کی وراثت دلوائی،

امام مالکؒ عبداللہ بن الفضل سے اور وہ اعرج سے روایت کرتے ہین کہ ابن مکمل نے اپنی بی بیون کو حالت مرض مین طلاق دی تھی لیکن حضرت عثمان بن عفانؓ نے اُن کو ان کی وراثت دلوائی،

امام مالکؒ نے ربیعہ بن ابی عبدالرحمنؒ سے یہ کہتے ہوے سُنا کہ اُن کو معلوم ہوا کہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کی بی بی نے اُن سے طلاق کی درخواست کی تو انھون نے

Marfat.com

کہا کہ جب تمھین حیض آئے اور تم اس کے بعد پاک ہو جاؤ تو مجھے اطلاع دو، لیکن اس کو اُس وقت حیض آیا جب حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ بیمار ہوئے، اور جب وہ پاک ہوئی تو اُن کو اطلاع دی، چنانچہ اُنھون نے اس کو طلاق بتہ یا ایک طلاق دی جس کے سوا اُس پر کوئی طلاق باقی نہ رہ گئی، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اس وقت بیمار تھے لیکن حضرت عثمان بن عفانؓ نے اس کی عدت کے گذرنے کے بعد اُس کو وراثت دلوائی،

امام مالکؒ یحیی بن سعیدؒ سے اور وہ محمد بن یحیی بن حبانؓ سے روایت کرتے ہین کہ اُنھون نے کہا کہ میرے دادا حبانؓ کے پاس دو عورتین تھین ایک ہاشمیہ اور ایک انصاریہ چنانچہ اُنھون نے انصاریہ کو جو دودھ پلا رہی تھی طلاق دی اور اُس پر ایک سال گذر گیا اس کے بعد وہ مر گئے اور اس کو حیض نہ آیا اس لیے اس نے کہا کہ مین اُن کی وراثت پاؤنگی، مجھے حیض نہین آیا، چنانچہ ان دونون عورتون نے حضرت عثمانؓ سے اس کی مخاصمت کی اور اُنھون نے اُس کے حق مین میراث کا فیصلہ کیا، اس پر ہاشمیہ نے حضرت عثمانؓ کو ملامت کی اور کہا کہ یہ تمھارے چچازاد بھائی کا کام ہے اور اُس نے اس سے ہماری طرف اشارہ کیا یعنی حضرت علیؓ بن ابی طالبؓ

امام مالکؒ نے ابن شہابؒ کو کہتے ہوئے سُنا کہ اگر حالتِ مرض مین کسی نے اپنی بی بی کو تین طلاق دی تو وہ اس کی وارث ہوگی، امام مالکؒ کہتے ہین کہ اگر حالتِ مرض مین قبل مجامعت کے طلاق دی تو اس کو نصف مہر ملے گا، وراثت ملیگی، اور اُسکو عدت مین بیٹھنا نہ پڑے گا اور اگر مجامعت کے بعد طلاق دی تو اس کو پورا مہر اور پوری وراثت ملیگی، اور اس معاملہ مین ہمارے نزدیک باکرہ اور ثیبہ دونون برابر ہین،

موطا اُن احادیث کا مجموعہ ہے جو امام مالکؒ کے نزدیک صحیح ثابت ہوئی ہین اور اُن کی تعداد تقریباً

Marfat.com

پانچ سو ہے

لیکن اُنھون نے جن مسائل کے جوابات دیے ہین اُن کو اُن سے اُن کے تلامذہ نے مدون کیا ہے، اور سب سے پہلے اسکو اسد بن فرات نے لکھا لیکن جو سوالات اُنھون نے امام محمد بن حسنؒ فقیہ عراق سے اخذ کیے اُن کو جیسا کہ شیخ علیش نے متن خلیل کی شرح مین بیان کیا ہے نہین لکھا، اس کے بعد عبدالرحمن بن القاسمؒ نے اُن سے یہ سوالات کئے تو انھون نے امام مالکؒ کی راے پر ان کو جواب دیا اور جو لکھا اسکو قیروان مین لائے، اور اُن سے ان کو سحنونؒ نے لکھا اور اُن کا نام اسدیہ تھا، پھر ۱۸۸ھ مین سحنونؒ اس کو ابن قاسمؒ کے پاس لائے، اور اُن کو اُن کے سامنے پیش کیا اور اس مین چند مسائل کی اصلاح کی، اور اسکو ۱۹۱ھ مین لیکر قیروان واپس آئے، اس کو تالیف کی شکل مین اسد بن الفرات نے پہلے اس طرح جمع کیا تھا اور تصانیف کی ترتیب پر اس کے ابواب اس طرح قائم کئے تھے کہ مسائل غیر مرتب تھے، اور تراجم نہین قائم کئے گئے تھے، اس لیے سحنون نے اس کے اکثر حصے کو مرتب کیا اور اس کے بعض مسائل پر اُن آثار سے استدلال کیا ہے جنکی انھون نے موطا ابن وہب وغیرہ سے روایت کی تھی، لیکن اُس کے کچھ حصے ایسے رہ گئے کہ سحنونؒ اس مین اس کام کو نہ کرسکے، قاضی عیاض سے اُن کی تالیف کا نمونہ یہ ہے،

اہل صلاح اور اہل بدع کے پیچھے نماز

(کہا) اور کہا امام مالکؒ نے کہ لوگون کی امامت وہ شخص کرے جو ان مین سب سے زیادہ عالم ہو، بشرطیکہ اس کی حالت بہتر ہو، انھون نے کہا کہ سن کا بھی حق ہے تو مین نے

اُن سے کہا کہ وہ شخص جو ان مین سب سے زیادہ قاری ہو؟ بولے کبھی وہ شخص قاری ہوتا ہے جو نہین ۶ "نہین ۶ سے ان کی یہ مراد ہے کہ اس کی حالت بہتر نہین ہوتی اور امام مالکؒ کہتے ہین اور کہا جاتا ہے کہ سواری پر آگے بیٹھنے کا سب سے زیادہ مستحق سواری کا مالک ہے اور امامت کا سب سے زیادہ مستحق صاحب خانہ ہے جب لوگ اس کے مکان مین نماز پڑھین، البتہ جب وہ اُس کے متعلق اس کی اجازت حاصل کرلین تو دوسرا شخص بھی نماز پڑھا سکتا ہے، مین نے امام مالکؒ کو دیکھا کہ وہ اسکو پسند کرتے ہین مین نے ابن قاسم سے کہا کہ اگر ایک اچھا قرآن پڑھنے والے نے اُس شخص کے پیچھے نماز پڑھی جو قرآن اچھا نہین پڑھتا تو اُس کے بارے مین امام مالکؒ کا قول کیا ہے؟ انھون نے کہا کہ امام مالکؒ کا قول ۶ ہے کہ جب امام نے ایک جماعت کو نماز پڑھائی اور قرأت چھوڑدی تو امام اور مقتدی دونون کی نمازین باطل ہو گئین اور گو وقت چلا گیا ہو لیکن وہ لوگ نماز کا اعادہ کرین گے، انھون نے کہا تو جو شخص قرآن اچھا نہین پڑھتا اس کا معاملہ اس سے زیادہ سخت ہے، کیونکہ کسی شخص کے لیے یہ سزاوار نہین ہے کہ ایسے شخص کی اقتدار کرے جو قرآن اچھا نہین پڑھتا، انھون نے کہا کہ مین نے امام مالکؒ سے پوچھا کہ امام قدری کے پیچھے نماز پڑھی جا سکتی ہے، تو انھون نے کہا کہ اگر تمھین یقین ہو تو اسکے پیچھے نماز نہ پڑھو، مین نے کہا کہ جمعہ بھی نہین، بولے اگر تمھین یقین ہو تو جمعہ بھی نہین، انھون نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ اگر تم اُس سے ڈرتے ہو تو اُس کے ساتھ نماز پڑھو اور ظہر کی صورت مین اس کا اعادہ کرو، امام مالکؒ کہتے ہین کہ اہل اہوا بھی اہل قدر کے مثل ہین، اُنھون نے کہا کہ مین نے امام مالکؒ کو دیکھا کہ جب اُن سے اُس شخص کے نماز دوہرانے کے متعلق سوال کیا جاتا جس نے اہل بدعت کے پیچھے نماز پڑھی تو وہ توقف کیا کرتے تھے،

اور اس کا جواب نہین دیتے تھے' ابن قاسم کہتے ہین کہ میرے نزدیک اس بارے مین اسیوقت نماز کا اعادہ کرنا چاہیے' اُنھون نے کہا کہ امام مالکؒ سے اس شخص کے بارے مین سوال کیا گیا جس نے ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھی جو ابن مسعودؓ کی قرات کے ساتھ قرات کرتا ہے' تو اُنھون نے کہا کہ وہ نکل جائے اُس کو چھوڑدے اور اس کی اقتدا نہ کرے اور امام مالکؒ کہتے ہین کہ اہلِ بدعت کے ساتھ شادی بیاہ نہ کیا جائے' اُنکو سلام نہ کیا جائے اُن کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے' اُن کے جنازے کی شرکت نہ کی جائے' اُنھون نے کہا کہ امام مالکؒ نے فرمایا کہ جس شخص نے ایسے آدمی کے پیچھے نماز پڑھی جو ابن مسعودؓ کی قرات کرتا ہے تو اس کو چاہیے کہ نکل جائے اور اُسکو چھوڑدے مین نے کہا تو امام مالک کے قول مین جب اُس نے اس کے پیچھے نماز پڑھی تو کیا اس کا اعادہ اس پر فرض ہے؟ ابن القاسم نے کہا کہ جب اُنھون نے ہمارے لیے یہ کہا کہ وہ نکل جائے تو میری رائے مین وہ وقت مین اور اُس کے بعد اُس کا اعادہ کرے'

مدونہ کے مسائل کی تعداد ۳۶ ہزار تک پہونچتی ہے' اور مقلدین امام مالکؒ کے نزدیک یہی مدونۃ اساسِ علم ہے' اور مقلدینِ مالکؒ مین جن لوگون نے کتابین لکھین اُنمین ایک عبداللہ بن عبدالحکم المصری ہین' جنھون نے مختصر الکبیر تالیف کی اور اُس کے ذریعہ سے اشہب کی کتابون کا اختصار کیا اور مختصر الاوسط اور مختصر الصغیر لکھی جسمین صغیر کو تو موطا تک محدود رکھا لیکن اوسط کی دو قسمین ہین' جس کی روایت قراطیسی نے کی ہے اس مین آثار کا اضافہ ہے' برخلاف اُسکے جس کی روایت اُن کے بیٹے محمد اور سعید بن حسان نے کی ہے' کہا جاتا ہے کہ مختصر کبیر کے مسائل کی تعداد ۱۸۰۰۰ ہزار اور اوسط کی ۴۰۰۰ اور صغیر کی ۱۲۰۰۰ ہزار رہے'

Marfat.com

ایک اصبغ بن الفرج ہین جنھون نے کتاب الاصول اور ابن القاسم سے اپنے سماع کی ۲۲ کتابین تصنیف کین۔

اور محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم نے کتاب احکام القرآن کتاب الوثائق والشروط کتاب آداب القضاۃ اور کتاب الدعوی والبینات تالیف کی۔

اور محمد بن احمد العتبی القرطبی نے مستخرجہ تالیف کی جسمین زیادہ تر روایات مردود اور مسائل شاذہ ہین اُن کے پاس مسائل غریبہ آتے تھے اور جب وہ اُن کو پسند آتے تھے تو کہتے تھے کہ ان کو مستخرجہ مین داخل کرو ابن وضاح کہتے ہین کہ مستخرجہ مین غلطیان بہت ہین، اور محمد بن عبدالحکم کا قول ہے کہ مین نے اس کے اکثر حصے کو جھوٹ دیکھا اور ایسے مسائل پائے جن کی کوئی اصل نہین، ابو محمد بن حزم الظاہری نے مستخرجہ کا ذکر کیا تو کہا کہ افریقہ مین اہل علم کے نزدیک اس کا درجہ بلند ہے اور اس کو بہت زیادہ شہرت حاصل ہے یحیی بن عمر الکنانی نے ایک کتاب مین اس کا اختصار کیا ہے اور اس کا نام منتخبہ رکھا ہے۔

اور محمد بن سحنون نے اپنی مشہور کتاب جامع لکھی ہے اور اس مین علم وفقہ کی تمام شاخین جمع کین اس مین جو کتابین ہین ان کی تعداد تقریباً ساٹھ ہے۔

اور محمد بن ابراہیم عبدوس نے ایک کتاب لکھی جس کا نام "المجموعہ علی مذہب مالک واصحابہ" رکھا لیکن اس کے پورے کرنے سے پہلے وہ انتقال کر گئے۔

اس دور مین مالکیہ کے سب سے بڑے مصنف دو ہین ایک مشرق مین ان کا نام قاضی اسمٰعیل بن اسحاق ہے، جنھون نے فقہ مین اپنی کتاب مبسوط تالیف کی اور ایک کتاب امام محمد بن حسن امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے رد مین لکھی۔

دوسرے بزرگ مصر کے جنکا نام محمد بن ابراہیم بن زیاد الاسکندری المعروف با بن المواز ہی، مالکیون نے فقہ مین جو کتابین تالیف کی ہین ان مین اُن کی کتاب سب سے بڑی، سب سے زیادہ اصح المسائل اور سب سے زیادہ مبسوط ہے، اور قابسی نے اُس کو تمام امہات کتب پر مقدم کیا ہی،

امام شافعیؒ کے مذہب کے متعلق کتابین

صرف امام شافعیؒ ہی ایک ایسے امام ہین جن کی نسبت یہ معلوم ہی کہ اُنھون نے بذات خود کتابین تصنیف کین جو اُن کے مذہب کے پیرون کے لیے سنگ بنیاد ہو گئین، اور اُنھین نے عراق و مصر مین اپنے شاگردون کو املا کرایا اور ان کی عراق کی کتابین اُن کا مذہب قدیم اور مصر کی کتابین اُن کا اصلاح شدہ مذہب جدید ہین، چنانچہ ان کتابون کے نام حسب ذیل ہین،

(۱) رسالۃ فی ادلۃ الاحکام، یہ ان کا ایک اصولی رسالہ ہے جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہین،

(۲) کتاب الام، یہ وہ یکتا کتاب ہے جس کے مثل اُن کے زمانے مین کوئی کتاب اس اسلوب بدیع، دقت تعبیر اور قوت مناظرہ مین تصنیف نہین کی گئی، امام محمدؒ کی کتابون کی طرح وہ اس کتاب مین صرف مسائل کی تفصیل نہین کرتے، بلکہ مسئلہ کے ساتھ اس کی دلیل بھی بیان کرتے ہین، اور اکثر اپنے مخالفین کا ذکر کرتے ہین، اور اُن کے خلاف دلیل قائم کرتے ہین، اس کا نام ان کی کتاب قدیم بھی تھا، انکی تحریر کا نمونہ یہ ہی،

نماز کے متعلق کلام

انھون نے اس کی ابتدا مین تین حدیثین مع اُن کی سند کے روایت کی ہین،

Marfat.com

(۱) حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ملک حبش مین آنے سے پہلے ایسی حالت مین جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے ہوتے تھے ہم لوگ آپ کو سلام کرتے تھے اور آپ اُسی حالت مین ہم کو سلام کا جواب دیتے تھے لیکن جب ہم لوگ ملک حبش سے پلٹے تو مین آپ کی خدمت مین سلام کرنے کے لیے حاضر ہوا تو آپ کو نماز پڑھتے ہوے پایا اور سلام کیا لیکن آپ نے جواب نہین دیا اس لیے میرے دل مین دور و نزدیک کے بہت سے خیالات پیدا ہوگئے اور مین بیٹھ گیا، جب آپ نماز پڑھ چکے تو مین آپ کے پاس آیا تو آپ نے فرمایا کہ خدا جو تغیر چاہتا ہے کرتا ہے اور اب اس نے یہ تغیر کیا ہے کہ نماز مین بات چیت نہ کرو،

(۲) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف دو رکعت نماز پڑھ کے پلٹے، تو آپ سے ذو الیدینؓ نے کہا کہ آیا نماز کم کردی گئی یا آپ بھول گئے، آپ نے فرمایا کہ کیا ذو الیدین سچ کہتے ہین؟ لوگون نے کہا "ہان" اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوے اور بقیہ دو رکعتین پڑھین اس کے بعد سلام کیا، پھر تکبیر کہی پھر پہلے سجدہ کے مثل یا اس سے لمبا سجدہ کیا، پھر سر اُٹھایا پھر تکبیر کہی پھر پہلے سجدہ کے مثل یا اُس سے لمبا سجدہ کیا، پھر سر اُٹھایا اور حضرت ابو ہریرہؓ کی دوسری روایت مین مذکور ہے کہ یہ عصر کی نماز تھی،

(۳) حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی تین رکعتون کے بعد سلام کیا پھر اُٹھے اور حجرہ مین داخل ہوگئے، اب خرباق جن کے ہاتھ چوڑے تھے اُٹھے اور پکارے کہ یا رسول اللہ کیا نماز کم کردی گئی؟ آپ اپنی چادر گھسیٹتے ہوے غصہ مین نکلے اور لوگون سے پوچھا تو لوگون نے واقعہ کی خبر کی تو آپ نے

Marfat.com

جو رکعت چھوڑ دی تھی اُس کو پڑھا، پھر سلام کیا، پھر دو سجدے کیے پھر سلام کیا،

امام شافعیؒ فرماتے ہین کہ ہم ان تمام حدیثون کو لیتے ہین اور کہتے ہین کہ جس شخص کو یہ یاد ہو کہ وہ نماز مین ہے اُس پر فرض ہے کہ اس مین بات چیت نہ کرے اور اگر ایسا کیا تو اُس کی نماز ٹوٹ گئی اور اس کو نئے سرے سے دوسری نماز حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث کی بنا پر پڑھنی چاہیے اور مین نے جن اہل علم سے ملاقات کی اُن مین کسی کو اس کا مخالف نہین پایا، لیکن جس شخص نے نماز مین بات چیت کی اور اس کا یہ خیال تھا کہ اُس نے نماز پوری کر لی یا یہ کہ وہ یہ بھول گیا کہ وہ نماز مین ہے، اور اس مین بات چیت کر لی، تو وہ اسی نماز پر ذوالیدینؓ کی حدیث کے رو سے قائم رہے اور سجدۂ سہو کرے کیونکہ جس شخص نے اس حالت مین بات چیت کی اُس کا خیال تھا کہ وہ نماز کے علاوہ دوسری حالت مین ہے اور نماز کے علاوہ دوسری حالت مین بات چیت کرنا مباح ہے، اور حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث حضرت ذوالیدینؓ کی حدیث کے مخالف نہین ہے، کیونکہ حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث بات چیت کرنیکے متعلق مع اجمالی ہے، اور حضرت ذوالیدینؓ کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالقصد بات چیت کرنیوالے اور اُس شخص کی بات چیت مین جو یہ بھول گیا کہ وہ حالتِ نماز مین ہے یا اس شخص کی بات چیت مین جو یہ خیال کرتا ہے کہ اُس نے نماز پوری کر لی جو فرق تھا اُس کو بیان کر دیا،

امام شافعیؒ فرماتے ہین کہ بعض لوگون نے نماز مین کلام کرنے کے متعلق ہماری مخالفت کی ہے، اور اس مسئلہ مین ہمارے خلاف اس قدر دلائل جمع کیے ہین کہ اس کے سوا بجز مسئلہ یمین مع الشاہد اور دو مسئلون کے اور کسی مسئلہ مین اسقدر دلائل

جمع نہین کیے" چنانچہ مین نے اُن کو یہ کہتے ہوے سنا کہ ذوالیدین کی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور آپ سے کوئی حدیث اُس سے اور حدیث "العجما جبار" سے زیادہ مشہور وارد نہین ہوئی ہے اور یہ حدیث حدیث "العجما جبار" سے زیادہ ثابت ہے لیکن حدیث ذوالیدین کی منسوخ ہے" مین نے ان سے کہا تو کس چیز نے اُس کو منسوخ کیا؟ بولے" ابن مسعودؓ کی حدیث نے" تو مین نے کہا کہ جب دو حدیثین مختلف ہوتی ہین تو ان مین آخری حدیث کو ناسخ مانا جاتا ہے" انھون نے کہا کہ "ہان" تو مین نے کہا کہ "کیا تم کو ابن مسعودؓ کی اس حدیث مین یہ یاد نہین ہے کہ ابن مسعودؓ مکہ مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ مین نے آپ کو صحن کعبہ مین پایا اور حضرت ابن مسعودؓ نے پہلے ملک حبش کو ہجرت کی پھر مکہ کو لوٹے پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی پھر غزوہ بدر مین شریک ہوے؟ اُنھون نے کہا "ہان" تو مین نے کہا کہ جب حضرت ابن مسعودؓ آپ کے پاس قبل ہجرت کے آئے پھر حضرت عمران بن حصینؓ روایت کرتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسجد کے پیچھے ایک شہتیر کے پاس آئے، تو کیا تم کو نہین معلوم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسجد مین مکہ سے ہجرت کرنے کے بعد نماز پڑھی؟ اُنھون نے کہا "ہان" تو مین نے کہا کہ حضرت عمران بن حصینؓ کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث حضرت ذوالیدینؓ کی حدیث کی ناسخ نہین ہے اور حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز پڑھائی، تو اُنھون نے کہا کہ مین نہین جانتا کہ حضرت ابوہریرہؓ کی صحبت کا زمانہ کیا ہے؟ مین نے کہا کہ حضرت عمرانؓ کی حدیث سے جسکے متعلق یقین کوئی اشکال نہین ہے ہم نے ابتدا کی ہے اور وہ کافی ہے اور حضرت

ابوہریرہؓ خیبر میں آپ کی صحبت سے مشرف ہوئے ہیں، اور وہ کہتے ہیں کہ میں نے مدینہ میں تین یا چار سال تک (ربیع کو شک ہے) آپ کا فیضِ صحبت اُٹھایا، اور آپ نے مدینہ میں اس قیام کے علاوہ جو حضرت ابن مسعودؓ کے آنے کے بعد کا مکہ میں رہا، کئی سال تک قیام کیا، اور کہا جاتا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ بھی آپ کی صحبت میں رہے تو کیا یہ جائز ہے کہ ابن مسعودؓ کی حدیث اپنے بعد کی حدیث کی ناسخ ہو؟ اُنھوں نے کہا "نہیں" امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ میں نے اُن سے کہا کہ اگر ابن مسعودؓ کی حدیث ابوہریرہؓ اور عمران بن حصینؓ کے مخالف ہو، جیسا کہ تم کہتے ہو، اور ایسی حالت میں بالقصد بات چیت کرنا کہ تم جانتے ہو کہ تم نماز میں ہو، بعینہ ویسا ہو کہ تم نے ایسی حالت میں کلام کیا کہ تمھارا خیال ہے کہ تم نے نماز پوری کر لی یا نماز کو بھول گئے، تو ابن مسعودؓ کی حدیث منسوخ ہوگی، اور نماز میں بات چیت کرنا مباح ہوگا لیکن نہ وہ ناسخ ہے اور نہ منسوخ بلکہ اُس کی وجہ وہ ہے جو میں نے بیان کی کہ یہ یاد کر کے کہ متکلم نماز میں ہے، نماز میں بات چیت کرنا جائز نہیں، اور اگر ایسی حالت میں بات چیت کی جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے اور جب نسیان و سہو لاحق ہوائے اور ایک شخص نے جس کا خیال ہے کہ چونکہ اس نے نماز پوری ادا کر لی ہے یا بھول گیا ہے اس لیے کلام مباح ہے بات چیت کی تو نماز فاسد نہ ہوگی اُنھوں نے کہا کہ تم روایت کرتے ہو کہ ذوالیدینؓ بدر میں شہید ہوئے میں نے کہا جو کچھ بھی ہو؟ لیکن کیا عمران بن حصینؓ کی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ رسول اللہ صلعم نے نماز مدینہ میں پڑھی تھی؟ اور مدینہ میں ابن مسعودؓ کی مکہ والی حدیث کے بعد ہے اُنھوں نے کہا "ہاں" میں نے کہا کہ جیسا تم چاہتے ہو تم نے جو کچھ بیان کیا اس میں تمھارے لیے حجت نہیں ہے کیونکہ غزوۂ بدر آپ کے مدینہ میں آنے سے ۱۶ ماہ بعد پیدا ہوا اُنھوں نے کہا تو کیا ذوالیدین

Marfat.com

وہی ہین جن کی نسبت تم نے روایت کی کہ وہ بدر مین شہید ہوے؟ مین نے کہا نہین"
عمران ان کا نام خرباق بتاتے ہین اور اُن کو کوتاہ دست یا دراز دست کہتے ہین حالانکہ
بدر مین ذوالشمالین شہید ہوے ہین اور اگر دونون ذوالیدین بھی ہون تو ایک کا نام
دوسرے کے نام کے مطابق ہوا ہوگا جیسا کہ نامون مین ہوا کرتا ہی اب اس مذہب کے
جاننے والون مین بعض نے کہا کہ ہمارے لیے ایک دوسری دلیل ہے مین نے کہا وہ
کیا؟ انھون نے کہا معاویہ بن حکم کا بیان ہے کہ انھون نے نماز مین بات چیت کی
تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز مین انسان کی کوئی بات جائز نہین!
مین نے کہا یہ دلیل تمھارے لیے مضر ہے، مفید نہین وہ بعینہ ابن مسعودؓ کی طرح روایت
کرتے ہین اور اسکی وجہ وہی ہے جو مین نے بیان کی اُنھون نے کہا کہ اگر تم کہو کہ یہ
اس کے خلاف ہے، مین نے کہا تو یہ تمھارے لیے مفید نہین اور ہم اس پر تم سے کلام
کرتے ہین اگر معاویہ کا معاملہ ذوالیدین کے معاملے سے پہلے تھا تو وہ منسوخ ہے، اور
تمھارے قول مین تم پر یہ لازم آتا ہے کہ نماز مین کلام اسی طرح صحیح ہے جیسا کہ نماز کے
علاوہ اور حالتون مین صحیح ہے، اور اگر اس کے ساتھ یا اُس کے بعد ہو جیسا کہ تم نے
بیان کیا تو اُس نے ایسی حالت مین کلام کیا کہ وہ یہ نہین جانتا تھا کہ کلام نماز مین حرام ہے
ہے، اور اُس نے یہ بیان نہین کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اعادہ نماز
کا حکم دیا تو وہ ذوالیدین کی حدیث کے مثل ہے یا اس سے زیادہ کیونکہ اس نے اپنی حدیث
مین قصداً کلام کیا البتہ اس نے یہ بیان کیا کہ اس نے ایسی حالت مین کلام کیا کہ وہ
یہ نہین جانتا تھا کہ کلام نماز مین حرام نہین ہے، انھون نے کہا جیسا کہ تم نے بیان کیا
یہ بات ان کی حدیث مین ہے مین نے کہا اگر جیسا تم نے بیان کیا ویسا ہی ہے تو وہ

Marfat.com

تمھارے لیے مضر ہو، اگر جیسا کہ ہم نے بیان کیا ویسا ہی ہے، تو وہ تمھارے لیے مفید
نہین۔ اُنھون نے کہا کہ تو تم کیا کہتے ہو؟ مین نے کہا مین یہ کہتا ہون کہ وہ ابن مسعودؓ کی حد
کے مثل ہے اور ذوالیدینؓ کی حدیث کے مخالف نہین ہے، اُنھون نے کہا تو تم نے جب
حدیث ذوالیدینؓ سے تفریع کی تو تم نے مخالفت کی، مین نے کہا تو ہم نے اصل مین
اُن کی مخالفت کی؟ اُنھون نے کہا نہین بلکہ فرع مین، مین نے کہا تو تم نے ان کی نص
مین ان کی مخالفت کی اور جو شخص نص مین مخالفت کرے وہ تمھارے نزدیک اُس
شخص سے بُرا ہے جس نے ضعفِ نظر سے تفریع مین غلطی کی، اُنھون نے کہا ہان لیکن
ہر ایک معذور نہین ہے، مین نے کہا لیکن تم نے اس کی اصل و فرع دونون کی مخالفت کی
اور ہم نے اس کی اصل و فرع دونون مین سے ایک حرف کی بھی مخالفت نہین کی
تو اُس کے اختلاف کی ذمہ داری تم پر ہے اور جو کچھ تم نے کہا کہ ہمنے اس کی مخالفت کی
تو ہم نے ان کی مخالفت نہین کی، اُنھون نے کہا تو مین تم سے سوال کرتا ہون تاکہ یہ
جان سکون کہ تم نے اُن کی مخالفت کی یا نہین؟ مین نے کہا سوال کرو، اُنھون نے
کہا تم اُس امام کے بارے مین کیا کہتے ہو؟ جو دو رکعت پڑھ کر واپس چلا پھر اس سے
بعض مقتدیون نے کہا کہ تم دو ہی رکعت پڑھ کر واپس چلے، تو اُس نے اور مقتدیون سے
پوچھا اور اُنھون نے اس کی تصدیق کی، مین نے کہا "جس مقتدی نے اسکو اسکی خبر دی
اور جن لوگون نے یہ گواہی دی کہ وہ سچ کہتا ہے اور اُن کو یہ یاد ہو کہ اُس نے اپنی نماز
پوری نہین کی اُن کی نماز فاسد ہے" اُنھون نے کہا کہ "تم روایت کرتے ہو کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری کی اور تم کہتے ہو کہ جو لوگ موجود تھے اُنھون نے بھی آپکے
ساتھ نماز پوری کی، مگر تم حدیث مین اس کا ذکر نہین کرتے" مین نے کہا ہان تو اُنھون نے

کہا کہ "تو تم نے اس کی مخالفت کی" مین نے کہا "نہین ' ہمارے امام کی حالت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہے " انھون نے کہا " نماز اور امامت مین اُن کی حالت کیونکر
جدا ہے مین نے کہا کہ خداوند تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے فرائض کیے بعد دیگرے
نازل کرتا تھا ، اور جو چیز آپ پر فرض نہین کی تھی اس کو فرض کرتا تھا اور بعض فرائض مین
تخفیف کردیتا تھا ، اُنھون نے کہا "بیشک" مین نے کہا "ہم کو ، تم کو اور کسی مسلمان کو اسمین
شک نہین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف یہ سمجھ کر نماز سے واپس گئے کہ آپ نے
نماز پوری کرلی " اُنھون نے کہا "بیشک" مین نے کہا کہ جب آپ نے ایسا کیا تو ذوالیدین
یہ جان سکے کہ نماز خداوند تعالیٰ کے کسی نئے حکم سے کم کردی گئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بھول گئے ، اور اُن کے سوال مین خود یہ بات واضح طور پر نظر آتی ہے جب کہ انھون نے
کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کم کردی گئی یا آپ بھول گئے " انھون نے کہا "بیشک"
مین نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے دن سے پوچھا تو ذوالیدینؓ کی
شہادت کو تسلیم نہین کیا ، اُنھون نے کہا "بیشک" امام شافعی کہتے ہین کہ جب آپ نے
ذوالیدینؓ کے سوا اورون سے پوچھا تو یہ احتمال ہے کہ آپ نے ایسے شخص سے پوچھا ہو جس نے
ان کا کلام نہ سُنا ہو ، اس لیے وہ بھی ذوالیدینؓ کے مثل ہوگا اور یہ بھی احتمال ہے
کہ آپ نے ایسے شخص سے پوچھا ہو جس نے اُن کے کلام کو تو سنا ہو لیکن رسول اللہ صلعم نے
نہ سنا ہو اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا اعادہ کیا ہو اور اس بنا پر جب
اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کلام کا اعادہ کیا تو وہ ذوالیدینؓ کے
معنی مین ہوگا یعنی اس نے آپ کو اپنے قول سے کوئی بات نہین بتائی اور اُسکو
یہ معلوم نہ ہوا کہ نماز کم کردی گئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نسیان ہوا تو

آپ نے اس کا جواب دیا جس کے معنی ذوالیدین کے معنی تھے یعنی ان لوگون پر ان کا جواب فرض تھا کیا تم کو نظر نہین آیا کہ جب اُن لوگون نے آپ کو اس کی خبر دی تو آپ نے اُن کے قول کو قبول کر لیا اور نہ آپ نے کلام کیا نہ اُن لوگون نے یہان تک کہ سب نے اپنی نماز پڑھی، لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو چکا تو خدا کے فرائض ختم ہو چکے اس لیے اس مین کسی قسم کی زیادتی اور کمی نہین ہو سکتی، انھون نے کہا "ہان" تو مین نے کہا کہ ہمارے اور آپ کے درمیان یہ فرق ہے، تو جو لوگ اُن کے پاس تھے انھون نے کہا کہ یہ ایک کھلا ہوا فرق ہے، اس کی وضاحت کی وجہ سے کوئی عالم اس کی تردید نہین کر سکتا، اُنھون نے کہا کہ تمھارے بعض شاگردون کا قول ہے کہ آدمی خود نماز کے متعلق جو کلام کرے وہ اس کی نماز کو فاسد نہین کرتا مین نے کہا کہ ہمارے خلاف اس قول سے استدلال ہو سکتا ہے جو ہم کہین نہ کہ ہمارا غیر کہے، انھون نے کہا کہ مین نے تمھارے متعدد تلامذہ سے گفتگو کی تو انھون نے اس سے استدلال نہین کیا، اور اُنھون نے کہا کہ عمل اُسی پر ہے، مین نے کہا کہ مین نے تو تم کو بتا دیا کہ عمل کے کوئی معنی نہین، اور ہمارے غیر کے قول سے تم ہمارے خلاف استدلال نہین کر سکتے، انھون نے کہا بیشک، تو مین نے کہا تو جس چیز مین تمھارے لیے حجت نہین اُس کو چھوڑ دو، اور مین نے اُن سے کہا کہ تم نے ذوالیدین کی حدیث کی مخالفت مین غلطی کی حالانکہ وہ ثابت ہے اور تم نے اپنے اوپر ظلم کیا کہ تم نے یہ خیال قائم کیا کہ ہم اور وہ لوگ جو اس کے قائل ہین نماز مین کلام، جماع اور گانا حلال سمجھتے ہین، حالانکہ نہ ہم نے نہ ان لوگون نے اسکو ہرگز حلال نہین کیا، حالانکہ خود تمھارا خیال ہے کہ نماز پڑھنے والا اگر نماز پوری کرنے سے پہلے سلام پھیر دے اور اسکو یہ یاد ہے کہ اس نے نماز پوری نہین کی تو اس کی نماز فاسد ہو جائیگی،

Marfat.com

کیونکہ تمھارے خیال مین بے محل سلام کلام ہے، اور اگر اُس نے یہ خیال کرکے سلام پھیر دیا کہ اس نے نماز پوری کرلی تو وہ اسی نماز کو پڑھ لے، تو اگر تمھارے خلاف اُس کے سوا اور کوئی دلیل بھی نہو تو یہی کافی ہے اور ہم خدا کا شکر کرتے ہین کہ تم حدیث کی مخالفت کو عیب سمجھتے ہو، اور خود بکثرت اس کی مخالفت کرتے ہو،

پوری کتاب اسی طرز پر اُس دور کے طریقۂ تشریح و نقد کی واضح صورت قلب کے سامنے پیش کردیتی ہے اور اُس تاریخ مین جو کتابین لکھی گئین، ان مین ہم کو کوئی ایسی کتاب نہین ملتی جو اس کتاب سے زیادہ ہم کو کثرت مطالعہ کی طرف مائل کرے، اور اُس سے زیادہ ہمارے اسلاف کے ساتھ ہم کو فریفتگی پر آمادہ کرے،

اس کتاب کے ساتھ اور چند کتابین ملحق ہین اُن مین سے ایک کتاب اُن مسائل کے متعلق ہے جن پر امام ابوحنیفہ اور ابن ابی لیلیٰ نے اختلاف کیا ہے اور اُس کی اصل امام ابویوسف کی ہے اور ہم اس کا ذکر کرچکے ہین

ایک کتاب خلاف علی اور ابن مسعود ہے، اور اس کتاب مین امام شافعیؒ نے ان مسائل کو جمع کیا ہے جن مین امام ابوحنیفہ اور اُن کے تلامذہ نے اہل عراق کے دو صحابی امام یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اختلاف کیا ہے، اُم مین اس کا نام "خطاء اختلاف علی و ابن مسعودؓ" ہے، اور ابن ندیم نے اسکو فہرست مین "ما خالف فیہ العراقیون علیا و عبداللہ" کے عنوان سے درج کیا ہے اور یہی صحیح ہے

ایک کتاب اختلاف مالک و الشافعی ہے، اور اس کا تعلق عمل بالسنۃ سے ہے، اور اس مین اصحاب مالک سے اس بارے مین مناظرہ ہے کہ اُنھون نے تائید حدیث کیلیے اہل مدینہ کے عمل کی شرط لگائی ہے، اور امام شافعی کے اس خیال کی تائید ہے کہ جب ثقہ

ثقہ سے روایت کی یہان تک کہ اس کا سلسلہ رسول اللہ صلعم تک پہونچ گیا تو وہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث کو کبھی نہین چھوڑ سکتے، البتہ اس حدیث کو چھوڑ سکتے ہین جس کے خلاف خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث مروی ہو، لیکن جب خود آپ کی حدیث کے مخالف آپ سے کوئی حدیث مروی نہ ہو، اور آپ کے علاوہ کسی اور سے کوئی ایسی حدیث مروی ہو جو اس کے موافق ہو تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی قوت مین اضافہ نہین ہوتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بذات خود مستغنی ہے، اور اگر یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مخالف ہو، تو ہم اس کی طرف توجہ نہین کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی حدیث لینے کی مستحق ہے، اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ جس شخص سے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف روایت کی گئی ہے، وہ آپ ہی کی سنت ہے تو مین انشاء اللہ اس کا اتباع کرون گا، اُس کے بعد اس اصل کی مخالفت پر انھون نے امام مالک پر جو اعتراض کیا ہی اس کی تفصیل کی ہے اور اُن سے اس بارے مین مناظرہ کیا ہے،

ایک کتاب جماع العلم ہے، اور اس مین حدیث اور عمل بالحدیث کی حمایت کی ہے،

ایک کتاب ابطال الاستحسان ہے اور اس مین فقہاے عراق کے قول بالاستحسان کی تردید کی ہے،

ایک کتاب کتاب الرد علی محمد بن الحسن ہے اور اس کی اصل وہ کتاب ہے جس مین امام محمد نے اہل مدینہ کی تردید کی ہے اور امام شافعی نے اس کے جوابات دیئے ہین، اور وہ اعتراضات بھی ہین جو امام شافعی نے ان مناظرات مین جو

امام محمد اور اُن کے درمیان ہوئے ہین کیے ہین لیکن اس کتاب مین ان کی یہ غلطی ہے کہ وہ ہمیشہ کہتے ہین کہ اہل مدینہ نے کہا" حالانکہ وہ تمام اہل مدینہ کا قول نہین ہوتا بلکہ امام مالک کا قول ہوتا ہے اور بہت سے اہل مدینہ اس مین ان کی مخالفت کرتے ہین،

ایک کتاب سیر الاوزاعی ہے، اس کی اصل وہ کتاب ہے جسمین امام ابی یوسف نے امام اوزاعی کی تردید کی ہے اور امام شافعی نے امام اوزاعی کی طرف سے اس کا جواب دیا ہے اور ہم اس کتاب کا ذکر کر چکے ہین،

امام شافعی کی کتابون مین سب سے بڑی کتاب اُن کی وہ کتاب ہے جس کا نام اختلاف الحدیث ہے، امام شافعیؒ نے اسکو احادیث کی تائید مین بالعموم اور خبر واحد کی تائید مین بالخصوص لکھا ہے اور اس مین اختلافِ حدیث پر بحث کی ہے، جنلوگون نے حدیث کو عموماً رد کر دیا ہے، یا عمل بالحدیث کے لیے راوی کے ثقہ ہونے کے علاوہ اور شرطین لگائی ہین اُن کا مرکز یہی کتاب ہے اُنھون نے پہلے اس اختلاف پر بحث کی ہے جس کا سبب مروی فعل کا مباح ہونا ہے، مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مروی ہے کہ آپنے ایک ایک بار وضو کیا، اور آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ دو بار وضو کیا اور آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ تین تین بار وضو کیا اور احادیث مین اس قسم کی حدیثین بکثرت مروی ہین، پھر ان احادیث کا جو ایک دوسرے کی ناسخ اور منسوخ ہین تذکرہ کیا ہے، اس کے علاوہ اور بھی بہت سی باتین ہین جو سنت کے معاملہ مین فقہا کے لیے مفید ہین، یہ کتاب اُن بیش بہا مناظرات پر بھی مشتمل ہے جو اُنھون نے اپنے مخالفین بالخصوص امام محمدؒ کے ساتھ کیے ہین،

فقہ مین حرملہ بن یحییٰ کی بھی ایک کتاب ہے جسکو اُنھون نے امام شافعیؒ سے املا کیا ہے،

بویطی نے بھی کتاب المختصر الکبیر، کتاب المختصر الصغیر اور کتاب الفرائض لکھی ہے،

دو مختصر مزنی نے بھی لکھے ہین ایک مختصر کبیر جو متروک ہے، اور ایک مختصر صغیر جس پر اصحاب شافعی اعتماد کرتے ہین، یہ لوگ اسی کو پڑھتے پڑھاتے تھے اور اس کی شرح کرتے تھے، اور وہ مختلف روایتون سے مروی ہے،

اُن کی تصنیفات مین دو جامع یعنی جامع کبیر اور جامع صغیر اور دوسری کتابین بھی ہین

امام شافعیؒ کے تلامذہ کے اتباع مین جن لوگون نے کتابین لکھین انہین ایک ابو اسحٰق ابراہیم بن احمد المروزی شاگرد مزنی ہین جنھون نے مختصر مزنی کی دو شرحین کین اور کتاب الفصول فی معرفۃ الاصول، کتاب الشروط والوثائق، کتاب الوصایا وحساب الدور اور کتاب الخصوص والعموم بھی اُن کی تصنیفات مین ہین،

ابن سُریج نے بھی امام محمدؒ اور عیسیٰ بن ابان کے رد مین کتابین لکھی ہین، اور کتاب التقریب بین المزنی والشافعی اور فقہ مین مختصر بھی اُن کی تصنیفات مین ہین،

ابوبکر محمد بن عبداللہ الصیرفی المتوفی سنہ ۳۳۰ھ کی تصنیفات مین کتاب البیان فی دلائل الاعلام علی اصول الاحکام شرح رسالہ شافعی اور کتاب الفرائض ہین،

اس دور مین جن شافعیون نے کتابین لکھین وہ بہت ہین، لیکن ان کی کتابون سے ہم واقف نہ ہو سکے، دوسرے مذاہب کے متعلق جو کتابین لکھی گئین چونکہ ہم نے اُن کو نہین دیکھا ہے اس لیے ہم نے اُن کے ائمہ و رجال کے تذکرون کے ساتھ اُن کا بھی تذکرہ کر دیا ہے،

Marfat.com

پانچوان دور

چوتھی صدی کی ابتدائے سے زوال سلطنت عباسیہ تک

یہ خاص خاص مذاہب کی پابندی، اون کی تائید اور مناظرہ وجدل کی اشاعت کا دور ہے

سیاسی حالت

اس دور مین ممالک اسلامیہ کے سیاسی تعلقات بالکل منقطع ہوگئے، چنانچہ جب تم مغرب سے شروع کروگے تو تم کو اندلس مین بنو امیہ ملین گے جنکا سردار عبد الرحمان ناصر ہوگا جس نے سلطنت عباسیہ کے ضعف کو محسوس کرکے امیر المومنین کا لقب اختیار کیا اور شمال افریقہ مین تم کو اسمٰعیلی شیعہ ملین گے جنھون نے عبید اللہ المهدی الفاطمی کے نام سے ایک سلطنت قائم کی جس نے امیر المومنین کا لقب حاصل کیا اور اپنا دار السلطنت شہر مهدیہ کو جس کی بنیاد اس نے تونس کے قریب ڈالی بنایا، اور تم کو مصر مین محمد الاخشید ملے گا جو بنو عباس کے لیے دعوت دیتا تھا، اسی طرح تم کو موصل اور حلب مین بنو حمدان بنو عباس کے لیے دعوت دیتے ہوے ملین گے، اور یمن مین تم کو شیعہ زیدیہ ملین گے جنکے پانون وہان مضبوطی کے ساتھ جم گئے تھے اور بغداد مین تم کو دیلم کی سلطنت ملیگی جو سلطنت بنو بویہ کے نام سے مشہور ہے، اور جس نے عملاً تمام اختیارات خود حاصل کر لیے تھے، اور بنو عباس کا صرف نام ہی نام باقی رہ گیا تھا، اور مشرق مین تم کو سلطنت

سامانیہ ملے گی جو ایک عظیم الشان سلطنت تھی اور ماوراء النہر مین بخارا مین اسکا دار السلطنت تھا، اس طرح عالم اسلامی کے تمام جوڑ بند ایک دوسرے سے جدا ہو گئے تھے، اس کا کوئی سیاسی شیرازہ قائم نہ تھا، اور ان متغلبین مین سے ہر فریق ایک دوسرے سے عداوت رکھتا تھا اور اس کی گھات مین لگا رہتا تھا، اور سب سے زیادہ یہ داؤ پیچ بنو عباس کے درمیان جو بغداد مین مغلوب ہو گئے تھے، اور فاطمیون کے درمیان جنکا مرکز مصر و شام کے قبضہ سے قوی ہو گیا تھا کئے جاتے تھے، چنانچہ یہ لوگ نہایت مستعدی کے ساتھ اپنی دعوت کی اشاعت کے لیے ممالک اسلامیہ مین اپنے دعاۃ بھیجتے تھے، اور بنو عباس فاطمیئن کے نسب پر عیب لگاتے اور شجرہ فاطمہ الزہرا سے ان کو الگ کرنے کے لیے مجالس منعقد کرتے تھے، اور اس پر محضر نامے لکھواتے تھے، جس پر اشراف و علما، طوعاً و کرہاً دستخط ثبت کرتے تھے، بنو بویہ جو صاحب اقتدار تھے اگرچہ بذات خود شیعہ تھے، لیکن انھون نے بنو عباس کو قائم رکھا تھا تاکہ خود ان کا اثر و اقتدار محفوظ رہے، کیونکہ اگر وہ لوگ خلافت کو علوئین کی طرف منتقل کر دیتے تو ان کا اقتدار زائل ہو جاتا کیونکہ وہ عقیدۃً علوئین کی اطاعت پر مجبور ہو جاتے، اور سیاست کا حکم عقیدہ کے حکم پر اسی طرح غالب آجاتا ہے، اس کے تھوڑی ہی دنون کے بعد آل سلجوق نے مشرق کی طرف سے حرکت کی اور یہ حرکت اس بات کا اعلان تھی کہ اب حکومت ترکی عنصر کی طرف منتقل ہو رہی ہے چنانچہ سلجوقیون کے سامنے جسقدر متغلبین آئے انھون نے ان کو پامال کر دیا، تمام مشرق پر اقتدار حاصل کر لیا، اور بغداد سے سلطنت بنو بویہ کو مٹا کر خود ان کے قائم مقام بنگئے، لیکن انھون نے بھی آل عباس کو قائم رکھا کیونکہ ان کو تشیع سے کوئی تعلق نہ تھا اس کے بعد بغداد کے مغرب مین ان کے اقتدار نے وسعت حاصل کی اور وہ جزیرہ اور وسط ایشیا پر قابض ہو گئے، اس کے بعد انھون نے شام کے بادشاہ فاطمیئن سے جنگ کی اور مصر اور ان کی

Marfat.com

پشت پر جو بلادِ مغرب تھے ان کے سوا تمام ممالک اسلامیہ مین ان کا بول بالا ہو گیا، لیکن
جب خود ان مین اختلاف پیدا ہوا تو انھون نے باہم ایک دوسرے سے جنگ کی اور
یہی ضعف اور مصریون کے ساتھ ملک شام مین نزاعِ صلیبی ہوا کی جنبش کا سبب ہوا اور
انھون نے پانچوین صدی کے اواخر مین اٹھ کر بیت المقدس پر قبضہ کر لیا، اور جیسا کہ ان لڑائیون
کی تاریخ مین مشہور ہے، صرف اسی حد تک نہین رُکے رہے، غرض سلجوقیون کا شیرازہ بکھر گیا
اور ان کے بعد دوسری ترکی سلطنت قائم ہوئی جو سلطنت اتابکیہ کے نام سے مشہور ہے،
یہ خاندان سلاجقہ کی طرف منسوب ہے، کیونکہ ان کے رؤسا سلجوقیون کے سپہ سالار اور ان کے
لڑکون کے مربی ہوتے تھے، یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ اتابک کے نام سے مشہور تھے، سلطنت اتابکیہ
مشرق و مغرب مین پھیل گئی، اور ان کی نسل مین ایک شخص یعنی محمود نور الدین کے ہاتھون سلطنت
فاطمیہ مصریہ کا خاتمہ ہوا اور مصر مین دوبارہ دعوت عباسیہ نے رجعت کی اور اس کے بعد
صلاح الدین یوسف بن ایوب کی سلطنت کی ابتدا ہوئی جو محمود نور الدین کا ایک سپہ سالار تھا
لیکن اقصائے مشرق مین چھٹی صدی کے اواخر مین خوارزم شاہ کی سلطنت قائم
ہوئی اور اس قدر عظمت حاصل کی کہ بغداد کے قریب تک پہنچ گئی،
یہ عظیم الشان دیوار ٹوٹی تو مغلون نے سیلاب بے پناہ کی طرح حرکت کی جن کا سپہ سالار
اتحادِ تاتار کا بانی چنگیز خان تھا، اور ان لوگون نے ساتوین صدی کی ابتدا مین ان تمام
لوگون کو جو ان کا مقابلہ کرتے تھے یا ان کے سدِ راہ ہوتے تھے اپنے سامنے سے ڈھکیل دیا
چنگیز خان چونکہ نہایت وسیع امیدین رکھتا تھا، اور اس کو محسوس ہوتا تھا کہ تمام دنیا لازمی
طور پر اس کی اولاد و احفاد کی مطیع ہو جائے گی اس لیے اس نے اپنی چارون اولاد کے
درمیان دنیا کو چار حصون مین تقسیم کر دیا، چنانچہ اس نے دریا تک مغربی حصہ اپنے لڑکے

خوطائے کو اور چین تک مشرقی حصہ اپنے بیٹے تولی کو اور شمال کو اپنے بیٹے جوجی کو دیا، اور اپنی اصلی سلطنت اپنے بیٹے اوجطائے کو دی،

اس طریقہ پر اس نے اپنے لڑکون کے لیے یہ اندازہ کیا کہ وہ اقصائے مشرق مین سواحل چین سے اقصائے مغرب مین سواحلِ بحر روم تک دنیا کے مالک ہو جائین گے،

اس پر بہت زمانہ نہین گذرا کہ چنگیز خان کا پوتا ہلاکو خان عالم اسلامی کے دار السلطنت بغداد مین اس کی فوج کا سپہ سالار ہوا، اور آلِ عباس کے آخری خلیفہ کو جسکا نام اکثر اسلامی منبرون پر لیا جاتا تھا قتل کیا اور بہت سی تباہی و بربادی کے بعد بغداد ایک ایسی حکومت کا دار السلطنت ہو گیا جسکا کوئی آسمانی مذہب نہ تھا، اور اس کے چند وضعی قوانین تھے جنکو ان کے دادا چنگیز خان نے بنایا تھا اور وہ ان کے یہان کاسہ کے نام سے مشہور تھے، یہ تاریخ اسلام کی قدیم اور درمیانی تاریخ کے درمیان حد فاصل خیال کیجاتی ہے، اور اس زمانہ مین مصر سے سلطنت ایوبیہ کا خاتمہ ہو چکا تھا اور ان کی جگہ ان کے ترکی نسل کے غلامون نے لے لی تھی، جنکی کثرت صالح نجم الدین ایوب نے کر دی تھی، چنانچہ ان کے چوتھے شخص ملک ظاہر بیبرس البند قداری نے عباسیون کی اولاد مین سے ایک شخص کے ہاتھ پر جو اوس کے زمانے مین مصر آیا تھا، بیعت کی، اور اس کو اسلامی خلیفہ تسلیم کیا، اور اس خلیفہ نے اس کو مصر اور ملحقات مصر کا بادشاہ بنا دیا،

اسی دن سے قاہرہ بغداد کا قائم مقام ہو گیا جسمین برائے نام ایک عباسی خلیفہ اور ایک بادشاہ رہنے لگا جو اصلی حکومت کرتا تھا، اور عہد بنو بویہ اور آل سلجوق مین یہی حالت بغداد کی تھی،

اس دور مین سیاست اسلامیہ کا جو حال تھا یہ اس کا مختصر سا خاکہ ہے، لیکن علمی حالت نے ان انقلابات مین ان سیاسی حالات کی پیروی نہین کی، بلکہ برابر ترقی کرتی رہی، بالخصوص سلجوقیون کے عہد مین مشرق مین اور سلطنت فاطمیہ کے عہد مین مصر مین بوسے

بڑے علماء اور صاحبِ فکر پیدا ہوتے، اور فقہ اسلامی کے متعلق ان جو کارنامے ہین ہم ان کے آئندہ امتیازات کے سلسلے مین بیان کرین گے، البتہ اس کا اعتراف کرنا چاہیے کہ فقہ مین استقلال کی جو روح تھی وہ اس سیاسی ضعف کی تقلید مین ضعیف ہو گئی، یعنی وہ بلند روح جو امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ داؤد بن علی اور محمد بن جریر طبری اور ان کے ہمسرون مین کام کر رہی تھی اس کا صرف ضعیف سا اثر باقی رہ گیا، اس روح کی جگہ جس نے امام ابو حنیفہ کو ان کے اسلاف کے متعلق یہ کہنا سکھایا تھا کہ "وہ بھی آدمی ہین اور ہم بھی آدمی ہین" اور امام مالک کو یہ کہنا سکھایا تھا کہ رسول اللہ صلعم کے سوا کوئی شخص ایسا نہین جسکا قول رد و قبول کے قابل نہ ہو اور ان دونون امامون کے سوا اور دون کو بھی اس قسم کے قول سکھائے تھے ایک ایسی روح نے لے لی جسکو ہم روحِ تقلید کہتے ہین،

(۱) روحِ تقلید،

تقلید سے ہماری مراد یہ ہے کہ ایک معین امام سے احکام سیکھے جائین، اور اس کے اقوال کا اس طرح اعتبار کیا جائے گویا وہ شارعؑ کے نصوص ہین جنکی پیروی مقلد پر لازم ہے،

اس مین کوئی شبہہ نہین کہ تمام گذشتہ دورون مین مجتہد اور مقلد موجود تھے، مجتہد وہ فقہا تھے جو کتاب اور سنت کو پڑھتے تھے، اور ان کو ظاہر نصوص یا معقول نصوص سے استنباطِ احکام کی قدرت حاصل تھی اور مقلد عام لوگ تھے جنھون نے کتاب و سنت کو اس طور پر نہین پڑھا تھا جو ان کو استنباط کا اہل بنا سکے، اس لیے جب ان لوگون کے سامنے کوئی مسئلہ پیش آتا تھا تو اپنے شہر کے فقہا مین سے کسی فقیہ کی طرف اسکے

Marfat.com

متعلق رجوع کرتے تھے اور وہ ان کو فتوی دیتا تھا، لیکن اس دور مین عام طور پر روح تقلید سرایت کر گئی اور علماء و عوام سب اس مین شریک ہو گئے، چنانچہ پہلے یہ حالت تھی کہ فقہ کا طالب پہلے قرآن مجید کے درس اور حدیث کی روایت مین مشغول ہوتا تھا جو کہ استنباط کی بنیاد ہے، لیکن اب وہ ایک معین امام کی کتابین پڑھتا تھا، اور اس طریقہ کا مطالعہ کرتا تھا جس کے ذریعہ سے اس نے اپنے مدونہ احکام مستنبط کئے تھے، اور جب وہ اس کام کو پورا کر لیتا تھا تو علمائے فقہا سے ہو جاتا تھا، ان مین بعض بلند ہمت لوگ اپنے امام کے احکام کے متعلق کتاب بھی تالیف کرتے تھے، جو یا تو کسی گذشتہ کتاب کا اختصار یا اس کی شرح یا ان مسائل کا مجموعہ ہوتی تھی، جو مختلف کتابون مین منتشر طور پر پائے جاتے تھے، لیکن ان مین سے خود کوئی شخص اپنے لیے یہ جائز نہین رکھتا تھا کہ کسی مسئلہ مین ایسی بات کہے جو اس قول کے مخالف ہو جس کا فتوی اس کے امام نے دیا ہے، گویا حق صرف اس کے امام کے دل و زبان پر اترا تھا، یہان تک کہ اس دور مین فقہائے حنفیہ کے پیشوا اور مسلم امام ابو الحسن عبید اللہ الکرخی نے یہ کہدیا کہ "ہر آیت جو اس طریقہ کے مخالف ہو جس پر ہمارے اصحاب ہین وہ یا تو ماؤل ہے یا منسوخ ہے اور اسی طرح جو حدیث اس قسم کی ہو وہ ماؤل یا منسوخ ہے" اور اس طور پر ان لوگون نے اپنے سامنے اجتہاد کے دروازے بند کر لیے، اس مین کوئی شبہ نہین کہ اس دور کے فقہا مین بڑے بڑے ائمہ موجود تھے، اور تمہارے سامنے ان مین سے بعض کا ذکر آئے گا اور ہم یہ خیال کر سکتے کہ اصول تشریع کے علم اور طرق استنباط مین وہ اپنے سلاف سے کم تھے، لیکن ان مین وہ آزادی نہ تھی جن سے ان کے اسلاف بہرہ اندوز ہوتے تھے چنانچہ امام شافعی کو استنباط مین یہ آزادی حاصل تھی کہ اگر آج ایک رائے ظاہر کرتے

Marfat.com

تھے اور کل جب کوئی دلیل ایسی پیدا ہوجاتی تھی جو اس میں تغیر چاہتی تھی تو کوئی چیز ان کو تغیر سے مانع نہیں ہوتی تھی، اور ائمہ اور اسی طرح ان کے اسلاف صحابہ وتابعین کا بھی یہی حال تھا، مثلاً ایک سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ فیصلہ کرتے تھے کہ اخیافی بھائی اور ماں اور شوہر کی موجودگی میں حقیقی بھائی وراثت سے محروم ہیں، اور آئندہ سال تمام بھائیوں کو ثلث مال میں شریک کر دیتے تھے، اور کہتے تھے کہ وہ اس فیصلے کے مطابق تھا جو ہم نے کیا تھا اور یہ اس فیصلہ کے مطابق ہے جو ہم کرتے ہیں، لیکن اس دور کے علما میں سے ہر ایک نے ایک معین مذہب کا التزام کر لیا جس سے وہ آگے نہیں بڑھ سکتا تھا اور اجمالاً وتفصیلاً وہ اپنی پوری طاقت اس مذہب کی تائید میں صرف کرتا تھا، حالانکہ یہ لوگ اجتہاد میں کسی امام کو معصوم نہیں سمجھتے تھے اور خود ائمہ اپنی نسبت غلطی کے جواز کا اعتراف کرتے تھے، اور یہ جائز سمجھتے تھے کہ کوئی حدیث ایسی موجود ہو جس سے ان کو واقفیت حاصل نہ ہوئی ہو، چنانچہ ان میں متعدد ائمہ سے یہ جملہ منقول ہے کہ جب کوئی صحیح حدیث موجود ہو تو وہی میرا مذہب ہے، اور میرے قول کو دیوار پر پٹک مارو، لیکن بایں ہمہ کرخی کہتے ہیں کہ جو حدیث ہمارے اصحاب کے طریقہ کے مخالف ہو وہ یا تو ماول ہے یا منسوخ، ابو محمد عبداللہ بن یوسف الجوینی والد امام الحرمین کا جو حال ابن سبکی نے لکھا ہے، میں نے اس میں دیکھا ہے کہ انھوں نے محیط نامی ایک کتاب لکھنا شروع کی جس میں انھوں نے یہ عزم کر لیا کہ کسی مذہب کی پابندی نہ کرینگے اور احادیث کے جائے ورود سے آگے نہ بڑھیں گے اور مذاہب میں سے کسی کی حمایت وجانبداری نہ کریں گے، چنانچہ حافظ ابوبکر بیہقی کو اس کے تین جز مل گئے، اور انھوں نے ان پر چند اوہام حدیثیہ کا اعتراض کیا، اور ان سے بیان کیا کہ حدیث پر عمل کرنے والے امام شافعی ہیں اور جن

حدیثون کو شیخ ابو محمد نے پیش کیا ہے، ان کو انھون نے اس لیے چھوڑ دیا ہے کہ ان مین ایسے علل موجود تھے جنکو وہی شخص جان سکتا ہے جو محدثین کے فن سے اچھی طرح واقف ہو، چنانچہ جب یہ رسالہ شیخ ابو محمد کو ملا تو انھون نے کہا کہ یہ علم کی برکت ہے اور بیہقی کے لیے دعا کی اور تصنیف کے پورا کرنے سے ہاتھ روک لیا، اس کے بعد ابن سبکی نے بیہقی کا پورا رسالہ نقل کر دیا ہے، لیکن اگر امام شافعی اس قسم کے اعتراض کی طرف متوجہ ہوتے تو خود اجتہاد نہ کرتے، کیونکہ وہ تصیحِ حدیث مین ان رجالِ حدیث پر اعتماد کرتے تھے جو صرف فنِ حدیث کے ہو گئے تھے، اور صحیح اور سقیم حدیث کے درمیان تمیز کرتے تھے، اور بیہقی نے جو کچھ بیان کیا وہ جوینی کی ترک تصنیف کے سبب بننے کی صلاحیت نہین رکھتا، بشرطیکہ ان کو استنباط کی قدرت حاصل ہو اور ان کے نفس کو استقلال پر اطمینان حاصل ہو، اس تقلیدی روح کے سرایت کرنے کے لیے اسباب کی ضرورت ہے، اور ہم کو جہان تک معلوم ہو سکا ہے ہم ان کی تفصیل کرتے ہین،

(پہلا سبب) برگزیدہ شاگرد ہین جمہور کے قالب مین کسی عالم کی روح کے سرایت کرنے کا اس سے زیادہ کوئی مؤثر سبب نہین ہو سکتا کہ اس کے طاقتور شاگرد ہون جو اس عالم کے طریقہ سے متاثر ہون اور عوام کے نزدیک ان کی قدر و منزلت ہو، کیونکہ امام کے طریقہ سے متاثر ہونے کی بنا پر وہ اس کے ساتھ اپنی شیفتگی ظاہر کرتے ہین، اوسکی تدوین اور حمایت کرتے ہین اور جمہور کے نزدیک ان کو جو قدر و منزلت حاصل ہے وہ ان کو ان سے علم حاصل کرنے اور ان کے فتوی پر عمل کرنے پر آمادہ کرتی ہے، کیونکہ وہ اس پر مجبور ہین کہ ان کیلئے ایسے ائمہ موجود ہون جنپر وہ اعتماد کرین اور اپنی شریعت کے احکام ان سے سیکھین اور یہ ائمہ مشہور جن کے مذاہب قائم ہین، ان کو ایسے تلامذہ میسر آئے، جو نہایت بلند رتبہ و راسخ العقیدت

اور اپنی قوم اور اپنے بادشاہون کے نزدیک نہایت بلند پایہ تھے، چنانچہ انھون نے
اپنے امام سے جو احکام سیکھے تھے ان کو مدون کیا اور ان سے ان کو ان کے بہت سے
تلامذہ نے حاصل کیا، اور ان لوگون کے درمیان جنھون نے اپنے مفتیون پر اعتماد کر کے
احکام کی پیروی کی تھی ان کی اشاعت کی، ان ائمہ کے شاگردون پر بادشاہون کو جو
اعتماد حاصل تھا اسکی بنا پر وہ قاضی اسی شخص کو بناتے تھے جسکا یہ لوگ مشورہ دیتے تھے اور
یہ مشورہ صرف اسی شخص کے متعلق دیتے تھے جسپر وہ اعتماد کرتے تھے اور تم سب سے زیادہ اسی
شخص پر اعتماد کر سکتے ہو جو تم سے متاثر ہو اور اس کی راے تمہاری راے کے موافق
ہو اس لیے جن مذاہب کو اس قسم کے شاگرد نصیب ہوئے وہ اس کی بنیاد کے مضبوط
کرنے کا ایک بڑا سبب ہو گئے، اور جب عوام کے دلون مین ان ائمہ کا اعتماد راسخ ہو گیا
تو اس کے بعد یہ مشکل تھا کہ کسی نئے مذہب کا داعی کھڑا ہو اور لوگون کو اس کے اتباع
کی دعوت دے، کیونکہ اس کی وجہ سے لوگ اس کو خارج از جماعت سمجھتے تھے، اور جب
حسد کا جذبہ پیدا ہو جاتا تھا تو اس کے حریف اس کے ساتھ جو چال چلتے تھے وہ ناقابل فراموش
ہے اور یہ ایک افسوسناک بات ہے کہ یہ ایک ایسا سبب ہے جس کی آگ کسی زمانے
مین بھی نہین بجھی، یہان تک کہ ہم کو کوئی ایسا فقیہ جو اجتہاد کا درجہ حاصل کر چکا ہو نظر
نہین آتا جو اس لباس مین ظاہر نہ ہو بلکہ انتہائی درجہ پر وہ صرف ایک مذہب کا مجتہد ہو
جس کے معنی یہ ہین کہ اس کے پاس جو مسائل آئین اور ان کے متعلق اس کے امام کی نص
موجود نہ ہو تو وہ ان کے متعلق فتوی دیدے یا کسی مسئلہ کے متعلق اپنے امام کی دو رایون
مین سے کسی ایک راے کو ترجیح دیدے اور اس قسم کے ائمہ اس دور مین بکثرت موجود تھے
(دوسرا سبب) قضاءت ہے، گذشتہ لوگون مین سے خلفاء ان لوگون کو قاضی

منتخب کرتے تھے جنھین ان کو یہ نظر آتا تھا کہ کتاب و سنت کا علم اور ان دونون سے استنباط احکام کی قدرت رکھتے ہین، اور اُن سے یہ معاہدہ لینے کے بعد کہ جس چیز کے متعلق نص موجود ہو اس مین صرف نصوص پر عمل کرین یا اُس رائے سے کام لین جو اقرب الی النصوص ہو، ان کی رائے پر بھی فیصلہ کو سپرد کر دیتے تھے، جیسا کہ حضرت عمرؓ نے اپنے قاضی ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا تھا کہ

قضاء ایک فریضۂ محکمہ یا سنت متبعہ ہے، پس جو چیز کتاب و سنت مین موجود نہین ہے جب اس کے متعلق تمھارے دل مین خلجان پیدا ہو تو سمجھ سے کام لو، اور اشباہ و امثال کو پہچانو، اس وقت قیاس سے کام لو، اور ان مین اس چیز کا قصد کرو جو اقرب الی اللہ اور اشبہ بالحق ہو۔

اور جب کسی واقعہ مین قاضیون کو صحیح بات نہین معلوم ہوتی تھی تو اُن کے ساتھ ان کے شہر مین جو مفتی موجود ہوتے تھے اُن سے مشورہ لیتے تھے، اور بسا اوقات اپنے خلفاء سے خط و کتابت کرتے تھے، اور بعض مسائل مین ان کی رائے پر عمل کرتے تھے، اور ان قاضیون پر عوام کو بڑا اعتماد تھا، لیکن امتدادِ زمانہ سے اجتماعی حالات بدل گئے، اور ان مین ایسے قاضی پیدا ہو گئے جو اس اعتماد کو قائم نہ رکھ سکے، یا اُن کے شہر مین ایسے علماء پیدا ہو گئے جنھون نے فتوے پوچھنے والون پر اُن کے قاضی کی غلطی ظاہر کر کے اس اعتماد کو ضعیف کر دیا جیسا کہ ابن ابی لیلیٰ قاضیِ کوفہ کو اُن کے شہر کے فقہاء کی طرف سے اس قسم کا واقعہ پیش آیا، اور جب قاضی کے ساتھ عوام کے اعتماد مین کمی آگئی تو قاضیون کے دل مین یہ میلان پیدا ہوا کہ وہ احکام معروفہ کے ساتھ اپنے فیصلہ کو مقید کر دین، کہ ان کے لیے شذوذ آسان نہ ہو، تاکہ وہ ایک بار ایک مفتی کی رائے کے ساتھ جو اوس کی غرض کے موافق ہو فیصلہ کرے اور دوسری بار

ایسے مفتی کی رائے کے ساتھ فیصلہ کرے جو اس کا مخالف ہو، اس کے ساتھ ہی مجتہدین کے پیرو ون نے وہ احکام مدون کئے جو انھون نے اپنے امام سے سیکھے تھے، اور ان شاگردون کی مستعدی نے جس قدر پھیلانا چاہا وہ تمام اسلامی شہرون میں پھیل گئے، اس لیے لوگون کے دلون مین یہ میلان پیدا ہوا، کہ ان کا قاضی ایک مشہور مذہب کا آدمی ہو، اپنے فیصلہ میں اس کی پیروی کرے، اس سے تجاوز نہ کرے، اور وہ مذہب ایسا ہو جسکی تدوین کیگئی ہو، اور وہ مشہور ہو، اس طریقے سے ان مذاہب کا خاتمہ ہو گیا جن کے پیرو ون نے ان کی تدوین و تہذیب مین سرگرمی نہیں ظاہر کی تا کہ ان کا اخذ کرنا آسان ہو، اور جب کسی مذہب کی تقلید کسی بادشاہ یا سلطان نے کی، اور اس مذہب کے پیرو ؤن کے لیے عہدۂ قضاوت کو محدود کر دیا، تو یہ اُس مذہب کی اشاعت اور ان علمار کے اضافہ کا ایک عظیم الشان سبب بنگیا جو اس مذہب کے قیام و اشاعت کا سبب تھے، جیسا کہ بلادِ مشرق مین محمد بن سبکتگین اور نظام الملک نے اور مصر مین صلاح الدین یوسف بن ایوب نے شافعی مذہب کی تائید کی، اور حنفی مذہب کی تائید ترکی عنصر نے کی جو حنفی کے سوا اور کوئی مذہب اختیار نہین کرتے تھے، اور جب کوئی سردار یا با اقتدار شخص کوئی مدرسہ قائم کرتا تھا، اور اس مین زیادہ تر یا محدود طور پر کسی خاص مذہب یا مذاہب معینہ کی تدریس لازم کر دیتا تھا، تو یہ اس کا ایک نیا حامی ہو جاتا تھا۔

شاہ ولی اللہ دہلوی اپنے رسالہ انصاف فی بیان اسباب الاختلاف مین بلقینی کے شاگرد ابوزرعہ کا قول بیان کرتے ہین کہ مین نے ایک بار اپنے شیخ امام بلقینی سے کہا کہ شیخ تقی الدین سبکی اجتہاد کے درجہ کو کیون نہین پہنچے، حالانکہ ان کو یہ درجہ حاصل تھا اور وہ کیونکر تقلید کرتے مین، وہ کہتے ہین کہ (مین نے ان کے شیخ بلقینی کا ذکر نہین کیا کیونکہ مین اس پر جو نتیجہ نکالنے والا تھا اس کی بنا پر مجھے ان سے شرم آتی تھی) لیکن وہ خاموش رہے تو مین نے کہا کہ

میرے نزدیک اس کی وجہ صرف وہ وظائف ہین جو مذاہب اربعہ کے فقہا کو ملتے تھے اور جو شخص ان مذاہب کے دائرے سے نکل کر اجتہاد کرتا تھا اوس کو وہ وظیفہ نہین ملتا تھا عہدۂ قضا سے محروم رہتا تھا، لوگ اس سے فتوے نہین پوچھتے تھے اور اس کی طرف بدعت کا انتساب کیا جاتا تھا، اس پر وہ مسکرائے اور مجھ سے اتفاق کیا الخ لیکن باوجود یکہ بلقینی نے ابوزرعہ کے خیال سے اتفاق کیا تھا، انصاف کے مصنف نے ان سے اتفاق نہین کیا، کیونکہ انھون نے اس کو مستبعد سمجھا کہ ابوزرعہ نے جن چیزون کو بیان کیا ان مین کسی چیز نے ان بزرگون کو اجتہاد کے چھوڑنے پر آمادہ کیا ہوگا، اور شرح مہذب مین سیوطی سے ایک عبارت نقل کی ہے جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی ایسا مجتہد جو کسی خاص امام کی طرف منسوب ہے اور اجتہاد مطلق کرے تو یہ اس امام کے انتساب کے منافی نہین ہے، جیسا کہ ابواسحاق شیرازی، ابن الصباغ، امام الحرمین اور امام غزالی اسی قسم کے مجتہد تھے، اور کسی خاص امام کی طرف منسوب ہونے کے معنی یہ ہین کہ طریقۂ اجتہاد، استقرار دلائل اور ان کی ترتیب مین وہ اس کے طریقہ پر چلے اور اس کے اجتہاد کے ساتھ موافقت کرے اور اگر کبھی اسکی مخالفت کرے تو اس کو اس کی پروا نہ ہو اور اس کے طریقہ سے صرف چند مسائل مین نکلے اور یہ اس کے مذہب شافعی کی پابندی مین خلل انداز نہین ہوتا، لیکن شاہ ولی اللہ نے یہ جو کچھ نقل کیا وہ ابوزرعہ کے بیان کی صحت کے منافی نہین ہے، گو ہم اس کو عام طور پر تسلیم نہین کرتے یعنی یہ نہین کہتے کہ اس نے تمام فقہا کو تقلید پر آمادہ کیا،

(تیسرا سبب) جیسا کہ ہمنے بیان کیا مذاہب کی تدوین ہے اس بنا پر جس مذہب کو قابل اعتماد مدون میسر ہوئے وہ کامیاب ہوگیا، اور جمہور نے اس کو قبول کر لیا کیا تم امام شافعی کے اس قول کو نہین دیکھتے کہ لیث بن سعد امام مالک سے

زیادہ فقیہ تھے لیکن اُن کے اصحاب نے ان کو قائم نہیں رکھا اور اس عدم قیام کے معنی یہ ہین کہ اُنھون نے ان کی رایون کی تدوین اور عوام مین ان کی اشاعت کی طرف توجہ نہین کی جیسا کہ اُنھون نے امام مالک کی رایون کی تدوین کی، چونکہ امام لیث کو ایسے تلامذہ میسر نہین ہوئے جو اُن کی رایون کو مدون کرتے اس لیے فقہ مین ان کی بلند پایگی نے ان کو کوئی فائدہ نہین پہنچایا اور گو مستند راوی ہونے کی حیثیت سے ان کی شان وعظمت کا تذکرہ محدثین کی زبان پر باقی رہ گیا، لیکن مفتی اور مجتہد ہونے کی حیثیت سے ان کے نام کا چراغ بجھ کر رہ گیا اور لیث کی طرح صحابہ اور تابعین مین بہت سے ائمہ ہین جنکے آراء و استنباطات بعد کے لوگون کے لیے مشعلِ ہدایت تھے، اور اس سے پہلے ہم ان کے نامون کا تذکرہ کر چکے ہین،

لیکن اس دور مین علماء کا انتساب اپنے ائمہ کی طرف تقلیدِ محض کی حد تک پہنچا ہوا نہ تھا، بلکہ اُن کے بعض کارنامے ایسے تھے جو ان کو نہایت بلند رتبہ اور بلند پایہ بناتے تھے. مثلاً

(اولاً) تو وہ ان احکام کے علل و اسباب ظاہر کرتے تھے جنکو اُن کے ائمہ نے مستنبط کیا تھا، اور انھی لوگون کو علمائے تخریج کہا جاتا ہے، اور تخریج مناط کے معنی یہ ہین کہ حکم کی علت سے بحث کیجائے، اور زیادہ تر علمائے حنفیہ نے یہ مشغلہ اختیار کیا تھا کیونکہ بہت سے احکام جنکو انھون نے اپنے ائمہ سے روایت کیا تھا غیر معلل تھے، اس لیے انھون نے اُن اصول کے بیان کے متعلق اجتہاد کیا جنکو ان کے ائمہ نے اپنے استنباطات مین اختیار کیا تھا، اور ان علل کی تخریج مین علماء باہم اختلاف کرتے ہین، اور علت کے اس بیان کی وجہ سے وہ اُن مسائل کے متعلق بھی فتوی دیتے ہین

جن کے متعلق اُن کے امام کی کوئی تصریح نہین ہے، بشرطیکہ اس چیز کی علت معلوم ہو جائے جس کے متعلق ان کے امام کی تصریح موجود ہے۔ اسی موقع پر انھون نے اصول فقہ کی ایجاد اس اجتہاد کی بنا پر کی ہے کہ ان کے ائمہ کے یہی اصول ہین جنپر انھون نے اپنے استنباطات کی بنیاد رکھی ہے۔ مین نے استقرا کی رو سے اپنی کتاب اصول فقہ مین اس کی تصریح کی تھی، اس کے بعد شاہ ولی اللہ دہلوی کے مقدم الذکر رسالے مین مجھکو ایسی عبارت ملی جو اس کی تائید کرتی ہے وہ فرماتے ہین، کہ

مین نے اکثر لوگون کو پایا، جو یہ خیال کرتے ہین کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی؟ (امام ابوحنیفہ اور ان کے تلامذہ کے اختلاف کا بھی اس پر اضافہ کیا جا سکتا ہے) کے اختلاف کی بنیاد انھی اصول پر ہے جو کتاب بزدوی وغیرہ مین مذکور ہین لیکن حق یہ ہے کہ اکثر یہ اصول ان کے قول سے نکالے گئے ہین، اور میرے نزدیک یہ مسئلہ کہ خاص ظاہر ہوتا ہے اس کو بیان کی ضرورت نہین ہوتی، اور زیادت نسخ ہے اور عام خاص کی طرح قطعی ہے، اور کثرتِ رواۃ سے ترجیح نہین ہوتی، اور غیر فقیہ راوی کی حدیث پر عمل واجب نہین، اس سے رائے کا دروازہ بند ہو جائے گا، اور مفہومِ شرط اور مفہوم وصف کا بالکل اعتبار نہین ہے، اور امر کا موجب صرف وجوب ہے، اور اس قسم کے اور مسائل ائمہ کے کلام سے نکالے گئے ہین، اور ان کی روایت امام ابوحنیفہ اور ان کے صاحبین سے ثابت نہین ہے، اور ان کی محافظت، اور ان اعتراضات کے جوابات مین جو متقدمین کے استنباطات سے ان پر وارد ہوتے ہین، تکلف کرنا، جیسا کہ بزدوی وغیرہ کرتے ہین، ان کے مخالف اصول کی محافظت اور ان کے جوابات سے

Marfat.com

زیادہ مستحق نہین ہے،

اس کے بعد انھون نے ان قواعد مین سے ہر قاعدہ، اور اُن اعتراضات کی جو حنفیہ پر ان کے متعلق وارد ہوئے ہین اور ان جوابات کی جو بہ تکلف انھون نے انکا دیا ہے، مثال دی ہے،

شافعیہ نے اس میدان کی طرف بہت کم توجہ کی ہے، کیونکہ ان کے امام کے جو اصول تھے انھون نے خود ان کو مدوّن کر دیا تھا، اور اپنے تلامذہ کو ان کا املا کرا دیا تھا، یہی حال مالکیہ اور حنابلہ کا بھی تھا، کیونکہ یہ لوگ مناظرہ کے میدانون سے جن کا ذکر عنقریب آئے گا بالکل الگ تھے،

(ثانیاً) مذہب کے متعلق مختلف رایون مین ترجیح دیتے تھے، جسکی دو قسمین تھین،

(۱) روایت کے لحاظ سے ترجیح،

(۲) درایت کے لحاظ سے ترجیح،

روایت کے لحاظ سے ترجیح کی وجہ یہ ہے کہ ائمۂ مذاہب سے بعض مسائل کی نقل مین اختلاف واقع ہوا ہے، کیونکہ ان سے ان کے مذاہب کی نقل ایک سے زیادہ آدمیون نے کی ہے، مثلاً امام ابوحنیفہ کے اقوال جو امام محمد نے نقل کئے ہین، ان مین بعض کو انھون خود امام ابوحنیفہ سے اخذ کیا ہے، اور بعض کی روایت امام ابویوسف کے ذریعہ کی ہے اور امام ابویوسف سے امام محمد کے علاوہ اور تلامذہ مثلاً حسن بن زیاد اور عیسیٰ بن ابان وغیرہ نے بھی روایت کی ہے اور امام محمد سے ان کی کتابون کی روایت بھی ایک سے زیادہ لوگون نے کی ہے، اور یہ لوگ نقل مین اختلاف رکھتے ہین، اور یہ اختلاف اس لیے پیدا ہو گیا ہے کہ یا تو نقل کرنے والون نے ان ائمہ سے نقل کرنے مین غلطی کی ہے

یا یہ کہ خود امام کو اس رائے مین تردد تھا اور وہ آج جو بات کہتا تھا اس کو کل بدل دیتا تھا اسلیے ہر ایک شخص دوسرے کے مخالف روایت کرتا تھا، اسی طرح ہم کو نظر آتا ہے کہ امام شافعیؒ سے ربیع بن سلیمانؒ، مزنی، حرملہ اور بویطی وغیرہ نقل کرتے ہین اور گذشتہ دونون اسباب کی بنا پر نقل مین اختلاف کرتے ہین، اسی طریقہ پر امام مالکؒ سے ابن القاسم ابن وہب، ابن الماجشون اور اسد بن الفرات وغیرہ روایت کرتے ہین، اب ان مذاہب کے قائم ہوجانے کے بعد علماء کا کام یہ تھا کہ وہ اپنی یہ رائے ظاہر کرین کہ ان دونون روایتون مین سے کونسی روایت مرجح ہے، چنانچہ زیادتِ اعتماد کی بنا پر جس شخص کی روایت پر ان کو اطمینان حاصل ہوا، اس کو انھون نے ترجیح دے دی، جیسا کہ حنفیہ نے امام محمدؒ کی روایتون کو دوسرے تلامذہ پر ترجیح دی، اور خود امام محمدؒ کی روایتون مین انکی ان کتابون کو ترجیح دی جنکی روایت ان سے ثقات مثلاً ابو حفص الکبیر اور جوزجانی نے کی ہے اور ان کا نام انھون نے ظاہر الروایۃ رکھا، اسی طرح شافعیہ نے ربیع بن سلیمان کی روایتون کو ترجیح دی، یہانتک کہ جب ربیع اور مزنی کی روایتون مین تعارض واقع ہوتا ہے، تو وہ ربیع کی روایتون کو مقدم سمجھتے ہین حالانکہ فقہ مین وہ مزنی کی بلند پایگی کے معترف ہین، اور ان کو ربیع پر ترجیح دیتے ہین اور جب حرملہ کی روایتین ان دونون سے متعارض ہوتی ہین تو وہ حرملہ کی روایتون کو ضعیف قرار دیتے ہین، اسی طرح امام مالکؒ سے ابن القاسم نے جو روایتین کی ہین، ان کو مالکیہ نے ان کے اور راویون پر ترجیح دی ہے، خود ابن القاسم سے جو روایتین کیگئی ہین اور وہ مختلف ہین، اس لیے وہ رواۃ کی زیادتِ اعتماد کی بنا پر ان کو ترجیح دیتے ہین، دوسرے قسم کی ترجیح ان مختلف روایتون مین واقع ہوتی ہے جو خود ائمہ سے ثابت ہوتی ہین، یا امام اور اس کے تلامذہ

کے اقوال کے درمیان یہ ترجیح دی جاتی ہے، اور اس قسم کی ترجیح وہ فقہا دیتے ہین، جو اپنے ائمہ کے اصول اور طرقِ استنباط سے واقف ہوتے ہین، اسلیے وہ ان اقوال کو ترجیح دیتے ہین جو ان اصول کے موافق یا فقہ کے دلائل اصلیہ یعنی کتاب سنت، اور قیاس سے قریب تر ہوتے ہین اور یہ قدرتی بات ہے کہ ان مرجحین کے درمیان ترجیح مین اختلاف واقع ہو لیکن اہل ترجیح فی المذہب مین صرف اس عالم کا اعتبار کیا جاتا ہے جس کے درجہ اطلاع و تصرف کا اعتراف کیا جاتا ہے۔

(ثالثاً) ہر فریق نے اجمالاً اور تفصیلاً اپنے مذہب کی تائید کی، چنانچہ اجمالی طور پر اس طرح کہ اس کے مذہب کا امام جس قدر وسیع علم، ورع صادق اور حسنِ استنباط کا ملکہ رکھتا تھا اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا جس قدر اتباع تام کرتا تھا اوسکی اشاعت کی اور ہر فریق نے اس کے متعلق بہت کچھ لکھا، چنانچہ تم کو علمائے مذہب مین ایسے بہت کم علماء ملین گے جنھون نے اپنے امام کی یہ تعریف نہ کی ہو کہ وہ امام الائمہ ہے اور کوئی امام اس کا مقابلہ نہین کر سکتا، اور ان لوگون نے اس کے ایسے اوصاف بیان کئے جو اسکو میدانِ فقہ واستنباط کا شہسوار ثابت کرتے تھے، ان مین بعض لوگون نے غلو کیا اور ائمہ مخالفین پر عیوب لگائے، لیکن اس قسم کے لوگون کی تعداد بہت زیادہ نہین ہے، تفصیلی تائید کا طریقہ یہ تھا کہ ہر اختلافی مسئلہ مین اپنے مذہب کو ترجیح دی اور اس کے لیے کتبِ خلاف کی تالیف کی جس مین اختلافی مسائل بیان کرتے تھے اور ہر حالت مین اس امام کے مذہب کو ترجیح دیتے تھے جس کی طرف وہ منسوب تھے، لیکن اکثر اوقات یہ ترجیح تکلف واضح سے خالی نہین ہوتی تھی، دوسری حیثیت سے ان لوگون نے زبانی مناظرات کئے اور چونکہ اس دور مین ان مناظرات کو بہت زیادہ اہمیت حاصل تھی،

Marfat.com

اس لیے ہم ان مناظرات کے متعلق تمہارے سامنے ایک مستقل فصل قائم کرتے ہین،

(۲) مناظرات وجدل کی اشاعت

گذشتہ دور مین بھی مناظرات کا وجود پایا جاتا ہے، چنانچہ امام شافعیؒ نے اکثر ان مناظرات کا ذکر کیا ہے جو ان کے اور محمد بن حسن فقیہ عراق کے درمیان ہوئے، لیکن وہ عام طور پر علماء کے درمیان شائع نہ تھے، اور جہان تک بظاہر معلوم ہوتا ہے ان کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہ تھا کہ حکم صحیح کا استنباط کیا جائے اور جب ان پر حق ظاہر ہو جاتا تھا تو اپنی رایون کے بدلنے سے ان کو کوئی چیز مانع نہین ہوتی تھی، کیونکہ وہ لوگ اپنی رائے مین آزاد تھے اور کسی مذہب اور رائے کی پابندی نہین کرتے تھے، لیکن اس دور کے مناظرات کی ابتدائی اشاعت، ان کے محرک اور ان کے نتیجہ کے متعلق حالات بالکل بدل گئے،

ان مناظرون کی مقدار کا حال یہ تھا کہ مناظرہ کی مجلسون کا بہت زیادہ رواج ہوا، یہان تک کہ کوئی بڑا شہر ایسا نہ تھا جو اس قسم کی مجلسون سے خالی ہو جو دو بڑے عالمون کے درمیان مناظرہ کی غرض سے منعقد کیگئی ہون بالخصوص عراق و خراسان مین،

مناظرہ کی یہ مجلسین وزراء و کبراء کے سامنے منعقد ہوتی تھین اور ان مین بہت سے اہل علم شریک ہوتے تھے، اور مجالس عزا مین بھی ان کا انعقاد ہوتا تھا، (طبقات اشافعیہ تذکرہ شیخ ابو اسحاق شیرازی مین دیکھو) چنانچہ ابو الولید الباجی کہتے ہین کہ بغداد مین رسم یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو ایسے شخص کی وفات کا صدمہ ہوتا تھا جس کو وہ معزز سمجھتا تھا تو وہ چند دن گھر کی مسجد مین بیٹھتا تھا، اور اس کے ساتھ ان دنون مین اس کے پڑوسی اور بھائی بند بھی بیٹھتے تھے، جب چند دن گذر جاتے تھے تو اس کو صبر و تسلی دیتے تھے اور اس کے معمولی

Marfat.com

کاروبار کی طرف اس کو واپس لاتے تھے لیکن یہ دن جنین وہ اپنے پڑوسیون اور بھائی بندون کے ساتھ اپنی مسجد مین تعزیت کے لیے بیٹھتا تھا، اکثر اوقات تلاوتِ قرآن یا مسائل کے متعلق فقہا کے مناظرے کے ساتھ کاٹے جاتے تھے۔ قواعدِ مناظرہ کے متعلق کتابین تالیف کیگئین اور ان کا نام "علم ادب البحث" رکھا گیا، پہلے مناظرہ کی مجلسین علم کلام کے متعلق قائم کیجاتی تھین، اور اس نے ان لوگون مین اس قدر تعصبات فاحشہ اور کھلی ہوئی خصومتین پیدا کردین کہ ان کی وجہ سے خونریزی اور شہرون کی بربادی کی نوبت پہنچگئی، اس لیے بعض امرا فقہی مناظرے کی طرف مائل ہوئے، بالخصوص ان کا میلان اس طرف زیادہ ہوا کہ امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے مذہب مین جو ادلی ہو اس کا اظہار کیا جائے، اب لوگون نے علم کلام اور دوسرے علوم کو چھوڑ دیا اور خصوصیت کے ساتھ ان مسائل پر جھک پڑے جو امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے درمیان مختلف فیہ تھے اور امام مالکؒ، امام سفیان ثوریؒ اور امام احمدؒ کے ساتھ اختلاف کرنے مین تساہل سے کام لیا،

ان لوگون کا نفس اگرچہ ان کو یہ دھوکا دیتا تھا کہ ان مناظرات سے ان کا مقصد دقائق شریعت کا استنباط، عللِ مذاہب کا اثبات اور اصولِ فتاوی کی تمہید ہے، لیکن ان کیلئے اس کا اصل محرک امرا کی خوشنودی تھی، چنانچہ امام غزالی نے اس کو ثابت کیا ہے اور اس معاملے مین وہی حجت ہین کیونکہ وہ ان کے رؤسا مین تھے، اور نہایت تیز زبان اور دقیق النظر تھے، اس کے بعد ان کی آنکھون کے سامنے سے پردہ اوٹھا تو انھون نے ان دلفریب مناظرات اور جھوٹی شہرت کو چھوڑ کر خدا کی طرف رجوع کیا اور حالت نفسیہ کے عیوب کے اظہار کے لیے ہم کو اس سے زیادہ بہتر شخص نہین مل سکتا جو خود اس مین مبتلا ہو پھر اس کو چھوڑ دے،

امام غزالی کہتے ہین کہ یہ لوگ اپنے نفس کو یہ دھوکا دیتے ہین کہ طلبِ حق کے لیے باہمی تعاون

دین سے ہے، کیونکہ اس کے لیے آٹھ شرطین ہین،

(۱) چونکہ یہ فرض کفایہ سے ہے، اس لیے اس مین اس شخص کو مشغول نہین ہونا چاہیے جو فروض اعیان سے فارغ نہ ہوا ہو، اور جس شخص پر فرض عین باقی ہے، اور وہ فرض کفایہ مین مشغول ہوا، اور اس نے یہ خیال کیا کہ اس کا مقصد حق ہے تو وہ کذاب ہے، اور اس کی مثال اس شخص کی سی ہو جو خود نماز کو چھوڑ کر کپڑون کے حاصل کرنے اور ان کے بننے مین مشغول ہو جائے اور یہ کہے کہ میرا مقصد یہ ہے کہ اس شخص کی ستر پوشی کر دون جو برہنہ نماز پڑھتا ہے، اور کپڑا نہین پاتا، کیونکہ ایسا اتفاق کبھی کبھی ہوتا ہے، اور اس کا واقع ہونا ممکن ہے کیونکہ فقیہ کا خیال یہ ہے کہ جن نوادرِ مسائل سے علم الخلاف مین بحث کیجاتی ہے ان کا وقوع ممکن ہے، لیکن جو لوگ مناظرہ مین مشغول رہتے ہین وہ ان امور کو چھوڑ دیتے ہین جو بالاتفاق فرض عین ہین، جس شخص کو فی الحال ودیعت واپس کرنا ہو اور وہ نماز کو چھوڑ کر جو خدا کی سب سے بڑی عبادت ہے اس کے واپس کرنے کے لیے اٹھ کھڑا ہو وہ اس کے ساتھ گنہگار رہوا، اس لیے کسی شخص کے فرمانبردار بندہ ہونے کے لیے صرف یہی کافی نہین کہ اس کا فعل طاعات کی جنس سے ہے، جب تک کہ اس مین وقت، شرط اور ترتیب کا لحاظ نہ رکھے،

(۲) مناظرہ سے زیادہ کسی فرض کفایہ کو اہم نہ سمجھے، لیکن اگر اس نے کسی فرض کفایہ کو اس سے زیادہ اہم سمجھا، اور اس کے علاوہ دوسرے فرض کو انجام دیا، تو اس فعل پر گنہگار ہوا اور اس کی مثال اس شخص کی مثال ہو گی جس نے پیاسون کی ایک جماعت دیکھی جو قریب بہلاکت تھی، اور لوگون نے اس کو چھوڑ دیا تھا، اور وہ پانی پلا کر ان کو زندہ رکھ سکتا تھا، لیکن وہ فنِ حجامت کے سکھانے مین مشغول ہوا اور یہ خیال کیا کہ وہ فرض کفایہ مین سے

ہے، اور اگر شہر اس فن سے خالی ہو جائے گا تو لوگ ہلاک ہو جائین گے، لیکن جب اس سے
کہا گیا کہ شہر مین حجامون کی ایک جماعت موجود ہے، اور وہ کافی ہے، تو اس نے کہا
کہ یہ اس کے فرضِ کفایہ ہونے سے اس کو نہین نکالتا، تو جو شخص ایسا کرتا ہے، اور مسلمان
پیاسون کی جماعت کے واقعہ حال کو چھوڑ دیتا ہے، اس کی حالت اس شخص کی حالت کے
مشابہ ہے جو مناظرہ مین مشغول رہتا ہے حالانکہ شہر مین اور بھی بہت سے فرضِ کفایہ
چھوٹے ہوئے ہین، اور ان کو کوئی انجام نہین دیتا، ان سب سے قریب تر طب ہے، اسی طرح
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی،

(۳) مناظر کو مجتہد ہونا چاہیئے، جو اپنی رائے سے فتوے دے، نہ کہ امام شافعیؒ
اور امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کے ساتھ، یہان تک کہ جب اس کو یہ معلوم ہو کہ حق امام ابو حنیفہؒ
کے مذہب مین ہے تو اس مسئلہ کو چھوڑ دے جو امام شافعیؒ کی رائے کے موافق ہے اور
جو رائے اس کو حق معلوم ہوئی ہے اس کے مطابق فتوے دے، لیکن جس شخص کو اجتہاد
کا درجہ حاصل نہین ہے، اور ہر اہل زمانہ کا حال یہی ہے تو اس کو مناظرہ سے کیا فائدہ؟
درآنحالیکہ اس کا مذہب معلوم ہے اور وہ دوسرے مذہب کے موافق فتوی نہین دے سکتا،

(۴) صرف اُس مسئلہ کے متعلق مناظرہ کرے جو واقع ہوا اور زیادہ تر قریب الوقوع
لیکن یہ لوگ ان مسائل کے انتخاب مین جن کی ضرورت عام طور پر پیش آتی ہے اہتمام
نہین کرتے بلکہ صرف ان طبولیات کی جستجو کرتے ہین، جو سنے جاتے ہین اور اس مین
جو کچھ بھی ہو مناظرہ کی بہت زیادہ گنجائش ہوتی ہے، اور جو مسائل کثیر الوقوع ہین ان کو
بسا اوقات چھوڑ دیتے ہین اور کہتے ہین کہ یہ خبر یہ مسئلہ ہے یا زوایا سے ہے، طبولیات
سے نہین،

Marfat.com

مخلوں اور اکابر و سلاطین کے سامنے سے زیادہ مناظرہ کو خلوت میں پسندیدہ ہونا چاہیے، کیونکہ خلوت میں سمجھ میں انتشار نہیں پیدا ہوتا، اور ذہن ذکر کی صفائی اور ادراکِ حق سے اس کو زیادہ موزونیت ہوتی ہے اور مجمع کے سامنے ایسے اسباب پیش آتے ہیں جو محرکاتِ ریا کو تحریک دیتے ہیں اور ہر شخص کے لیے چاہے وہ حق پر ہو یا باطل پر اپنی مدد کرنا واجب کر دیتے ہیں، حالانکہ تم کو یہ معلوم ہے کہ یہ لوگ مجامع و محافل کے حریص خدا کے لیے نہیں ہوتے، بلکہ ان میں بعض لوگ اپنے حریف کے ساتھ مدتوں، خلوت میں رہتے ہیں اور اس سے کلام نہیں کرتے اور بسا اوقات اسکے سامنے مسئلہ پیش کیا جاتا ہے اور وہ اس کا جواب نہیں دیتا، لیکن جب کوئی مجمع ہوتا ہے تو ہر ممکن تدبیر اس کی کرتا ہے کہ اس کو خاص طور پر گفتگو کرنے کا موقع ملے۔

(۶) حق کی جستجو میں اس کی حالت اس شخص کی سی ہو جو گم گشتہ چیز کی تلاش کرتا ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں کرتا کہ وہ گم گشتہ چیز اس کے ہاتھ لگے گی یا اس کے معاون کو ملے گی اور وہ اپنے رفیق کو معاون سمجھے حریف نہ سمجھے، اور جب وہ اسکی غلطی بتا دے اور اس کے لیے حق کو ظاہر کر دے تو وہ اس کا شکر گذار ہو، لیکن ہمارے زمانہ کے مناظرہ کرنے والوں کا یہ حال ہے کہ جب ان میں کسی کے حریف کی زبان سے حق ظاہر ہوتا ہے، تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے، اور اس کو شرمندگی لاحق ہوتی ہے، اور وہ اس کے انکار میں اپنی انتہائی قدرت سے کام لیتا ہے، اور جو شخص اس کو چپ کر دیتا ہے عمر بھر اس کی برائی کرتا ہے۔

(۷) جس شخص سے مناظرہ کرے اس کو دلیل سے دوسری دلیل کی طرف اور ایک مثال سے دوسری مثال کی طرف انتقال کرنے کی ممانعت نہ کرے، اور

اپنے کلام سے مناظرۂ مبتدعہ کے تمام مفید و مضر دقائق کو نکال ڈالے، مثلاً اس کا یہ قول کہ اس کا ذکر میرے لیے ضروری نہیں ہے اور یہ میرے پہلے کلام کے مناقض ہے اسلیئے مجھ سے قبول نہیں کیا جائے گا، کیونکہ حق کی طرف رجوع کرنا باطل کے مناقض ہے، اور اسکا قبول کرنا واجب ہے، لیکن تم دیکھتے ہو کہ تمام مخلوق کا خاتمہ مدافعات و مجادلات پر ہوتا ہے،

(۸) ایسے شخص سے مناظرہ کرے جس سے فائدہ حاصل کرنے کی توقع ہو اور وہ علم میں مشغول ہو، لیکن اکثر یہ لوگ فحول و اکابر کے مناظرے سے اس ڈر سے احتراز کرتے ہیں کہ حق انہیں کی زبان سے ظاہر ہوگا، اور ان سے کم درجہ کے لوگوں کی طرف مائل ہوتے ہیں تاکہ ان میں اپنے باطل کو رواج دے سکیں الخ ملخصاً

اس کے بعد امام غزالی نے اس کے ساتھ ایک اور فصل شامل کی ہے جس میں مناظرہ کی آفتیں بیان کی ہیں، اور ان میں حسب ذیل آفتوں کو شمار کیا ہے،

(۱) حسد،

(۲) لوگوں پر تفوق حاصل کرنا، یہاں تک کہ یہ لوگ بعض مجالس میں بلندی، پستی اور صدر کے مسند سے قرب و بعد اور تنگ راستوں میں پہلے داخل ہونے کی خواہش پر جھگڑتے ہیں، اور ان میں بعض غبی اور مکار لوگ یہ حیلہ تراشتے ہیں کہ وہ علم کی عزت کا تحفظ چاہتے ہیں، اور مسلمان کو اپنے آپ کو ذلیل کرنے سے منع کیا گیا ہے، اس بناپر یہ لوگ تواضع کی تعبیر ذلت سے اور تکبر کی تعبیر مذہب کی عزت سے کرتے ہیں، تاکہ ایک نام میں تحریف کریں اور لوگوں کو اس کے ذریعہ سے گمراہ کردیں،

(۳) حقد یعنی سخت اور مخفی دشمنی جس سے تقریباً کوئی مناظر خالی نہیں ہوتا۔

(۴) غیبت، کیونکہ ہر مناظر اپنے حریف کے کلام کی نقل اور اس کی مذمت ضرور کرتا ہے، زیادہ سے زیادہ وہ اپنا تحفظ اس قدر کرتا ہے کہ اس کی نقل و حکایت مین صداقت سے کام لے اور اس سے نقل کرنے مین جھوٹ نہ بولے، لیکن لازمی طور پر اس سے ایسی چیزین نقل کرتا ہے جس سے اس کے کلام کا قصور، اس کا عجز اور اس کے فضل کا نقصان ثابت ہو اور اسی کا نام غیبت ہے،

(۵) تجسس اور لوگون کی برائیون کا ٹوہ لگانا، کوئی مناظر اپنے ہمسرون کی لغزشون کی تلاش اور اپنے حریفون کی برائیون کے ٹوہ لگانے سے خالی نہین ہوتا یہان تک کہ جب اس کو اپنے شہر مین کسی مناظر کے آنے کی خبر ہوتی ہے تو وہ ایسے شخص کی جستجو کرتا ہے جو اس کے اندرونی حالات کی خبر دے اور وہ سوال کرکے اس سے نتائج نکالتا ہے یہانتک کہ بوقتِ ضرورت اس کی رسوائی اور شرمساری کے لیے ان کو اپنے لیے ایک سرمایہ خیال کرتا ہے، یہان تک کہ اس کے بچپن کے حالات اور اس کے بدن کے عیوب تک کا انکشاف کرتا ہے، تاکہ اس کی کسی لغزش یا اس کے کسی عیب مثلاً گنج وغیرہ ہونے پہ واقف ہو جائے، پھر جب اس کا ادنیٰ سا غلبہ بھی محسوس کرتا ہے تو اگر وہ رکھ رکھاؤ کا آدمی ہوتا ہے تو تعریضاً اس کا اظہار کرتا ہے، اور اس کی یہ تعریض مستحسن خیال کیجاتی ہے اور گالی گلوج کے لطائف مین شمار کیجاتی ہے لیکن اگر وہ سفیہ اور مسخرا ہوتا ہے تو علانیہ اسکا اظہار کرتا ہے، جیسا کہ اکابر مناظرین سے منقول ہے،

(۶) لوگون کے رنج سے خوشی اور ان کی خوشی سے رنج، کیونکہ جو شخص اظہارِ فضل کے ذریعہ سے تفاخر حاصل کرنا چاہتا ہے اس کو اُس کے مقابل حریفون کے رنج پر لازمی طور پر مسرت ہوتی ہے، اور ان کے درمیان سَوتون کی طرح بغض ہوتا ہے، جس طرح ایک سوت

دوسری سوت کو جب دور سے دیکھتی ہے تو اس کا جسم کانپنے لگتا ہے اور اس کا رنگ زرد ہو جاتا ہے اسی طرح جب ایک مناظر دوسرے مناظر کو دیکھتا ہے، تو اس کا رنگ بدل جاتا ہے، اور اُس سے اس کو اضطراب لاحق ہو جاتا ہے، اور ایسی ناگواری کا اظہار کرتا ہے گویا وہ شیطان یا کسی درندہ جانور کو دیکھتا ہے"

(۷) نفاق، جبیر یہ لوگ مجبور ہوتے ہین کیونکہ یہ لوگ حریفون، اُن کے دوستون اور اُن کے ساتھیون سے ملتے ہین اور مجبوراً زبان سے دوستی، شوق، اور ان کے مرتبہ کا اظہار کرتے ہین، لیکن مخاطِب اور مخاطَب اور ہر وہ شخص جو اُن سے یہ سنتا ہی جانتا ہے کہ یہ جھوٹ، زور نفاق اور فجور ہے، کیونکہ یہ لوگ زبان سے دوست اور دل سے باہم دشمن ہین

(۸) حق سے رُوگردانی، اس کی کراہت اور اُس کے متعلق جھگڑنا، یہان تک کہ مناظر کے لیے سب سے زیادہ مبغوض چیز یہ ہے کہ اُس کے فریق کی زبان سے حق کا اظہار ہو اور جب وہ اس کی زبان سے ظاہر ہوتا ہے تو وہ اپنی انتہائی کوشش سے اُس کے انکار کے لیے مستعد ہو جاتا ہے اور اس کے رد کرنے کے لیے انتہائی مکر، فریب اور حیلہ سے کام لیتا ہے، یہان تک کہ حق کے متعلق جھگڑنا اس کی طبعی عادت بن جاتا ہے اس لیے جب کوئی کلام سنتا ہے تو اس کی طبیعت مین اس پر اعتراض کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے، یہان تک کہ ادلۂ قرآن اور الفاظِ شرع کے متعلق بھی اُس کے دل پر اس کا غلبہ ہو جاتا ہے، اور وہ ایک کو دوسرے سے مخلوط کر دیتا ہے"

(۹) ریا، لوگون کا لحاظ، اور اُن کے دل اور اُن کے چہرون کے مائل کرنے کی کوشش اور ریا ایک ایسا سخت مرض ہے جو اکبر الکبائر کا محرک ہوتا ہے اور مناظر کا

مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ لوگون مین نمایان ہو اور لوگ اس کی تعریف کرین۔

مناظرہ کے یہ عظیم الشان نتائج ہین جو فقہا کو اس سطح سے گرادیتے ہین جس پر متمکن ہونا چاہیے، کیونکہ وہ شریعت کے حامی اور دین کے محافظ ہین، اس لیے اُن مین کامل ترین اخلاقی اوصاف ہونے چاہئین، لیکن ان مناظرات نے جو خالصۃً لوجہ اللہ نہ تھے اُن مین بہت سے فقہا کو اس حالت تک پہونچا دیا جس کی شرح ایک ایسے شخص نے کی ہے جو اُسی حالت مین مبتلا تھا خدا اُس کو معاف کرے۔

ابن سبکی نے طبقات مین بیان کیا ہے کہ ابو حیان توحیدی کہتے ہین کہ مین نے شیخ ابو حامد غزالی کو طاہر عبادانی سے یہ کہتے ہوے سُنا کہ "جو کچھ تم مجھ سے مجلس مناظرہ مین سنتے ہو اُس کو بہت نہ لکھو کیونکہ اس مین جو گفتگو ہوتی ہے اُس سے حریف کو چکمہ اور مغالطہ دینا اور اس کی تردید کرنا اور اس پر غلبہ حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے اس لیے ہم خالصۃً لوجہ اللہ تعالی گفتگو نہین کرتے، اگر ہمارا یہ مقصد ہوتا تو طویل گفتگو سے زیادہ ہم خاموشی کی طرف سرعت کے ساتھ قدم بڑھاتے، اگرچہ زیادہ تر اس گفتگو مین خدا کا غضب لیکر لوٹتے ہین لیکن اُس کے ساتھ ہم خدا کی رحمت کی وسعت کے بھی متوقع ہوتے ہین

مذہب اسماعیلی

اس دور کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ مصر اور اُس کے ملحق شہرون مین مذہب اسماعیلی کا ظہور ہوا جو شیعون کے مذاہب مین سے ان لوگون کا مذہب ہے جنھون نے اسمٰعیل بن جعفر صادق کے ساتھ موالات کی اور ان کے بھائی موسیٰ بن جعفر المعروف بالکاظم کو چھوڑ دیا، اس لیے عالم اسلامی مین اُن کے تین مذہب یعنی

Marfat.com

زیدیہ، امامیہ، اثنا عشریہ اور اسماعیلیہ قائم ہو گئے، یہ مذاہب اگرچہ ایک دوسرے کے
باہم مخالف ہین، لیکن ان سب مین عترت کا شیرازہ سب کو ایک سلسلہ مین جکڑے
ہوئے ہے، جب معز لدین اللہ قاہرہ مین آیا جسکی بنیاد اس کے آنے سے پہلے پڑ گئی
تھی لیکن وہ اُس کے نام سے منسوب ہوا تو اُس کے ساتھ اُس کا سب سے بڑا عالم اور
اسماعیلیہ فرقہ کا فقیہ موجود تھا اور وہ مصر کا قاضی القضاۃ مقرر کر دیا گیا، یہ پہلا موقع تھا
کہ مصر مین اس لقب کا رواج ہوا، ورنہ اُس کے پہلے دار الخلافۃ الکبریٰ بغداد مین وہ
صرف قاضی اکبر تک محدود تھا، یہ قاضی لوگون کے درمیان وراثت اور دوسرے
مسائل مین مذہب اسماعیلیہ کے موافق فیصلہ کرتا تھا اور عترت کی وراثت کا طریقہ
بہت سے مسائل مین جمہور کے طریقہ وراثت سے مختلف تھا، جن مین سب سے اہم
یہ مسئلہ ہے کہ اُن کے یہان عصبہ اور عول نہین ہے، بلکہ وہ لوگ اقربیت کو عصبیت کے
قائم مقام بتاتے ہین اور جو شخص میت سے جسقدر زیادہ قریب ہوتا ہے اسی ترتیب سے
وراثت دلواتے ہین چاہے وہ مرد ہو یا عورت، اس لیے اُن کے نزدیک پہلا درجہ
باپ مان اور لڑکون کا اور دوسرا درجہ دادا، بھائی اور بہنون کا ہے علیٰ ہذا القیاس
اور دُور کا رشتہ دار قریبی رشتہ دار کے ساتھ وراثت نہین پاتا، مثلاً اگر میت ایک
لڑکی چھوڑ جائے اور اُس کے ساتھ باپ مان مین سے کوئی نہ ہو تو وہ پورے مال کی مالک
ہو جاتی ہے، آدھے کی فرض کے ساتھ اور آدھے کی رَدّ کے ساتھ، اس طریقہ پر فاطمہؓ
بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُن کے باپ کی میراث مین کوئی انکا شریک
نہین ہے اور مان کے ساتھ بھائی یا بہن مین سے کوئی وراثت نہین پاتا اور عترت
کے اس قول کی بنا پر کہ میراث کا اصول قربت ہے وہ لوگ حقیقی چچا کے لڑکے علاتی

(عم لاب) چچا پر مقدم کرتے ہین حالانکہ چچا چچا کے لڑکے سے زیادہ قریبی ہے اور اس پر طائفۂ محقہ کے اجماع سے استدلال کرتے ہین اس اصول کے موافق اُن کے اور بہت سے مسائل ہین جو جمہور کے مخالف ہین جنھون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول لیا ہے کہ فرائض کو اہل فرائض کے حوالے کرو، اس کے بعد جو بچ جائے وہ اس مرد کو دو جو قریب ترین رشتہ دار ہو اور بعض اصحاب فروض پر کمی کے داخل کرنے سے عول سے بچ گئے۔

اس مذہب پر قضاۃ مصری کی ترتیب کے ساتھ اُن کے علما جامع ازہر مین جسکو انھی نے قائم کیا تھا اُس کا درس دیتے تھے اور اس غرض سے اس مذہب مین کتابین تالیف کی گئی تھین اور علما و طلبہ کو ماہوار وظائف دیتے تھے، اور اس کو دعوت کا ایک ذریعہ بنا لیا تھا، داعی دعاۃ اور اُس کے اعوان کا کارنامہ اس پر مستزاد تھا کیونکہ وہ مذہب اسماعیلی کے اختیار کرنے کی طرف نہایت سرگرمی کے ساتھ عوام کو مائل کر رہے تھے، لیکن باوجود ان تمام کوششون کے نتیجہ مطلوبہ حاصل نہ ہوسکا، کیونکہ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے مذہب عوام کے دلون مین بہت اچھی طرح راسخ ہو گئے تھے اس لیے ان دونون مذاہب کے باطل یا ضعیف کرنے کے لیے کوئی قطعی کام جاری نہ کیا جا سکا اور مصر کی قدیم جامع مسجد مین ان دونون مذاہب کے عالمون کے حلقہ ہائے درس برابر قائم رہے۔

آخیر مین مستنصر کا وزیر ابو احمد بن الافضل اسپر مجبور ہوا کہ اس معاملے مین نرمی سے کام لے اور چار قاضی مقرر کرے جن مین ہر ایک اپنے مذہب کے مطابق فیصلہ کرے اور اپنے مذہب کے مطابق وراثت دلوائے، ایک قاضی اسمٰعیلی ہو ایک امامی ہو ایک مالکی ہو اور ایک شافعی ہو، اور ۵۲۵ھ مین یہ پہلا موقع تھا کہ مصر مین متعدد قاضی مقرر کیے گئے

اور جب اس سلطنت مین ضعف پیدا ہوا تو ۵۴۷ھ مین ابو المعالی مجلی بن جمیع الشافعی

Marfat.com

صاحب الذخائر قاضی القضاۃ مقرر ہوے اور جب صلاح الدین عاضد کا وزیر ہوا تو دولت اسماعیلیہ کے مظاہرہ کو مٹا دیا اور اُسکے قاضی جلال الدین بن ہبتہ اللہ بن کامل صوری کو موقوف کیا اور ۵۶۶ھ مین صدر الدین عبد الملک بن درباس الکردی الشافعی کو قاہرہ کا قاضی القضاۃ مقرر کیا، صلاح الدین نے مصر مین مذہب اسماعیلی کے ساتھ جنگ کی اور اس کا نام ونشان تک باقی نہین چھوڑا، اور ہم مین اور اسماعیلیون کے درمیان تمام تعلقات منقطع کردیے، یہان تک کہ فقہ یا اُس کے علاوہ اور علوم مین ہم ان کی کسی کتاب سے واقف نہین ہوسکتے، شافعیہ مین قضاءت کا عہدہ برابر قائم رہا، لیکن جب ظاہر بیبرس آیا تو اُس نے تعدد قضاۃ کی بدعت کا دوبارہ اعادہ کیا لیکن اُن کو جمہور کے مذاہب شافعی، مالکی، حنفی اور حنبلی مین سے مقرر کیا،

ہم یہ اندازہ نہین کرسکتے کہ مصر مین اسماعیلی مذہب کی اشاعت مین کسقدر کامیابی ہوئی اور خواص امت مین سے کس قدر لوگون نے اسکو اختیار کیا البتہ ہم یہ جانتے ہین کہ عوام پر اس کا اثر کم ہوا کیونکہ مظاہر اسماعیلیہ اور ان کے عقائد سے نفرت کرنے کی خبرین اُن سے مروی ہین، اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ فقہا نے اُسکو قبول نہین کیا، اور اس کو کفر والحاد کی علامت قرار دیا، اس لیے عوام نے اس سے نفرت ظاہر کی اور دعوت کے طریقۂ اخفا نے اس نفرت کو اور بڑھا دیا اور اس سے ان کے اس اعتقاد کو اور تائید ہوئی کہ وہ اس دین سے خارج ہے جسکو انھون نے اپنے ائمہ اور علماء سے وراثۃً پایا ہے،

(۳) تعصبات مذہبی کی اشاعت

گذشتہ دور مین جس بے تعصبی کی روح نے غلبہ پالیا تھا اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا

Marfat.com

کہ اختلاف مذاہب کا یہ اثر نہ ہو کہ مختلف مذاہب کے لوگ باہم ایک دوسرے سے نفرت کرنے لگیں، چنانچہ ایک شہر مین دو یا اس سے زائد مجتہد ہوتے تھے اور ہر ایک اپنے رفیق کے لیے اجتہاد کو جائز رکھتا تھا اور اس پر کوئی اعتراض نہین کرتا تھا، زیادہ تر جو چیز دیکھنے مین آتی تھی وہ یہ تھی کہ ایک کسی مسئلہ مین دوسرے کی غلطی نکالتا تھا اور اس کی جو نکتہ چینی کرتا تھا اُس کو اُس کے پاس لکھ کر بھیجدیتا تھا یا اس کے متعلق اس سے زبانی گفتگو کر لیتا تھا، لیکن اُس کے ساتھ ہر ایک دوسرے کا احترام بلکہ اس کی محبت اور تعریف کرتا تھا، چنانچہ امام لیث بن سعد نے امام مالک بن انس کو جو خط لکھا تھا اسکو ہم پہلے نقل کر چکے ہین، اور امام شافعی اگرچہ امام ابو حنیفہ کے مسائل پر تنقید کرتے تھے لیکن اسکے ساتھ یہ بھی کہتے تھے کہ لوگ فقہ مین امام ابو حنیفہ کے دست نگر ہین، وہ امام محمد کی اکثر تعریف کرتے تھے، حالانکہ مناظرے مین وہ اُن کے سب سے بڑے حریف تھے، اور امام احمد بن حنبل سے جو فقہ مین اُن کے شاگرد تھے کہتے تھے کہ جب تمھارے نزدیک حدیث صحیح ہو تو مجھے اسکی اطلاع دو، اور جب حدیث کا ذکر آتا تھا تو کہتے تھے کہ امام مالک روشن ستارہ ہین ان کے علاوہ اور بھی بہت سے اقوال ہین جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اُن فقہاء و ائمہ اطہار کے اوپر بے تعصبی اور محبت کی روح کا غلبہ تھا اور وہ اس معاملہ مین اپنے اسلاف صحابہؓ اور تابعین کے مقلد تھے، لیکن اس دور نے جسمین تقلیدی روح سرایت کر گئی فقہا کو جیسا کہ ہم نے بیان کیا اپنے ائمہ کے مسائل کی مدافعت پر آمادہ کیا اور امرا نے اُن سے یہ مطالبہ کیا کہ اُن کے سامنے مناظرہ کے میدان مین گرم جولان ہون، اس نے اُس نتیجہ تک پہونچا یا جسکو امام غزالی نے ناپسند کیا ہے، اور ہر فریق جن مسائل کی مدافعت اور اُن کے متعلق مناظرہ

کرتا تھا اُس کے متعلق تعصب کرنے لگا اور دوسرے کو جیسا کہ وہ خصم کے لفظ سے تعبیر کرتا تھا اپنا دشمن سمجھنے لگا، عوام نے بھی اس معاملہ مین ان کی تقلید کی اور تقریبًا اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ ایک اپنے مخالف مذہب کی تقلید کو اس قاعدے کے بموجب کہ "تقلید مین مقتدی کے مذہب کا اعتبار ہے امام کے مذہب کا نہین" حرام قرار دے لیکن ہم کو یہ معلوم نہین کہ یہ قاعدہ کب ایجاد ہوا اور یہ معلوم ہے کہ شافعیہ کی بہت سی نمازین ایک حنفی کی نگاہ مین صحیح نہین ہین، کیونکہ ایک شافعی اپنے جسم سے خون نکلنے کی وجہ سے وضو نہین کرتا، اس لیئے کہ اس سے اس کے امام کے نزدیک وضو نہین ٹوٹتا اسی طرح ایک حنفی ایک اجنبی عورت کے چھونے سے وضو نہین کرتا کیونکہ اُس سے اس کے نزدیک وضو نہین ٹوٹتا اور وہ سورۂ فاتحہ کی قرأت کے وقت "بسم اللہ الرحمن الرحیم" نہین کہتا حالانکہ وہ امام شافعیؒ کے نزدیک سورۂ فاتحہ کی ایک آیت ہے جس کے بغیر اُس کی نماز صحیح نہین ہوتی، اس نے اور اس قسم کے اور مسائل سے جب ایک مقتدی اپنے مخالف مذہب رکھنے والے کی اقتدا کرتا ہے تو اُس کے دل مین شک پیدا ہوتا ہے، لیکن ہم کو یہ معلوم نہین ہے کہ وہ ایسا کیونکر کہتے ہین حالانکہ اجتہادی اختلاف مین ائمہ نے بے تعصبی برتی ہے، اور یہ تسلیم کرلیا ہے کہ ایک مجتہد کا اجتہاد جس نتیجہ تک پہونچائے اُس کے لیے اس پر عمل کرنا واجب ہے اور اس کے دوسرے نتیجہ کی طرف متجاوز ہونا جائز نہین، اس نظریہ کا اقتضا یہ ہے کہ مین ہر مجتہد کی نماز کو صحیح سمجھتا ہون، اور اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اقتدا مین امام کے مذہب کا اعتبار ہے، مقتدی کے مذہب کا اعتبار نہین لیکن مذہبی تعصبات نے جماعتون کے درمیان سختی کے ساتھ حدِ فاصل قائم کردی اور بعض فقہا نے اُس پر

Marfat.com

یہ اضافہ کیا کہ آپس مین ایک دوسرے پر یہ اتہام لگایا کہ بعض مسائل مین اُن کے ائمہ نے صریح کتاب وسنت کی مخالفت کی ہے اور اس پر یہ قاعدہ بنایا کہ اگر قاضی اُن کے مطابق فیصلہ کرے تو اس کا حکم منسوخ ہو جائیگا لیکن یہ مسائل محل اجتہاد نہین ہین، بہرحال ہم اس موضوع کو طوالت دینا نہین چاہتے اور ہم نے اس کا ذکر صرف اس لیے کیا ہے، کہ وہ آثار تقلید مین سے ایک قدرتی اثر ہے، لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ تم یہ دعوی کیونکر کرتے ہو کہ یہ تقلید کا اثر ہے، حالانکہ ابن حزم اندلسی نے جو پانچوین صدی مین تھے تقلید کو بالکل چھوڑ دیا تھا اور اجتہاد مطلق کے مدعی تھے، باوجود اس کے ان سے زیادہ تیز زبان اور اپنے مخالفین کے متعلق اُن سے زیادہ سخت گو ہم نے کسی فقیہ کو نہین دیکھا، چنانچہ فقہ مین اُن کی کتاب الاحکام لاصول الاحکام اور محلی کو پیش نظر رکھ کر تم اس کا اندازہ کر سکتے ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ باوجود دعوی اجتہاد کے تقلید کی حقیقت سے باہر نہین تھے کیونکہ وہ داؤد بن علی کے مذہب کے داعی تھے اور اور ان کے مذہب کی تائید کرتے تھے اور اُن کے شہر کے علمانے جو ان کی عداوت ومخاصمت کی اُس نے ان کو اور تنگدل بنا دیا، اس بنا پر انھون نے اپنے قلم کو مطلق العنان کردیا، اور ان پر سخت حملے کیے، اُن کا خیال تھا کہ وہ اس طریقہ سے اُن پر غلبہ حاصل کر رہے ہین حالانکہ انھون نے خود اپنے آپ کو اور اپنی رایون کو تباہ وبرباد کردیا یہان تک کہ اُن کی حیات وممات دونون مین اُن کا کوئی اثر قائم نہ ہوسکا حالانکہ ان کی وسعت اطلاع اور قوت فکر کا انکار نہین کیا جا سکتا،

(اس دور کے فقہا)

اس دور کے فقہا اپنے ائمہ کے مذاہب کے تکمیل کرنے والے خیال کیے جاتے

Marfat.com

ہین، کیونکہ ان ائمہ سے جو مختلف روایتین مروی تھین انھون نے اُن کے درمیان ترجیح دی، اُن کے وجوہ و علل ظاہر کیے، اور جن مسائل کے متعلق ان ائمہ کی تصریحات موجود نہ تھین اُن علل پر قیاس کرکے اُن کا فتوی دیا اس لیے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان مشاہیر کا تذکرہ کرین جنھون نے کتابین لکھین اور انھون نے جو کچھ لکھا وہ دور اخیر مین ان کے بعد والون کے لیے بنیاد ہوگیا، اس سلسلے کی ابتدا ہم فقہاے حنفیہ سے کرتے ہین اور ہم نے ان مین سے ۲۰ فقیہ منتخب کیے ہین جنکے نام حسب ذیل ہین،

(۱) ابوالحسن عبیداللہ بن الحسن الکرخی جو عراق مین حنفیہ کے سردار اور اُن کے اکابر کے اُستاد تھے، مختصر، اور امام محمد بن حسن کی جامع صغیر اور جامع کبیر کی شرح لکھی، ۲۶۰ھ مین پیدا ہوے اور ۳۴۰ھ مین وفات پائی، وہ اس دور کے بہت بڑے فقیہ تھے، لوگون نے ان کا شمار مجتہدین فی المسائل مین کیا ہی،

(۲) ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص کرخی کے شاگرد تھے اور ان کے بعد سردار ہوے، مختصر کرخی، مختصر طحاوی جامع امام محمد کی شرح کی، ان کی ایک کتاب اصول فقہ مین ہے اور ایک کتاب ادب القضاۃ ہے انھون نے ۳۷۰ھ مین وفات پائی،

(۳) ابوجعفر محمد بن عبداللہ البلخی الھندوانی وہ چھوٹے ابوحنیفہ کہے جاتے تھے، اور بلخ کے ائمہ مین سے تھے ۳۶۲ھ مین بخارا مین وفات پائی،

(۴) ابواللیث نصر بن محمد السمرقندی المشہور بامام الہدیٰ ہندوانی کے شاگرد تھے، نوازل العیون والفتاوی اور خزانۃ الفقہ تصنیف کی اور جامع صغیر کی شرح لکھی، ۳۷۳ھ مین وفات پائی،

(۵) ابوعبداللہ یوسف بن محمد الجرجانی، کرخی کے شاگرد تھے چھ جلدون مین

Marfat.com

خزانۃ الاکمل تالیف کی اور زیادات، جامع کبیر اور مختصر کرخی کی شرح لکھی اور
خزانۃ الاکمل تمام اصحاب کی تصنیفات کی جامع ہی، کافی حاکم سے ابتدا کی ہے، پھر جامع صغیر
جامع کبیر، پھر زیادات، پھر مجرد، منتقی مختصر کرخی، شرح طحاوی اور عیون المسائل کو بہ ترتیب
جمع کیا ہی، انھون نے ۵۹۰ھ مین وفات پائی،

(۶) ابوالحسن احمد بن محمد القدوری البغدادی، وہ مختصر مشہور کے مصنف ہین
اور مختصر کرخی کی شرح لکھی ہے، اور کتاب التجرید تصنیف کی ہے جو غیر مدلل طور پر اُن
مسائل پر مشتمل ہے، جو امام ابوحنیفہ اور امام شافعیؒ کے درمیان مختلف فیہ ہین وہ مناظرے
مین حسن العبارۃ تھے اور شیخ ابو حامد اسفرائنی الشافعی سے مناظرہ کرتے تھے، انھون نے
۴۲۸ھ مین وفات پائی،

(۷) ابو زید عبید اللہ بن عمر الدبوسی السمرقندی، وہ پہلے شخص ہین جنھون نے
علم خلافت کو ایجاد کیا، ان کی سب سے بڑی تصنیف اسرار ہے، اور نظم فی الفتاوی اور
کتاب تقویم الادلہ بھی اُن کی تصنیفات مین سے ہین، مناظرہ اور دلائل کے استخراج
مین وہ ضرب المثل تھے اور سمرقند اور بخارا مین انھون نے بڑے بڑے لوگون کے ساتھ
مناظرات کیے ہین، انھون نے ۴۳۰ھ مین وفات پائی،

(۸) ابو عبداللہ الحسین بن علی الصمیری، وہ کبار فقہائے حنفیہ مین سے تھے اور
حسن العبارۃ اور جید النظر تھے، ۴۳۶ھ مین وفات پائی،

(۹) ابوبکر خواہرزادہ محمد بن الحسین البخاری، وہ عظمائے ماوراء النہر مین تھے مختصر
تجنیس، اور مبسوط تصنیف کی اور ۴۳۳ھ مین وفات پائی، خواہرزادہ کے معنی ہین "عالم
کا بھانجا" کیونکہ وہ قاضی ابو ثابت محمد بن بخاری کے بھانجے تھے،

Marfat.com

(۱۰) شمس الائمہ عبد العزیز بن احمد الحلوانی البخاری مصنف مبسوط، وہ اپنے وقت مین اہل بخارا کے امام تھے، ۴۴۸ھ مین وفات پائی،

(۱۱) شمس الائمہ محمد بن احمد السرخسی، وہ حلوانی کے شاگرد تھے، اور مجتہدین فی المسائل مین شمار کیے جاتے تھے، وہ امام، علامہ، حجت، متکلم، مناظر، اصولی اور مجتہد تھے، انھون نے اوزجند کے قید خانے مین پندرہ جلدون مین مبسوط کا املا کرایا کیونکہ انھون نے خاقان کو ایک نصیحت کی تھی اور اس جرم مین ایک کنوئین مین قید کر دیے گئے تھے، وہ اس کنوئین مین بغیر کسی کتاب کے مطالعہ کے املا کراتے تھے، اور ان کے تلامذہ کنوئین کے اوپر بیٹھتے تھے، اصول فقہ مین ایک کتاب شرح سیر کبیر اور شرح مختصر طحاوی ان کی تصنیفات سے ہین، اور ان کی مبسوط حاکم شہید کے کافی کی شرح ہے جو مصر مین چھپ گئی ہے، انھون نے پانچوین صدی کے اخیر مین وفات پائی،

(۱۲) ابو عبد اللہ محمد بن علی الدامغانی، عراق مین حنفیہ کی ریاست کا ان پر خاتمہ ہوگیا اور وہ صیمری اور قدوری کے شاگرد ہین، بغداد مین قاضی مقرر ہوے اور ۳۹۸ھ مین دامغان مین پیدا ہوے اور ۴۷۸ھ مین وفات پائی، ابو الطیب الشافعی ان کی تعریف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمارے بہت سے تلامذہ مین وہ امام شافعیؒ کے مذہب کے زیادہ عالم ہین، وہ شیخ ابو اسحاق شیرازی الشافعی سے مناظرہ کرتے تھے،

(۱۳) علی بن محمد البزدوی، گیارہ جلدون مین مبسوط لکھی اور جامع کبیر اور جامع صغیر کی شرح کی، وہ اصول کی ایک کتاب کے جو اصول بزدوی کے نام سے مشہور ہے مؤلف ہین اور فقہ مین غناء الفقہاء ان کی تصنیف ہے، وہ ۴۰۰ھ مین پیدا ہوے اور ۴۸۲ھ مین وفات پائی،

Marfat.com

(۱۴) شمس الائمہ بکر بن محمد الزرنجری وہ بڑے امام اور حفظ مذہب مین ضرب المثل تھے، سنہ ۴۲۷ھ مین پیدا ہوئے اور حلوانی سے علم سیکھا اور سنہ ۵۱۲ھ مین وفات پائی،

(۱۵) ابو اسحاق ابراہیم بن اسماعیل الصفار وہ قاضی خان کے استاد تھے، اور ان کے تمام آبا و اجداد اکابر فقہا مین تھے، انھون نے سنہ ۵۳۴ھ مین بخارا مین وفات پائی،

(۱۶) طاہر بن احمد بن عبدالرشید البخاری صاحب خلاصۃ الفتاوی المنصاب وہ ماوراء النہر مین حنفیہ کے شیخ اور اکابر مجتہدین فی المسائل مین تھے، ان کی مولفات مین خزانۃ الواقعات ہے، انھون نے سنہ ۵۴۲ھ مین وفات پائی،

(۱۷) ظہیر الدین عبدالرشید بن ابی حنیفہ بن عبدالرزاق الولوالجی، فتاوی ولوالجیہ انھین کا ہے، انھون نے سنہ ۵۴۰ھ کے بعد وفات پائی،

(۱۸) ابوبکر بن مسعود بن احمد الکاسانی الملقب بملک العلماء وہ کتاب البدایع کے مولف ہین جو ایک خوش ترتیب کتاب ہے، انھون نے اپنے شیخ علاء الدین محمد بن احمد السمرقندی کی کتاب تحفۃ الفقہاء کی شرح لکھی ہے، انھون نے سنہ ۵۸۷ھ مین وفات پائی،

(۱۹) فخر الدین حسن بن منصور الاوزجندی الفرغانی المعروف بقاضی خان، بہت بڑے امام تھے، مشہور و متداول فتاوے واقعات امالی، اور محاضر کو تالیف کیا اور زیادات، جامع صغیر، اور خصاف کے ادب القضاۃ وغیرہ کی شرح لکھی، اور سنہ ۵۹۲ھ مین وفات پائی، وہ طبقہ مجتہدین فی المسائل مین شمار کیے جاتے ہین تصحیح قدوری مین قاسم بن قطلوبغا کا قول ہے کہ "قاضی خان کی تصحیح دوسرون کی تصحیح پر مقدم ہے

Marfat.com

کیونکہ وہ فقیہ النفس ہین"

(۲۰) علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل الفرغانی المرغینانی صاحب الہدایہ وہ امام فقیہ اور حافظ تھے اور کتاب المنتقی، نشر المذہب، تجنیس، مناسک الحج، مختارات النوازل اور کتاب الفرائض ان کی تصنیفات سے ہین، انھون نے ۵۹۳ھ مین وفات پائی،

کبار فقہاے مالکیہ

(۱) محمد بن یحییٰ بن لبابۃ الاندلسی، اپنے معاصرین مین مذہب کے سب سے زیادہ حافظ، عقد شروط کے عالم اور اُن کے علل کے ماہر تھے، فتوی وفقہ مین انکے اختیارات مذہب کے دائرے سے باہر ہین اور فقہ مین ان کی متعدد تصنیفات ہین، مثلاً منتخبہ اور کتاب الوثائق، ابن حازم فارسی کہتے ہین کہ ان کی کتاب منتخبہ کے مثل ہمارے اصحاب کی کوئی تصنیف نہین" ان کا مقصد مسائل مدونہ کی شرح ہے، انھون نے ۳۳۶ھ مین وفات پائی،

(۲) بکر بن العلاء القشیری، وہ اصلاً بصرہ کے رہنے والے تھے، پھر مصر مین چلے آئے، تلامذہ قاضی اسماعیل سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور بڑی بڑی کتابین تصنیف کین مثلاً کتاب الاحکام جو اسماعیل بن اسحاق کی کتاب کا اختصار ہے، اور اسپر اضافہ ہے، کتاب الرد علی المزنی، کتاب اصول الفقہ اور کتاب القیاس وغیرہ انھون نے ۳۴۴ھ مین وفات پائی،

(۳) ابو اسحاق محمد بن القاسم بن شعبان العنسی اپنے وقت مین مصر کے فقہاے مالکیہ کے سردار اور ان مین امام مالک کے مذہب کے سب سے زیادہ حافظ تھے لیکن

Marfat.com

ان کی کتابون مین امام مالک کے غرائب قول اور اُن لوگون کے اقوال شاذہ مین جو امام مالک کے تلمذ مین مشہور نہین ہین، اور اُن کے ثقات اصحاب نے انکی روایت نہین کی ہے، انھون نے امام مالک کے مذہب کا استقرار کیا اور فقہ مین کتاب الزاہی الشیبانی تالیف کی انھون نے ۳۵۵ھ مین وفات پائی،

(۴) محمد بن حارث بن اسد الخشنی، انھون نے قیروان مین فقہ کی تعلیم حاصل کی، پھر اندلس مین آئے، اور وہان کے علما سے سنا، اور قرطبہ مین توطن اختیار کرلیا، وہ فقہ کے حافظ، اس مین متقدم، فتوی کے عالم، مسائل مین عمدہ قیاس کرنے والے تھے، اور امام مالک کے مذہب مین اختلاف واتفاق کے متعلق ایک کتاب اور ایک کتاب امام مالک کی اس راے کے متعلق لکھی جسمین اُن کے تلامذہ نے اُن سے اختلاف کیا ہے، اور کتاب الفتیا وغیرہ لکھی، انھون نے ۳۶۱ھ مین وفات پائی،

(۵) ابوبکر محمد بن عبداللہ المعیطی الاندلسی، وہ فقہ کے حافظ، اور امام مالک اور اُنکے اصحاب کے مذہب کے عالم تھے، اور انھین نے امیرالمومنین حکم کے لیے ابوعمر الاشبیلی کے ساتھ کتاب الاستیعاب کی تکمیل کی جسکی وجہ یہ تھی کہ قاضی اسمعیل کے بعض تلامذہ نے اس کتاب کو لکھنا شروع کیا تھا، اور اس کی تبویب کی تھی اور اس کو خاصۃً امام مالک کے اس قول کا جسمین اُن کے کسی شاگرد کا قول اُن سے اختلاف روایت مین شریک نہین تھا مجموعہ بنایا تھا، مؤلف نے اس کی پانچ جلدین لکھی تھین لیکن اس کی تکمیل سے پہلے ان کا انتقال ہوگیا، لیکن جب حکم کو یہ کتاب ملی تو اس کو دیکھ کر اس نے بہت پسند کیا اور اُسکی تکمیل کرانی چاہی، چنانچہ اس کے لیے معیطی اور ابوعمرو کو بلایا اور ان دونون نے سو جلدون مین اُس کی تکمیل کی، معیطی نے ۳۶۷ھ وفات پائی،

(٦) یوسف بن عمر بن عبد البر وہ علماے اندلس کے شیخ اور اپنے زمانہ مین وہان کے بہت بڑے محدث تھے، کتاب الاستذکار بمذاہب علماء الامصار فیما تضمنہ الموطا من معانی الآثار تصنیف کی جسمین موطا کے طرز وابواب کے موافق اس کی شرح کی اور فقہ مین کتاب الکافی وغیرہ لکھی جو ان کی مہارت پر دلالت کرتی ہین، انھون نے ۴۶۳ھ مین وفات پائی،

(٧) ابو محمد عبد اللہ بن ابی زید عبد الرحمن النفزی القیروانی وہ اپنے وقت مین مالکیہ کے امام، ان کے پیشوا، امام مالکؒ کے مذہب کے جامع اور ان کے اقوال کے شارح تھے، اور لوگ اطراف ملک سے ان کے پاس سفر کرکے آتے تھے، ان کے تلامذہ نہایت برگزیدہ ہوئے اور ان سے بہت سے لوگون نے علم سیکھا، انھین نے مذہب کی تلخیص کی اور وہ مالک الصغیر یعنی چھوٹے مالک کے نام سے مشہور تھے، ان کی بہت سی تالیفات ہین جن مین سے نوادر الزیادات علی المدونۃ، مختصر المدونۃ، تہذیب العتبیہ، اور کتاب الرسالہ مشہور ہین، ان کے علاوہ اور کتابین ہین، انھون نے ۳۸۶ھ مین وفات پائی،

(٨) ابو سعید خلف بن ابی القاسم الازدی المعروف بالبرادعی وہ ابو محمد بن ابی زید اور قابسی کے اکابر تلامذہ اور حفاظ مذہب مین ہین، اور اس مین ان کی تالیفات ہین جن مین سے ایک کتاب التہذیب فی اختصار المدونہ ہے، اس مین انھون نے اختصار ابو محمد کے طریقہ کی پیروی کی ہے، لیکن انھون نے اسکو مدونہ کے طرز پر چلایا ہے اور ابو محمد نے جو اضافہ کیا تھا اس کو حذف کردیا ہے، مغرب اور اندلس مین اسی کتاب پر لوگون کا اعتماد تھا، ان کی تصنیفات مین کتاب التمہید لمسائل المدونہ بھی ہے، جو اختصار

Marfat.com

ابی محمد اور ان کی زیادات کے طرز پر ہے، کتاب اختصار الواضحہ بھی اُن کی تصنیف ہے،

(۹) ابو بکر محمد بن عبد اللہ الابہری، امام مالک کے مذہب کی شرح، اُن کے موافق استدلال کرنے اور اُن کے مخالف کی تردید مین ان کی تصنیفات ہین وہ اپنے وقت مین اپنے تلامذہ کے امام، ثقہ، ثبت اور مشہور تھے، بغداد مین فقہ کی تعلیم حاصل کی اور ابن عبد الحکم کی مختصر کبیر اور صغیر کی شرح لکھی، وہ اپنے وقت مین عراق مین امام مالک کی رائے کے موافق تھے، ساٹھ سال تک جامع منصور مین درس و فتوی دیتے رہے، عراق مین قاضی اسماعیل کے بعد تلامذہ مالک مین کوئی شخص ابہری سا برگزیدہ نہین ہوا، اسی طرح اطراف ملک مین ان دونون کے طبقے مین سحنون کے سوا مذہب مین ان دونون کا کوئی ہمسر نہ تھا بلکہ ان کے تلامذہ اور تمام لوگون سے زیادہ تھے، اُن کے پیرو اور لوگون سے زیادہ افضل تھے اور اُن کے طلبہ اور لوگون سے زیادہ برگزیدہ تھے، مذکورہ کتابون کے علاوہ ابہری کی تصنیفات مین الرد علی المزنی، کتاب الاصول اور کتاب اجماع اہل مدینہ وغیرہ ہین، ان کی موت کے بعد عراق مین امام مالک کا مذہب ضعیف ہوگیا، انھون نے ۳۹۵ھ مین بغداد مین وفات پائی،

(۱۰) ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ المعروف بابن ابی زمنین البیری، وہ کبار فقہا اور محدثین مین سے تھے، مغرب فی المدونہ تصنیف کی اور اُس کے اشکال اور اُس کے نکات مین جو تفقہ تھا اس کی شرح کی، اس کے ساتھ اس کے الفاظ کا قصد کیا، اور اس کی روایت کو ضبط کیا، مدونہ کے مختصرات مین اس کا مثل نہین ہے، کتاب المنتخب فی الاحکام اور کتاب المهذب وغیرہ لکھی، ۳۹۹ھ مین وفات پائی،

(۱۱) ابو الحسن علی محمد بن خلف المغافری المعروف بابن القابسی، وہ وسیع الروایہ

Marfat.com

علم حدیث، اس کے علل اور رجال کے عالم فقیہ اور اصولی تھے، مفید کتابین تصنیف کین مثلاً کتاب المہذب فی الفقہ، احکام الدیانۃ اور کتاب الملخص الموطا، سنہ ۴۰۳ھ مین وفات پائی،

(۱۲) قاضی عبدالوہاب بن نصر البغدادی المالکی، بہت اچھے مناظر اور جید العبارۃ تھے، ابہری کے کبار تلامذہ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی، اس کے بعد بغداد سے ناراض ہوکر مصر مین آئے اور اس نے ان کا خیر مقدم کیا، انھون نے بہت سی کتابین تصنیف کین مثلاً کتاب النصر لمذہب امام دار الہجرۃ والمعونۃ لمذہب عالم المدینۃ، کتاب الادلۃ فی مسائل الخلاف اور رسالہ ابن ابی زید اور مدونہ وغیرہ کی شرح کی، انھون نے سنہ ۴۲۲ھ مین وفات پائی،

(۱۳) ابوالقاسم عبدالرحمن بن محمد الحضرمی المعروف باللبیدی وہ مشاہیر علمائے افریقیہ سے تھے، ابن ابی زید اور ابوالحسن القابسی سے فقہ کی تعلیم پائی، ایک بہت بڑی کتاب مذہب مین جو بڑی بڑی دو سو جلدون سے زیادہ ہے مدونہ کے مسائل اور اسکے بسط مین لکھی اور زیادات الامہات اور نوادر الروایات اور ایک کتاب مدونہ کے اختصار مین لکھی جس کا نام ملخص رکھا، انھون نے سنہ ۴۴۰ھ مین وفات پائی،

(۱۴) ابوبکر محمد بن عبداللہ بن یونس الصقلی وہ فقیہ امام اور فرائض دان تھے، ہمیشہ جہاد مین مصروف رہتے تھے، اور شجاعت کے ساتھ متصف تھے، ایک کتاب فرائض مین تالیف کی اور ایک کتاب جو مدونہ کی جامع تھی اس مین اس کے علاوہ اور امہات کا اضافہ کیا، انھون نے سنہ ۴۵۱ھ مین وفات پائی،

(۱۵) ابوالولید سلیمان بن خلف الباجی، اندلس مین علم حاصل کیا، پھر مشرق کا سفر کیا،

اور وہان بہت سا علم حاصل کیا، اُس کے بعد اپنے ملک مین واپس آئے، اور وہ ابن حزم کے معاصر تھے اور اُن کے ساتھ اُن کے بہت سے مناظرے ہین، اُن کے متعلق ابن حزم کا قول تھا کہ قاضی عبدالوہاب کے بعد اصحاب مذہب مالکی مین ابوالولید الباجی کا مثل کوئی نہ تھا" ان کی بہت سی تصنیفات ہین، مثلاً کتاب الاستیفاء فی شرح الموطا، اور موطا ہی کی شرح مین کتاب المنتقی جو استیفاء کا اختصار تھی، اور کتاب السراج فی علم الحجاج، کتاب مسائل الخلاف، کتاب المہذب فی اختصار المدونہ، کتاب شرح المنہاج، کتاب احکام الفصول فی احکام الاصول، وغیرہ انھون نے ۴۹۴ھ مین وفات پائی،

(۱۶) ابوالحسن علی بن محمد الربعی المعروف باللخمی قیروانی، وہ صفاقس مین آئے، وہ فقیہ اور فاضل تھے، انھون نے مدونہ پر ایک بڑی تعلیق لکھی ہے جو مفید اور عمدہ ہے، لیکن اُنھون نے اس مین اختیار و تخریج کی ہے اس لیے اُن کے اختیارات مذہب سے نکل گئے ہین انھون نے ۴۹۸ھ مین وفات پائی،

(۱۷) ابوالولید محمد بن احمد بن محمد بن رشد القرطبی اندلس اور مغرب مین اپنے وقت کے فقہا کے سردار تھے، اور صحت نظر، جودت تالیف اور دقت فقہ مین ان کا اعتراف کیا جاتا تھا، ان پر روایت سے زیادہ درایت غالب تھی، کتاب البیان والتحصیل لما فی المستخرجہ من التوجیہ والتعلیل، کتاب المقدمات لاوائل کتب المدونہ لکھی، اور یحیی بن اسحاق کی تالیف مین سے ان کی مبسوط کتابون اور طحاوی کی کتاب مشکل الآثار کا جس کی یحیی نے تہذیب کی ہے اختصار کیا، انھون نے ۵۲۰ھ مین وفات پائی،

(۱۸) ابو عبداللہ محمد بن علی بن عمر التمیمی المازری الصقلی، اہل افریقہ اور اُسکے

علاوہ مغرب کے امام تھے، اور شیوخ افریقیہ مین وہ سب سے آخری شخص تھے جو تحقیق فقہ مین مشغول تھے، اور اجتہاد اور دقت نظر رکھتے تھے، فقہ اور اصول مین کتابین لکھین اور مسلم اور قاضی عبدالوہاب کی کتاب التلقین کی شرح کی اور مالکیون مین اس کے مثل کسی کی کتاب نہین، امام الحرمین کی برہان کی شرح لکھی، اور محصول من برہان الاصول اس کا نام رکھا، انھون نے ۵۳۶ھ مین وفات پائی،

(۱۹) ابو بکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی المعافری الاشبیلی اپنے شہر مین ادب حاصل کیا، پھر بلادِ مشرق کا طویل سفر کیا اور بہت سے علماے جنمین ایک امام غزالی بھی تھے ملاقات کی اور بہت سا فائدہ حاصل کیا اور رسائل خلاف و اصول و کلام مین مہارت پیدا کی، پھر بہت سا علم حاصل کرکے اندلس مین واپس آئے، اور بہت سی کتابین تصنیف کین، ان کی تصنیفات سے کتاب احکام القرآن کتاب المسالک فی شرح موطا امام مالک اور کتاب المحصول فی اصول الفقہ ہے، انھون نے ۵۴۳ھ مین وفات پائی،

(۲۰) قاضی ابوالفضل عیاض بن موسی بن عیاض الیحصبی السبتی اپنے وقت مین حدیث و تفسیر کے امام، فقیہ، اصول، احکام کے واقف، شروط کے عاقد اور امام مالکؒ کے مذہب کے حافظ تھے، اور ابن رشد اُن کے شیوخ مین ہین، اُنھون نے مفید کتابین تصنیف کین ہین جن مین اکمال المعلم فی شرح صحیح مسلم، الشفا بتعریف حقوق المصطفے صلی اللہ علیہ وسلم، مشارق الانوار فی تفسیر غریب الموطا و البخاری و مسلم اور کتاب ترتیب المدارک و تقریب المسالک لمعرفۃ اعلام مذہب مالکؒ وغیرہ ہین، انھون نے ۵۴۴ھ مین وفات پائی،

(۲۱) اسماعیل بن مکی العوفی، وہ حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کی اولاد سے ہین،

Marfat.com

سرحد اسکندریہ مین ان کا خاندان بہت بڑا اور علم مین مشہور ہی وہ شرح التہذیب المعروف بالعونیہ کے مؤلف ہین؛ جو ۳۶ جلدون مین ہی، دیباچ کا مؤلف اس کی ایک جلد سے واقف ہوا جو اُس سے نقل کی گئی تھی، کہا جاتا ہی کہ وہ بڑی بڑی پچاس جلدون کا ایک ٹکڑا ہی صرف سجود و تلاوت کی بحث مین شمار کیا گیا تو اس کے ساڑھے پانچ کراریس، ۲ سطر کے مسطر مین نکلین (۷۰ ۲۹ سطر) انھون نے سنہ ۵۱۸ھ مین وفات پائی،

(۴) محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن احمد بن رشد الشہیر بالحفیدان بر روایت سے زیادہ درایت غالب تھی؛ اندلس مین علم، کمال وفضل کے لحاظ سے کوئی ان کا مثل نہین پیدا ہوا، ان کی بہترین تصنیفات مین کتاب بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد فقہ مین ہے جسمین انھون نے اختلاف کے اسباب وعلل بیان کیے ہین، اور نہایت مفید باتین لکھی ہین، اس لیے اُن کے وقت مین اس کتاب سے زیادہ مفید اور اس سے زیادہ خوش ترتیب کوئی کتاب معلوم نہین ہوتی، انھون نے اصول مین مستصفی کا خلاصہ کیا سنہ ۵۹۵ھ مین وفات پائی،

(۵) ابو محمد عبداللہ بن نجم بن شاس الجذامی السعدی انھون نے امام غزالی کی وجیز کی ترتیب پر امام مالکؒ کے مذہب مین ایک عمدہ کتاب لکھی جس کا نام انھون نے الجواہر الثمینہ فی مذہب عالم المدینہ رکھا، اس کی خوبی اور کثرت فوائد کی بنا پر مصر مین تمام مالکی اس کی طرف سخت مائل تھے، انھون نے سنہ ۶۱۰ھ مین وفات پائی،

اس دور مین جو اکابر شافعیہ امام شافعیؒ کے مذہب مین تالیف، اس کی اشاعت اور اس کی کتابون کی اصلاح کے ساتھ ممتاز ہوے اور ان مین اکثر عراق خراسان اور ما ورا النہر کے رہنے والے ہین وہ حسب ذیل ہین،

Marfat.com

(۱) ابو اسحاق ابراہیم بن احمد المروزی اپنے زمانہ مین فتویٰ وتدریس کے امام
تھے، ابن سریج نے فقہ سیکھی اور اس مین ماہر ہوئے، اور ابن سریج کے بعد عراق مین
ان کو ریاست ملی، انھون نے بہت سی کتابین تصنیف کین اور مزنی کی شرح لکھی اور بغداد
مین ایک زمانے تک درس وفتوے دیتے رہے، اور اُن کے تلامذہ مین بہت سے لوگ
برگزیدہ ہوئے، اُس کے بعد اخیر عمر مین اُنھون نے مصر کا سفر کیا اور ۳۴۰ھ مین وفات پائی
اور امام شافعیؒ کی قبر کے قریب مدفون ہوئے

(۲) ابو احمد محمد بن سعید بن ابی القاضی الخوارزمی، وہ علمی خاندان سے ہین، ابو الصیرفی،
ابو اسحاق اور ان دونون کے طبقہ سے فقہ کی تعلیم پائی، اور فقہ شافعیہ مین وہ کتاب الحاوی
والعمدۃ القدیمین کے مصنف ہین، اور ماوردی اور فورانی نے یہ دونون کتابین اُن سے
پڑھی ہین، اصول مین اُن کی ایک کتاب ہے جس کا نام ہدایہ ہے، انھون نے کچھ اوپر
۳۴۰ھ مین وفات پائی،

(۳) ابو بکر احمد بن اسحاق الضبعی النیشاپوری، فقہ مین انتہائی درجہ کو پہونچے اور
کتاب الاحکام تصنیف کی، اُنھون نے ۳۴۲ھ مین وفات پائی،

(۴) ابو علی الحسین بن الحسین المعروف بابن ابی ہریرہ، وہ شیوخ وائمہ شافعیہ
مین سے ایک ہین، ابن سُریج سے فقہ سیکھی اور مختصر کی شرح لکھی، انھون نے ۳۴۵ھ
مین وفات پائی،

(۵) قاضی ابو السائب عتبہ بن عبید اللہ بن موسیٰ وہ علماے ائمہ مین سے
ایک ہین اور شافعیہ مین پہلے شخص ہین جو بغداد مین قاضی القضاۃ مقرر ہوے، انھون نے
۳۵۰ھ مین وفات پائی،

(۶) قاضی ابو حامد احمد بن بشر المروزی، وہ ابو اسحاق کے تلامذہ مین ہین انھون نے کتاب الجامع تصنیف کی جو اصول و فروع پر حاوی ہے اور اس مین نصوص و وجوہ مذکور ہین وہ اصحاب شافعی کے نزدیک بہترین کتاب ہے، انھون نے مختصر مزنی کی شرح لکھی اور ۳۶۲ھ مین وفات پائی،

(۷) محمد بن اسمٰعیل المعروف بالقفال الکبیر الشاشی وہ ماوراء النہر کے فقہائے شافعیہ مین بہت بڑے فقیہ ہین، اصول فقہ مین اُن کی ایک کتاب ہے اور انھون نے رسالہ کی شرح لکھی ہے، اور ماوراء النہر مین انھین کے ذریعہ سے فقہ شافعی کی اشاعت ہوئی، انھون نے ۳۶۶ھ مین وفات پائی،

(۸) ابو سہل محمد بن سلیمان الصعلوکی، انھون نے ابو اسحاق مروزی سے فقہ کی تعلیم پائی اس کے بعد نیشاپور واپس آکر قیام کیا اور درس و فتوی دیتے رہے انھون نے ۳۶۹ھ مین وفات پائی،

(۹) ابو القاسم عبد العزیز بن عبد اللہ الداری کی نیشاپور مین درس دیا اور ابو اسحاق مروزی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور عائد شیوخ بغداد نے اُن سے علم حاصل کیا، انھون نے ۳۷۵ھ مین وفات پائی،

(۱۰) ابو القاسم عبد الواحد بن الحسین الصیمری وہ مذہب کے حافظ اور بہترین مصنف تھے، اُن کے حلقۂ درس سے ایک جماعت نکلی جسمین ایک ماوردی تھے ان کی تصنیفات مین الافصاح فی المذہب ہے اور کتاب الکفایہ اور ایک کتاب قیاس والعلل مین اور ایک چھوٹی سی کتاب ادب المفتی والمستفتی مین ہے، اور ایک کتاب شروط مین ہے انھون نے ۳۸۶ھ مین وفات پائی،

Marfat.com

(۱۱) ابوعلی الحسین بن شعیب السنجی، وہ خراسان کے عالم ہین اور پہلے شخص ہین جس نے عراق وخراسان کے دونون طریقون کو جمع کیا وہ اور قاضی حسین قفال کے برگزیدہ تلامذہ مین سے ہین، انھون نے شرح مختصر لکھی اور امام الحرمین اسی کو المذہب الکبیر کہتے ہین، انھون نے تلخیص ابن القاص اور فروع ابن الحداد کی شرح بھی کی، انھون نے ۴۳۰ھ مین وفات پائی،

(۱۲) ابوحامد احمد بن محمد الاسفرائنی وہ طریقۂ عراق کے شیخ، مذہب کے امام، اور حافظ تھے، دارکی سے فقہ کی تعلیم پائی، یہان تک کہ ایک امام ہوگئے، اور بغداد مین دین و دنیا کی ریاست ان کو ملی، شرح مزنی کے متعلق اُن سے یادداشتین لکھی گئین، اُن کے زمانہ مین اصحاب ابی حنیفہؒ کے امام ابوعبداللہ الصیمری اُن کے معاصر تھے، اور اُن کے متعلق قدوری کا قول تھا کہ وہ امام شافعیؒ سے زیادہ فقیہ اور مناظر تھے، انھون نے ۴۰۶ھ مین وفات پائی،

(۱۳) ابوالحسن احمد بن محمد الضبی المعروف بابن المحاملی وہ شیخ ابی حامد کے کبار تلامذہ مین ہین مجموع، مقنع اور لباب وغیرہ تصنیف کین اور شیخ ابوحامد سے ان کی ایک یادداشت ہے جوان کی طرف منسوب ہے، انھون نے ۴۱۵ھ مین وفات پائی،

(۱۴) عبداللہ بن احمد المعروف بالقفال الصغیر وہ کبار فقہاے خراسان مین ہین، مذہب شافعی کے متعلق اُن کا مہذب طریقہ جسکو اُن کے تلامذہ نے اُن سے سیکھا، نہایت مضبوط نہایت واضح التہذیب اور نہایت کثیر التحقیق ہے، اور وہ خراسان مین ویسے ہی ہین جیسے ابوحامد اسفرائنی عراق مین تھے، انھون نے ۴۱۷ھ مین وفات پائی،

(۱۵) ابواسحاق ابراہیم بن محمد الاسفرائنی، وہ ائمۂ شافعیہ مین بہت بڑے امام ہین،

Marfat.com

اصول فقہ مین ایک یادداشت تصنیف کی، انھون نے ۴۱۸ھ مین نیشاپور مین وفات پائی،

(۱۶) ابوالطیب طاہر بن عبداللہ الطبری، وہ بہت بڑے امام ہین، بغداد مین ان تک ریاست علمیہ پہونچی، اور اہل عراق نے ان سے علم حاصل کیا، مزنی کی شرح لکھی، اور خلاف مذہب اور جدل مین بہت سی کتابین لکھین جن کا مثل کسی کی تصنیفات مین نہین پایا جاتا، قاضی صیمری کے بعد ربع الکرخ کے قاضی مقرر ہوئے اور ابوالحسن الطالقانی اور قدوری کے ساتھ ان کے مناظرات ہین، انھون نے ۴۵۰ھ مین وفات پائی،

(۱۷) ابوالحسن علی بن محمد الماوردی وہ فقہ مین حاوی اور اقناع کے اور احکام سلطانیہ وغیرہ کے مصنف ہین البصرہ مین صیمری سے فقہ کی تعلیم پائی اس کے بعد شیخ ابوحامد الاسفراینی کی طرف سفر کیا اور دونون شہرون مین درس دیا، انھون نے سنہ ھ وفات پائی،

(۱۸) ابوعاصم محمد بن احمد الہروی العبادی وہ زیادات، مبسوط، ہادی اور ادب القضاۃ کے مصنف، اور مشکل عبارت اور پیچیدہ کلام لکھنے مین مشہور ہین انھون نے اس مین اپنے استاد ابواسحاق کی طرز کی تقلید کی ہے، انھون نے ۴۵۸ھ مین وفات پائی

(۱۹) ابوالقاسم عبدالرحمن بن محمد الفورانی المروزی وہ ابانہ، اور عمدہ وغیرہ کتابون کے مصنف اور ابوبکر قفال کے کبار تلامذہ مین ہین، اور وہ اہل مرو کے شیخ ہین انھون نے ۴۶۱ھ مین وفات پائی،

(۲۰) ابوعبداللہ القاضی الحسین المروزی، انھون نے قفال سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور وہ امام الحرمین کے استاد ہین، انھون نے ۴۶۲ھ مین وفات پائی،

(۲۱) ابواسحاق ابراہیم بن علی الفیروزآبادی الشیرازی وہ فقہ مین تنبیہ و مہذب کے، اور خلاف مین نکت کے اور لمع اور اس کی شرح کے اور اصول فقہ مین تبصرہ کے،

اور جدل مین ملخص اور معونہ کے مصنف ہین از فصاحت و مناظرہ مین وہ ضرب المثل تھے، لوگون کا بیان ہے کہ فقہ کے اصول و تفریع مین وہ ابن سریج کے قائم مقام اور طلبا کی کثرت مین اُن کے مشابہ تھے، ابو عبداللہ الدامغانی الحنفی کے ساتھ اُن کے مناظرات ہین، انھون نے ۴۷۶ھ مین وفات پائی،

(۲۲) ابو النصر عبد السید بن محمد المعروف با بن الصباغ وہ شامل، کامل، عدۃ العالم والطریق السالم اور کفایۃ السائل والفتاوی کے مصنف ہین بغداد مین اُن کو شافعیہ کی ریاست ملی اور وہ ابو اسحاق شیرازی کے مشابہ تھے، اور وہ پہلے شخص ہین جس نے نظامیہ بغداد مین درس دیا، انھون نے ۴۷۷ھ مین وفات پائی،

(۲۳) ابو سعد عبد الرحمن بن مامون المتولی صاحب التتمہ جسکو اُنھون نے اپنے شیخ فورانی کی کتاب ابانہ پر تصنیف کیا اور اُس مین حدود تک پہونچے فرائض مین ان کی ایک مختصر کتاب ہے اور ایک کتاب خلاف مین ہے، انھون نے شیخ ابو اسحاق کے بعد نظامیہ مین درس دیا ۴۷۸ھ مین وفات پائی،

(۲۴) ابو المعالی عبد الملک بن عبد اللہ الجوینی المعروف بامام الحرمین اپنے والد سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور فقہ، اصول اور کلام مین نیشاپور بلکہ کل مشرق کے امام ہوگئے، مکہ مین چار سال تک مجاورت کی اور وہین سے امام الحرمین کا لقب حاصل کیا جب وہ نیشاپور مین واپس آئے تو نظام الملک نے ان کے لیے مدرسۂ نظامیہ قائم کیا، اُنکی تصنیفات مین فقہ مین ایک کتاب نہایہ ہے کہ مذہب مین اُس کے مثل جیسا کہ سبکی کا بیان ہے کوئی کتاب تصنیف نہین کی گئی اور اصول فقہ مین ایک کتاب برہان اور ترجیح مذہب شافعی مین ایک کتاب مغیث الخلق ہے، اُن کے معاصر ابو اسحق شیرازی نے ان کی

بڑی تعریف کی ہے، انھون نے ۵۰۲ھ مین وفات پائی،

(۲۵) ابو المحاسن عبد الواحد بن اسماعیل الرویانی صاحب البحر، وہ ائمہ مذہب مین سے ایک امام ہین اور حفظ مین ضرب المثل ہین نظام الملک ان کی عظمت کرتا تھا اور ان کو طبرستان اور اُس کے دیہاتون مین سے رویان کا قاضی مقرر کیا وہ ۵۰۲ھ مین مقتول ہوئے ان کی کتاب بحر سے ماوردی کی کتاب حاوی مراد ہے جس کے ساتھ انھون نے چند فروع جن کو اپنے باپ اور دادا سے حاصل کیا ہے، شامل کیا ہے،

(۲۶) حجۃ الاسلام ابو حامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی ۴۵۰ھ مین طوس مین پیدا ہوئے اور امام الحرمین سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور کوشش کر کے مذہب خلاف، جدل، اصول فقہ، کلام اور منطق مین مہارت حاصل کی اور حکمت اور فلسفہ پڑھا، امام الحرمین "لبریز دریا" کے فقرے کے ساتھ ان کی تعریف کرتے تھے، امام الحرمین کی وفات کے بعد وہ بغداد گئے، اور نظامیہ کے مدرس مقرر ہوئے وہ ہین مذہب مین بسیط، وسیط، وجیز اور خلاصہ اور اصول فقہ مین مستصفی، منخول، ہدایۃ الہدایہ، خلافیات مین ماخذ اور شفاء العلیل فی بیان مسائل التعلیل وغیرہ کتابین مختلف علوم مین تصنیف کین انھون نے ۵۰۵ھ مین طوس مین وفات پائی اور غزالی کے بعد کوئی شخص اُن کا مثل نہین پیدا ہوا،

(۲۷) ابو اسحاق ابراہیم بن منصور بن مسلم العراقی الفقیہ المصری وہ مہذب کے شارح اور مصر کی جامع عتیق کے امام اور خطیب تھے طلب علم مین عراق کا سفر کیا پھر مصر آئے اور اسی وجہ سے عراقی مشہور ہوئے، وہ قاہرہ مین معزز تھے اور وہان کے فقہا نے اُن سے علم حاصل کیا، انھون نے ۵۹۶ھ مین وفات پائی،

(۲۸) ابو سعد عبد اللہ بن محمد بن ہبۃ اللہ المعروف بابن ابی عصرون التمیمی الموصلی،

وہ دمشق مین آکر مقیم ہوئے، اور وہان کے قاضی القضاۃ تھے، پہلے موصل مین پھر بغداد
مین فقہ کی تعلیم پائی، اس کے بعد موصل مین درس دیا اور اخیر مین دمشق مین آئے
اور ۳۷۰؁ھ مین وہان کے قاضی القضاۃ مقرر ہوئے، بہت سی کتابین تصنیف کین، اور
ان کی تصنیفات سے سات جلد ون مین صفوۃ المذہب علی نہایۃ المطلب، کتاب الانتصار
مرشد الذریعہ فی معرفۃ الشریعہ اور علم خلاف مین تیسیر ہے، اور ان کی ایک کتاب الارشاد
فی نصرۃ المذہب ہے جسکی تکمیل اُنھون نے نہین کی، ان کے علاوہ اور کتابین ہین،

(۲۹) ابوالقاسم عبدالکریم بن محمد القزوینی الرافعی وہ وجیز کی شرح کبیر الموسوم بالعزیز
فی شرح الوجیز کے مصنف ہین اور بعض لوگ اس کا نام فتح العزیز بتاتے ہین، وہ محرر کے
مصنف اور مسند شافعی کے شارح ہین، ان کے علاوہ اُن کی اور کتابین ہین، انکے شرف کیلیے
ان کی کتاب فتح العزیز کافی ہے، کیونکہ وہ اُن کتابون مین ہے جس کا مثل نہین، رافعی
اپنے زمانے مین فرد اور فقہ مین عمدۃ المحققین تھے اور درجۂ اجتہاد تک پہونچ گئے تھے، اُنھون نے
۶۲۳؁ھ مین وفات پائی،

(۳۰) محی الدین ابو زکریا یحیٰی بن شرف بن مری النووی ۶۳۱؁ھ مین بمقام
نوی پیدا ہوئے، وہ آخر المحققین اور اصحاب شافعی مین ان لوگون مین ہین جن کو درجۂ
ترجیح حاصل تھا، اُنھون نے کتاب الروضہ تصنیف کی جو شرح کبیر رافعی کا اختصار ہے
اور اس سے اپنی کتاب المسمی بالمنہاج کا اختصار کیا،

Marfat.com

چھٹا دور

فتح بغداد سے جو ہلاکو خان کے ہاتھوں ہوئی تک

یہ دور تقلید محض کا ہے

سیاسی صورتِ حال

ترکی یا تورانی قوم کو جو ایک بہت بڑی قوم ہے اور مختلف قبائل سے مرکب ہے جب بلاد اسلامیہ مین جہانگری کے اسباب میسر ہوئے تو اس نے اس کے اصلی ممالک کے علاوہ اس کے بہترین مقام پر قبضہ کر لیا اور اپنے راستے مین اس نے کوئی ایسی قوت نہین پائی جو اس کو اس کی پامالی سے روک دیتی یہان تک کہ وہ بلادِ شام تک پہنچ گئے اور یہان نہرِ جالوت پر مصریون نے ان کا مقابلہ کیا جنکی سپہ سالاری مظفر قطز ممالیک بحریہ کا تیسرا بادشاہ کرتا تھا اور ان کو سخت شکست دی جسکی وجہ سے مصر اور شام ان کے غلبہ سے محفوظ رہ گیا، لیکن باوجود ان کی کامل فتح اور اکثر بلاد اسلامیہ پر غلبہ حاصل کرنے کے اسلامی قوت نے ان کی گردن جھکا دی اور انھون نے اسلام قبول کر لیا، اسلام قبول کرنے مین تو انکی قسم شمالی جو نہر نل پر مقام سرائے مین تھی اور قسم غربی جو بغداد اور ایرانی ممالک مین رہتی تھی دونون برابر تھی، لیکن قسم شمالی نے ایک صدی پیشتر اسلام قبول کر لیا تھا، مصر و شام پر جس قوم کا قبضہ تھا وہ بھی ترکی قوم تھی اور یہی لوگ ممالیک کے نام سے مشہور ہین، اس طرح مغربی ممالک کے علاوہ جس مین بربرہ مغرب کی سلطنت قائم تھی تمام ممالک اسلامیہ مین

ترکون کا اقتدار قائم ہو گیا اور آٹھوین صدی کی ابتدا مین ترکی اینشیا مین ایک بلند ہمت اور بہادر آدمی یعنی عثمان کجق جو ایک ترکی قبیلہ کا سردار تھا، نمایان ہوا اور اس نے اپنی قوم کے لیے بقایائے آل سلجوق کے کھنڈر پر جو ہمیشہ ایشیائے وسطی مین رہتے تھے، ایک سلطنت کی بنیاد ڈالی، اور وہ اور اس کے بعد اس کی اولاد ان چھوٹے چھوٹے ملکون پر جو ان کے متصل تھے قبضہ کرتی رہی یہان تک کہ ان کی ایک بڑی سلطنت قائم ہو گئی، اس کے بعد انھون نے یورپ پر حملہ کیا اور اس کے ایک بڑے حصے پر قابض ہو گئے، نوین صدی کے نصف حصے مین ان کے ہاتھون شہر قسطنطنیہ فتح ہوا جو بعد کو ان کا دار السلطنت ہو گیا، اس کے بعد انھون نے بڑی بڑی اسلامی سلطنتون پر حملہ کیا جنمین سب سے بڑی سلطنت مصری سلطنت تھی جو خلافتِ اسلامیہ عباسیہ کا مرکز تھی، اور اس پر غلبہ حاصل کر کے آخری خلیفہ عباسی کو وہان سے ہٹا دیا اور اس کے بعد ان کے بادشاہ خلفاء کے لقب سے ملقب ہوئے اور اس طور پر خلافت قاہرہ سے منتقل ہو کر قسطنطنیہ مین آ گئی، اور مصر ایک عثمانیہ ملک ہو کر دفعۃً سیاسی اور علمی حیثیت سے اپنے مقام بلند سے گر گیا، لیکن دولت عثمانیہ آگے بڑھی اور قوت نے اس کو مدد دی یہانتک کہ بڑے بڑے اسلامی ممالک اس کے زیر اقتدار آ گئے اور اسکی عظمت کے سبسے بڑے وقت مین بلاد اندلس مین اسلام کا چراغ جو آٹھ صدی تک علم و آداب کیساتھ روشن رہ چکا تھا بجھ گیا اور تیرہوین صدی کے آغاز مین تقدیر الٰہی نے مصر مین ایک نہایت بلند رتبہ اور صحیح الرائے شخص یعنی محمد علی کو پیدا کیا اور مصر نے اس کو اپنا امیر اور اپنی کشتی کا ناخدا انتخاب کیا، اور اسی وقت سے مصر نے اپنی قوت اور اپنے درجہ کو واپس لینا شروع کیا، اسی زمانہ مین یورپ اسلام کے اقتدار سے لڑنے کیلئے کھڑا ہوا، اور علم نے اس کے اکثر ارادون کو پورا کیا، اب تک یہ نزاع قائم ہے اور ہم

Marfat.com

نہین جانتے کہ اس کا انجام کس کے حق مین مفید ہوگا،

اس دور مین اجتہاد،

اس دور مین لکھنے کے لیے مجھے کوئی چیز واضح طور پر نظر نہین آتی کیونکہ اس مین اجتہاد کی ہوائین رک گئین اور اس مین ایسی مزیتین موجود نہین جو لکھنے والے سے لکھوائین اور بولنے والے سے بلوائین، پہلے دور مین جبکہ خداوند تعالیٰ اپنے شرائع کو رسول اللہ صلعم کے قلب پر وحی کرتا تھا، اور خداوند تعالیٰ جو کچھ نازل کرتا تھا آپ اس کی تبلیغ کرتے تھے، اور لوگون کے لیے اس کو بیان فرماتے تھے اور دوسرے اور تیسرے دور مین جبکہ صحابہؓ اور تابعین خدا کی کتاب، اس کے رسول کی سنت اور رائے صحیح سے استنباط کے طریقے بتاتے تھے، اور چوتھے دور مین جبکہ کبار ائمہ، اور بڑے بڑے فقہا پیدا ہوکر اس پھل کو توڑنے، اور مفصل طور پر احکام شریعت کو جمع کرنے لگے، اور پانچوین دور مین جبکہ ترتیب و تہذیب، اور اختیار و ترجیح کا دور تھا، گفتگو کی وسیع گنجایش تھی، لیکن اس اخیر دور مین جسکی کوئی امتیازی خصوصیت نہین، ایک کہنے والا کیا کہہ سکتا ہے. لیکن چونکہ یہ دور ہم سے ملا ہوا ہے، اور ہم کو اپنے اسلاف صالحین کی اقتدا کے لیے اُٹھنے کی ضرورت ہے، اس لیے ہم اس دور کے عیوب کو واضح کرنا چاہتے ہین، کیونکہ عیوب جب ظاہر ہو جاتے ہین تو جو لوگ صاحب فکر اور صاحب مقدرت ہین ان کے لیے اس کی تدبیر کے لیے آمادہ ہونا ضروری ہو جاتا ہے.

(۱) اس دور کی سب سے بڑی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ علما کے نفوس مین تقلید محض کی روح جاگزین ہوگئی، چنانچہ چند علما کے علاوہ ہم کو کوئی عالم ایسا نظر نہین آتا جو رتبۂ اجتہاد کو پہنچا ہو، اور وہ بھی اس دور کے نصف اول مین اور یہ وہ زمانہ ہے، جبکہ

Marfat.com

قاہرہ بغداد کا قائم مقام ہے، اور سلطنت عباسیہ اور خلافت عباسیہ کا مرکز ہوا، اس زمانے مین وقتاً فوقتاً ایسے لوگ پیدا ہوئے جو درجۂ اجتہاد تک پہنچے، تاہم وہ مشہور ائمہ کے انتساب کی حد سے آگے نہ بڑھ سکے، لیکن اس دور کے نصف ثانی مین جو دسوین صدی کی ابتدا سے شروع ہوا حالت بدل گئی، اور نشانِ راہ مین تغیر واقع ہوا، اور یہ اعلان کر دیا گیا کہ کسی فقیہ کے لیے اختیار و ترجیح جائز نہین، اس کا زمانہ گذر گیا اور قدماء کی کتابون اور لوگون کے درمیان دیوار حائل ہو گئی، اور ان کو صرف ان کتابون پر قناعت کرنی چاہیئے جو ان کے سامنے ہین، اور عنقریب ہم ان کتابون کا حال لکھین گے،

جب ہم اس حالت کی طرف واپس آتے ہین، جو سلطنت مصر کے مفتوح اور خلافت کے منتقل ہونے سے پہلے اسکی تھی تو ہم کو عز بن عبدالسلام، ابن الحاجب، ابن دقیق العید، ابن الرفعہ، ابن تیمیہ، سبکی، ابن سبکی، ابن القیم، بلقینی، اسنوی، کمال ابن الہمام، جلال الدین المحلی، اور جلال الدین سیوطی کے نام ملتے ہین، اور یہ لوگ مذاہب اربعہ کے بہترین لوگون مین تھے اس کے بعد ہم نگاہ ڈالتے ہین تو کسی بڑے عالم، بڑے فقیہ اور عمدہ مصنف کا نام نہین سنتے بلکہ ایک ایسی قوم کو پاتے ہین جس پر قناعت فی الفقہ کا غلبہ ہو گیا ہے، چنانچہ تم کو ایسے کم لوگ ملین گے جو اپنے مذہب کے علاوہ دوسرے مذہب مین مشغول ہون اور جب اپنے مذہب مین بھی مشغول ہوتے ہین تو صرف ان کتابون پر اکتفار کرتے ہین جنمین اس قدر اختصار ہے کہ گویا وہ سمجھنے کے لیے نہین لکھی گئین، غالباً سیاسی زوال نے علم بالخصوص مذہبی علم کو ایک نہایت گہرے غار مین گرا دیا اور مصر نے جب اپنے شرف کو دوبارہ واپس لینا شروع کیا تو اس کو ایسے موانع پیش آئے جنکو ہم بیان کرتے ہین،

(۲) اسلامی شہرون کے علماء کے تعلقات کا منقطع ہونا،

Marfat.com

گذشتہ دور کے فقہا مین کوئی فقیہ، فقیہ کا لقب اور کامل احترام صرف اس وقت حاصل کرتا تھا جب وہ اپنے شہر کے علمار کے علاوہ سفر کر کے اور شہرون کے علمارسے کسبِ علم کرتا تھا، چنانچہ ان مین بہت کم لوگ مین جنھون نے اپنے شہر مین قیام کیا اور پھر ان کے فضل وکمال کا اعتراف کیا گیا، کبار ائمہ اور محدثین کی تاریخ پر نظر ڈالو تو تم سب کو مشغولِ سفر پاؤ گے، ابھی ایک شہر مین اوترے تھے کہ حدیث وفقہ کے حاصل کرنے کیلئے دوسرے شہر کو روانہ ہو گئے، زمانۂ حج مین ان لوگون کا اجتماع مکہ مین ہوتا تھا، اور ہر ایک کے پاس علم، حدیث اور فکر کا جو سرمایہ ہوتا تھا اس سے دوسرا فائدہ اٹھاتا تھا، یہی وجہ ہے کہ ایک زمانے کے علمار مین کامل تعارف ہوتا تھا، اور باوجود مشکلاتِ سفر کے یہ ان کے احباب مین اضافہ، اور ان کے دوستانہ تعلقات کو قوی کرتا تھا، لیکن اس دور بالخصوص اس کے آخری حصے مین مختلف شہرون کے علمار کے تعلقات منقطع ہو گئے، اور یہ حالت ہو گئی کہ ایک مصری عالم تقریبًا ایک ہندوستانی عالم کا نام نہین سنتا تھا، اور ایک ہندوستانی عالم ایک مغربی عالم کو نہین جانتا تھا، علی ہذا القیاس، البتہ ان مین کسی کی کتاب پہنچ جاتی تھی تو اس موقع پر اس کا نام سنا جاتا تھا، اور بعض اوقات اس کی کتاب مشہور ہو جاتی تھی، سب سے زیادہ دردانگیز بات یہ ہے کہ تم کو زمانۂ حج مین مختلف ملکون کے بعض علمار ملین گے، لیکن ان مین کوئی اس کی پروا نہین کرتا کہ دوسرے سے تعارف یا اس سے کوئی روایت کر لے، اور اس نے علوم اسلامیہ شرعیہ بلکہ اس کے علاوہ قدمار کے اور علوم کو جنکا دار مدار روایت اور اخذ پر ہے، ضعیف کر دیا، صرف یہی کافی نہین کہ کس عالم کی رائے سے اس کی کتاب کے ذریعہ سے فائدہ اٹھایا جائے، کیونکہ کتاب ایک خاموش اور ٹھوس چیز ہے، البتہ دوسرے سے علم حاصل کرنا، ذہن کو تیز اور فکر کو بارآور کرتا ہے،

کیونکہ اس مین بحث وگفتگو کرنی پڑتی ہے، ہم اس وقت دس صدی بیشتر کی حرکت علمیہ کا
وہ حال جانتے ہین جس سے کم مثلاً اس وقت ہندوستان مین نہین جانتے،

(۳) ہم مین اور ائمہ کی کتابون مین تعلقات کا منقطع ہونا

ہمارے اسلاف کی یہ عظیم الشان کتابین جنکو تقدیر نے ہمارے لیے چھوڑ رکھا ہے،
صرف ایک یادگار کے طور پر رہ گئی ہین، اور بہت دنون سے کوئی شخص ان کی اور ان کے
درس وتدریس کی پروا نہین کرتا، امام محمد، امام شافعی، امام مالک وغیرہ ائمہ، ان کے تلامذہ
بلکہ پانچوین دور کے ائمہ کی ان کتابون کی طرف جو روح کو غذا دیتی ہین، ہمت کو برانگیختہ
کرتی ہین، اور فقیہ کامل پیدا کرتی ہین، کوئی عالم توجہ نہین کرتا، نہ ان کا درس دیتا، نہ ان
سے واقفیت حاصل کرتا، بلکہ تم کو بڑے بڑے علما ملین گے جو ان کے نام بھی نہین سنتے
اور جب تمہارے ہاتھ مین ان کتابون مین سے کوئی کتاب دیکھتے ہین تو کوئی شخص ان کے
پڑھنے کی پروا نہین کرتا، ان لوگون نے صرف ان کتابون پر اکتفا کر لیا ہے جو زمانۂ تنزل
مین لکھی گئی ہین، اور اس طور پر روایت صحیحہ مفیدہ کے لحاظ سے ہم مین اور ان کتابون کے
درمیان تعلقات منقطع ہو گئے ہین، البتہ کبھی کبھی کوئی شخص ہمت بلند کر لیتا ہے تو عمومی
یا خصوصی کتب خانون مین ان سے واقفیت حاصل کر لیتا ہے، حالانکہ اگر تم ان کا مقابلہ
متداول کتابون کے ساتھ کرو تو تم کو حسنِ تحریر، سلاستِ اسلوب، اور سہولتِ ماخذ کے
لحاظ سے دونون مین بہت زیادہ فرق نظر آئے گا، لیکن ضعفِ ہمت اور ضعفِ عزم
نے ہم کو بٹھا دیا ہے، اور قریب ہے کہ وہ ہم کو ہلاک کر دے،

مین نے شیخ محمد محمود بن التلامید الترکزی الشنقیطی سے پہلی بار ملاقات کی تو انھون
نے سوال کیا کہ تم نے ادب عربی کو کس سے سیکھا ہے؟ مین نے جواب دیا کہ کتابون سے

بولے کہ کتاب میں معلم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتیں۔ میں نے کہا تو اے جناب میں کیا کروں؟ ہم میں اور اسلاف کے درمیان تعلقات منقطع ہو گئے ہیں اس لیے نہ کوئی معلم ہے نہ کوئی اسناد کا پہنچانے والا ہے۔ لیکن میں نے آپ کو دیکھ لیا تو یہی میرے لیے کافی ہے۔ میرے اس جواب سے ان کا چہرہ چمک اٹھا اور بولے انشاء اللہ انشاء اللہ لیکن اگر وہ تھوڑا سا غور کرتے تو ہم کو معذور سمجھتے کیونکہ ہمارے اور ہمارے اسلاف کے علم کے درمیان تاریکیوں کا زمانہ حائل ہو گیا ہے۔ صرف تھوڑی سی جو تلچھٹ باقی رہ گئی ہے وہ نہ پیاس کو بجھاتی ہے نہ مرض سے شفا دیتی ہے اس لیے ہم ایسی ہمت کے کس قدر محتاج ہیں جو ان کتابوں کو ان کی قبروں سے نکالے اور لوگوں کے رخ کو ان کی طرف پھیر دے، تاکہ علوم اسلامیہ میں ہمارے درجے بلند ہو جائیں اور اس وقت ہم یہ کہہ سکیں کہ ہم میں نظار موجود ہیں۔

مطالب میں خلل انداز اختصار

اختصار صرف اسی دور کی بدعت نہیں ہے، بلکہ یہ بدعت چوتھے دور میں بھی موجود تھی، کیونکہ ائمہ کے تلامذہ نے ان کے کلام کا اختصار کیا تھا، اور اس اختصار میں انھوں نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ جن مسائل کی زیادہ ضرورت نہیں پڑتی ان کو حذف کر دیا تھا، اور ائمہ نے جن چیزوں کو غیر مرتب طور پر لکھا تھا ان کو انھوں نے مرتب کیا تھا، اور بڑے بڑے علماء نے اس معاملہ میں ان کی تقلید کی تھی لیکن اسی دور کے آخر میں اختصار نے ایک عجیب و غریب روش اختیار کی یعنی یہ کوشش کی جانے لگی کہ بہت سے مسائل تھوڑے سے الفاظ میں جمع کر دیے جائیں، لیکن چونکہ ان لوگوں کو عربیت کا اچھا سلیقہ نہ تھا، اس لیے ان کا کلام معما کے مثل ہو گیا، گویا مؤلف نے سمجھنے کے لیے نہیں

لکھتا تھا بلکہ اس لیے لکھتا تھا کہ مسائل کو جمع کر دے، اس اختصار کا نمونہ دکھانے کے لیے مین ایک موضوع پر تین کتابون سے ایک فصل نقل کرتا ہون، جو کہ تینون مشہور مذاہب کے طالبانِ فقہ کی متداول کتابون مین سب سے زیادہ مشہور ہین اور یہ موضوع وہ پانی ہین جن سے طہارت جائز یا ناجائز ہے۔

خلیل اپنی مختصر مین لکھتا ہے،

"اور ناپاکی اور نجاست کا حکم مطلق اسے اٹھ جاتا ہو اور وہ ہو جس پر بلا قید "پانی" کا نام صادق آئے، چاہے وہ شبنم سے جمع کیا گیا ہو، چاہے گرم کر کھولا ہو یا جو پا کا یا حائضہ کا یا جنبی کا جوٹھا یا اُن کی طہارت سے بچا ہو، یا زیادہ ہو اور ایسی نجس چیز سے مخلوط ہو جس نے اسے بدل نہ دیا ہو یا اس کے بدلنے والے کی معرفت مین شک ہو یا چپڑے تیل کی قربت سے یا مسافر کے برتن کے تار کول کی بوے یا اس سے پیدا ہونے والی کسی چیز سے یا اس کے تہ نشین یا کسی ڈالی ہوئی چیز مثلاً مٹی یا نمک سے بدل گیا ہو چاہے وہ قصداً ڈالی گئی ہو، اور نمک سے سلب" زیادہ راجح ہے، اس سے نہین جس کا رنگ یا مزہ یا بو کسی ایسی چیز سے بدل گئی ہو جو اس سے عموماً جدا رہتی ہے، وہ چاہے پاک ہو، چاہے ناپاک مثلاً ملا ہوا روغن یا مصطگی کا بخار اور اس کا حکم مثل اس کے بدلنے والے کے ہے، اور راجح کشتی کے اونٹ کی رسی سے بدلنا مضر ہے مثل حوض کے مویشی کے گوبر سے یا مثل کنوین کے درخت کے پتون یا بھُس سے، اور جنگل کے کنوین مین ان دونون سے جواز ظاہر ہے، اور موافق ملنے والے کا حکم مخالف ملنے والے کے مثل

قرار دینے میں بحث ہے ایسے پانی سے طہارت کے متعلق جو منہ میں ڈالا گیا ہو دونوں میں، اور حدث میں مستعمل مکروہ ہے اس کے غیر میں شک ہے اور تھوڑا مثلاً وضو اور غسل کا برتن ایسے نجس سے جس نے ہاتھ ڈالا ہو یا کتے نے جوٹھا کردیا ہو اور تھا پانی جس میں غسل کیا جاتا ہو اور شرابی کا جوٹھا یا جس میں اس نے اپنا ہاتھ ڈالا ہو اور جو نجس پانی سے بے بس ہو اس سے احتراز مشکل ہو تو نہیں یا غذا ہو مثلاً کشمش اور اگر اس کے منہ پر سیرابی حاصل کیجائے اس کے استعمال کے وقت اس پر عمل کیا جائے گا، اور اگر کوئی جنگلی جانور جس کا خون بہتا ہو ٹھہرے ہوئے پانی میں مرجائے اور اس کو نہ بدلے ان دونوں کے بقدر پانی کا نکالنا مستحب ہوگا، مرکر گرا ہو تو نہیں، اور اگر نجس کا تغیر زائل ہو جائے، نہ کثرت مطلق سے تو طہوریت اس کے ساتھ مستحسن ہے اور عدم طہوریت ارجح ہے، اور خبر واحد کی قبول کیجائے گی، اگر ان دونوں نے اس کی وجہ بیان کی یا مذہب میں متفق ہوئے، اور رد کیا کہ اس کا ترک مستحسن ہے اور نجاست پر پانی کا گرنا اس عکس کے مثل ہے۔

یہ وہ تین کتابیں ہیں جو ہمارے زمانے میں تینوں شائع شدہ مذاہب میں سے ایک میں طالب العلم کو عالم بناتی ہیں، لیکن تم کو نظر آتا ہے کہ بحیثیت تعبیر کے وہ تنہا سمجھ میں نہیں آسکتیں، یہی وجہ ہے کہ وہ شرح کی محتاج ہوئیں، اور شرح کو حاشیہ کی ضرورت پڑی، اور تم کو یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ یہ موضوع دو مضمونوں سے

لہ چونکہ ان عبارتوں کا ترجمہ بالکل غیر مفہوم ہو جاتا تھا، اس لیے ہم نے بقیہ دو کتابوں کی عبارتوں کا ترجمہ چھوڑ دیا۔

کم مین پڑھایا جاتا ہوگا، اور ان دو ہفتون کا بڑا حصہ بھی مؤلف کے مقصد کے سمجھنے مین صرف ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ تم کو نظر آتا ہے کہ یہ کتابین استدلال سے خالی ہین، اور اس طرح غیر تعلیم یافتہ مین اسس موقع پر اس کے سوا کوئی نمایان فرق نظر نہین آتا کہ تعلیم یافتہ شخص کو ایسے مسائل معلوم ہین جو غیر تعلیم یافتہ شخص کو معلوم نہین۔ لیکن یہ کہ مسئلہ کو اس کے امام نے کیسے دلائل سے کیونکر نکالا ہے، تو تعلیم یافتہ شخص کو بھی اس کا علم نہین ہے، حالانکہ فقہ کا تکملہ صرف اسی طریقہ سے ہوتا ہے، اور بدیہی طور پر ان کتابون مین بقیہ ائمہ کے خلاف کا اثر بھی نہین پایا جاتا ہے اور اسکی وجہ سے طالب العلم پر حسن فہم کا دروازہ بند ہو جاتا ہے، اس نے ہمارے فقہا کو ہمارے درمیان نہایت پست رتبہ کر دیا ہے، اور وہ عوام سے قریب تر ہو گئے ہین۔ حنفیہ کی بعض متداول کتابین مثلاً کتاب البدایہ اور اسکی شرح ہدایہ کو بے شبہہ یہ امتیاز حاصل ہے کہ انمین دلائل اور اختلافات سے بھی تعرض کیا گیا ہے لیکن شافعیہ اور مالکیہ کی کتابون مین یہ بات نہین پائی جاتی۔

ایک کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ جب ہم تقلید کے حدود پر آکر ٹھہر گئے تو اس سے آگے بڑھنے کی گنجائش نہین، اور ایک فقیہ کتنا ہی عالی مرتبہ ہو جائے لیکن اس کے امکان مین یہ نہین کہ اپنے امام کی مخالفت کرے، اور مذہب کے دو قولون مین سے ایک کو ترجیح دے، کیونکہ ترجیح دینے والون کا زمانہ ختم ہوگیا، اس لیے دلائل مین مشغول ہونے اور دوسرے ائمہ کی رایون سے واقفیت حاصل کرنے سے کیا فائدہ ہے۔ لیکن ہم اسکا یہ جواب دیتے ہین کہ یہ اس وقت ٹھیک ہوتا جبکہ طالب العلم عوام مین سے ہوتا جو صرف کسی حکم کو جاننا چاہتے ہین۔ لیکن جو لوگ فقہا بننا چاہتے ہین ان کا کم از کم یہ درجہ ہے کہ وہ یہ بھی جانین کہ ان کے امام نے حکم کو کہان سے

Marfat.com

اخذ کیا ہے، لیکن اگر ان کو اس کے مخالف کی رائے اور طریقۂ استنباط بھی معلوم ہو جائے تو اس سے ان کے علم مین اور اضافہ ہو سکتا ہے، اب جب ان کے علم مین ترقی ہو گی تو کون ان کو ان اسلاف سے کم درجہ قرار دیگا، جو خود اپنے پیشرو علما کے اقوال مین سے، جن کے وہ مقلد تھے، اچھے اچھے اقوال کا اپنے لیے انتخاب کرتے تھے، اور جب اس مرکز پر جس کو جمہور علما نے پسند کر لیا ہے، درجۂ فقہیہ آکر ٹھہر گیا ہے تو قانون شرعی کو یقیناً ضعیف ہو جانا چاہیے، کیونکہ اس کے علما کوئی رائے اور فکر نہین رکھتے، اور یہ ایک ایسی چیز ہے کہ روزانہ کے آثار اسکے واقعی ہونے کی شہادت دیتے رہتے ہین، کیا یہ عجیب بات نہین ہے کہ وہ تمام کتابین جو دور رفعت اسلامیہ یعنی چوتھے اور پانچوین دور مین لکھی گئین گمنام ہو گئی ہین اور طلبا کے ہاتھون مین صرف وہ کتابین رہ گئی ہین جو زمانہ تاخر وزوال اور عربی زبان کے ضعف کی حالت مین لکھی گئی ہین، طالبان اصلاح کے لیے اگر وہ مخلص ہین یہ ضروری ہے کہ وہ ہر چیز سے پہلے اپنے اسلاف کے آثار سے فائدہ اٹھانے کے لیے تیار رہون، وہ آثار خدا کے فضل سے بہ کثرت ہین اور ان مین بہت سے نہایت ترقی یافتہ زبان مین لکھے گئے ہین، جو طالب العلم کو اپنی زبان کے بہتر بنانے اور اپنی قوت فکر کے ترقی دینے مین مدد دیتے ہین اور جب قلم سے ان بڑے آثار کے دفع کرنے کا ارادہ کیا جاتا ہے جو متعلم کے دل مین فقہ کی متداول کتابون سے پیدا ہوتے ہین تو مبہوت وحیران ہو کر رک جاتا ہے۔

ہمارے یہان دو موانع ایسے موجود ہین جو ہمارے درمیان فقیہ کو پیدا نہین ہونے دیتے۔

(اولاً) یہی کتابین جو ہمارے سامنے ہین جن کا ہم نے کافی بیان کر دیا ہے،

Marfat.com

زنا نیا) طریقۂ تعلیم، کیونکہ گذشتہ زمانون مین ایک فقہ کے طالب العلم کا سب سے بڑا مقصد
یہ ہوتا تھا کہ کتاب وسنت مین جس چیز سے احکام مستنبط کیے جاتے تھے ان کا احصاء
کرتا تھا، اس کے بعد اپنے امام کے فتوی کے معلوم کرنے مین اپنا اکثر وقت صرف کرتا
تھا، اور جب درس حاصل کرنا چاہتا تھا تو اپنے ائمۂ مذہب کی ان رایون سے واقفیت
حاصل کرنا چاہتا تھا جن مین انھون نے اپنے امام سے اختلاف کیا ہے اور اس مخالفت
کے وجوہ بھی معلوم کرتا تھا، ان سب کے تکملہ کے بعد دوسرے ائمہ کی رایون کی
جستجو کرتا تھا تاکہ اپنے امام کے مستنبطات کے ساتھ ان کا مقابلہ کرے، جب وہ
اس تیسرے درجہ کی تکمیل کر لیتا تھا، تو ایک صاحبِ اقتدار اور صاحبِ نظر فقیہ ہوتا
تھا، لیکن ہمارے یہان مبتدی اور منتہی مین مسائل کی کثرت اور قلت کے سوا کوئی
فرق نہین، اور مذہب شافعی مین ابو شجاع کی منہج کی یہی امتیازی خصوصیت ہے لیکن
مسائل کی کثرت ایسی چیز نہین ہے جو نفس مین فقہ کی روح پیدا کر سکے، تیسرے درجہ
مین جو منتہی کا وہ درجہ ہے جس کی ہم تشریح کر چکے ہین فقہ کا طالب العلم صرف فقہ سے
سروکار رکھتا تھا اور اس کو دوسرے علوم کے ساتھ مخلوط نہین کرتا تھا، لیکن ہمارے
نظام درس میں مبتدی اور منتہی کی تعلیم بالکل یکسان ہے، جس طرح پہلا بہت سے علوم
کے مبادی مین مشغول رہتا ہے، وہی حال دوسرے کا بھی ہے، اس لیے جب
وہ امتحان کے میدان مین آخری کامیابی حاصل کرتا ہے تو نہ وہ فقیہ ہوتا، نہ ادیب
نہ فیلسوف، بلکہ اس نے صرف علوم کے مبادی سیکھ لیے ہین، نحو وحساب سے
زیادہ فقہ کو نہین جانتا اور اس معاملہ مین تمام مذہبی درسگاہون کی حالت یکسان
ہے، یہ خیال نہین کرنا چاہیے، کہ سند لینے کے بعد ان مین کوئی شخص اپنے حاصل کردہ

علم پر اضافہ کرنے اور نامعلوم باتون کے معلوم کرنے اور اختلاف فقہار کے جاننے کے لیے سعی و اہتمام کرتا ہے، بلکہ امتحان کے دن اوسکی جو حالت تھی وہ قائم رہجاتی ہے اور یہ سب سے بڑا عیب ہے۔

میرا درجہ صرف ایک مؤرخ کا ہے جو واقعات کو بعینہ بیان کر دیتا ہے لیکن اگر مین مذہبی تعلیم کے متعلق کوئی مطالبہ پیش کر سکتا ہون تو وہ حسب ذیل ہے،

ابتدائی تعلیم صرف اُن احکام تک محدود ہو جنکو امام مذہب نے بیان کیا ہے، اور ایک آسان کتاب جو اس کے لیے انتخاب کی جائے ان کی تعلیم دیجائے،

دوسرے درجہ مین ایک مبسوط کتاب پڑھائی جائے جس مین اُن ائمہ مذاہب کی رائین درج ہون جنھون نے طلبار کے امام سے اختلاف کیا ہے، یا ترجیح دی ہے، یا کسی مسئلہ کو اختیار کیا ہے اس کے ساتھ ہر فریق کے دلائل قائم کئے جائین، اور اس کے لیے کتب خلاف مذہبیہ مین سے جنکی تعداد ہر مذہب مین بکثرت ہے، کوئی کتاب انتخاب کیجائے اور ساتھ ساتھ تفسیر و حدیث کا بھی درس دیا جائے اور منتہی کی تعلیم فقہ، اصول فقہ، اور کتاب و سنت سے جو چیزین احکام کے ساتھ متعلق ہون ان تک محدود رکھی جائے، اور اس مین اختلافاتِ ائمہ اور ان کے طرق استدلال کی تعلیم بھی دیجائے،

اور فقیہ کا درجہ صرف اس شخص کو دیا جائے جو دو یا تین مسئلہ پر ایک تحریر لکھے جس مین ان مسائل کے متعلق اختلافاتِ فقہار کی تشریح کرے، ان کے اختلاف کے اسباب اور ان اصولی قواعد کو بتائے جس پر ہر قائل نے اپنے قول کی بنیاد رکھی ہے،

اور یہ کام اس وقت تک انجام نہین پا سکتا جب تک علمار ان درسی کتابون کے

Marfat.com

انتخاب پر آمادہ نہ ہون جنکو چوتھے اور پانچوین دور مین اکابر علمار نے لکھا ہے۔

اس طریقے سے نفوس مین تفقہ کی روح اور اس مین وسعت پیدا ہوگی، ہم اپنے اسلاف کی روش کے متبع ہوسکین گے، تفقہ فی الدین کا ملکہ حاصل کرین گے اور مستقبل مین ہم مین ایسے فقہار پیدا ہونگے جنپر اعتماد کیا جائیگا، اور ان کے اقوال کا اعتبار ہوگا، اور جب ہم کو ہر سال اس طرح کے تھوڑے سے لوگ ملجائین گے تو ہمارے لیے یہ ممکن ہوگا کہ اپنے علمار و فقہا کے ذریعہ سے گذشتہ زمانون پر تفاخر کرین،

کبار علمار مین ہم ایسے لوگون کو جانتے ہین کہ اگر وہ خلوص سے کام لین تو اپنی قوم کو اس بلند درجہ تک پہنچا سکتے ہین لیکن ان کے نام لینے کی ہم کو ضرورت نہین ہے، ہم خدا سے یہ سوال کرتے ہین کہ ہم سب کو اپنے دین اور شریعت کی خدمت کرنے کی توفیق دے تاکہ وہ ایک بلند زندگی حاصل کر سکے، اسکے کوئی معنی نہین کہ ہم ہر چیز کو ایک دائمی ترقی کی حالت مین دیکھین اور خود کھڑے رہین، قیل و قال کے سوا ہمارا کوئی مقصد نہ ہو جس حالت مین ہم ہین اس سے بہتر ہونا اور ماضی کی طرف تھوڑی سی توجہ کرنا ہمارے لیے ضروری ہے، تاکہ اپنے مستقبل کے بہتر بنانے کے شوق سے ہمارے نفوس مین ایک روشنی سی پیدا ہوجائے،

ہر متفقہ فی الدین سے خطاب

مین نے تمہارے لیے یہ کتاب لکھی ہے اور اس سے میرا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہین کہ تمہارے سامنے تمہارے سلف صالح کی تصویر پیش کردون اور تم کو ان کی تقلید کرنے پر آمادہ کردون اسکے بعد انشار اللہ ایک دوسری کتاب لکھونگا جسمین مسائل تفصیلی اور انکی تاریخ اختلاف کا ذکر کرونگا کیونکہ مین نے اس کتاب مین جو مسائل بیان کیے ہین، وہ بالتبع صرف مثال کی غرض سے بیان کیے ہین، خدا سے مین یہ درخواست کرتا ہون کہ مجھکو اور تم کو نیکی کی توفیق دے وہ سننے والا اور قبول کرنے والا ہے،

تاریخ فقہ اسلامی

علامہ محمد الخضری کی تاریخ التشریع الاسلامی کا ترجمہ

از

عبد السلام ندوی

ناشر

صدیقی پبلشرز ۔ لاہور